ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ؕ

اور ہو جائے تم مین سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہین۔

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

جلد ۴ | ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر اول

بابت محرم الحرام سنہ ۱۳۲۷ھ | مطابق فروری سنہ ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

باہتمام حافظ عبد الرحیم مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۷ ہجری المقدس کو قادیان سے شائع ہوا۔

قیمت سالانہ عوام سے عہ اور طلباء سے عمہ لی جاتی ہے۔

بِسمِ اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم

ضروری اطلاع

۱۔ میرا ارادہ تھا کہ انجمن تشحیذالاذہان کی سالانہ رپورٹ کو اس دفعہ شایع کردن مگر بعض ضروری مضامین کی وجہ سے گنجائش نہین رہی اس لئے انشاء اللہ تعالے آئندہ پرچے مین رپورٹ شایع کی جاوے گی۔

۲۔ سالانہ جلسہ پر انجمن کی رپورٹ مین یہ سنایا گیا تہا کہ چونکہ حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب تعلیم دینی حاصل کرنے مین لگے رہتے ہین اس لیئے وہ اس سال ایڈیٹری نہین کرسکین گے۔ اب ہم بڑی خوشی سے اس بات کا اعلان کرتے ہین کہ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے قوم کے فائدہ کے لئے اس رسالہ کی ایڈیٹری کو دینی کام سمجھ کر پھر منظور فرمایا ہے ناظرین کو مبارک ہو۔

معذرت

چونکہ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا کی اس تقریر کا جو سالانہ جلسہ پر سنائی گئی تھی اور جس کے پڑہنے کے لوگ بڑے خواہشمند تھے اور اس نظم کا جو صاحبزادہ صاحب کی طرف سے سالانہ جلسہ پر پڑہی گئی تھی اور جو رسالہ تشحیذالاذہان کے لئے محفوظ رکہی گئی تہی۔ اسی نمبر مین شایع ہونا ضروری تھا جو جلدی تیار نہ ہوسکی اس لئے رسالہ تشحیذالاذہان وقت پر نہین نکل سکا اُمید کہ ناظرین معافت فرمائین گے۔

سکرٹری انجمن تشحیذالاذہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قہری نشان

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ مگر خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے
ں کی سچائی ظاہر کردیگا۔ اے روئے زمین کے رہنے والو جن کے کانوں تک میری آواز پہنچ سکتی
ہے یا جنکی آنکھیں میری تحریر کو دیکھ سکتی ہیں میں تمہیں اس نیکی کی طرف بلاتا ہوں جس کے پھیلانے
خود خدا نے اٹھایا ہے اور تم جانتے ہو جس کام کو چاہتا ہے پورا کرتا ہے اور کوئی نہیں جو اس
سدراہ بن سکے۔ اس نے دنیا کا اختلاف دور کرنے کیلئے اپنے بندوں میں سے ایک شخص کو چنا اور
ب کے ریگستان میں سے ایک ایسا درخت نکالا جس کے سایہ نیچے ہر گوشہ کے لوگوں نے کروڑوں
تعداد میں آرام پایا وہ وجود باوجود گمنامی کے کنج انزوا سے نکلکر شہرت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا اور وہ
علو مرتبہ حاصل کیا کہ سورج کی طرح اسپر بھی نظر نہیں ٹک سکتی۔ اسی کے بعد خدا تعالےٰ نے تیرہ سو برس
بعد ایک اور شخص کو اسی کے خادموں میں سے چنا اور چاہا کہ اسی کے ہاتھوں دنیا کو ہدایت دے چنانچہ
وہ بھی پچیس یا چھبیس ۲۵ ۲۶ برس تک دنیا کو اسی کے خالق کی طرف بلا کر چلا گیا سو چونکہ میں اس کے
خادموں میں سے ایک ہوں جنکا فرض ہے کہ دنیا کو سچائی پر آگاہ کریں اور اسکی ہدایت میں کوشش کریں اس
ے آیت فالیامر بالمعروف کے ماتحت میں یہ اشتہار دیتا ہوں اور دنیا کے ہر گوشہ
کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ وقت کو ہاتھ سے نہ دیں اور خدا تعالےٰ کے سلسلہ میں داخل
ہوکر اپنی دنیا اور دین کو سنواریں کیونکہ وہ جو اس کے ارادہ کا مقابلہ کرتے ہیں خسر الدنیا
والآخرۃ کے مستحق ٹھہرتے ہیں پس اگرچہ خدا کا مسیح ہم میں نہیں رہا مگر اس کا قائم کردہ
سلسلہ موجود ہے اور دن رات ترقی کر رہا ہے اس میں شامل ہو کر آسمانی اور زمینی عذابوں سے بچو
کیونکہ خدا ارادہ کرچکا ہے کہ دنیا سے شرک کو دور کرے اور توحید کو قائم کرے اور اس کے نبی کی

معرفت ہمکو اطلاع مل چکی ہی کہ جب تک دنیا اصلاح نہ کریگی آسمانی اور زمینی عذاب پیچھا نہ چھوڑینگے پس مبارک ہی وہ جو بھیڑئیے کے حملہ سے پہلے اپنی بکریون کو محفوظ جگہ مین بند کرلے اور بشارت ہے اُسکو جو چور کے آنے سی پہلے اپنے مال کو محفوظ کرلیتا ہے۔ پس اے میرے دوستو یاد رکھو۔ کہ خدا کے قول کے مطابق دنیا پر طرح طرح کے عذاب آرہے ہیں اور آئینگے جن سے انسانی زندگی خطرہ مین پڑجائیگی۔ اور وہ اپنی تکبرانہ معشیت کو بھول جائیگا۔ حضرت مسیح موعود کے الہامات سی بہت سی ایسی تباہیون کا پتہ ملتا ہی کہ جو ابھی آنیوالی ہیں اور جن سی دنیا پر ہلاکت پھیل جائیگی یہان تک کہ انسان دنیا سی تھک کر پھر خدا کیطرف رجوع کرینگے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد حیدر آباد کا طوفان عظیم آپکی صداقت کی شہادت پکار پکار کر دے رہا ہے آپ نے صاف طور سی لکھا تہا کہ طوفان عظیم آئیگا اور دنیا نوح کے طوفان کا نقشہ دیکھیگی اور سیلاب سی بچانے کے لئے کوئی کشتی کار آمد نہ ہوگی اور اُس کی نسبت اشارہ فرمایا تہا۔ کہ واقعہ ملک نظام مین ہوگا چنانچہ آپ کا الہام تہا کہ **زلزلہ در گور نظامی فگند** پہر اس کے بعد آپ کا الہام تہا کہ ہندوستان اور پنجاب مین وبائے تپ سخت پہیلیگی چنانچہ پچھلے سال جو نظارہ تباہ کا اس ملک مین تپ کی وجہ سی دیکھنا پڑا اُس سی کون ناواقف ہی۔ ہزارون باشندے چند دنون مین لقمہ اجل ہوئے اور کوئی طبیب یا ڈاکٹر بند نہ کرسکا۔ کیونکہ خدا کا منشاء تہا کہ اہل زمین کو ان کے گناہونکی سزا دے اور اپنا چہرہ انپر ظاہر کرے اس تپ مین ایک امر خصوصاً غور کے قابل ہی اور وہ یہ کہ اس تمام تباہیون کا بڑا حصہ امرتسر نے لیا ہے اور وہ بھی رمضان کے دنون مین جس کی وجہ یہ تہی کہ حضرت مسیح موعود پر ۱۹۰۵ء مین ان لوگون نے سفر اور بیماری کیوجہ سی روزہ رکھنی کیوجہ سے پتھر پھینکے تھے اور آپکے لکچر مین شرارت سی کام لیکر وہ شور وغوغا کیا تہا کہ الامان سو خدا تعالےٰ نے اِن لوگون کو دکھاد یا کہ انسان کے ہاتہہ سی خدا کا ہاتہہ زیادہ زبردست ہی چنانچہ پچھلے سال قریباً سارا شہر بے روزہ رہا اور وطن مین بے وطنی کے مزے اُٹھاتا رہا غرض یہ وہ معجزہ ہی جو حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد ظہور مین آیا اور خدا نے اپنے قہری نشانون سی دنیا پر اپنا چہرہ ظاہر کیا اور اپنے مامور کی صداقت کو روز روشن کیطرح ثابت کر دکھایا۔ مگر

چونکہ دنیا نے اِن امور سے کوئی بڑا فائدہ نہ اُٹھایا اس لیئے خدا کا غضب اور بھی زور سے بھڑکا اور ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ جزیرہ نما اٹلی اور جزیرہ نما سسلی میں خدا تعالیٰ کا غضب زلزلہ شدید کی صورت میں ظاہر ہوا جو ایسے زور سے آیا کہ دنیا کی تاریخ میں اُسکی نظیر نہیں ملتی بہت سی تباہیاں دنیا پر آئیں اور بہت سے عذاب جو دنیا نے دیکھے آتش فشان پہاڑون نے آتشبازی نے گاؤن کے گاؤن تباہ کر دیئے اور زلزلون نے بہت سے شہرون کو ویران کر دیا۔ مگر یہ زلزلہ کچھ ایسا تھا کہ جسکی نظیر دینے سے تاریخین قاصر ہیں اور روایتین خاموش ہیں بڑے بڑے تاریخ دان حیران ہیں اور علم طبیعیات کے جاننے والے انگشت بدندان جس ملک میں ۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کی رات کو لاکھون کی تعداد مین بستے تھے۔ صبح ہونے پر وہان چند ہزار سے زیادہ آبادی نہ تھی وہ جن کو شام کے وقت اپنے مال پر گھمنڈ تھا صبح کے وقت ایک پیسہ کے محتاج تھے اور وہ جن کے گھرون پر سیکڑون کھانا کھاتے تھے وہ روٹی کے ایک لقمہ کو ترستے تھے اور نہ ملتا تھا جن کے گھرون کی چھتین پہاڑون کی چوٹیون کو جواب دیتی تھیں اُن کے بیٹھنے کو جگہ نہ تھی وہ لوگ جو اپنے لباس پر ہزارون روپیہ خرچ کرتے تھے تن بدن ڈھانکنے کو ایک چیتھڑے تک کے محتاج تھے تہذیب تہذیب کا نعرہ مارنے والے وحشیون سے بدتر حالت میں بھاگ رہے تھے اور راہ نہ پاتے تھے بھائی کو اپنے بھائی کا ہوش نہ تھا اور باپ کو اپنے بیٹے کی فکر نہ تھی۔ ہان اگر اپنے بچے سے لاپرواہ تھی تو خاوند اپنی بیوی سے بے خبر تمام دوستون کے محبتون کے اقرار بھول گئے تھے اور ہر ایک اپنی اپنی فکر مین مبتلا تھا۔ ایک نہ تھا جو دوسرے کی فکر کرے اور کوئی نہ تھا جو نفس نفس کے مقولے پر عمل نہ کرتا تھا۔ وہ فلاسفر جو دنیا کی رہنمائی کا بیڑا اُٹھانے والے تھے اس وقت دیوانون سے بدتر تھے! اور وہ ڈاکٹر جنکو ملک الموت کے پنجہ سے مریض کو چھوڑانے کا دعویٰ تھا زخمون میں مرغ نیم بسمل کیطرح لوٹ رہے تھے سیکڑون کی تعداد میں سیاح جو اس ملک میں سیر کیلیئے گئے ہوئے تھے ایک چشم زدن میں اس دنیا سے سفر کر گئے۔ عمارتین منہدم ہوگئین۔ باغات ویران ہوگئے کوئین دب گئے۔ مرغزار جنگل ہو گئے اور آبادیان ہلاکت کا ایک ایسا مہیب منظر بن گیا کہ دیکھنے سے ڈر آتا

ہے جو ملک کل تک جنت کی مثال تھا آج دوزخ کا نمونہ بن گیا اور جو جگہیں کہ خدا تعالیٰ کے احسانات کا نمونہ تھیں اسکی شدید العقاب صفت کا نظارہ دکھلانے لگیں۔ ادہر زلزلہ یہ تباہی ڈال رہا تھا۔ کہ سمندر کی طغیانی نے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیئے اور باقی ماندہ اسباب کو بھی ہلاک کیا اور مرے پر سو درے بہ لگی۔ کہ سیلاب کے علاوہ ایک خوفناک آگ نے جو کچھ بچا تھا اسکو بھی ہلاک کر دیا غرض کہ وہ ملک کیا تھا دنیا کی کل آفات کا مجموعہ تھا چند منٹ میں ہی قصر عالیشان ویران ہو گئے اور ایسے ویران ہوئے کہ انسان تو انسان اُلو تک اس میں نہ رہ سکے اور باغوں کا دلکش نظارہ ایسا مہیب ہو گیا۔ کہ ویرانہ میں رہنا اس میں رہنے کی نسبت سو درجہ زیادہ پسند ہو۔ خون کی ندیاں چاروں طرف بہتی تھیں اور سمندر کا رنگ سرخ کر رہی تھیں۔ سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں جانوں کا ایک دم میں صفایا ہو گیا اور کوئی نہ تھا جو اپنر انسو بہائے مردوں کی لاشوں اور گیدڑوں اور گدوں اور چیلوں نے نوچ نوچ کر کھا لیا اور ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا اول تو ایک بھاری تعداد ان جانوروں کی بھی ہلاک ہو گئی تھی۔ جو باقی تھے ان کو بھی کچھ کھانیکو نہ ملا تو لاشوں کو کھانا شروع کر دیا چنانچہ لکھا ہے کہ بعض جگہ یہ جانور بھوک سے ایسے بے تاب تھے۔ کہ شہر والوں کے ہاتھوں سے چھین چھین کر مردوں کو کھا جاتے تھے اور وہ لوگ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ وہ لوگ جو اِس تباہی سے بچے تھے اُنکو تو اپنی جانوں کا بھی ہوش نہ تھا۔ ہاں جو مدد باہر سے آئی تھی۔ اُسنے کھنڈرات میں سے بے بس اور بدبخت لوگوں کو کھود کھود کر نکالنا شروع کیا متواتر بیس دن تک کام جاری رہا اور زخمی اور مردہ نکلتے رہے مردوں کو رسومات مذہبی کے ساتھہ دفنانا تو الگ گڑھے میں گاڑنا تک مشکل ہو رہا تھا کیونکہ اس قدر لاشوں کو دفنانے میں بھی ایک لمبا وقت خرچ ہوتا تھا۔ چنانچہ لاشیں چونے میں ڈالکر سمندر میں ڈال دی گئیں سسکتے ہوئے زخمیوں اور روتے ہوگھایلوں کی آوازیں ایک ایسا خوفناک شور برپا تھا۔ کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس تباہی نے ایسا خوفناک نظارہ دکھلایا ہے کہ زبانوں تک کے محاورات کو بدل دیا ہے یا تو کسی تباہی پر کہا جاتا تھا کہ لاکھوں بے جان ہو گئے اور ہزاروں بچے یتیم ہو گئے اور سیکڑوں

عورتیں بیوہ مگر یہاں تو ایسی بربادی ہوئی ہے کہ نہ مکان رہا نہ مکین نہ باپ نہ بیٹا نہ میاں نہ بیوی غرض کہ ایسا خوفناک حادثہ تھا کہ یورپ و امریکہ اور افریکہ و ایشیا کے لوگ حیران و پریشان ہیں۔ کہ یہ چشم زدن میں ہو گیا۔ اور کیوں ہوا؟ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ جو کچھ ہوا اسکی اطلاع دنیا کو پہلے سے مل چکی تھی اور اہل زمین متنبہ کیے گئے تھے کہ جلد اپنی اصلاح کریں ورنہ خدا کا غضب زلزلہ کی صورت میں نمودار ہو گا۔ اور آسمانی بلائیں انسان کی زندگی کو تلخ کر دینگی وہ قیامت کے دن ہونگے۔ اور لوگ ہلاکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ایک نہیں دو نہیں بلکہ کئی زلزلہ آئینگے اور مختلف ممالک میں آئینگے اور ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہو گا چنانچہ حضرت مسیح موعود کی مختلف کتابوں اور اشتہاروں میں بار بار اس بات کو لکھا گیا تھا اور جو چاہیے اسکو پڑھ سکتا ہے آپ نے صاف طور سے اس بات کو لکھ دیا تھا کہ دنیا کے ہر حصہ میں زلزلے آئیں گے اور ان میں سے چار بہت ہی سخت ہونگے اور ایک اور عظیم الشان زلزلہ ہو گا جو نہایت ہی خطرناک ہو گا پس یہ جو کچھ ہوا آپ کی اطلاع کے مطابق ہوا اور اس لیئے ہوا کہ دنیا نے شرک کو اختیار کر لیا تھا اور خدائے وحدہٗ کی پرستش کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے صاف لکھا ہے کہ "یاد رہے کہ بلاؤں کے ٹلنے کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں کیونکہ مذہبی غلطیوں کیلئے قیامت کا دن مقرر ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ لوگ ہر قسم کی بدچلنی سے باز آئیں۔ اور خدا کے پاک نبیوں کی نسبت بدزبانی سے پیش نہ آویں اور غریبوں پر ظلم نہ کریں اور صدقہ اور خیرات بہت کریں اور خدا کے ساتھ کسی کو برابر نہ کریں نہ پتھر کو نہ آگ کو نہ انسان کو نہ پانی کو نہ سورج نہ چاند کو اور تکبر اور شرارت کی راہوں کو چھوڑ دیں" لکچر مطابق الہامی کتاب ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۲۴ پس اس زلزلہ سے بچنے کے لیئے اسلام کو قبول کرنا کوئی شرط نہ تھی بلکہ یہ شرط تھی کہ اگر قومیں نقصانی شرارت چھوڑ دینگیں اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگیں تو یہ عذاب اُن سے ٹل جائینگے۔

شائد بعض لوگ اعتراض کریں کہ اٹلی کی تباہی کا حضرت مسیح موعود کی بعثت سے کیا تعلق ہے نہ آپکی تعلیم وہاں پہنچی نہ آپ کے وجود کا علم اُن کو ہوا پھر بغیر کسی اطلاع یا علم کے ان لوگوں کو کیوں سزا دی گئی سو یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات میں سے قابض اور بسط ہونا بھی ہے یعنی بعض

موقونپر تو وہ قبض سے کام لیتا ہے اور بعض موقونپر بسط سے چنانچہ اسکی موٹی مثال درختوں سے ملتی ہے
کہ دن کو وہ آکسیجن چھوڑتے ہیں اور رات کو کاربانک اُگلتے ہیں پس ان کی یہ حالت خدا تعالےٰ
کی صفات قبض و بسط کے متعلق ہے۔ اسی طرح دیکھو کہ جس وقت دنیا میں سورج ظاہر ہوتا ہے
تمام دنیا کو روشن کر دیتا ہے اور دنیا اس کی روشنی سے فائدہ اُٹھاتی ہے مگر دوسرے وقت
پر وہی سورج غائب ہو کر دنیا کو ظلمت میں چھوڑ دیتا ہے اور وہی جگہ جہان ریت کے ذرات
تک نظر آتے تھے اب وہاں انسان اپنا ہاتھ تک مشکل سے دیکھ سکتا ہے۔ پس یہ خدا تعالےٰ
کی صفت ہے۔ کہ وہ ایک عرصہ تک تو دنیا کو اسکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے مگر دوسرے وقت
وہ ان کو ذرہ ذرہ کی سزا دیتا ہے اور اپنی شدید العقاب صفت کا ظہور دکھلاتا ہے مصر کے فرعون
ایک مدت تک بنی اسرائیل پر ظلم کرتے رہے مگر کوئی سزا نہ پائی آخر ایک زمانہ آیا کہ موسیٰ کو مبعوث
کیا گیا اور ایک عرصہ تک مصریون کو متنبہ کرنیکے بعد جب راستہ صاف نہ ہوا تو خدا تعالےٰ کا ایسا
عذاب آیا کہ سب کو غرق کر دیا۔ نبی کریم کے زمانے تک شرک اور کفر عرب میں پھیلا رہا مگر کچھ عقوبت نہ ہوئی
مگر آپ کے مبعوث ہوتے ہی تمام عرب کو زیر و زبر کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے متکبر عمائد عرب
تیر کی طرح سیدھے ہو گئے اور جو شرک کے حامی تھے توحید پر جان نثار کرنے لگے۔ غرض تمام دنیا کا کارخانہ
اسی طرح چلتا ہے اور یہی خدا تعالیٰ کی سنت ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ ایک مامور ہی بھیجا جائے
یا اسکی کتب کی اشاعت وہاں ہو بلکہ خود خدا تعالیٰ اس کام کو کرتا ہے یعنی کہیں تو ایک مامور کو بھیجدیتا
ہے اور کہیں اس کی کتب سے دنیا کو متنبہ اور خبردار کر دیتا ہے۔ کہین زبانی طور سے اسکی تعلیم پھیل جاتی ہے
اور کہیں فطرتین خود بخود تیز کی جاتی ہیں اور خود ضمیر انسانی انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ توحید کیطرف
رغبت کرے اور کہین یہ ہوتا ہے کہ کتب سابقہ جو ایک مشترکہ سچائی کو اپنے اندر رکھتی ہیں پھیلائی
جاتی ہیں اور دنیا کو اُن کے ذریعہ سے ہی خبردار کر دیا جاتا ہے پس اگر اس موقعہ پر انسان نہ
سمجھے تو وہ عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے اب اس زمانے میں بھی دیکھو کہ حضرت اقدس سے پہلے ایک
زمانہ تک دنیا بالکل غفلت میں چھوڑ دی گئی تھی اور اس سے کوئی بازپرس نہ کی جاتی تھی۔ لیکن

آپکے مبعوث ہوتے ہی ایک طرف تو آپ کے لکچرون اور کتب سے دنیا کے ایک حصہ کو متنبہ کیا دوسری طرف فطرتین تیز ہوگئیں اور کتب سابقہ کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ اس سے پہلے کسی زمانہ میں نہ ہوئی تھی وید کے ترجمہ کیے گئے انجیل اور تورات کروڑون کی تعداد میں دنیا میں شایع کی گئیں خود قرآن شریف مختلف زبانون میں ترجمہ ہو کر شایع ہوا اور عربی زبان بھی ایک کثیر تعداد میں چھپی۔ اس طرح دنیا کو اصل سچائی کی طرف یعنی توحید کیطرف اور نیک اخلاق کے اپنے اور بدی کے ترک کی توجہ دلائی گئی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت چارون طرف یہ شور ہے کہ اور کچھ نہ ہو۔ شرک تو ایک بہت بڑا گند ہے۔ یورپ و امریکہ کی ہزارون قومیں اس امر سے فائدہ اُٹھا کر شرک کو ترک کر رہی ہیں۔ مگر چونکہ ایک کثیر تعداد نے شرک کو ترک نہ کیا اور اخلاق کی درستی نہ کی تو پھر خدا کے عذاب سے بچ نہ سکی۔ پس یہ تمام جو کچھ ہوا سب ایک مامور کے مبعوث ہونیکی تائید میں ہوا۔ خود حضرت صاحب لکھ چکے ہیں کہ عذاب میری تردید سے نہیں بلکہ اُن سچائیون کی تردید سے آرہے ہین جن کے پھیلانے کے لیے میں دنیا میں آیا ہون۔ اگر دنیا ان گناہون کو ترک کر دے جن میں مبتلا ہے تو پھر خدا بھی ان عذابون کو ٹالدیگا جنکا وعدہ دے چکا ہے پس ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت اٹلی میں کسقدر شرک کی زیادتی ہے وہان کے باشندون نے وقت کو نہ سمجھا اور گناہون کو ترک نہ کیا اس لیے خدا نے انہیں ترک کر دیا پس کسی کا یہ کہنا کہ انپر عذاب کیون آیا جبکہ ابھی انہیں حضرت مسیح موعود کی بعثت کی خبر بھی نہ تھی درست نہ ہوگا۔ جبکہ خدا نے زمانہ میں ایسی ہوا ہی چلا دی تھی کہ ہر ایک شخص شرک کے گند کو سمجھ سکتا تھا پھر ان کا فرض تھا کہ وہ اس گند کو چھوڑ دیتے۔

اب اس زلزلہ کے متعلق چند پیشگوئیان لکھتا ہون کہ جن سے حضرت مسیح موعود کی صداقت ظاہر ہوتی ہے اول یہ کہ آپ نے براہین احمدیہ میں ایک الہام درج کیا۔ کہ میں تجھے اپنی ... چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت نمائی سے تجھکو اُٹھاؤنگا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملون سے اسکی سچائی ظاہر

کریگا۔ الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم فلمّا تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکّا قوۃ الرحمٰن لعبید اللہ الصمد" یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے اپنا مامور مقرر کیا ہے اور اپنی قدرت نمائی سے میں تجھ اُٹھاؤنگا۔ اور چونکہ دنیا باوجود تیری انذاری پیشگوئیون کے غفلت کو نہ چھوڑیگی اور تیرا انکار کریگی اس لیے میں بڑے زور آور حملون سے تیری سچائی ظاہر کرونگا اور چونکہ ان دنون میں تجھپر ایک فتنہ برپا کیا جاویگا۔ اس لیے تیری سچائی ظاہر کرنیکے لیے اور تجھ بری کرنیکے لیے ایک نشان دکھلاؤنگا اور میں پہاڑون پر اپنی تجلی کرونگا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا۔ اور یہ میری رحمانیت کی صفت کے جوش سے ہوگا اور تیرے لیے ہوگا۔ جو اللہ الصمد کا بندہ ہو اب اس الہام پر غور کر کے دیکھو اور عقل سے کام لو۔ تو کیسا صاف اور بین معلوم ہوتا ہو بیشک ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں زلزلے آیا کرتے ہیں اور تباہیان ہوتی ہیں لیکن اس بات کی نظیر کوئی نہیں لا سکتا کہ جھوٹے نبی نے نبوت کا دعوے کیا ہو اور پہر اس نے ایک پیشگوئی کی ہو کہ اس زور سے زلزلے آئینگے اور خدا تجلی دکھلائیگا اور پہر وہ پیشگوئی اس زور سے پوری ہوئی ہو کہ نہ صرف اس کے ملک میں بلکہ دنیا کے ہر ایک حصہ میں زلزلے آئے اور اس ہولناک طرز سے آئے کہ انسان کی عقل چکرا جائے اور ہوش اڑ جائیں درندون کے پرندون کے حواس غایب پس جبکہ ایسی نظیر کوئی نہیں اور ایسا خیال تک کرنا شرک ہو اور خدائے قدیر کی ہتک ہے اور اسپر ایک گندہ الزام ہو۔ جو اس کی شان سے بالکل بعید ہے تو پہر حضرت مسیح موعود کا انکار کیون ہو۔ اور کس لیے ہے وہ خدا کا نذیر دنیا میں آیا اور چلا بھی گیا مگر دنیا نے اُس کی طرف بہت کم التفات کیا مگر کیا خدا کے کام بندون کے ہاتھون اور کوشش سے رک سکتے ہیں۔ نہیں اور کبھی نہیں۔ پہر اے کمزور انسان تو خدا کے مقابلہ کے لیے کیون اُٹھتا ہے اور اس کے برگزیدہ کے انکار پر کیون کمر بستہ ہو اگر تجھ اپنی جان کی پرواہ نہیں تو اپنے اہل وعیال پر رحم کر اور اُن کی بے بسی اور بے کسی پر نظر

ڈالنا ایسا نہ ہو کہ وہ لایخاف عقبٰہا کے حکم کے ماتحت ہلاک کیے جائیں اور ذلت اور خواری کے دن دیکھیں۔ دیکھو اور غور کرو کہ اس الہام میں کیسا صاف اشارہ ہو کہ زلازل زیادہ تر عیسائی ممالک میں آئینگے اور ان سے زیادہ ظلم انہیں کی سلطنتوں کو برداشت کرنا پڑیگا۔ چنانچہ قوۃ الرحمٰن کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ کسی ایسی قوم کے متعلق ہے جو رحمٰن پر کوئی ناجائز حملہ کرتی ہو کیونکہ بظاہر تو رحمٰن کا کام رحم کرنا اور بخشش کرنا ہے پھر اس عذاب سے کیا مطلب پس صاف ظاہر ہے کہ یہ رحمٰن کی صفت میں اس کی محرک ہو گی یعنی رحمٰن کی صفت پر کوئی الزام لگایا جائیگا اور اس کے بدلے میں خدا تعالیٰ پہاڑوں پر تجلی ظاہر کریگا۔ یعنی زلزلوں کے ساتھ دنیا کو ہلاک کریگا چنانچہ اس بارہ میں قرآن شریف میں بھی تیرہ سو برس پہلے خبر دیگئی ہے اور قریبا انہیں معانی کے ساتھ ہو اور وہ یہ کہ وقالوا اتخذ الرحمن ولدا ہ لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض وتخر الجبال ھدا ہ یعنی عیسائی خدا تعالےٰ کا جو رحمٰن ہے بیٹا مقرر کرتے ہیں اور تحقیق یہ ایک ایسی بڑی بات ہو کہ قریب ہو کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ زلزلہ کے ساتھ کانپ کر گر پڑیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے زلزلے زیادہ تر عیسائی ممالک میں یا جہاں وہ حکومت کرتے ہیں آئینگے سو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایسا ہی ہوا ہندوستان کا زلزلہ یہاں فرانسسکو کا زلزلہ چلی ہکسیکو کا زلزلہ اور یہ آخری اٹلی اور سسلی کا زلزلہ یہ تمام ایسے ہی ممالک میں تھے کہ یا تو وہاں عیسائی گورنمنٹ حکومت کرتی تھی۔ یا خود وہاں کے باشندے عیسائی تھے۔ پس سوچو کیا یہ انسان کا کام ہے کہ پچیس برس پہلے ایک ایسے امر کی خبر دے اور اس شان کے ساتھ کہ وجوہات اور ممالک تک بتا دے پھر عبداللہ الصمد بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ زلزلے اس لیے آئینگے کہ عیسائیوں نے ایک عبداللہ الصمد کو خدا اور اس کا بیٹا قرار دیا ہے چنانچہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مسیح محمدی جو مسیح موسوی سے کہیں بڑھ کر ہے جب خدا سے بے نیاز

کے آگے ایک عبد ہے یعنی ادنیٰ غلام تو مسیح موسوی کو اس کا بیٹا کیوں قرار دیا جاتا ہے پس چونکہ یہ ایک بڑا گناہ ہے ہم اس عبد کے ہاتھوں پر ایسا بڑا معجزہ دکھائیں گے کہ دنیا ششدر ہو جائیگی اور اسے مجبوراً پھر خدائے واحدہ کی طرف آنا پڑیگا۔ پھر اس کے علاوہ اور بہت سے زبردست الہامات ہیں جن سے اس قسم کے زلازل کی خبر دی گئی تھی اور لکھا تھا کہ پنج دفعہ زلزلہ بڑا سخت آئیگا یہاں تک کہ انسان پکار اُٹھیگا۔ کہ مالہا یعنی یہ کیا ہو گیا اور دنیا کو کیا ہونے والا ہے چنانچہ حقیقت الوحی میں یہ الہام درج ہے کہ ولك نری آیات ونهدم مایعمرون هل اتٰك حدیث الزلزلة - اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها یومئذ تحدث اخبارها بان ربك اوحی لها - احسب الناس ان یترکوا وما یاتیهم الا بغتة - یسئلونك احق هو قل ای وربی انه لحق ولا یرد عن قوم یعرضون - چمک دکھلاؤنگا تمکو اس نشان کی پنجبار۔ اگر چاہوں تو اس دن خاتمہ ہو۔ بھونچال آیا اور شدت سے آیا زمین تہ و بالا کردی۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے الہام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بہت سی تباہیاں اور زلزلے آئینگے اور زمین تہ و بالا کردی جائیگی اور ایسے زلزلے مختلف ممالک میں آئینگے اور ان میں سے پانچ زلزلے بہت ہی سخت ہونگے۔ پھر حضرت مسیح موعود نے اشتہار البلاغ میں اور زلزلہ کی خبر بار سوم میں زلزلہ کا وقت بھی بتایا ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا کچھ اور حصہ رات میں سے یا ایسا وقت ہوگا جو اس سے قریب ہوگا

پس اے بنی نوع انسان غور کرو اور فکر کرو کیونکہ خدا کا مقابلہ ٹھیک نہیں خدا تعالےٰ اس وقت تک دنیا کو چھوڑ نہیں سکتا جب تک کہ دنیا ابھی

اصلاح نہ کرے۔ کفروشرک سے پرہیز کرو۔ کہ اس میں سوائے ہلاکت کے کچھ نہیں
خدا کا برگزیدہ مسیح دنیا میں آکر فوت بھی ہو گیا۔ پس جب محمدی مسیح دنیا میں آکر موت
سے نہیں بچ سکا۔ تو یہ خیال مت کرو کہ موسوی مسیح اس پیالہ کے پینے سے
محفوظ رہا اپنے نفسوں کی اصلاح کرو تا خدا بھی اپنے کام میں تبدیلی کرے۔ اور
قہر کو مہر سے بدل دے یہ وقت ہے کہ تم اصلاح کرلو ورنہ موت کے وقت
پچھتانا فضول ہو گا۔ دیکھو میں تمہیں ایک اور پیشگوئی بتاتا ہوں کہ تم اصلاح بھی کرلو
اور کامل یقین بھی ہو جائے کہ زلزلہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوا
اور آپ کی سچائی کا ایک بڑا ثبوت آپ اپنی کتاب حقیقت الوحی میں فرماتے ہیں
"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور سے زلزلہ کی خبر دی ہے .... بعض
ان میں سے قیامت کا نمونہ ہونگے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلینگی اس
موت سے پرند چرند بھی باہر نہ ہونگے اور اس قدر موت ہوگی کہ تباہی آئیگی کہ اس روز
سے کہ انسان پیدا ہوا۔ ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر
ہو جائینگے۔ کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور
آسمان بھی ہولناک صورت میں پیدا ہو جائینگی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں
وہ باتیں غیر معمولی ہو جائینگی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ
نہ ملیگا..... وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں۔ کہ
دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھیگی ..... اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے
ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری
مدد نہیں کر سکتا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں
وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے بہت برے
کام کیے گئے اور وہ چپ رہا ..... وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا جس کے سننے کی

ہوں سنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا۔ کہ تقدیر کے نوشتہ پورے ہوتے ،، حقیقت الوحی صفحہ ۵۵،۲۵۶۔ پس اے عقلمندوں اور داناؤں غور کرو کہ یہ پیشگوئی بھی کیسی صاف اور روشن ہے یورپ اور جزائر کے رہنے والے خبردار کیے گئے ہیں اور انہیں بتایا گیا ہے کہ تمہارے شہر گرینگے اور تمہاری آبادیاں ویران ہوگئیں۔ اور یہ اس سبب کہ تم نے ایک انسان کو خدا بنا رکھا ہے پس یاد رکھو کہ اس دن کوئی مصنوعی خدا کام نہ آئیگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پیشگوئی کے یہ لفظ کہ وہ واحد یگانہ ایک وقت تک خاموش رہا اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ زلزلہ اس ملک میں آئیگا۔ جس میں شرک حد سے زیادہ بڑھ گیا ہوگا۔ پس کیا اٹلی سے زیادہ کوئی ایسا ملک ہے جہاں شرک کی کثرت ہو۔ اور ممالک میں مسیح سے شرک کیا جاتا ہے مگر وہاں وہ شخص رہتا ہے جو خود خدائی طاقتوں والا تصور کیا جاتا ہے۔ کیا مسیحی صاحبان اس قدر سمجھ نہیں رکھتے کہ وہ سوچیں۔ کہ اگر مسیح ان کے گناہوں کی وجہ سے صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور ان کی خاطر اس نے جاندی اور اس طرح ان کے گناہوں کا کفارہ ہوا۔ تو یہ لاکھوں آدمی تباہ کیوں ہوے۔ کیا مسیح کا کفارہ اب کمزور ہوگیا ہے اور بوسیدہ ہوگیا ہے۔ اور اب اس میں طاقت نہیں جو پہلے تھی۔ نہیں اصل بات یہ ہی۔ کہ وہ لوگ شرک میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ اور مسیح کو خدا کا بیٹا تصور کرتے تھے۔ پس خدا نے انہیں اپنا ہاتھ دیکھایا۔ اور اس طرح مسیح کی وہ پیشگوئی بھی پوری کی۔ کہ میری دوبارہ آمد کے وقت زلزلے آئینگے اور مری پڑیگی۔ پس کیا کوئی ایسا شخص نہیں۔ جو موقع سے فائدہ اُٹھا سکے۔ اور مسیح ثانی پر ایمان لا سکے۔ یاد رکھو کہ ابھی خطرہ کا

وقت سر پر ہے۔ انجیل اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ اور قرآن
شریف بڑے زور آور لفظوں میں ڈراتا ہے۔ اور اس وقت کا
مجدد اور مسیح تمہیں عین وقت پر خبردار کر چکا ہے۔ اور میں تمہیں سچ
سچ کہتا ہون۔ کہ خدا ئی باتیں کبھیں نہیں ٹلتین۔ پس اے ایک ضعیف
کو خدا بنانے والو اُٹھو اور توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ خدا کا مسیح
خبر دیتا ہے۔ کہ تباہی تمہارے دروازے پر ہے اور ویرانی اور
تباہی تمہارے شہرون اور ملکون پر اور غیر قومون کے آدمیون خواہ
مسلمان خواہ ہندو خواہ بدہ خواہ یہودی تمہارے سپے بھی وہ ہلاکتون
کی اطلاع دے چکا ہے۔ پس خدائے واحدہٗ پر ایمان لاؤ اور
ضد کو چھوڑ دو۔ کیونکہ خدا ضدی کو پسند نہیں کرتا ہے۔ تم نے صدہا
معجزات دیکھے اور دیکھ رہے ہو۔ پھر کیا وجہ کہ ایمان نہیں لاتے
کیا اٹلی اور سسلی کے دو لاکھ سے زیادہ ہلاک شدہ لوگون
کی موت تمہارے دل پر کچھ اثر نہیں ڈالتی۔ دیکھو اس تباہی کی
نسبت دنیا کیا کہتی ہے۔ پانیر لکھتا ہے کہ اس قسم کی تباہی دنیا
پر آج تک کبھی نہیں آئی تھی۔ اور دوسرے اخبار بھی اس کے ساتھ
ہی آوازین ہیں۔ اس جگہ پر اخبار عام لاہور کے چند کلمات یہان
نقل کر دیتا ہون۔ تاکہ تباہی کا اندازہ ہو سکے "شہر مسینہ میں
صرف دس ہزار باشندہ باقی بچے۔ شہر رجیو ڈ کلبیریا میں صرف
چار ہزار جانبر ہو سکے۔ آخر الذکر شہر میں گیارہ میل رقبہ کی زمین
پھٹ کر ایسی ہو گئی۔ کہ شناخت کرنا ممکن نہیں۔ قطعی اندازہ
سے ظاہر ہے۔ کہ اس عظیم زلزلہ کی تباہی سے دو لاکھ انسانی

جانیں ضائع ہوگئیں ۔ فاقہ کش کتے اور ہزارہا مردار خوار پرندے لاشوں کو چھین جھپٹ کر ہضم کر گئے ہیں ،، ۱۵ جنوری ،، زمین کے نیچے اس طرح آواز آئی ۔ کہ گویا سیکڑوں توپیں چلی ہیں ۔ اس کے بعد سطح زمین پھٹ گئی ۔ بستی ہڑپ ہوئی ۔ شہر ریجیو کا ایک حصہ زمین کے شگاف کے اندر غرق ہوا ۔ سمندر کی لہروں نے رہا سہا حصہ تباہ کر دیا ۔،، ۲ جنوری ۔ رر ساحل کے مشہور قصبے بالکل معدوم ہو گئے ۔ مثلاً سینہ راجیوڈی ۔ کلبریا وغیرہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے ۔ یہاں کی عمارت ٹون ہال ساہوکارہ بنک ۔ ڈاکخانہ اور تمام فوجی بارکین مسمار ۔ کوئی مکان باقی نہ رہا ۔ زلزلہ کی تباہی کے ساتھ آگ نے بربادی کا کام پورا کر دیا ۔ مصائب کا ٹھکانا نہیں ،، یکم جنوری ۔ غرض یہ تباہی کچھ ایسی نہیں ۔ کہ دنیا اس پر چشم پوشی کرے ۔ اس لیے وہ جو عقل رکھتا ہے فائدہ اُٹھائے اور خدا کے برگزیدہ کو قبول کرے کہاں ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا ۔ کیا دنیا کی تباہی کے بعد بھی وہ ہوش میں نہیں آئینگے امرتسری مولوی اور بٹالوی مرتد وغیرہ ذرا غور کریں ۔ اس اشتہار کے آخر میں میں ایک اور پیش گوئی بھی درج کرنی چاہتا ہوں کہ جو انہیں دنوں میں پوری ہوئی ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنا ایک الہام گیارہ فروری سنہ ۱۹۰۶ء کے الحکم بدر اور ریویو آف ریلیجنز میں شائع کرایا تھا ۔ جو کہ اسی مہینہ میں تمام ہندوستان میں شائع ہوگیا تھا ۔ وہ اب بڑے زور سے آکر پورا ہوا ۔ وہ الہام یہ

تھا۔ کہ وہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھہ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی ،، اور اس پیشگوئی کا ہیڈنگ بنگالہ کی نسبت ایک پیشگوئی تھی۔ چنانچہ بنگالی اخبارات میں بھی یہ الہام شایع ہوا تھا۔ اب ناظرین غور کریں۔ کہ جس وقت یہ الہام شایع ہوا تھا۔ وہ زمانہ ایسا خطرناک تھا۔ کہ گورنمنٹ بالکل اسباب کے برخلاف تھی۔ کہ کوئی نئی رعایت دی جائے۔ چنانچہ پارلیمنٹ میں بارہا ذکر کیا گیا کہ کوئی نئی رعایت نہ دی جائے گی۔ اور تقسیم بنگالہ کے عوض میں کسی قسم کی دلجوئی نہیں ہوگی۔ مگر خدا کو تو علم تھا کہ آخرکار بنگالہ کی دلجوئی ہوگی۔ چنانچہ آج سے تین برس پہلے اس بات کو اس نے اپنے مامور کی معرفت دنیا کو خبر دی اور آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہی بنگالی جو گورنمنٹ پر طرح طرح کے اعتراض دیتے تھے بڑے زور سے کہہ رہے ہیں۔ کہ ہماری دلجوئی ہوگئی ہے۔ اور یہ ان رعایتوں کی بنا پر ہے۔ کہ جو لارڈ ہارڈنگ وزیر ہند نے ۔۔۔۔ ابھی دی ہیں۔ چنانچہ کانگریس میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ یہ رعائتیں امید سے بڑھ کر ہیں اور ہم ان سے پورے مطمئن ہو گیے ہیں۔ پس عقلمند انسان کے لیے یہ پیش گوئی کیسی صاف اور سیدھی ہے۔ کیا کوئی غور کرنے والا ہے۔ جو ان نشانات سے فائدہ اُٹھا کر خدا کے مامور کی شناخت کرے۔ کیا دنیا سے حق پسندی کا مادہ ہی جاتا رہا۔ اے دوستو خدا کیلئے غور کرو اور دیر نہ کرو۔ کیونکہ خدا کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا آؤ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خدا تمہاری حالت پر رحم کرے۔ اور

نہیں اپنے برگزیدہ کی شناخت عطا فرمائے - واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین - خاکسار مرزا محمود احمد

رسالہ تشحیذ الاذہان

رسالہ تشحیذ الاذہان اپنی عمر کے تین سال ختم کرچکا ہے اور اب چوتھے سال میں قدم رکھتا ہے - اس تھوڑے سے عرصہ میں اس رسالہ نے جو سلسلہ کی خدمت کی ہے - وہ بزرگان ملت کی نظروں سے مخفی نہیں ہے - اس رسالہ کو ہمارے پیارے امام حضرت مہدی معہود و مسیح موعود کے صاجزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈٹ کرتے ہیں - اس رسالہ کو موافقین و مخالفین نے عزت کی نظر سے دیکھا ہے - حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پرانی تحریریں اور نظمیں اس رسالہ میں گاہے بگاہے شائع ہوتی ہیں - جن کو کوئی اخبار مہیا نہیں کرسکتا - میں آپ کی خدمت میں اس رسالہ کی امداد کے لیے خاص طور سے عرض کرتا ہوں - اگر آپ خریدار نہیں ہیں - تو خریدار بنکر اور اگر خریدار ہیں - تو اور خریدار مہیا کر کے ممنون فرمائیں - خریداری کے لیے تمام درخواستیں بنام مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان دارالامان ضلع گورداسپور ہونی چاہئیں - والسلام -

سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان -

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

اپیل بخدمت قوم

"یہ وہ نظم ہے کہ جو میری طرف سے ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائل پوری نے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پڑھی۔ مین نے اُس وقت بھی حاضرین جلسہ کی خدمت مین عرض کر دی تھی کہ مین شاعری کے شوق مین نظم نہین کہتا بلکہ ایک خاص جوش جب تک نہ پیدا ہو نظم کہنا مکروہ سمجھتا ہون اس لئے سامعین اسے شعر سمجھ کر نہین بلکہ درد دل سے نکلی ہوئی نصیحت سمجھ کر سُنین۔ اب بھی مین کل ناظرین کی خدمت مین التماس کرتا ہون کہ وہ اسے غور سے پڑہین اور پھر اس کے مطالب پر غور کرین اور حتی الوسع اس پر عمل کرنے کی کوشش کرین۔ وما توفیقی الا باللّٰہ" ... ... خاکسار مرزا محمود احمد

نظم

کیا جانئے کہ دل کو مرے ہے یہ کیا ہُوا۔ کس بات کا ہے اس کو یہ دھڑکا لگا ہُوا
کیون اس قدر یہ رنج و مصیبت مین چُور ہے کیون اس سے امن و عیش ہو بالکل چھپا ہُوا
وہ جوش اور خروش کہان پر چلے گئے رہتا ہے اس قدر یہ بھلا کیون دبا ہُوا
خالی ہے فرحت اور مسرت سے کیا سبب؟ رہتا ہے اَبلہ کی طرح کیون بھرا ہُوا
چھائی ہوئی ہے اِس پہ بھلا مُردنی یہ کیون جیسے کہ وقت صبح دِیا ہو بجھا ہُوا

بادِ سموم نے اسے مرجھا دیا ہے کیوں — رہتا ہے کوئلہ کی طرح کیوں جلا ہوا
کیوں اس کی آب وتاب ہی مٹی میں مل گئی — جیسے ہو خاک میں کوئی موتی ملا ہوا
کیا غم ہے اور درد ہے کس بات کا اسے — کس رنج میں اور عذاب میں ہے مبتلا ہوا
مجھ پر بھی اس کی فکر میں آرام ہے حرام — میں اس کے غم میں خود ہوں شکارِ بلا ہوا
سب شعروشاعری کے خیالات اڑ گئے — سب لطف ایک ہی بات میں کرکرا ہوا
آہ وفغاں کرتے ہوئے تھک گیا ہوں میں — نالہ کہ جو ساتھ تھا مرا نارسا.. ہوا
ہر اک نے ساتھ چھوڑ دیا ایسے حال میں — سمجھے تھے باوفا جسے وہ بے وفا ہوا
اس درد وغم میں آنکھیں تک دے گئیں جواب — آنسو تلک بہانا انہیں ناروا ہوا
سارا جہان مرے لئے تاریک ہو گیا — جو تھا مثال سایہ وہ مجھ سے جدا ہوا
رہتی ہے چاک جیب شکیبائی ہر گھڑی — دامانِ صبر رہتا ہے ہردم پھٹا ہوا

اک عرصہ ہو گیا ہے کہ میں سوگوار ہوں
بیدادہائے دہر سے زار ونزار ہوں

مدت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں — رنج ومحن کے قبضہ میں آیا ہوا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ — کس ابتلا میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں
کوشاں حصولِ مطلبِ دل میں ہوں اسقدر — کہتا ہوں تم کو سچ ہمہ تن التجا ہوں میں
کچھ اپنے تن کا فکر ہے مجکو نہ جان کا — دینِ محمدی کے لیئے مر رہا ہوں میں
دکھ درد سے ہے پینگ محبت کی پڑ رہی — مدت ہوئی کہ چین سے نا آشنا ہوں میں
میں سو رہا ہوں قوم کے مرجھائے پھول پر — بلبل تو کیا ہے اس سے کہیں خوشنوا ہوں میں
بیمار روح کے لئے خاکِ شفا ہوں میں — ہاں کیوں نہ ہو کہ خاکِ درِ مصطفےٰ ہوں میں
پھر کیوں نہ مجھ کو مذہب اسلام کا ہو فکر — جب جان ودل سے معتقدِ میرزا ہوں میں
دل اور جگر میں گھاؤ ہوئے جاتے ہیں کہ جب — چاروں طرف فساد پڑے دیکھتا ہوں میں

مرگ بستر پہ پٹتی ہے جیسے ماں کوئی
حالت پہ اپنی قوم کے یوں پیٹتا ہوں میں

دل میرا ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہے خدا گواہ
غم دور کرنیکے لیئے گو ہنس رہا ہوں میں

تسکیں وہ میرے لیئے بس اک وجود تھا
تم جانتے ہو اس سے بھی اب تو جدا ہوا ہوں میں

برکت ہے سب کی سب اسی جان جہاں کی
ورنہ میری بساط ہے کیا اور کیا ہوں میں

شیطان سے جنگ کرتے ہیں جان تک لڑاؤ نگا
یہ عہد ذات باری سے اب کر چکا ہوں میں

افسوس ہے کہ اسکو ذرا بھی خبر نہیں
جس سنگدل کیواسطے یاں مر مٹا ہوا ہوں میں

کہتا ہوں سچ کہ فکر میں تیری ہی غرق ہوں
اے قوم سُن کہ تیرے لیئے مر رہا ہوں میں

کیا جانے تو کہ کیسا مجھے اضطراب ہے
ایسا تپان ہے سینہ کہ دل تک کباب ہے

حالات پر زمانے کے کچھ تو دھیان کرو
بے فائدہ نہ عمر یونہی رائگاں کرو

شیطان ہے اک عرصہ سے دنیا پہ حکمراں
اٹھو اور اٹھ کے خاک میں اسکو نہاں کرو

دکھلاؤ پھر صحابہ سا جوش و خروش تم
دنیا پہ اپنی قوت بازو عیاں کرو

پھر آزماؤ اپنے ارادوں کی پختگی
پھر تم دلوں کی طاقتوں کا امتحاں کرو

دل پھر مخالفانِ محمدؐ کے توڑ دو
پھر دشمنانِ دین کو تم بے زبان کرو

پھر ریزہ ریزہ کر دو بت شرک و کفر کے تم
کفار و مشرکین کو پھر نیم جاں کرو

پھر خاک میں ملا دو یہ سب قصر شیطنت
نام و نشان مٹا کے انہیں بے نشاں کرو

پہنچا کے چھوڑو جھوٹوں کو پھر انکے گھر تک
ہاں پھر سمندِ طبع کی جولانیاں کرو

ہاں پھر یلانِ فوج لعین کو پچھاڑ دو
میدان کارزار میں پھر گرمیاں کرو

پھر تم اٹھاؤ رنج و تعب دین کیواسطے
قربانِ راہِ دین محمدؐ میں جاں کرو

پھر اپنے ساتھ اور خلایق کو لو ملا
تا مہربان جو ہے اسے مہرباں کرو

پھر دشمنان کو حلقۂ الفت میں باندھ لو
جو تم سے لڑ رہے ہیں انہیں ہمزباں کرو

سینہ سے اپنے پھر اُسی مہرو کو لو لگا
پھر دل مین اپنے یادِ خدا میہماں کرو

پھر اُسپہ اپنے حالِ زبوں کو کرو عیاں
پھر اُس کے آگے نالۂ آہ و فغاں کرو

ہان پھر اُسی صنم سے تعلق بڑہاؤ تم
پھر کارروان دل کو ادھر ہی رواں کرو

پھر راتین کاٹو جاگ کے یادِ حبیب مین
پھر آنسوؤن کا چشم سے دریا رواں کرو

پھر اُس کی میٹھی میٹھی صداؤن کو تم سنو
پھر اپنے دل کو وصل سے تم شادماں کرو

ہاں ہاں اُسی حبیب سے پھر دل لگاؤ تم
ایسا بڑہاؤ پیار کہ بس مرہی جاؤ تم

ن۔ م۔ ح مضمون بزبان اردو انعام پائیگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں

"یہ وہ تقریر ہے جو میں نے جلسہ کے موقعہ پر اٹھائیس تاریخ کو کی اس سے پہلے اخبار بدر میں بھی شائع ہو چکی ہے اور مکرمی قاضی اکمل صاحب نے تیار کی۔ لیکن اب تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے مطابق میں خود ان نوٹوں سے جو اس موقعہ پر سکرٹری صاحب انجمن تشحیذ الاذہان نے لئے تھے اس کو تیار کرتا ہوں۔

خاکسار مرزا محمود احمد"

یہ سوال طبعاً ہر ایک شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں اور اس اصل مقصد کو کیونکر پا سکتے ہیں کہ جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں سو اس کے جواب کے لائق قرآن شریف سے زیادہ اور کوئی کتاب نہیں ہے اس لئے میں چند آیات قرآن شریف سے پڑھ کر آپ لوگوں کو سناتا ہوں۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔
یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ
والانجیل والقرآن۔ ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی
بایعتم بہ وذلک ہو الفوز العظیم۔ التائبون العابدون الحامدون

السائحون الراکعون الساجدون الآمرون لحدود اللہ بشر المؤمنین

ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیئے کہ خدا نے مجھے کیون پیدا کیا ہے اور جبکہ مرنا ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا جب اس چند روزہ زندگی کے لئے انسان اس قدر کوششین کرتا ہے اور تدبیرین کام مین لاتا ہے اور روزانہ ضرورتین محسوس کرتا ہے تو کیا اُس لامحدود زندگی کے زمانہ کے لئے کوئی ضرورت نہین اور کیا ہمین اس کے لئے کچھ بھی تیاری نہین کرنی چاہیئے۔

ہمارے انبیاء و اولیاء آخرت کے متعلق بہت کچھ حالات بیان کر چکے ہین اور جو ضرورتین وہان پیش آئین گی اور جو اون کے حصول کے ذرائع ہین اُن کی نسبت قرآن شریف بہت بسط اور تفصیل کے ساتھ ہمین بہت کچھ بتا چکا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ کسی چیز کو بے فائدہ اور لغو پیدا نہین کرتا۔ کیونکہ یہ اس کی شان کے برخلاف ہے اُس نے جو انسان کو حواس خمسہ اور ہاتھ پاؤن دل و دماغ دیئے ہین تو جب معلوم ہوا کہ اس کو دوبارہ زندگی ملے گی۔ تو وہان بھی کچھ ایسے سامان موجود ہونے چاہئین جن مین یہ چیزین مشغول رہین چنانچہ خدا تعالیٰ نے جنت مین وہ سامان پیدا کئے ہین اور اگر وہ ایسا نہ کرتا۔ تو اس کا انسان کو پیدا کرنا ایک عبث عمل ٹھہرتا چنانچہ جیسا کہ جنت مین اُس نے سامان بنائے ہین ویسا ہی اس نے اون کے حصول کے ذریعہ بھی بتا دیئے ہین اور اسلام اس راستہ کو بتاتا ہے جس پر چل کر انسان اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکے اور اُن انعامات کو پا سکے جو اس کے لئے بعد از موت مقرر ہین۔ چنانچہ یہ آئتین جو مین نے پڑھی ہین ان مین خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ مجھے اپنی ساٹھ یا ستر برس کی زندگی اور تھوڑا مال دے دو۔ تو مین اس کے بدلہ مین تمہین ایک غیر محدود زندگی اور بے شمار اجر دون گا جس کا دوسرا نام جنت ہے۔ سو خدا تعالیٰ ان آئتون مین فرماتا ہے کہ ہم نے مومنون سے اُن کی جان اور مال خریدا ہے اور یہ اس لئے کہ ان کو اس کے بدلہ مین جنت دیجائے سو کیسا خوش قسمت ہے وہ انسان کہ جو ایسا بانفع اور مفید سودا کرے جس مین نفع مین نفع

ہے اور نقصان نام کو نہین - انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے -
اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رسان ہو - پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی
تجارت نہ کرے کہ جس مین لاکہون کا نہین کروڑون کا نہین بلکہ غیر محدود نفع ہے خداتعالےٰ
اس جگہ فرماتا ہے کہ اس سودے مین کوئی نقصان نہین ہے پھر تجارت مین اس بات کا
لحاظ بھی کر لیا جاتا ہے کہ بازار کا بھاؤ کیا ہے اور یہ تجارت ایسی تو نہین جس سے پہلے
سوداگر ضرر اُٹھا چکے ہین - سو اس دینی تجارت مین بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم بھاؤ دریافت
کرین اور اپنے سے پہلے تاجرون پر غور کرین کہ انہون نے اس تجارت سے کیا نفع یا نقصان
اٹھایا سو ہم دیکھتے ہین کہ آدم سے لے کر ہمارے نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) تک بیشمار
سوداگر ہو گذرے ہین - جنھون نے ہمیشہ اس سوداگری سے فائدہ ہی اُٹھایا بلکہ جو شخص
اُن کے مقابلہ مین کسی اور جنس کا سوداگر بنا وہ ان کے سامنے ہلاک کیا گیا اور وہی کامیاب
رہے ان سوداگرون مین سے سب سے بڑے ہمارے آنحضرت ؐ تھے - جب آپ نے اس تجارت
کو شروع کیا تو آپ ایک یتیم بچہ تھے کوئی آپ کو جانتا تک نہ تہا مگر خدا نے آپ کو دریتیم بنایا
اور وہ مرتبہ دیا - کہ اس وقت کروڑون آدمی آپ کے نام پر جان دینے کو تیار ہین آپ کو وہ
چمک عنایت کی گئی - کہ سورج کی روشنی مانند پڑ گئی - آپ کو اس تجارت سے اس قدر فائدہ
پہونچا - کہ اب تک کہ تیرہ سو برس گذر چکے ہین - آپ کے نام کی عزت کے لئے لوگ کوشش کرتے
ہین - چنانچہ آج جو ہم لوگ اس جگہ اکھٹے ہوئے ہین تو صرف اس لئے کہ اس برگزیدہ
نبی کا نام دنیا سے مٹا جاتا ہے اُسے پھر روشن کرین پس جبکہ آپ نے اس آیت کے موجب
سوداکر کے اِس قدر نفع اُٹھایا تو ہمین بھی چاہیئے - کہ جب کبھی کوئی سودا کرین - تو دیکھہ
لین کہ آیا ہم سے پہلے آن حضرت ؐ نے یہ سودا کیا تہا کہ نہین، تاکہ ہم بھی آپ کے قدم بقدم چل کر
اسی طرح فائدہ اُٹھائین - پس اگر ہم آپ کی خریدی ہوئی جنس کو خریدین گے تو ضرور نفع اُٹھائینگے
اور اگر وہ جنس خریدین گے - جو ہم سے پہلے فرعون و ابو جہل نے خریدی تہی تو ضرور ہے

کہ ہم اپنی آئندہ زندگی سے بے توجہی کریں کیونکہ بے توجہی ایمان کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے اگر ایمان کامل ہو تو کبھی خدا کی طرف سے غفلت نہ ہو۔ دیکھو ایک طالب علم کو یقین ہوتا ہے کہ مین ایک دن ضرور کامیاب ہونگا اور ایک خاص امتحان پاس کر کے بہت عزت حاصل کرونگا اس کے لئے وہ راتوں کو جاگتا ہے اور اس کی غرض اس قدر ہوتی ہے کہ اس زندگی کے بقیہ ایام آرام سے گذر جائین اور وہ یہان تک محنت کرتا ہے کہ بعض اوقات اس کو سل اور دق ہو جاتی ہے۔ مزدور سارا دن محنت کرتا ہے۔ دھوپ مین ٹوکری اٹھاتا ہے اور سردی مین سرد گارے مین گھستا ہے یہان تک کہ اس کا بدن ٹھٹھر جاتا اور یہ سب اس امید میں کہ شام کو گھر مین جا کر آرام پائے گا۔ پس اگر انسان کو ایمان ہو۔ کہ اس دنیا کی تھوڑی سی زندگی مین اگر مین خدا کی بتائی ہوئی تجارت کرون گا تو ابد الآباد تک نفع اوٹھاؤن گا تو وہ بے توجہی کیون کرے۔ پس اصل بات یہی ہے کہ گنہگار انسان کو روزِ آخرت پر ایمان ہی نہین ہوتا اگر اس کو ایمان ہو تو وہ بے توجہی کبھی نہ کرے۔

پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے لئے وہ مال جمع کرے کہ جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کرین۔ دنیا کا روپیہ اگر یہ جمع کرتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اُسے بے طرح لُٹا دین گے۔ اور ضائع کر دین گے لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کو کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا کہ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہ کر سکیگا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ خدا تعالیٰ ایسے تاجرون کا خود خزانچی بن جاتا ہے پس جس کا خزانچی خدا ہو اس کو اور کسی کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ چاہتے ہین کہ ان کا خزانچی امین ہو۔ پس جب خدا سا امین خزانچی ملے تو اور کیا چاہیئے اور خدا کے پاس مال رکھوانے مین صرف یہی فائدہ نہین کہ وہ امین ہے بلکہ علاوہ امانت کے وہ اس مال کو بڑھاتا ہے اور جب مال واپس کرتا ہے تو ہزارون لاکھون بلکہ غیر محدود گنا زیادہ کر کے دیتا ہے پس اس تجارت اور امانت مین فائدہ ہی فائدہ ہے کوئی نقصان نہین مگر شرط یہ ہے

کہ پہلے اپنی جان و مال کو خدا کے سپرد کر دے اور اپنے وجود کو بیچ مین سے الگ کرے ہان جب وہ ایسا کرے گا تو پھر اسے چند روزہ زندگی کے بدلے غیر محدود زندگی ملے گی اور اس تھوڑے مال کے بدلے بے شمار دولت ملیگی۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یقاتلون فی سبیل اللہ۔ یعنے ایسے مومن جنھون نے اپنی جانین اور اپنے مال خدا کے ہاتھ جنت کے بدلے مین بیچدئے ہین وہ خدا کی راہ مین لڑتے ہین یعنے اُن کا فرض یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ خدا کی راہ مین جہاد کرین پس اس جگہ خدا تعالیٰ ان کو اپنے راہ مین جہاد کرنے کی تعلیم دیتا ہے آگے جہاد خواہ تلوار کا ہو خواہ قلم کا خواہ زبان کا۔ خواہ کسی اور قسم کا۔ پس جب انسان کچھ روپیہ کے بدلے اپنی جان جو کھون مین ڈالکر فوج کی نوکری کرتا ہے تو وہ خدا کی فوج مین کیون داخل نہین ہوتا جہان بے تعداد اجر ملتا ہے۔ ہر ایک انسان فطرتاً کہین نوکری کرتے ہوئے دیکھ لیتا ہے۔ کہ کہین مجھ پر پیچھے کوئی آفت تو نہین آئے گی۔ چنانچہ اکثر لوگ اُن ریاستون مین جہان بد نظمی پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ نوکری نہین کرتے کہ کہین لینے کے دینے نہ آپڑین اور تنخواہ کے علاوہ جائداد تک ضبط نہ ہو (جیسے اکثر ریاستون مین ہوتا ہے) پس جس کو خدا جیسا وعدون کا پورا اور مہربان مالک نوکر رکھے اُسے اور کیا چاہیئے اِن دنیاوی گورنمنٹون کے پاس انسان کچھ روپیہ کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور جنگون مین سر کٹواتا ہے ممکن ہے کہ جہنم کے دروازے ان کے لئے کھولے جاوین مگر جو خدائی گورنمنٹ کی راہ مین مارا جاتا ہے یعنے دین کی خدمت کرتا ہوا فوت ہو جاتا ہے[1] اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور جنت کی حورین اس کی منتظر ہین۔ پھر دُنیاوی گورنمنٹون کے ملازم سپاہی جب ہزارون معرکہ

[1] اِس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ انسان دنیاوی کام چھوڑ دے بلکہ ایک ہی وقت مین انسان کسی گورنمنٹ کا نوکر اور خدا کا سپاہی بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اور راہ ہے اور وہ اور۔ انسانی گورنمنٹین جسمون پر حکومت کرتی ہین مگر خدائی گورنمنٹ کا ہیڈ کوارٹر دل ہوتا ہے۔

مار کر پنشن لیتے ہین تو اون کو نصف پنشن ملتی ہے۔ مگر خدا کا سپاہی جب پنشن لیتا ہے۔ یعنے فوت ہوتا ہے تو اس قدر عظیم الشان دی جاتی ہے کہ اُس کے وہم وگمان مین بھی نہین آسکتی تھی پھر یہان کی سلطنتون کی حفاظت سپاہی کرتے ہین مگر برخلاف اس کے الٰہی گورنمنٹ اپنے سپاہیون کی خود حفاظت کرتی ہے اور یعصمک من الناس کی خوش آئند آواز انہین سنائی جاتی ہے وہ زندہ رہین یا فوت ہو جائین دونون حالتون مین فائدہ مین رہتے ہین۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فیقتلون ویقتلون یعنے وہ لوگ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کرین اور اس کی فوجون مین داخل ہو جائین ان مین دلیری بھی چاہیئے اور چاہیئے کہ وہ دوسرون کو مارین اور آپ مارے جائین اور اپنی جانین لفظاً نہین بلکہ عملاً خدا کے سپرد کرین۔ پھر فرماتا ہو کہ وعداً علیہ حقًّا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعہدہ من اللّٰہ یعنے یہ سودا کر کے جو انعام اور نفع خدا نے تم کو دینے کا وعدہ کیا ہے کیا یہ سچا ہے یا جھوٹا سو خدا تعالےٰ یہان اپنے وعدہ کی نظیرین بتاتا ہے کہ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ کہ مین نے تین بڑی قومون سے وعدے کئے تھے۔ تو کیا وہ غلط نکلے جب نہین تو پھر تم کیون ڈرتے ہو جب خدا کی عادت ہے کہ وعدون کا سچا ہے اور جو کہتا ہے اُسے پورا کرتا ہے۔ تو پھر یہ وعدہ جو تم سے کیا گیا ہے کیون پورا نہ ہو گا کیا خدا سے زیادہ کوئی اور بھی ہے جو وعدون کا سچا اور پورا ہو۔ پس تم اپنی جانون اور مالون کو اس کے سپرد کرو وہ وعدہ کرتا ہے کہ تم کو اس تجارت سے بہت فائدہ پہونچے گا اور تم ابد الآباد کی زندگی اور لاانتہا مال پاؤ گے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اس آیت مین فرماتا ہے کہ یہ وعدہ مین نے کیا ہے اور بالکل حق اور درست کیا ہے یعنے قسمی طور سے ہے اور مؤمنون کا حق ہے کہ اس سے وہ وعدہ پورا کروائین اور یہ پہلے اہل توریت سے ہو چکا ہے یعنے موسےٰ سے بھی ایک وعدہ ہوا تھا کہ ہم تیری قوم کو فرعون کے ہاتھون سے نجات دین گے اور تم کو بڑی ترقی دین گے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ مبعوث ہوئے ہین تو اس وقت بنی اسرائیل پر بہت ظلم ہوتے تھے۔ یعنی کل قوم کو آدھا دن اینٹین بنانی پڑتی تھین اور وہ اس ملک مین نہایت

ذلت سے رہتے تھے مگر جب حضرت موسیٰ نے آکر ان لوگوں کو خبر دی کہ اب خدا کا ارادہ تم کو چھوڑانے کا ہے اور وہ اب تم کو آزاد کریگا اور پھر جاکر فرعون کو کہا کہ تو اس قوم کو چھوڑ دے تو اس کا نتیجہ ایسا خطرناک ہوا کہ پہلے تو صرف آدھا دن اُنہیں کام کرنا پڑتا تھا اب فرعون نے یہ خیال کر کے کہ یہ لوگ آدھا دن جو خالی رہتے ہیں اس میں مختلف خیالات اُٹھتے رہتے ہیں اور آزادی کی امنگیں پیدا ہوتی ہیں آؤ ان کو سارے دن کام پر لگائے رکھو حکم دیا کہ آج سے یہ لوگ اینٹیں پکانے کے لئے لکڑیاں بھی خود ہی اکٹھی کیا کریں اور نصف وقت اینٹیں بنائیں اور نصف وقت میں اوس کے لئے ایندھن جمع کریں اب یہ ایسا وقت تھا کہ بنی اسرائیل گھبرا گئے اور لگے موسیٰ کو بُرا بھلا کہنے کہ آگے تو پھر بھی کچھ وقت خالی رہتا تھا اس کے آنے سے وہ بھی جاتا رہا اور آگے سے بھی زیادہ مصیبت پڑی مگر کیا خدا کا کلام جھوٹا نکلا؟ نہیں اُس کا وقت قریب تھا ہاں یہ واقعہ جو ہوا تو صرف اِس وجہ سے کہ تا خدا اُنہیں بتائے کہ یہ کام جو کچھ ہوا یہ بنی اسرائیل کی کوششوں اور تدبیروں سے نہیں ہوا بلکہ محض خدا کے فضل سے اور اس کے وعدہ کے مطابق ہوا اور اُس نے ظاہر کیا کہ جب انسان کچھ نہیں کرسکتا اور بات ناممکن ہو جاتی ہے تو اس وقت میں اسے کر کے دکھا دیتا ہوں۔ پس جب بنی اسرائیل طرح طرح کے عذابوں کی تاب نہ لا سکے اور اُن کی چیخ پکار بڑھ گئی اور انہوں نے آہ وزاری شروع کی تو خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو فرعون کے ہاتھوں سے بچایا اور اس کو مع اپنی فوجوں کے سمندر میں غرق کیا اور یہ اس لئے ہوا کہ بنی اسرائیل نے اس کے دکھوں سے تنگ آکر بہت آہ وزاری کی تھی پس خدا نے بنی اسرائیل کے آنسوؤں کو سمندر بنا کر فرعون کو غرق کیا اور وہ فرعون جو حضرت موسیٰؑ سے ہنسی کرتا تھا اپنا جلوہ سمندر کی تہ میں دکھایا اور بتا دیا کہ خدا جیسا آسمان پر ہے ویسا زمین پر بھی ہے پس تو مکان کیوں بناتا ہے آمیں تجھے چہرہ زمین کی تہ میں سمندر کی لہروں کے نیچے دکھاؤں۔ پس اس طرح خدا کا وعدہ پورا ہوا اور جو موسیٰؑ سے کہا گیا تھا لفظ بلفظ سچا ثابت ہوا پھر دوسرا وعدہ خدا تعالیٰ نے ہمارے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا اور جب کہ آپ بالکل

تن تنہا تھے اُس وقت آپ کو وہ خبر دی - جو انسانی عقل اور سمجھ سے بالا تھی یعنے آپ کو وعدہ دلایا کہ ایک بڑی قوم آپ کے ساتھ ہو گی اور آپ کا نور کل دنیا میں پھیل جائے گا اور وہ مکہ جہاں آپ بیکسی کی حالت میں رہتے تھے اسی میں آپ فاتح ہو کر آئیں گے پس یہ ایسے وعدے تھے جن پر ایمان لانا تو الگ اس وقت کے لوگ حیران ہوتے تھے کہ کیا یہ کسی عقل مند کے موںہہ سے نکل سکتے ہیں وہ یتیم جو خود محتاج تہا اس کو وعدہ دیا جاتا ہے کہ تیری وجہ سے دنیا کے یتیموں اور بیواؤں کی پرورش ہو گی - چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کل دُنیا نے اُن وعدوں کو پورا ہوتے دیکھہ لیا اور اس وقت کروڑوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے مسلمان اسی وعدہ کا نتیجہ ہیں پس یہ وعدہ بھی خدا نے بڑے زور و شور سے پورا کیا پھر ایک اور وعدہ تہا جو حضرت عیسیٰ سے کیا گیا تہا اور کہا گیا تہا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کے متبع اس کے مُنکروں پر غلبہ پائیں گے اور ایسا غلبہ پائیں گے کہ پھر اس کے مخالف کبھی سر نہ اُٹھائینگے اور ہمیشہ آپ کے متبعین کے ماتحت ہی رہینگے - شروع شروع میں یہودیوں نے زور کیا اور اس کے خدا کے برگزیدہ کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا اور یہ اس لئے کہ وہ خدا کے وعدہ فرمائے تھے کہ مجھے ایک بڑی سلطنت دی جاوے گی مگر خدا نے دکھا دیا - کہ جنھوں نے آپکے سر پر کانٹے رکھے تھے - آخر انہیں کانٹوں کے بستروں پر لوٹنا پڑا اور یہ وہی حضرت عیسٰی والا وعدہ ہے - کہ جس کے طفیل ہم اس وقت یہاں جمع ہو گئے ہیں کیونکہ خدا کے فضل سے ہماری گورنمنٹ برطانیہ نے جو ایک عیسائی سلطنت ہے ہمیں مذہبی آزادی دے رکھی ہے اور اگر یہ گورنمنٹ نہ ہوتی تو ہم ایسا نہ کر سکتے - غرض ان تین وعدوں کا ذکر خداوند تعالیٰ یہاں فرماتا ہے اور بتایا ہے کہ یہ تین وعدے ہیں جو مَیں نے کئے ہیں اور ایسے وقت میں کئے ہیں جبکہ ان کے پورے ہونے کا گمان بھی نہیں ہو سکتا تہا تو پھر انسان کیوں میرے وعدوں پر شک لاتا ہے دیکھو دنیا میں بارہا یہ نظارہ نظر آیا ہے کہ ایک گداگر کو جب ایک جگہ سے ایک پیسہ بھی مل جاوے تو جب وہ اُس جگہ سے گذرتا ہے تو صدا دئے بغیر آگے نہیں بڑھتا کیونکہ اسے اُمید ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے یہاں سے کچھہ نہ کچھہ مل ہی رہیگا اور اُس کا پچھلا تجربہ اسے ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے

توجب خدا تعالیٰ کے وعدوں کو بارہا پورے ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور کبھی وہ خطا نہیں گئے تو پھر کیوں اس کے وعدہ پر اعتبار نہ کیا جائے اور کیوں ہم اس کے دروازہ پر گرے نہ رہیں دنیا میں ایک انسان وعدہ کرتا ہے تو ہم اُسپر ایمان لے آتے ہیں اور اس پر اعتبار کرتے ہیں پھر خدا کے وعدہ پر کیوں شک لائیں انسان کے وعدہ میں تو بہت مشکلات ہیں مثلاً جو شخص جھوٹا وعدہ کرتا ہے یا اب تو اس نے سچے دل سے وعدہ کیا ہے لیکن چند دن کے بعد نیت بدل جائے پھر اگر نیت بھی نہ بدلے تو جن حالات پر اس نے وعدہ کیا تھا وہ حالات بدل جاویں یا وہ خود فوت ہو جائے یا خود وہ چیز جس کا وعدہ تھا جاتی رہے مگر خدا پر تو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ وعدہ کر کے بدل جائے اور یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اس پر کوئی ابتلاء آئے یا جس چیز کو قائم رکھنا چاہے وہ ضائع ہو جائے پس انسان کے وعدہ پر تو ہم کو شک کی گنجائش ہے۔ اور طبعاً شک ہونا بھی چاہیئے۔ مگر خدا کے وعدہ پر تو شک لانا کفر کی نشانی ہے سلطنت کے ایک ادنےٰ ملازم پر ہم یقین کرتے ہیں کہ جو وعدہ اُس نے کیا ہے اسے پورا کریگا۔ پھر خدا کے وعدہ پر ہم کیوں کر تردد کریں وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ جس پر کوئی زوال نہیں۔ جس کی قدرتوں کو کوئی روک نہیں سکتا جس کے قبضہ میں کل کائنات ہے اور جس کی حکومت ذرہ ذرہ پر ہے پس چاہیئے کہ انسان بجائے کسی انسان سے وعدہ لینے کے خدا سے وہ وعدہ لے جس کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں ہم سے بھی خدا نے اس وقت ایک وعدہ کیا ہے اور اس کا پورا ہونا ہماری کوششوں پر منحصر ہے یہ مت سمجھو کہ یہ کوئی نیا وعدہ ہے نہیں بلکہ وہی جس کی نسبت میں نے ابھی آیت پڑھی ہے کہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن۔ یہ وعدہ ہم سے اس بناء پر نہیں کہ ہم مسیح کی وفات کو مان لیں بلکہ خدا نے اپنے رسول یعنے حضرت مسیح موعود کی معرفت ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اگر اُسی جنس کو خریدیں گے جس کو پہلوں نے خریدا تو ہم سے بھی وہی نیک سلوک ہو گا پس چاہیئے کہ ہم بجائے اس کے کہ مسیح کی وفات کے متعلق قرآن کی آئتیں اور حدیثیں تلاش کریں اور مسیح کو فوت شدہ ثابت کرنے کی کوشش کریں ہم اپنے نفس کی وفات ثابت کریں اور خدا کی مرضی کے آگے اپنے نفس کو بالکل ہلاک کر دیں کیونکہ اگر مسیح کی وفات ثابت کریں تو دنیا کو کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں پہونچ سکتا ہاں نفس کی وفات ایک ایسی بات ہے کہ

جس کے ثابت ہونے کے بعد دنیا میں اصلاح ہو سکتی ہے ہم خدا کے رسول کو مان کر دنیا کے نزدیک تو کافر اور قابل نفرت ٹھہر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ خدا کے نزدیک بھی ہم کافر ہی ٹھہریں اس لئے چاہیئے کہ ہر وقت خدا سے ڈر کر کام کریں دنیاوی تجارتیں ہم نے اس لئے چھوڑیں کہ ہم دینی تجارت کریں گے اور اس وجہ سے ہمارے مخالف ہم سے اس بات میں بڑھ گئے اب اگر دین کی تجارت میں بھی سستی کریں تو پھر خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہو جائیں گے (نعوذ باللہ) ہم نے بیعت کے وقت خدا سے گویا کہ وعدہ کر لیا ہے کہ ہم دنیا کی جنس نہ خریدیں گے بلکہ ہمیشہ دین کی جنس کو مقدم رکھیں گے پس چاہیئے کہ ہمیشہ اس کا خیال ہے انسان کوئی چیز خریدتے وقت دو چار اور تجربہ کاروں کو بھی دکھا لیتا ہے کہ آیا اس میں کچھ نقص تو نہیں اسی طرح دینی چیزیں خریدنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسے تجربہ کار عنایت کئے ہیں۔ کہ جو ہمیں ہر ایک چیز کے حسن و قبیح سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں اور وہ ہمارے اعضاء ہیں مثلاً ہاتھ پاؤں دل و دماغ آنکھ کان ناک منہ زبان وغیرہ جب کوئی کام ہم ایسا کرتے ہیں جو بری جنس سے ہوتا ہے تو فوراً ہمیں یہ اطلاع دیتے ہیں کہ یہ کام عہد کے خلاف ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے ولقد خلقنا الانسان و نعلم ما توسوس بہ نفسہ۔ میرے خیال میں یہ آیت قرآن شریف کی منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ اس میں خدا تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ قرآن شریف کو میں نے بھیجا ہے جو انسان کا پیدا کرنے والا ہوں اور اس کے کل خیالوں اور وسوسوں کو جانتا ہوں اگر یہ کسی اور شخص یا مخلوق کی طرف سے ہوتا تو اس میں انسان کے دلی خیالات کا اظہار کس طرح ہوتا اور چونکہ اس میں انسان کے کل وسوسوں اور خیالوں کے متعلق ہدائتیں اور جواب ہیں اس لئے صاف ثابت ہوا کہ اس کا بھیجنے والا میں ہی ہوں جو مخلوقات کا رب ہوں پس یہ ایک کیسی کھلی بات ہے جو قرآن شریف اپنے منجانب اللہ ہونے کے بارہ میں پیش کرتا ہے انسان کے مختلف وسوسوں کو انسان نہیں جانتا پھر قرآن شریف نے کل وساوس کے جواب کیوں کر دیئے اس لئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے پس یہ آیت قرآن شریف کی سچائی کو ثابت کرتی ہے اس لئے غور کر کے دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں کوئی نیکی نہیں بتائی جس کو کر کے اعضاء خوش ہوتے ہوں اور کوئی ایسی بدی نہیں بتائی کہ جس کو کر کے اعضاء برا نہ مناتے ہوں

اور یہ قرآن شریف کی سچائی کا ایک کامل ثبوت ہے غرضیکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو دینی سوداگر کرنے کے لئے چند تجربہ کار رہنمائت کئے ہیں جو ہر ایک کام کے وقت کے بتلانے میں کہ یہ نیک ہے یا بد۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم اس بیع کو کر چکو اور اس کے تمام لوازم کو پورا کر لو تو تم اب اس بیع کے نتیجہ سے خوش ہو جاؤ کیونکہ تم نے وہ کام کیا ہے جس کا نتیجہ بہت ہی نیک ہوگا اور وہ ایک عظیم الشان کامیابی ہوگا پس جب ایک ادنیٰ انسان یا عہدہ دار کی دی ہوئی خوشخبری پر ہم اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ جاموں میں پھولے نہیں سماتے تو خدا کی بتائی ہوئی خوش خبری پر ہم کیوں خوش نہ ہوں جانتے ہو کہ خدا کا ایک دن .. ہزاروں کا ہوتا ہے تو جب وہ ایک چیز کو بڑی کہتا ہے تو نہ معلوم وہ کتنی بڑی ہوگی میرے تو وہم میں بھی نہیں آسکتی۔

اب اس کے بعد خدا نے چند شرطیں بتائی ہیں کہ جو اس بیع میں ضروری ہیں اور جن کے بغیر یہ بیع مکمل نہیں ہو سکتی اول تو یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا رہے کیونکہ انسان بعض دفعہ پاک ہو جاتا ہے اور کبائر گناہوں سے بچ رہ جاتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کے دل پر زنگ لگتا رہتا ہے اور آخر ہلاک ہو جاتا ہے اس کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ ترکیب بتائی ہے کہ توبہ کرتے رہو جو گناہوں کے زنگ کی تلافی ہے اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ میں غیر مذاہب کے جھوٹے خداؤں کی طرح ایسا نہیں ہوں کہ کبھی گناہ بخشوں ہی نہیں بلکہ جب کوئی توبہ کرے تو میں گناہ بخش دیتا ہوں غرض کہ انسان کا دل ایک شیشہ کی طرح ہوتا ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو گدلا ہوتا رہتا ہے اور آخر ایک دن ناکارہ ہو جاتا ہے اس موقعہ پر مجھے ایک خواب یاد آگئی ہے وہ بھی سُنا دیتا ہوں میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ میں اسی طرف مونھ کر کے جس طرف اب کھڑا ہوں لیکچر دے رہا ہوں اور اسی طرح اس طرف حضرت خلیفۃ المسیح بیٹھے ہیں اور میں بیان کر رہا ہوں کہ انسان کا دل ایک شیشہ کی طرح ہے اور ایک ایسا شخص جس نے کبھی پہلے آئینہ نہ دیکھا ہو جب وہ اس کے پاس آکھڑا ہو۔ تو سمجھتا ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے۔ مگر جب وہ اپنی ہر ایک حرکت کے ساتھ اس میں بھی حرکت پاتا ہے تو آخر اس پر کھل جاتا ہے کہ یہ میرا ہی عکس ہے اور وہ اس سے اپنے عیب یا حسن پر آگاہی حاصل کرنے میں کام لیتا ہے اسی طرح خدا نے اپنا جلوہ

دکھانے کے لئے انسان کے دل کو پیدا کیا ہے پس جیسا کہ ایک شیشہ میلا ہو جاتا ہے اور کام نہیں دیتا تو اس کا مالک اُسے پھینک دیتا ہے اور وہ چور چور ہو جاتا ہے ایسا ہی خدا بھی جب دیکھتا ہے کہ کوئی دل میلا ہو گیا ہے اور اب اس کے جلوہ کو قبول نہیں کرتا تو وہ اسے زور سے پھینک دیتا ہے اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے ہاتھ میں ایک شیشہ پکڑا ہوا تھا جسے میں نے ان الفاظ کے ساتھ زور سے زمین پر دے مارا اور کہا کہ اس طرح پھینک دیتا ہے اس کے گرنے سے ایک ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی اس کے بعد شرک کا حال مجھے اس خواب سے کھلا کہ ایک بزرگ انسان جب اپنے دل کو بہت صاف کرتا ہے اور خدا کا جلوہ اس پر اچھی طرح سے پڑتا ہے تو کم علم لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی خدا ہے مگر اصل میں اسے خدا سے کیا نسبت وہ تو اس کا ایک ادنیٰ بندہ ہے۔ لیکن چونکہ اس کے دل پر خدا کا عکس پڑتا ہے اس لئے لوگ اسے خدا سمجھ لیتے ہیں اور یہی بھید ہے تمام دیوتاؤں وغیرہ کا۔ خیر یہ تو ایک بات میں بات آگئی اور اس طرح میری خواب بھی پوری ہو گئی اب پھر اصل مقصد کی طرف لوٹتا ہوں اور وہ یہ کہ توبہ کے بعد خدا تعالیٰ نے عبادت کو رکھا ہے یعنے انسان نہ صرف اپنے دل کو صاف کرے اور توبہ سے زنگ کو دور کرتا رہے بلکہ پھر اپنے دل کی صفائی سے یہی کام لے یعنے اپنے دل پر خدا تعالیٰ کے جلوہ کا عکس بھی ڈالتا رہے اور اپنے وقت کا ایک حصہ عبادت میں خرچ کرے۔ عبادت میں حکمت یہ ہے کہ اس سے انسان کا تعلق خدا تعالیٰ سے روز بروز بڑھتا رہتا ہے اور اگر انسان عبادت نہ کرے تو ضرور ہے کہ چند ہی دن میں انسان کا تعلق خدا سے کٹ کر شیطان سے ہو جائے پس خدا تعالیٰ نے عبادت کرنے کی طرف اپنے بندوں کو خاص توجہ دلائی ہے دیکھو تجارت وہ بری ہوتی ہے جو ایک جگہ ٹھہر جائے اور اس کے نفع میں ترقی نہ ہو جب کسی سوداگر سے یہ معاملہ پیش آیا تو سمجھو کہ اس کا کاروبار جلد ہی تباہ ہو جائیگا پس اسی طرح اگر انسان خدا سے تعلق پیدا کر کے آخرت کا نفع نہ جمع کرے تو دینی تجارت بھی جاتی رہیگی اور وہ اس میں گھاٹا کھائیگا پس چاہیئے کہ انسان عبادت میں سستی نہ کرے ورنہ سب کیا کرایا غارت ہوگا ہم دنیا میں عبادت کی ایک موٹی سی مثال دیکھتے ہیں کہ بہت سے آدمی اپنی جگہ کے افسر سے ملنے

کی کوشش کرتے ہین اور جب ایک ڈومنٹ کے لیے اُس سے ملاقات نصیب ہوتی ہے تو ان کو حد درجہ کی خوشی ہوتی ہے اور وہ سمجھتے ہین کہ ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا اور گو کہ اس کوشش مین ان کو بہت سی تکلیفین بھی اُٹھانی پڑتی ہین اور بہت سا روپیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے مگر کچھ پروا نہین کرتے۔ پھر بعض دفعہ پہرہ دارون اور اردلیون کی جھڑکیان کھاتے ہین مگر اُف تک نہین کرتے تو جب کسی شخص کو خدا عزّوجل سے جو احکم الحاکمین ہے ملنے کا موقعہ ملے تو وہ کیسا خوش نصیب ہے اور اگر وہ سُستی کرے تو اُس سے بدتر اور کون ہے دیکھو خدا کسی کو جھڑکیان نہین دیتا بلکہ اگر کوئی ایک قدم اسکی طرف جاتا ہے تو وہ اسکی طرف دو قدم چل کر آتا ہے اور اگر کوئی آہستہ چل کر آتا ہے تو وہ تیز آتا ہے اور اگر کوئی تیز چل کر آتا ہے تو وہ دوڑ کر آتا ہے اور یہ بات بھی نہین کہ اس کے دیدار اور ملاقات کے لیے مہینون یا برسون انتظار کرنا پڑے بلکہ ایک دن مین کم سے کم پانچ دفعہ اس نے ہمین ملاقات کا موقعہ دیا ہے پھر اگر ہم سستی کرین تو یہ ہماری بدبختی ہو (نعوذ باللہ) نہ کہ کچھ اس پر الزام ہے پھر عبادت کے بعد خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ حمد اور شکر بھی کرنا چاہیئے اور اس کے احسانون کو ہمیشہ یاد کرتے رہنا چاہیئے دیکھو ایک فقیر کو ایک آدمی پیسہ دیتا ہے تو وہ اس قدر ممنون ہوتا ہے کہ اس کو سچے دل سے ہزارون دعائین دیتا ہے اور نہائت شکر گزار ہوتا ہے۔ تو پھر خدا تعالی کہ جس نے ہم پر بے پایان احسان کئے ہماری شکر گذاری کا کس قدر مستحق ہے اور اگر ہم شکر کرین تو اس سے اس کو کچھ فائدہ نہین پہونچتا بلکہ خود ہم کو ہی نفع ملتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم۔ یعنے اگر تم لوگ میرا شکر کروگے تو مین تم کو اور بھی دونگا اور زیادہ سے زیادہ انعام کرونگا پس اس کے شکریہ ادا کرنے مین ہم اس پر کچھ احسان نہین کرتے بلکہ الٹا خود فائدہ اٹھاتے ہین اگر ہم ناشکری کرین تو اس کا نقصان بھی خود ہم کو اٹھانا پڑیگا کیونکہ خدا تعالی کو اس سے کچھ نقصان نہین پہونچ سکتا۔ بنگال گورنمنٹ کے بیشمار احسانات کا کفران کرکے اگر بنگالی بر سر فساد ہوئے تو انہون نے بعض انسانی جانین لے لین اور ملک کے ایک حصہ مین بے امنی پھیلادی۔ لیکن خدائی گورنمنٹ سے کوئی شخص مقابلہ نہین کر سکتا۔ اگر کوئی شخص ناشکری کرتا ہے تو وہ خود سزا پائیگا اور دو غم و غصہ سے کس قدر جوش بھی دکھلائے۔ تو بھی لاحاصل ہوگا کیونکہ کسی دنیاوی گورنمنٹ کے عہدہ داروں کو

تو بہت کچھ گویے کارگر ہو سکتے ہیں مگر آلہی گورنمنٹ ایسی طاقتور ہے کہ اس کے افسروں پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے سبب اللہ یعصمک من الناس کا حکم جاری ہو چکا ہوتا ہے پھر اگر ہم میں سے کوئی گورنمنٹ کی ناشکری کرے تو بوجہ انسان ہونے کے ممکن ہے کہ اس کے عہدہ دار اس واقعہ سے بے خبر رہیں لیکن آسمانی بادشاہت کے برخلاف کہنے والا تو کبھی بچ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ کسی طرح بھی اپنے خیالات کو چھپا نہیں سکتا اور چونکہ خدا تعالیٰ مخفی سے مخفی رازوں کو جانتا ہے اس لئے ایسا شخص ضرور مستوجب سزا ہوگا میں نے شرک کے معاملہ میں بارہا سوچا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی بڑا رحیم ہے کہ اول تو خود ہی ہماری آسائش کے سامان بہم پہنچاتا ہے اور ہر قسم کی نعمتیں ہمیں عنایت کرتا ہے پھر ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس نے ہمیں اعضاء اور حواس بھی پہلے سے ہی دے رکھے ہیں لیکن اگر کبھی ہمارے منہ سے یہ نکل جاوے کہ خدا کا ہم پر بڑا فضل ہے اور ہم شکر کریں تو وہ اور بھی خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے نے بڑا کام کیا آؤ میں اس پر اور بھی احسان کروں مگر غور کر کے دیکھو تو ہم نے کچھ بھی نہیں کیا سب کچھ اسی کا دیا ہوا تھا دل جس نے شکر کرنے کا خیال کیا اور زبان جس نے شکر کیا یہ بھی تو اسی کی دی ہوئی ہے پھر ہم نے کیا کیا کہ جس کا بدلہ وہ ہمیں دیتا ہے۔ غرضیکہ اس بات کو سوچکر مجھے بڑی حیرت آتی ہے کہ خدا کیسا رحیم کریم ہے۔

پھر آگے چل کر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ علاوہ شکر کے تم لوگ میری خاطر اپنی جانوں سے کچھ چھوڑو بھی یعنے بعض ایسی چیزیں جو تمہارے لئے جائز بھی ہوں وہ چھوڑ دو تا مجھ سے تعلق اور بھی بڑھے مثلاً اعتکاف کرو کہ اپنی آزادی کو میرے لئے چھوڑ دو یا اسی طرح اور بعض بدیوں سے رکو اور پرہیز کرو اس کے بعد فرماتا ہے کہ تم لوگ میرے لئے رکوع و سجود بھی کرو یعنے ہر وقت فرمانبرداری کی طرف توجہ لگائے رکھو اس رکوع و سجود پر مجھے خیال آتا ہے کہ انسان کو بھی خدا نے کیسا ضدین کا تابع پیدا کیا ہے یہی انسان ہے کہ ایک وقت اگر برائی کی طرف جھکتا ہے تو حد درجہ کی شرارتیں کرنے لگتا ہے اور نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے تو تب بھی کہیں کا کہیں جا پہونچتا ہے۔ میں نے کتے کو دیکھ کر خیال کیا کہ اس میں دو صفتیں ہیں ایک تو بری اور ایک نیک۔ بری صفت تو حرص ہے اور نیک صفت وفاداری۔ مگر جب انسان شرارت پر آتا ہے تو کتے کی فرمانبرداری کرتا ہے اور حریص ہو جاتا ہے مگر افسوس ہے اس پر کہ وہ ان کی نیک صفت اختیار نہیں کرتا یعنے اپنے مالک اور آقا کی ذرہ

بھی وفاداری نہین کرتا اس صورت مین وہ کتے سے بھی بدرجہا بدتر ہے مگر ساتھ ہی ایسے لوگ بھی
ہین جو کتے سے سبق نہین لیتے اور فرشتون سے نصیحت حاصل کرتے ہین یعنے وہ خدا کے ہر حکم کے آگے
فرشتون کی طرح سجدہ کرنیکے لیئے تیار ہوتے ہین بلکہ فرشتہ سے بھی بڑھ جاتے ہین اور نہ صرف سجدہ
کرتے ہین بلکہ رکوع بھی کرتے ہین پس انسان اگر برائی کی طرف لگتا ہے تو کتے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے
اور اگر نیکی اختیار کرتا ہے تو فرشتون سے بھی بڑھ جاتا ہے غرض کہ خدا تعالی نے اس جگہ پر اپنے
بندون کو راستہ بتایا ہے کہ تم لوگ فرشتون کی پیروی کرو اور پھر ان سے بھی بڑھ جاؤ۔

پھر فرمایا ہے کہ تم لوگ امر بالمعروف کرو یعنے بنی نوع انسان کو ہمیشہ نیک باتون کی طرف بلاتے
رہو دیکھو اگر ایک شخص کے پاس کچھ روپیہ ہو اور وہ اپنے ایک بھائی کو جو سخت مصیبت مین مبتلا ہو
مدد نہ دے تو دنیا اُسے کس قدر ناپسند کرتی ہے اور اس سے کس قدر نفرت کی جاتی ہو کیونکہ اس کے پاس
ایک چیز تھی اور باوجود اس کے اس نے اپنے بھائی کی جو اس چیز کا سخت محتاج تھا مدد نہ کی۔ اُسکو تمام لوگ
ذلیل سمجھنے لگتے ہین پس اگر کسی شخص کے پاس روحانی خزانہ ہو یعنے سچا مذہب اُس نے پالیا ہو تو کون
وہ دوسرون کو ہدایت نہ کرے اگر وہ ہدایت نہ کریگا اور لوگون کو امر بالمعروف کرنے سے بخل یا سستی
کریگا تو وہ اس دنیاوی بخل سے کہین بدتر ہوگا کیونکہ ایک مالدار شخص نے اگر کسی بھائی کی مدد نہ کی تو
اس کا اثر صرف چند گھنٹون یا دنون یا مہینون یا سالون تک ہوگا کیونکہ آخر موت کے بعد اس غریب کو
ہر ایک دکھ سے نجات ملجائیگی لیکن اگر کوئی ہدایت پاکر ہدایت نہین دیتا تو وہ اپنے بھائی کو ابد الآباد تک
کیلئے ہلاک کرنا چاہتا ہے پس یہ اس دنیاوی بخل سے کہین بڑھ کر ہے پس انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت
امر بالمعروف کرتا رہے اور جو ہدایت کا خزانہ اس کے پاس ہے اس سے اپنے بھائیون کو محروم نہ رکھے ورنہ اس کا
نام خدا کے حضور بخیلون مین لکھا جائیگا اور جب دنیاوی مال کے بخیل کے لئے خدا فرماتا ہے کہ وہ کبھی ہدایت
نہین پاسکتا تو جانتے ہو روحانی مال کا بخیل کس قدر عذاب کا مستوجب ہوگا یاد رکھو کہ دنیاوی بخیل بچ
سکتا ہے مگر روحانی بخیل کے دل پر جب مہر لگائی جاتی ہے تو وہ نہین ٹوٹا کرتی۔

پھر خدا تعالی نے فرمایا کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرو یعنے گناہون سے بچو اور نیکیون کو بھی اس حد تک کرو

جہانتک حکم ہے ایسا نہ ہو کہ بیموقعہ عبادت کر بیٹھو کیونکہ وہ بھی ہلاکت کا ذریعہ ہے دیکھو نماز کیسی ثواب کی چیز ہے لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر سورج چڑھتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز اس کے لئے ہلاکت ہوجائیگی اور روزہ کس قدر نیکی ہے لیکن اگر کوئی شخص ارادتاً عید کے دن روزہ رکھتا ہے تو وہی روزہ اس کے لئے تباہی کا باعث ہوگا پس معلوم ہوا کہ ہر ایک کام اپنے وقت پر اچھا ہوتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ نیکی ہو یا بدی ہو حدود اللہ کا لحاظ ضرور رکھو کیونکہ انسان کا اصل مقصد تو خدا تعالیٰ کی خوشی ہے نماز روزہ اگر یہی عبادتیں کسی اور طرح پر ہوتیں تو خدا کو خوش کرنے کے لئے انسان اسی طرح کرتا پس چونکہ خدا تعالیٰ ہی مقصود بالذات ہے اس لئے اس کی مقرر کردہ حدود سے آگے بڑھنا نہیں چاہیئے۔

آخر میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کسی انسان نے اس پر عمل کیا اور دینی تجارت کے عہدنامہ پر ثابت قدم رہا تو ایسے شخص کو جو ایک بار اخلاص مومن کا درجہ پا چکا ہے بشارت دو اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معمولی افسر اگر کسی کو اسکی کامیابی کی بشارت دے تو وہ پھولا نہیں سماتا۔ تو جسکو خدا بشارت دے وہ کیسا خوش ہونا چاہیئے اور کس طرح غمگین ہو سکتا ہے اگر انسان خدا کو غفار الرحیم ستار اور وعدوں کا پورا کرنیوالا مان کر پھر بھی غم کھائے تو یہ اسکی بڑی سخت نادانی ہے کیا اسے یقین نہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ صبر کریگا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیگا تو اسے نعم البدل عنایت ہوگا پس مومن انسان کو کوئی غم نہیں پہنچتا وہ دکھوں میں خوش اور غموں میں فرحان و شادان رہتا ہے یہ تمام چیزیں جو ہمارے پاس ہیں یہ سب خدا کی امانتیں ہیں بلکہ ہم خود بھی اسی کے ہیں پس اگر وہ کسی وقت مصلحت سے ایک امانت ہم سے واپس لیتا ہے تو ہم کیوں اس پر رنج کریں امانت کی واپسی پر جو شخص افسوس کرتا واویلا اور شور مچاتا اور چلاتا ہے اسکو کل دنیا پاگل سمجھتی ہے پس اگر خدا نے ہم سے کوئی امانت لے لی اور ہم شور و غل کریں تو ہمارے پاگل ہونے میں کیا شک ہے اور ایسا کرنا مومن کی شان سے بالکل بعید ہے دیکھو کہ خدا اپنے بندوں پر کیسا مہربان ہے وہ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا جو شخص اس کے کسی فعل پر نالاں ہوتا ہے تو وہ نعوذ باللہ اسے ظالم سمجھتا ہے مگر خدا ظالم نہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک نبی ہم میں آیا اور اپنا کام کر کے ہم سے جدا ہو گیا یہ ایک ایسا صدمہ ہے جو دنیا میں سب سے بڑھ کر ہے مگر کیا خدا نے ہم پر ظلم کیا کبھی نہیں بلکہ جب اس نے مصلحت وقت یہی دیکھی کہ اسے واپس بلائے تو ساتھ ہی اس نے ہماری تسلی کیلئے قدرت ثانی کا وعدہ کر دیا کہ اس کے جانے کے بعد میں تمہیں اپنی قدرت کا دوسرا ظہور دکھلاؤنگا پس اس طرح اس نے حضرت مسیح موعود کی پیدائش کو اور وفات دونوں کو مبارک کر کے دکھلا دیا۔ اب میں لیکچر ختم کرتا ہوں اور قرآن شریف کی آیات سے وہ طریقہ بتا چکا ہوں کہ ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

والسلام
مرزا محمود احمد

۱۳۲۷ آمدہ

ہجری المقدس علی صاحبہا التحیۃ والسلام

ناظرین سنہ ۱۳۲۶ھ ختم ہوچکا ہے۔ اور اسی طرح یہ رسالہ سنہ ۱۳۲۷ھ یعنی اپنی عمر کے چوتھے سال میں قدم رکھتا ہے۔ مَیں نئے سال کی ناظرین کو مبارک باد دیتا ہون۔ اور ساتھ ہی آپ کی توجہ کو اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہون۔ کہ یہ ایک معمولی بات نہیں ہے۔ کہ ہم سنہ ۱۳۲۶ھ کو چھوڑ کر سنہ ۱۳۲۷ھ مین قدم رکھتے ہیں بلکہ یہ ایک عظیم الشان انقلاب ہے۔ سنہ ۱۳۲۶ھ اور سنہ ۱۳۲۷ھ کا فرق ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہم اس وقت سے جبکہ سنہ ۱۳۲۶ھ شروع ہوا اس وقت تک ایک سال کی عمر گذار چکے ہیں۔ ایک باریک بین انسان کے لیئے یہ معمولی بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے پیدا کنندہ کے اس ارشاد کیطرف متوجہ ہوتا ہے۔ کہ ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب یعنی آسمان و زمین کی پیدایش اور دن رات کی تبدیلی مین عقلمندون کے لیئے نشانات ہیں جب دن رات کی تبدیلی اس قابل ہوتی ہے کہ ایک عقلمند کو اس میں سے نشانات طلب کرنے چاہیئن۔ تو کیا وجہ کہ سالون کی تبدیلی مین اس مسئلہ پر غور نہ کیا جاوے۔ اس اصول کو مدنظر رکھکر ہم اپنے ناظرین کی خدمت مین عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی غور فرمائیں۔ کہ سنہ ۱۳۲۶ھ مین انھون نے کیا کیا نشانات دیکھے

ہیں۔ہم اس وقت اس امر پر بحث نہیں کر سکتے۔ کہ سنہ ۱۳۲۶ھ میں کیا کیا نشان واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ طبعیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک غور کرنیوالا اپنی قسم کے نشانات معلوم کر سکتا ہے تاہم ان نشانات کے ایک حصہ پر ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ ابھی سنہ ۱۳۲۶ھ کا تیسرا حصہ ہی گذرا تھا۔ کہ ہمارے امام ہمام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے حقیقی مولا کو جا ملے۔ اور ہمیں بتا گئے۔ کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے ایک مسافر کسی مسافر خانہ میں جاتا ہے۔ اور ایک آنی آرام کر کے اپنے مقصد کیطرف چلا جاتا ہے۔ اسی طرح اس دنیا کا حال ہے ایک انسان اس دنیا میں آتا ہے اور کچھ عرصہ رہکر اپنے مولا کیطرف واپس ہوتا ہوا۔ اس آیت کی تصدیق کر جاتا ہے۔ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ ہمارے لیئے اگر کوئی اور نمونہ نہ ہوتا۔ تو یہی کافی تھا کہ اس پر غور کرتے اور اس سے فائدہ اُٹھاتے۔

پھر غور کرو۔ کہ سنہ ۱۳۲۶ھ میں آپ کی وفات کے بعد یہ الہام کس زور وشور سے پورا ہوتا رہا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کریگا۔

حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد جب خاطر خواہ بارش ہوگئی۔ اور دنیا میں امن نظر آنے لگا (جو ایک عارضی وقت کیلیئے تھا) تو کوتاہ اندیش ابلیسی فطرتوں نے خیال کیا۔ کہ دنیا پر جو قسم قسم کے عذاب آتے ہیں۔ وہ خدا تعالٰے کے پیارے کی

نحوست ہے۔ اور اپنے متقدمین کی طرح کہا۔ انا تطیرنا بکم جب تاریکی کے فرزندوں نے یہ کہا۔ تو ذوالجلال قادر خدا کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے یہ برداشت نہ کیا۔ کہ زمین پر اس کے پیارے مامور کی ہتک ہو۔ چنانچہ جس بارش کو دیکھکر انہوں نے ہمیں انا تطیرنا بکم کہا تھا۔ وہی ان کے لیئے عذاب بن گیا۔ اور خدا تعالےٰ نے ثابت کردیا۔ کہ طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون

غور کرو وہ بارش جس کو مخالفین نے رحمت سمجھا تھا۔ کیسے زحمت ثابت ہوئی۔ اخبارین دنیا کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ کہ کس کس طرح سے وہ بارش عذاب ثابت ہوئی۔ ناظرین واقف ہونگے کہ اس بارش نے کس طرح ایک غیر معمولی طور پر لاکھوں مکانوں کو کالعدم کردیا ہے اور اس سے نہ صرف مالی نقصان ہوا۔ بلکہ بہت سی جانیں بھی ان کے نیچے دب گئیں۔ بارشوں کی کثرت سے جو سیلاب آئے وہ بھی آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ دریائے جہلم کا سیلاب جس سے احمد آباد متصل بھیرہ غرق ہوا۔ اٹک کا طوفان جو ڈیرہ غازیخان پر حملہ آور ہوا۔ اور پھر موسیٰ ندی سیلاب جس نے حیدرآباد دکن کو تباہ کیا مثال کے طور پر پیش کرنے کے لیئے کافی ہیں۔ انسان کہدیگا۔ کہ ایسے واقعات دنیا میں ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے پھر باریک بین انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ معمولی بات نہیں ہے بلکہ مومنوں کے لیئے نشانات ہیں۔ پھر دیکھو اس بارشوں سے موسم ایسی خراب ہوئی۔ کہ بیماری عام پھیل گئی۔ اور ہر جگہ بخار ہی بخار نظر آنے لگا۔ اور جگہوں کے علاوہ امرتسر کی تباہی نے (جو خاص طور پر سب سے زیادہ ہوئی ہے) اس

بات پر مہر لگادی - کہ ایک قادر خدا ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے - کہ اے امرتسر والو! تم نے ہمارے پیارے مامور کو صرف اس لیے تنگ کیا - کہ اس نے باوجود مسافر و بیمار ہونے کے تمہارے شہر میں کیوں روزہ نہ رکھا - اس مامور کا تو کچھ نہ بگڑا - بلکہ جو نبیوں پر اینٹیں پڑا کرتی تھیں - تم نے اس سُنت کو پورا کر کے اس کی تصدیق کر دی - لیکن ہم تمہیں بتاتے ہیں - کہ ہم عزیز ذو انتقام ہیں - دیکھو تم نے ایک شخص کو اس لیئے اینٹیں ماریں کہ وہ روزہ نہیں رکھتا اب تم بتاؤ تو سہی - کہ تم کس طرح روزہ رکھہ سکتے ہو - اے امرتسر والو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم میں سے کتنے گھروں میں رمضان مبارک نے قدم رکھا - غور کرو اور تدبر کرو - اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ

مندرجہ بالا الہام میں جن زور آور حملوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک بڑا زور آور حملہ جو ۱۳۲۶ھ کے آخر میں واقع ہوا - وہ اٹلی کی تباہی ہے - جو ۲۸ ردسمبر ۱۹۰۸ء کو واقع ہوئی - جس میں دو لاکھ سے زیادہ انسان تباہ ہوئے - یہ تباہی پہلے تو زلزلہ عظیمہ کی صورت میں واقع ہوئی جس نے دو لاکھ سوئے ہوئے انسانوں میں سے صرف چودہ ہزار کو بھاگنے کی اجازت دی - لیکن اس کے بعد ہی سمندر کی ایک لہر تیس فٹ اونچی اٹھکر خشکی پر حملہ آور ہوئی - جس نے ہزاروں انسانوں کو سمندر کے حوالہ کر دیا - پھر اسی پر بس نہیں ہوئی - بلکہ زلزلہ کے ساتھہ ہی سخت آگ لگی جس نے مرتے ہوؤں کو جلا کر راکھہ کر دیا - اور اس کے بعد ان بھوکے اور بے سروسامان انسانوں پر جو موت سے گو بچے ہوئے تھے - مگر پہلے ہی دیوانوں کی طرح ہو رہے تھے خطرناک بارش کی مصیبت ٹوٹ پڑی اور زمین و آسمان سے عذاب پر عذاب نازل

ہوا۔غرض ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔کہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں۔ایک فانی گھر ہے۔اور ہمیں یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے۔کہ اس میں ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔بلکہ ہمیشہ کے رہنے کے لیے ایک اور گھر ہے۔یہاں سے کوچ کرنے کے لیئے تیار رہنا چاہیے اور اس مالک حقیقی کے خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جس نے ہمیں یہاں بھیجا وہ فرماتا ہے۔مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ یعنی ہم نے انسان کو عبادت کرنے کے لیئے ہی پیدا کیا ہے۔انسان اگر کوشش کرے تو یہ ہو سکتا ہے۔کہ اس کے سب کام خدا کے لیے ہوں۔انسان کر سکتا ہے کہ خدا کے لیئے زمین پر چلے۔خدا کے لیے کھڑا ہو خدا کے لیے بیٹھے اور خدا کے لیے لیٹے۔خدا کے لیے کھانا کھائے اور اسی کے لیے پیئے اور ہر حال میں اسی کو یاد رکھے۔چنانچہ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم یتفکرون۔

اور اب ہم تمام ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اور تمام ناظرین رسالہ ہذا کے لیے اور اپنے لیے خلوص دل اور صحت نیت کیساتھہ خداوند تعالےٰ کے حضور دعا کرتے ہوئے ختم کرتے ہیں۔اے رب کریم۔اے رحمٰن الرحیم اے مالک یوم الدین خدا ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش اور ہمکو صحابہ کا سچا اور کامل نمونہ بنا اور ہمیں توفیق عنایت فرما۔

کہ ۱۳۲۷ھ اور آئندہ سالوں میں بہت سے نیک کام کریں اور بدیوں سے بچیں اور وہ کمزوریاں جو ہم میں ہیں۔وہ آئندہ ہم

ہیں نہ پائی جاوئین - اور جبکہ آگے سے ایک سال زیادہ ہوگیا ہے - اس سے بیشمار درجہ زیادہ ہماری ایمانی اور روحانی ترقیان ہوں - اور ہم الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبہم یتفکرون میں سے ہوجاوین اور تیرے فضل کی بدولت اسلام پھر اپنی شان و شوکت حاصل کرے - اور رسالہ تشحیذالاذہان کا یہ چوتھا سال اور آئندہ کے سال ہماری قوم کے لیے مبارک ہوں - واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین -

جائینٹ ایڈیٹر

ریویو

مکتوبات احمدیہ - یہ کتاب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے مرتب کی ہے - شیخ صاحب نے بڑی محنت سے حضرت حجتہ اللہ امام ربانی میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حتی الوسع ان تمام خطوط کو جو میر عباس علی صاحب لدہیانوی کی طرف لکھے گئے تھے - بڑی محنت و جانفشانی سے جمع کیے ہیں - حاشیہ پر خطوط کے مضامین بھی درج ہیں - یہ کتاب ۲۰x۲۶/۸ کے ۱۱۶ صفحوں پر سفید کاغذ پر چھپی ہوئی ہے - کتاب کے آخر پر ایک خاتمہ شامل کیا گیا ہے - جس میں میر عباس علیصاحب کے حالات مختصراً لکھے گئے ہیں - قیمت فی جلد ۸/ ہے - تمام درخواستیں بنام شیخ یعقوب علیصاحب ایڈیٹر الحکم مرتب کتاب مذکور کے آنی چاہیئں -

جائینٹ ایڈیٹر

بابت ماہ ذالحجہ ۱۳۲۶ھ
رسیدات قیمت

نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ	نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ
منشی گلاب الدین صاحب	۱۲۲	۴ر	نواب سکندر علیخانصاحب مرحوم	۲۰۰	عہ
ماسٹر ہدایت اللہ صاحب	۵۵۵	عصہ	غلام محمد صاحب	۱۸۸	عہ
مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	۲۳۶	عصہ ۴ر	محمد منظور الٰہی صاحب	۹۲	عہ
سید برکات شاہ صاحب	۳۰۰	عصہ ۸ر	ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	۹۳	عہ
شیخ مولا بخش صاحب	۴۱۰	عہ	الٰہی بخش صاحب	۵۱۷	عہ
علی محمد صاحب	۴۱۶	عہ	محمد ابراہیم صاحب	۴۰۰	عصہ
بابو عبدالرزاق صاحب	۲۴۰	عہ	میاں عنایت اللہ صاحب	۴۷۶	عصہ
محمد سلیمان خانصاحب	۵۵۶	عہ	شیخ غلام نبی صاحب	۱۶۳	عہ
مولوی فضل الرحمن صاحب	۵۲۶	عیر	ڈاکٹر رحمن بخش صاحب	۲۹۷	عہ
چوہدری حاکم علیصاحب	۵۲۹	عہ	سید محمد علی شاہ صاحب	۱۳۲	عہ
نواب محمد علیخانصاحب	۲۲۹	للعہ ر	مرزا امیر اکبر صاحب	۳۲۸	عہ
مولاداد خانصاحب	۵۵۸	عہ	محمد افضل صاحب	۲۱۱	عہ
ماسٹر شیر علیصاحب	۸۹	عہ	بابو چراغدین صاحب	۴۱۱	عہ
بابو الٰہ بخش صاحب	۵۵۹	عہ	چوہدری مولا بخش صاحب	۳۱۵	عہ
نبی بخش صاحب	۳۰۵	عہ	طفیل محمد صاحب	۱۳۷	عہ
عبدالغفور صاحب	۷۱	عہ	میاں محمد یوسف صاحب	۳۰۷	عہ
ڈاکٹر عباد اللہ صاحب	۱۸۴	عہ	محمد یوسف صاحب	۱۷۷	عہ
ڈاکٹر محمد دین صاحب	۳۴۳	عہ	خلیفہ تقی الدین صاحب	۱۰۵	عہ

نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ	نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ
میاں غلام محمد عبداللہ صاحب	۲۴۱	عہ ۹/	سید امیر علیشاہ صاحب	۵۰۷	عا
حبیب الرحمن صاحب	۱۵	عا	اسد علی خانصاحب	۲۹۱	عا
حکیم محمد انوار حسین صاحب	۱۶۹	عا	بدرالدین صاحب	۲۷۰	عا
محبوب الرحمن صاحب	۴۷۵	عا	غلام احمد صاحب	۳۸۲	عا
ملک غلام احمد صاحب	۴۹۱	عا	محمد مقبول صاحب	۴۹۸	عا
غلام اکبر خانصاحب	۵۲۳	عا	بابو فیروز الدین صاحب	۸۱	عا
اخوند محمد رمضان صاحب	۴۹۳	عہ	بابو روشن دین صاحب	۳۲۷	عا
محمد حسین صاحب	۴۰۴	عا	علاء الدین صاحب	۵۲۰	عا

بقیہ دیکھو صفحہ ج و د

رسیدات زر* بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ ہجری

قیمت رسالہ

منشی شمس الدین صاحب	۵۵۲	عہ/	مستری امام الدین صاحب	۲۵۶	للعہ/
امام خانصاحب	۳۸۴	عا ۹/	محمد پریل صاحب	۴۹۴	عہ/

چندہ ممبری۔

ماسٹر عبدالعزیز صاحب — ۴/ ماسٹر محمد الدین صاحب ۴

پیر مظہر قیوم صاحب ۴/ چندہ لائبریری۔ جماعت شملہ* معرفت بابو برکت علی صاحب معہ

---

*۔ جن احباب کی رسیدیں درج نہ ہوں۔ یا کم و بیش ہوں۔ وہ صاحب محاسب تشحیذ الاذہان سے خط و کتابت کریں۔ منیجر

رسید زر

(ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ)

بابو عمر الدین صاحب نمبر ۳۷۷	ع
منشی سربلند خان صاحب نمبر ۶۵	ع
مولوی بدر الدین صاحب نمبر ۳۴	ع
مولوی غلام حسین صاحب نمبر ۳۱۹	ع
میاں محمد رمضان صاحب نمبر ۴۴۲	؎
بابو احمد دین صاحب نمبر ۷۸	ع
سید صادق حسین صاحب نمبر ۴۹۲	ع
میاں محمد حسین خان صاحب نمبر ۴۳۶	ع
مولوی محمد قاری صاحب نمبر ۴۳	ع
ماسٹر برکت علی صاحب نمبر ۳۰۵	ع
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نمبر ۳۱	ع
حکیم محمد صالح صاحب نمبر ۵۱۹	ع
چودہری عبد الحی صاحب نمبر ۱۳۴	عا
شیخ رحمت اللہ صاحب نمبر ۳۲۰	ع
بابو عبد الرحمن صاحب نمبر ۱۱۷	ع
بابو برکت علی صاحب نمبر ۵۱۶	ع
یعقوب خان صاحب نمبر ۴۱۳	ع
سردار شیر بہادر خان صاحب نمبر ۴۹۵	ع
نظام الدین صاحب نمبر ۴۱۹	ع
چودہری علی احمد صاحب نمبر ۲۸	ع
جی - ایم - غلام علی صاحب نمبر ۳۲	ع
بابو فیروز شاہ صاحب نمبر ۴۸۰	ع
میاں پیر محمد صاحب نمبر ۱۸۰	ع
منشی خدا بخش صاحب نمبر ۴۴۶	[illegible]
منشی غلام رسول صاحب نمبر ۲۵۴	ع
بابو فضل الٰہی صاحب نمبر ۳۵۱	ع
میاں نبی بخش صاحب نمبر ۵۰۲	ع
حاجی رحیم بخش صاحب نمبر ۴۲۱	عہ
میاں فیض محمد خان صاحب نمبر ۵۴۹	ع
مولوی فضل حق صاحب نمبر ۲۵	ع
حافظ محمد امین صاحب نمبر ۵۰۳	عہ
میاں عبد الحمید صاحب نمبر ۱۰۲	ع
مرزا عنایت اللہ خان صاحب نمبر ۱۴۳	ع
میاں غلام نبی صاحب نمبر ۴۷۰	ع

ابو محمد عبد اللہ صاحب نمبر ۱۹۲ عہ
منشی عطاء محمد صاحب نمبر ۵۳۵ عہ
چودہری محمد اسماعیل خان صاحب نمبر ۵۲ عہ
بابو فضل احمد صاحب نمبر ۵۰۰ عہ
میاں محمد خان صاحب نمبر ۳۸۴ عہ
میاں رحمت اللہ صاحب نمبر ۱۵۷ عہ
ملک داد خان صاحب نمبر ۵۵۳ عہ
میاں محمد یوسف صاحب نمبر ۲۱۳ عہ
مولوی عزیز بخش صاحب نمبر ۱۷۰ عہ
میاں اللہ دتا صاحب نمبر ۱۳۰ عہ
سید روشن علی صاحب ۲۳۰ عہ
چودہری غلام محمد صاحب ۵۰۹ عہ
میاں احمد علی صاحب نمبر ۲۳۵ عہ
میاں غلام محمد صاحب ۲۱۵ عہ
چودہری اللہ رکھا صاحب نمبر ۴۷۴ عہ
میاں تاج الدین صاحب نمبر ۴۸۴ عہ
میاں عمر الدین صاحب نمبر ۳۷۲ عہ
قاضی بدر الدین صاحب نمبر ۱۲۶ عہ
بابو عبد الحمید صاحب نمبر ۸۳ عہ
محمد صدیق صاحب نمبر ۵۲۱ عہ
ناصر شاہ صاحب نمبر ۲۲۲ عہ

عبد العظیم صاحب نمبر ۳۸۵ عہ
حکیم محمد قاسم صاحب نمبر ۱۴۳ عہ
مرزا ولی محمد مبارک صاحب نمبر ۷۰ عہ
منشی عبد الکریم صاحب نمبر ۳۷۶ عہ
حاجی امیر الدین صاحب ۴۷۳ عہ
حکیم محمد یٰسین صاحب ۲۲۳ عہ
میاں سردار خان صاحب نمبر ۱۷۵ عہ
میاں فیاض علی صاحب نمبر ۱۷۴ عہ
شیخ نیاز احمد صاحب نمبر ۱۹۶ عہ
ملک عباس خان صاحب نمبر ۳۰۳ عہ
میاں غلام رسول صاحب نمبر ۱۱۲ عہ
میاں سلطان حامد صاحب نمبر ۱۴۲ عہ
حافظ نور محمد صاحب نمبر ۱۹۵ عہ
میاں ابراہیم صاحب نمبر ۴۹۹ عہ
ڈاکٹر رحیم بخش صاحب نمبر ۱۲۸ عہ
میاں بشیر احمد صاحب نمبر ۲۶۶ عہ
شیخ خان محمد صاحب نمبر ۲۰۱ عہ
میاں کریم بخش صاحب ۳۳۱ عہ
امیر اللہ خان صاحب ۲۲۷ عہ
محمد ابو الحسن صاحب نمبر ۱۱۴ ے
بابو غلام غوث صاحب نمبر ۲۰۵ عہ

(باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب۔ انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں چھپا)

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون
بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون ۝

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے
اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں +

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

جلد ۴	ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب	نمبر دوم
بابت ماہ صفر ۱۳۲۷ھ	فہرست مضامین	مطابق ماہ مارچ ۱۹۰۹ء

باہتمام حافظ عبد الرحیم مینجر تشحیذ الاذہان صفر ۱۳۲۷ھ ہجری المقدس کو قادیان سے شایع ہوا۔

قیمت سالانہ عوام سے عا اور طلباء سے عہ لی جاتی ہے

ایک مبارک جلسہ

"تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ففتھ ہائی کلاس کے طلباء چونکہ امتحان کو جانیوالے تھے اور انکی تعلیم کا زمانہ قادیان میں ختم ہوتا تھا اسلیئے انجمن تشحیذ الاذہان نے اس موقع پر انہیں ایک ٹی پارٹی دینے کا ارادہ کیا چنانچہ ۲۸ - فروری بروز جمعرات کل طلباء ہائی کلاس اور مدرسان سکول اور ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اس امر کے لیئے بلائے گئے - اور سب سے پہلے انجمن کی طرف سے جناب اکبر شاہ خان صاحب نے ایک ایڈریس پڑھا اور بعد ازاں خاکسار نے طلباء کو چند نصائح کیں کہ ابتک وہ اپنے بزرگوں کے پاس محفوظ رہے ہیں لیکن اب دنیا میں نکلکر وہ مختلف سوسائٹیوں کے زہریلے اثر کے نیچے آئینگے جن سے بچنے کے لیئے انہیں تیار رہنا چاہیئے اور قادیان سے تعلق رکھنا چاہیئے لیکن چونکہ وہ لیکچر زبانی تھا اسلیئے محفوظ نہیں رہ سکا پھر جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے کچھ فرمایا اور اسکی بعد کچھ ناشتہ کے بعد جلسہ دعا پر برخواست ہوا وہ ایڈریس یہاں درج کیا جاتا ہے" - (مرزا محمود احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ای ترا با ہر دلے رازے دگر ٭ ہر گدا بر درت نازے دگر ٭ در رباب عشق تارے بیش نیست ٭ ہست ہر جا نغمہ سازی دگر
بزم نشاط چار گساران غنیمت است ٭ ساقی بیا کہ صحبت یاران غنیمت است ٭ در جلوہ اندازہ نہالان بوستان ٭ رقص چمن ز باد بہاران غنیمت است

انجمن تشحیذ الاذہان اس بات کے تصور سے کہ اسکے دوستوں کی ایک معقول تعداد یعنی تعلیم الاسلام ہائی سکول کے انٹرنس کلاس کے متعلمین عنقریب سالانہ امتحان میں شریک ہونے اور انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوجانے پر قادیان سے جانے یعنے پاس ہوکر بظاہر دور ہونیوالے ہیں افسوس کا اظہار کرتی ہے یہ افسوس اس قسم کا افسوس نہیں جو کسی نقصان پر ہوتا ہے بلکہ یہ وہ افسوس ہے جو دوستوں کی دوری سے بالطبع انسان کو ہوا کرتا ہے چاہے وہ دوری خود پیدا کردہ اور باعث خیر و خوبی ہی کیوں نہو یہ الوداعی جلسہ اس قسم کا الوداعی جلسہ نہیں ہے کہ انجمن بے اختیار ہوکر یہ کہے کہ ع حالا وداع یار نہ مرگم علامت است
صبح وداع نیست کہ صبح قیامت است بلکہ یہ اس قسم کی الوداع ہے کہ ہم اپنے رخصت ہونیوالے دوستوں سے عرض کرتے ہیں - کہ ع
سفر ہو مبارک و لے یہ تو کہہ ٭ کبھی خط بھی ہمکو لکھا کیجیئے گا - دوستو! آپ لوگوں کا تشحیذ الاذہان کے عام پندرہ روزہ جلسوں میں تقریریں کرنا آپ لوگوں سے اکثر کا تشحیذ الاذہان کی ممبری قبول کرنا اپنی خوش خلقی اور نیک چلنی سے تربیدگان دین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

و

خدمتِ اسلام

"یہ ایک لکچر ہے۔ جو کہ چوہدری فتح محمد صاحب نے ایک خاص جلسہ تشحیذ الاذہان کے واسطے لکھا تھا۔ مگر چونکہ جلدی تھی اور وقت بہت کم تھا اس لئے وہ نہ تو ایسی پوری طرح سے دیکھ سکے اور نہ سارا مضمون شائع ہوا۔ جلسہ کے بعد آپ نے پوری محنت کے ساتھ اس مضمون کو تیار کیا۔ یہ مضمون مدت سے ہمارے پاس پڑا ہے اور اب شائع کیا جاتا ہے۔ چوہدری صاحب نے جو محنت اور سعی اس مضمون کے لکھنے مین کی ہے قابل داد ہے اور امید ہے کہ ناظرین اس سے پورا فائدہ اُٹھائین گے اور اس کے اندر جو باتین لکھی گئی ہین۔ ان پر غور کرنے سے اپنے آپ کو احمدی جماعت مین مفید وجود ثابت کرین گے۔ والسلام .. .. ایڈیٹر"

پیارے حاضرین! آپکے سامنے جس مضمون پر مین بولنے کے لئے کھڑا

ہوا ہوں وہ بڑا عظیم الشان مضمون ہے۔ اور میری طاقت سے بہت بڑھ کر ہے۔ کہ میں اس پہ پورا احاطہ کر سکوں تاہم مضمون کی عظمت کے علم اور اپنی کمزوری کے احساس کے باوجود اس مضمون پر کچھ کہنے کے لئے میرا یہ عذر ہے۔ کہ ہمیں اس وقت اس مضمون پر سوچنے کی بہت بڑی ضرورت ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ہر ایک عقلمند و راستی پسند شخص (خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی) کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنجناب تشریف لائے۔ تو اسلام کی کیا خدمت کی؟ اور آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے اسلام کو کن کن خطرات سے نجات دی؟ اس وقت جو ہمارے مخالف لوگ ہمیں دوسرے چھوٹے چھوٹے اور فضول جھگڑوں کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں یہ ان کی بالکل غلطی ہے اگر وہ لوگ حق پسند ہیں اور ان میں خوف خدا ہے اور ہمارے ساتھ ان کے جھگڑے کی بنیاد تقوےٰ پر ہے تو اُن کو اس بات کی تحقیقات کرنی چاہیئے۔ کہ جب ہمارے سیدنا مسیح موعود نے دعوے مسیحائی کیا تھا۔ اس وقت اسلام کی کیا حالت تھی اور اب کیا حالت ہے؟ اگر آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے خوف کو امن سے بدل دیا ہے اور اگر اس میں ایک نئی قُوت اور نئی رُوح پھونک دی ہے اور اس کو ایسا مضبوط کر دیا ہے کہ بجائے اس کے کہ پہلے وہ ایک خطرناک دفاعی جنگ میں مشغول تھا اب مذاہب باطلہ پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا ہے اور دشمن کو بجائے حملہ کرنے کے اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ حضور کی خدمت کی ناشکری کی جائے اور آپ کی خلافت میں شک لایا جاوے کیونکہ ایسا کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فاسقوں کے لفظ سے تعبیر فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وعد اللّذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امناً یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً۔ ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ہم الفاسقون ؂

اور جیسا کہ یہ بات ہمارے مخالفوں کے لئے ضروری ہے ویسا ہی احمدی جماعت کے لوگوں کے لئے سخت ضرورت ہے۔ کہ ان کو علم ہو کہ آپ سے بیعت کا تعلق ہونے کے بعد ان کو کیا کیا فائدے ہوئے ہیں اور کس کس طرح آپ نے لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو پورا کیا ہے کیونکہ اس بات کو سمجھے بغیر ہم اس فرض سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ذمہ چھوڑ گئے ہیں۔ ہرگز ہرگز پوری طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے اور نہ ہی دنیا کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ پس جب کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی خدمت اسلام پر کچھ بولنا آسان بات نہیں ہے اور یہ بات بالکل ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام عمر کی کاروائی کو چند منٹ میں کھڑا ہو کر بیان کر دے تاہم کم از کم اتنا تو ضرور ہو گا کہ آپ لوگوں کے دل میں اس مضمون پر سوچنے کی تحریک ہوگی اور یہی میرے اس وقت کی کوشش کا اصل مقصد ہے اور اگر آپ صاحبان میری باتوں کی طرف پوری توجہ فرمائیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ ہمارا وقت ضائع نہیں ہو گا۔

پہلی بات جو اس مضمون میں قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے اسلام کن کن خطرات میں پڑا ہوا تھا؟ اور وہ کونسی باتیں تھیں جن کو دیکھ کر دوست و دشمن نے اسلام کی مرثیہ خوانی شروع کر دی تھی؟ چنانچہ ہم ان خطرات کو دو حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ اول اسلام کی اندرونی کمزوری اور دوم اسلام پر بیرونی حملے۔

جب ہم بیرونی دشمنان اسلام کی طرف توجہ کرتے ہیں تو سب سے اول جس دشمن پر ہماری نظر پڑتی ہے وہ نیم دہریت اور مغربی سائنس اور فلسفہ کا حملہ ہے جن لوگوں کو مذہب اسلام سے کوئی خاص نفرت تو نہیں لیکن عام طور پر تمام الہامی مذاہب سے دشمن ہے اور درحقیقت ان کا حملہ نفس مذہب پر ہے۔ نہ صرف مذہب اسلام پر۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے صفات کے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ظاہر ہوئے بالکل

منکر ہیں اور مسئلہ وحی و الہام اور دعا پر ٹھٹھا کرتے ہیں اور یوروپ میں ایک بڑی جماعت ہے جو اس بات کی کوشش کر رہی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کو اڑا دیا جاوے اور ان کا خیال کہ جتنی مصیبتیں دنیا پر لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے وارد ہو رہی ہیں اور جس قدر تکالیف میں انسان مبتلا ہے انسانی دماغ کے صفحہ پر سے لفظ مذہب کے مٹا دینے سے دور ہو سکتی ہیں۔ اور ان کے خیال میں اب نوع انسان کے لئے سوائے اس راہ کے اور کوئی نجات کی راہ نہیں رہی۔ آپ صاحبان میں سے شائد بعض لوگ حیران ہوں۔ کہ یہ علم طبیعات کے ماہر اور فلسفہ دان تو اکثر انصاف پسند اور محقق لوگ ہوتے ہیں۔ پھر ان کو اصول مذہب سے کیوں نفرت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بڑی غلطی عیسائیت اور عیسائی پادریوں کی ہے اور جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ عیسائیت ایک بیہودہ مذہب ہے اور اس کے تمام اصولی مسائل عقل صحیح اور فطرت سلیم بالکل مخالف ہیں اور کوئی محقق انصاف پسند آدمی ان کو قبول نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ علم دوست لوگ طبعاً عیسائیت کے لغو مسائل سے نفرت کرنے لگ گئے ہیں اور اس کو دیکھ کر دیگر کل مذاہب سے بھی بدظن ہیں۔

دوسری غلطی پادریوں سے یہ ہوئی۔ کہ جب یوروپ میں علوم کی تحقیقات شروع ہوئی اور علم کی روشنی پھیلنے لگی۔ تو ظلمت پسند پادریوں کی طبیعت میں ان لوگوں کے برخلاف بڑا جوش پیدا ہوا اور جہاں تک ان سے ہو سکا ان علوم کے روکنے اور ان لوگوں کو ستانے قتل کرنے اور رعب حکومت سے دبانے کی ہر طرح سے کوشش کی اور اس کش مکش میں جب ان لوگوں نے مذہب عیسوی کے لغو مسائل اور برے نتائج کو دیکھا تو ان کو اس مذہب سے اور بھی نفرت اور دشمنی ہو گئی۔ اور چونکہ ان لوگوں کا آبائی مذہب نصرانیت تھا وہ لوگ اور مذہبوں کو بھی اسی مذہب پر قیاس کرنے لگ گئے اور انہوں نے خیال کیا۔ کہ جیسے مذہب عیسوی سائنس اور علوم حقیقی کا دشمن ہے۔ اور انسانی ترقی کو روکنا چاہتا

ہے۔ باقی تمام مذاہب بھی اسی طرح انسان کے لئے مضر ہیں اور مغربی دنیا میں یہ سمجھا گیا کہ مذہب علوم صحیحہ کی ضد ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے عیسائیت کے برخلاف کوشش شروع کی۔ اور اس اپنے کام میں انہوں نے ایسی کامیابی حاصل کی ہے کہ عیسائیت کو بالکل کمزور کر دیا ہے اور یورپ پر اس مذہب کا قبضہ اب بالکل برائے نام ہے اور سوائے ادنیٰ اجماعتوں کے جاہل لوگوں اور عورتوں کے کوئی شخص دل سے عیسائیت کا معتقد نہیں اور چونکہ ان فلسفی طبع لوگوں نے عیسائیت کو مغلوب کر لیا اور یہ مذہب ان لوگوں کے خیال میں دنیا کا سب سے بڑا اور مضبوط مذہب تھا اس واسطے انہوں نے دنیا کے دوسرے مذاہب اور خاص کر اسلام پر حملے کرنے شروع کر دئیے۔ اور مختلف رنگوں میں اسلامی دنیا پر اپنا اثر ڈالنے لگے۔ حکومت اور درس گاہوں کے ذریعہ ان کے عجیب وغریب علوم چاروں اطراف میں پھیلنے لگے اور دنیاوی کامیابی اور وجاہت کے ذرائع سے طالب علموں اور قوم کے نوجوانوں تک ان کا اثر پہونچا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ طالب علم عموماً مذہب سے لاپروا ہو جاتے ہیں اور ان کی زندگی پر عملی رنگ میں مذہب کا کوئی اثر نہیں رہتا ان لوگوں میں کچھ تکبر بھی آجاتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ جو مسئلہ ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا وہ لاینحل ہے اور اس کے بعد وہ مذہب کی تحقیقات چھوڑ دیتے ہیں اور فرحوا بما عندھم من العلم کے پورے مصداق ہو جاتے ہیں۔ دوسرا فتنہ جو اسلام برداشت کر رہا تھا وہ پادری لوگوں کا ہے خود ان لوگوں میں یا ان لوگوں کے مذہب میں تو کوئی ایسی خوبی نہ تھی جس سے یہ اسلام پر معقولیت سے حملہ کر سکیں لیکن مسلمانوں کی اپنی غلطیوں نے ان لوگوں کو اسلام پر حملہ کرنے کا بہت سا موقع دے دیا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ مسئلہ رواج پا گیا۔ کہ اور تمام نبی فوت ہو گئے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ ...... آسمانوں پر زندہ بیٹھے ہیں وہاں کھانے پینے سے پاک زمانہ کے اثر سے آزاد۔ فرشتوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور پھر دنیا میں مسلمانوں کی

ہدایت کے لئے لوگوں کے دیکھتے ہوئے آسمانوں سے نزول فرمائیں گے۔ پھر یہ لوگ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ صرف مسیح ہی ایک ایسا نبی ہے جو گناہ اور مس شیطان سے پاک ہے، اور اپنے آسمانوں پر چڑھ جانے کی طرح اس امر میں بھی حضرت مسیح کو حدہٗ لاشریک ہے، اور ان ظالم لوگوں نے اس بات میں یہاں تک غلو کیا کہ سید المعصومین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات میں ابن مریم کا شریک سمجھنا گناہ قرار کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے اس عاجز انسان کو خالق و غیب دان و یحیی الموتی مان کر ان کو ایسی صفات سے متصف میں مانا جو خاصہ الوہیت ہیں۔ چنانچہ پادریوں کے مکار و بیباک فرقہ نے مسلمانوں کے اس غلط اعتقاد سے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے اس اعتقاد کو مدنظر رکھ کر ایسے ایسے حملے کئے۔ کہ مسلمانوں کو اضطراب میں ڈالدیا اور عیسائیوں کی یہ آواز کہ مسیح ہی اسلام کا زندہ نبی ہے اور مسیح ہی اسلام کا معصوم نبی ہے اور وہی جو کہ خود زندہ ہے ہم کو عذاب سے چھڑا سکتا ہے اور وہی جو کہ خود معصوم ہے ہم کو گناہوں سے پاک کر سکتا ہے۔ ایک ایسی آواز تھی کہ مسلمان حیران اور لاجواب رہ گئے اور ان پرستاران میت کی شوخی حد سے بڑھ گئی۔ یہ عجیب اور حیرت انگیز بات ہے نہ آپکے پاس اپنی کتاب نہ ہدایت۔ نہ ان کے پاس اپنے مذہب کی کوئی عقلی دلیل نہ نقلی۔ لیکن پھر بھی ان لوگوں نے مسلمانوں کی ہی غلطیوں سے فائدہ اٹھا کر اور اپنی سخت بے حیائی، کمینگی اور دولت و رعب اور محض کوشش سے دنیا کو حیران کر دیا ہے اور ایک کمزور و بے بس و بے کس انسان کو الوہیت کی کرسی پر بٹھانے کے لئے عجیب و غریب دجالیت کے کرشموں سے کام لیا۔ ان لوگوں نے مسیح کو خدا یا ابن خدا بنا کر اللہ تعالے کی عظمت اور قدوسیت پر تو دھبا لگایا تھا۔ لیکن جو ان لوگوں نے اس اعتقاد سے فائدہ اٹھایا اور نتائج نکالے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہیں عیسائیوں کو بیٹا بنانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ کفارہ کا جھوٹا اور لغو مسئلہ تراشا

جائے جیسین تقوے و طہارت۔ نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہین۔ اور اس طرح یہ مسئلہ یورپ کے تمام فسق و فجور اور گناہون کا سرچشمہ ہے۔ دوسری خطرناک بات جو اس سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ سوائے مسیح کے باقی تمام نبیون (علیہم السلام) اور راستبازون کی عیب جوئی ان کو گالیان دینا اور ان پر جھوٹے الزام لگانا ہے تاکہ تمام نبی علیہ السلام گنہگار ٹھہر جاوین اور مسیح کی خدائی و معصومیت ضرورت کفارہ و شفاعت وغیرہ ثابت ہو جائے اور اس عیب جوئی کے لئے انہون نے خاص کر ہمارے نبی کریم سید المعصومین (صلے اللہ علیہ وسلم) قرآن شریف اور اسلام جیسے پاک مذہب کو چن لیا ہے ان لوگون نے آپ کو گالیان دیئے۔ قرآن شریف کی ہتک کرنے اور اسلام کی تکذیب و تخریب مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا۔ اور انہون نے ہر ایک جائز و ناجائز طریقہ سے اسلام کو صرف ہندوستان ہی سے نہین بلکہ تمام دنیا سے نابود کرنے کی کوشش ہے اور یہ لوگ اپنی جان سے مال سے۔ شراب اور عورتون کے ذریعہ۔ اپنی جاہ و حشم اور تجارتون کے ذریعہ اسلام کی تخریب مین لگ گئے ہین۔ ہسپتالون اور لڑکون کے سکولون اور لڑکیون کے سکولون کے ذریعہ مسلمانون کے گھرون مین گھس گئے ہین۔ مسلمانون کے بچے جو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے مُدعی تھے اور جن کی زبانون پر آپ کا نام سُنتے ہی درود جاری ہو جاتا تہا۔ اب آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے پاک صحابہ رضی اللہ ازواج مطہرات[1] ہزار ہزار بہتان باندھتے ... ہین اور قابل شرم و حیا سوز کارروائی کی کمائی سے اپنے پیٹون کو بھرتے ہین۔ یہ ایک ایسا نظارہ ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر بے اختیار دل سے یہ آیت نکلتی ہے۔ تکاد السموات ان یتفطرن منہ و تنشق الارض

---

[1] امہات المومنین کا مصنف احمد شاہ اور پادری عماد الدین اور ایسے گندے لوگون کی طرف اشارہ ہے۔

وتخر الجبال ھدا ٓ ان دعوا للرحمان ولدا ۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اس بات سے کہ خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

اسلام کا تیسرا دشمن آریہ سماج ہے۔ ان کا اپنا مذہب کیا ہے؟ مکڑی کا جالا ہے جس کو ان لوگوں نے حالات زمانہ اور مغربی علوم کے رُعب میں آکر بنایا ہے تاہم یہ خود ساختہ مذہب ہندوستان کی پرانی بُت پرستی اور وہم پرستی سے بہت اعلیٰ اور اسلام کے زیادہ قریب ہے، ان لوگوں نے ہندوؤں کا پرانا مذہب چھوڑ دیا ہے اور ایک خدا کی پرستش کے قائل ہیں اور اس حیثیت سے اسلام کے بہت قریب آگئے ہیں لیکن دوسری طرف یہ لوگ اواگون جیسے بیہودہ مسئلہ کے قائل اور قبولیت دعا اور وید کے بعد الہام کے منکر ہیں۔ ان لوگوں کے خیال کے مطابق اللہ تعالےٰ نے سنسکرت زبان کو اور آریہ قوم کو اور آریہ ورت ملک کو ہمیشہ کے لئے اپنے الہام اور کلام کے لئے چن لیا ہے اور باقی تمام ملکوں کے لوگ اس نعمت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے اور رہیں گے اور نعوذ باللہ باقی تمام مدعیان نبوّت جھوٹے اور کذاب ہیں اس جماعت کی بڑی بات یہ ہے کہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور گندہ دہانی اور گالیاں دینے میں عیسائی پادریوں کو بھی شرمندہ کر دیا ہے اور مفتوحہ قوم کی پوری نفرت سے مسلمانوں کو پر حملہ کرتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دیو سماج ۔ برہمو سماج فرقوں سے کئی مسلمان دہریہ خیالات کے ہو گئے ہیں اور آجکل مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے اعتقادات وحی و الہام کے متعلق برہمو سماج سے بالکل ملتے جلتے ہیں اور دنیا کی عام چال اور حکام وقت کے اثر سے اکثر لوگ مادہ پرست اور دنیا کے کیڑے ہو گئے ہیں اور ضل اللہ سعی ھم فی الحیوۃ الدنیا کے پورے مصداق ہو رہے ہیں۔

ان سب باتوں کے بعد سب سے زیادہ قابل توجہ امر ان قوموں اور مذہبوں کا اسلام

کے برخلاف جوش ہے۔ اسمین کچھہ شک نہین کہ اس سے پہلے بھی تمام مذاہب اور فرقے موجود تھے مگر اس وقت جو ان مین نئی بات پیدا ہوئی ہے وہ اسلام سے سخت نفرت اور عملی رنگ مین دشمن ہے۔ مستقل طور پر ایسے فرقے اور جماعتین پیدا ہو گئی ہین جن کا کام ہی یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرین اور برُے رنگ مین اس کو لوگون کے سامنے پیش کر کے لوگون کو اسلام سے نفرت دلائین۔ کوئی ہم مین سے نہین کہہ سکتا کہ اس سے پہلے ہی کبھی ایسا ہؤا ہو۔ ایک وقت تھا کہ اسلام کی شہرت تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی تھی۔ دہریہ۔ برہمو۔ ہندو وغیرہ شب پرست جانورون کی طرح اپنی اپنی تاریک بلون اور گھونسلون مین سر چھپائے بیٹھے تھے۔ عیسائیت بھی بمعہ اپنے مددگاران اور دجالیت کے سامانون کے یورپ کی تاریک و تار جگہون مین دھکیل دی گئی تھی۔ لیکن مسلمانون مین آثار ضعف دیکھتے ہی ان تمام دشمنون نے یکبارگی سر نکالا۔ اور اپنے پرانے کینہ کی وجہ سے اسلام سے انتقام لینے کے لئے اپنی تمام طاقتون سے اسلام کی مخالفت مین لگ گئے۔ اب اس وقت اگر اللہ تعالےٰ اسلام اور مسلمانون کی خاص طور پر مدد نہ کرتا تو ظاہر انظر مین ان مخالفون سے بچنے کی کوئی راہ نظر نہین آتی تھی۔

دوسری بات جو مسلمانون کو سخت نقصان پہونچا رہی ہے۔ مسلمانون کی اپنی کمزوری اور اندرونی ضعف ہے۔ جب مسلمان مذہب مین سست ہو گئے۔ اسلام کی غیرت اور محبت دلون سے نکل گئی اور اسلام کا صحیح علم اور نور ایمان ان مین سے اُٹھ گیا اور زمین مین بجائے اصلاح کے فساد پھیلانے لگ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حکومت کو بھی اُن کے ہاتھون سے چھین لیا اور جہالت اور ادبار ان کے حصہ مین آ گئے اور یہ جہالت اور سستی یہان تک بڑہی کہ دوسری قومون نے سمجھا کہ اسلام کے ساتھ سستی اور جہالت لازم ملزوم ہے۔ جہالت سے گمراہی اور بد اعتقادات پھیلی

مذہب کی جگہ توہمات اور خود ساختہ روایات نے لے لی۔ اللہ تعالےٰ پر وہ ایمان جس سے اچھے اخلاق۔ علویت۔ تقوےٰ۔ طہارت۔ پاکیزگی پیدا ہوتی ہے بالکل اٹھ گیا۔ اعلیٰ طبقہ کے مسلمان تین حصوں میں منقسم ہیں۔ اول صوفی لوگ۔ دوم علماء۔ سوم امراء۔ ان تینوں قوموں کا جو اس وقت حال ہے اس سے لوگ ناواقف نہیں ہیں۔ آجکل جو گدی نشین ہیں ان میں سوائے جہالت۔ تکبر اور اباحت کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ علماء اندرونی جھگڑوں ضد۔ تعصب اور دنیا پرستی میں مشغول ہیں۔ امراء کو اپنے آرام اور عیش و عشرت سے فرصت نہیں۔ یہ سب لوگ ضرورت زمانہ سے بالکل ناواقف اور مصائب اسلام سے بالکل جاہل ہیں۔ اس لئے ان سے کسی قسم کی اصلاح یا مدد کی امید نہیں ہو سکتی۔ جب ان تینوں اعلےٰ درجہ کے طبقوں کا یہ حال ہے تو عوام کی حالت آپ لوگ خود ہی قیاس کر سکتے ہیں جب قوم کے دل و دماغ اور ہاتھ پاؤں ہی مارے گئے تو اس کے دوسرے اعضاء کا کیا حال ہوگا اور اس قوم سے ہم کیا امید کر سکتے ہیں؟ ان مسلمانوں کے ایمان اس قدر کمزور ہیں اور یہ علوم روحانیت سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ انہوں نے خود وحی و الہام۔ قبولیت دُعا اور اللہ تعالےٰ کے خاص فضلوں سے جو وہ اپنے خاص بندوں پر کرتا ہے جن کو مذہب کے الفاظ میں آیت یا معجزہ یا کرامت کہتے ہیں انکار کر دیا ہے اور تقدیر جیسے سچے اور ہمتوں کو بڑھانے والے مسئلہ پر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں اگر غور سے دیکھیں تو درحقیقت یہ چھپی ہوئی دہریت ہے کیونکہ اگر آج کل اللہ تعالےٰ اپنے پیاروں سے ہمکلام نہیں ہوتا اور دعاؤں کو قبولیت کا شرف نہیں بخشا جاتا اور اللہ تعالےٰ اپنے خاص بندوں پر خاص فضل کرکے اپنی ہستی و قدرت کا مقتدرانہ نشانات سے خود ثبوت نہیں دیتا۔ تو ایسے خدا کی ہستی کا کیا ثبوت ہے اور اسلام کی کونسی دلیل ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ یہودیوں کو بچھڑوں کی پوجا پر جھڑکتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ افلا یرون الا یرجع الیہم قولا ولا یملک لہم ضرا و لا نفعا۔ پس کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان کا معبود

ان کی بات کا جواب نہین دیتا۔ اور نہ ہی اس کے اختیار مین ان کا ضرر اور نفع ہے۔
پھر ہم کہتے ہین کہ اگر ان لوگون کی باتون کو مان لیا جائے تو ہمین کوئی بتائے کہ
اسلام اور دوسرے مذاہب باطلہ مین کون ساما بہ الامتیاز باقی رہ.... جاتا ہے۔
عملی رنگ مین ہر ایک فرقہ کے لوگون نے سستی دکھائی ہے۔ جب اعتقادات
بگڑ گئے اور ایمان مین ضعف آگیا۔ تو نیک اعمال کس طرح وقوع مین آسکتے ہین۔ دلیری اور
جرأت یہان تک بڑہی کہ پہلے فقہ کو چھوڑا۔ پھر حدیث پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور
چکڑالوی فرقہ کا خروج ہوا۔ پھر خود قرآن کریم کی ترمیم شروع ہوئی اور کہا گیا کہ مکی سورتین
کافی ہین۔ مدنی سورتون پر عمل کرنے کی ضرورت نہین اور اب مدنی سورتین مسلمانون کی
ترقی کی سد راہ ہو رہی ہین۔ بعضون نے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر احکام اسلام مین
اصلاح کی تجویز پیش کی۔ اور مسلمانون کی افراط۔ تفریط حد کو پہونچ گئی۔ بعضون نے کہا کہ
اسلام مین احکام کی ضرورت نہین۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ پرانے زمانہ کی باتین ہین۔ جو عرب کے
وحشیون ہی کے لئے مفید تھین۔ اور بعض قیامت اور جنت کے حالات پر طرح طرح کے
اعتراضات کرتے ہین۔ جو لوگ افراط کی طرف گئے ہین ان کے نزدیک اسلامی عبادات
اور مجاہدات اللہ تعالےٰ تک پہنچ کے لئے ناکافی ہین اس لئے ان کو ذکر ارہ وغیرہ
جیسے بدعات کی ضرورت پڑی اور بعض بزرگون اور نبیون کی شان مین غلو کرتے کرتے
یہان تک پہونچے کہ ان کو خدا تک پہونچا دیا اور لا تغلوا فی دینکم کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت کا مطلق خیال نہ کیا۔ دنیا کی لہو و لعب اپنے
من گھڑت وظیفون اور ضرب یضرب یا انگریزی تعلیم مین ایسے غلطان ہوئے۔ کہ
قرآن شریف کو بالکل فراموش کر دیا۔ گویا کہ انّ قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً
کی ندی کا یہی وقت تھا۔
اخلاقی تنزل مین جس مین کہ اس وقت کی تمام قومین شامل ہین۔ مسلمان سب سے نیچے

گرے ہوئے ہین۔ گھرانون مین فساد اور نفاق اور دکھہ بڑھ گیا ہے۔ خانگی تعلقات جو سکھہ اور تسکین کا باعث ہوتے ہین عذاب کا موجب ہو گئے ہین بہت ہی کم باپ ہین جو اپنے بیٹون سے خوش ہون اور بہت ہی کم بیویان ہین جو اپنے خاوندون سے آرام مین ہون اور ان کا وقت خوشی اور محبت سے گذرتا ہو۔ بڑون کا ادب۔ چھوٹون پر رحم اور ہمسایون کی دلجوئی کا خیال بالکل اٹھ گیا ہے اور انسانی تعلقات کے فساد نے اس دنیا ہی مین ایک جہنم پیدا کر دیا ہے۔ پھر جیلخانون مین دیکھو تو مسلمانون کی کثرت۔ چکلون مین مسلمانون کی کثرت۔ بھنگ اور چرس خانون مین مسلمانون کی کثرت۔ گندے ہین تو مسلمان۔ بدکار ہین تو مسلمان۔ بازارون مین آوارہ گردی کے لئے ہین تو یہی مسلمانون کے بچے۔ جیسے کہ کالجون سکولون مین اور اعلےٰ عہدون پر ان کی قلت ہے ویسے ہی ادنےٰ اور کمینہ کامون مین ان کی کثرت ہے۔ جب اندر کی یہ حالت تہی اور ادہر دشمن جن کا مین پہلے ذکر چکا ہون باہر سے حملہ کر رہے تھے۔ تو پہر کیا تہا؟ لاکھون عیسائی ہو گئے کئی مرد اور عورتون نے آریون کا مذہب قبول کر لیا۔ ہزارون برہمو سماج کے ہمخیال ہو گئے۔ اور ظہر الفساد فی البر و البحر کا نظارہ ہماری آنکھون کے آگے پھر گیا یہ ادبار اور مصیب ایسی ظاہرا اور ہلا دینے والے تھے۔ کہ آخر کار مسلمان بھی جن کی سستی اور لاپرواہی ضرب المثل مشہور تھی اپنی خواب غفلت سے جاگے اور ہر ایک شخص اپنے خیال کے مطابق اس قوم مریض نیم جان کی شناخت مرض اور علاج مین مشغول ہؤا۔ کسی نے کالج اور مدرسہ قائم کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ سوائے یورپ کی پیروی کے اور ان کے علوم حاصل کرنے کی زندگی محال ہے کسی نے رسالے اور اخبارین جاری کین کسی نے واعظ مقرر کئے اور مولویون کے مدرسہ کہولے۔

غرض ایسے وقت مین جبکہ ہر ایک فہیم مسلمان اسلام کی فکر مین لگا ہؤا تہا اور اپنی من گھڑت تجاویز سے بقدر ہمت اسلام کے بچانے کی کوشش مین لگا ہؤا تہا۔ اور آخر

تھک کر اور اپنی کوششوں کو بے سود سمجھ کر بڑی حسرت سے قوم پر فاتحہ پڑھنے کو تیار ہو رہا تھا۔ تو ایسے اڑے وقت میں کب اُمید ہو سکتی تھی۔ کہ السلام جو اسلام کا غیور اور مقتدر خدا ہے اور جس کے نام پر اسلام کا نام رکھا گیا ہے خاموش بیٹھا رہے اور مسلمانوں کی کچھ بھی مدد نہ کرے اور وہ صادق الوعد اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے۔ آخر اس کے رحم۔ کرم اور غیرت نے جوش مارا۔ جس کا نتیجہ وہ رحیم۔ کریم اور غیور امام علیہ الصلوۃ و السلام تھا جس کے ماتحت ہم لوگوں نے پرورش پائی اور جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک نئے رنگ میں دنیا پر ظاہر ہوا اور اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ اسلام کا حامی اور دنیا کا قادر بادشاہ ہے اور اس بات کا ثبوت دیا کہ تمام برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور اپنے مسیح کے منہ میں یہ الفاظ ڈال کر

بر تر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیحِ زمان ہے

عیسائیوں کے تمام فخر کو خاک میں ملا دیا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے تازہ بتازہ کلام اور قادرانہ پیشگوئیوں کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اس بات کو ثابت کر دیا۔ کہ واقعی سمیع و مجیب خدا موجود ہے اور وہ اپنے پیارے بندوں پر اپنا کلام نازل فرما کر دنیا کو اپنی خوشی اور ناراضگی سے مطلع کرتا ہے اور جب دنیا میں اس کا کلام نازل ہوتا ہے۔ تو زمین و آسمان سورج اور چاند پانی اور ہوا اور قدرت کی تمام چیزیں اس کی تابعداری کے لئے جھک جاتی اور اس کی صدق کی گواہی کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں تاکہ اس بات کا ثبوت ہو۔ کہ وہ واقعی مالک السموات والارض کا کلام ہے۔ اور اس امر میں آپ نے اس قدر بسط کیا ہے کہ اب وحی و الہام کا مسئلہ ایک امر واقعی ہے۔ جسکی صداقت ثابت ہو چکی ہے۔ نہ کہ مسئلہ زیر بحث۔

آپ نے اللہ تعالیٰ اسے بہت سی باتین کین اور ان دعاؤن کی قبولیت سے ثابت کردیا کہ مسئلہ دعا حق ہے اور دعائین واقعی قبول ہوتی ہین اور دعاؤن سے وہ کام ہو سکتے ہین جن کے کرنے سے انسانی کوشش اور محنت عاجز ہے اور جن لوگون کو آپ کے قرب کی نعمتین حاصل ہوئیں۔ ان کے دل توکل علے اللہ اور نور ایمان سے بھر گئے اور یہ ان دعاؤن ہی کا نتیجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی خاص نصرت اور مدد سے آپ کو دشمنون کے مقابلہ مین تمام میدانون مین فتح دی اور آپ کے ساتھہ اللہ تعالیٰ نے معاملہ کرتے وقت تمام سلسلہ علت ومعلول کے پردے اٹھاکر اپنے نورانی چہرے کو دنیا پر ظاہر کیا اور اس نور سے ہر ایک قوم کے دل روشن ہو گئے۔

پھر آنحضور نے اپنے آپ کو آسمانی علوم اور رُوحانی برکات کا وارث ثابت کر کے اس بات کو ثابت کیا۔ کہ تمام برکات قرآن شریف اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین ہی ہین۔ اور وہی بابرکت ہے جو ان سے تعلیم حاصل کرے اور وہی زندہ ہے جو ان سے زندگی حاصل کرے۔ کیونکہ باقی تمام مذاہب اس زمانہ مین روحانیت سے خالی اور زندگی سے مبرا ہین۔

اب مین ان باتون کو تفصیل وار بیان کرتا ہون اور ثابت کرتا ہون کہ جیساکہ مصلح کامل کے لئے ضروری ہے۔ کہ اندرونی اور بیرونی دونون قسمون کو فسادون کی اصلاح کرے ویسا ہی ہمارے امام علیہ الصلوۃ والسلام نے کیا اور ان دونون قسمون کی اصلاحون کے لئے عقلی اور نقلی دلائل سے کام لیا۔ لیکن ان کے علاوہ آپ کا بڑا حربہ دعا اور اللہ تعالےٰ سے تعلق اور اللہ تعالےٰ کی تازہ بتازہ وحی تھی کیونکہ عقلی ونقلی دلائل سے دشمن تو ایک حد تک بند ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ دعا اور تازہ بتازہ نشانون کے سوا راست بازون اور خدا تعالےٰ کے عاشقون کی قوم تیار نہین ہو سکتی۔ جو اس امام یا پیشوا کے سچے وارث ہون

اور نہ ہی دشمن پوری طرح بند ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی کلام مین ایک جلال رُعب اور ہیبت ہوتی ہے۔ جو دوست اور دشمن کے لئے مفید ہوتی ہے اور اس کی اس زمانہ مین بڑی سخت ضرورت تہی۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ روحانی ترقیات کے لئے ضروری اور ہر ایک رُوحانی زہر کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہے اور یہ خدائی نسخہ ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ ہمیشہ رُوحانی اور اخلاقی تنزل خرابی کے وقت استعمال کرتا رہا ہے اور ہمیشہ مفید ثابت ہوا ہے اس وقت بھی جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا۔ کہ باوجود پادریون۔ پنڈتون۔ مولویون اور دوسرے مسلمانون کی سخت کوشش کے دنیا عرفان الٰہی اور اعلےٰ اخلاق مین دن بدن نیچے گرتی جاتی ہے اور یہ لوگ شیطان کا مقابلہ بالکل نہین کر سکتے۔ تو اس نے اپنے مسیح کو اپنے ہاتھون سے معطر اور معنبر کرکے بھیجا۔ تاکہ وہ اس آلہی خوشبو سے تمام دنیا کو معطر اور معنبر کر دے اور دہریت اور مادہ پرستی کو جڑ سے اکھیڑ دے۔ سب سے پہلے آپنے ان لوگون کو تبلایا کہ یہ ان لوگون کی کم فہمی اور تکبر کی وجہ سے ہے جو اپنے مادی علوم سے اور ظاہری حواس سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے عجائبات قدرت کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہین۔ فلاسفرون کی صرف اس حد تک رسائی ہے جو حواس ظاہری یا باطنی کے حدود ہین۔

مگر ان حواس سے بالاتر ایک اور عالم ہے جو روحانی حواس سے معلوم ہوتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے برگزیدون کو کامل طور پر دئے جاتے ہین اور اس عالم کا انکشاف بجز ذریعہ اُن برگزیدون کے غیر ممکن ہے۔ جن کو یہ حواس کامل طور پر دئے گئے ہون اس لئے فلاسفرون کا رُوحانی اُمور کی بابت رائے زنی کرنا دخل در معقولات ہے اور ایک ایسے کام کو اپنے ذمہ لینا ہے۔ جس کے وہ بالکل نااہل ہین جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سننے کے لئے اور حس بنائی ہے اور دیکھنے کے لئے اور حس بنائی ہے۔ اسی

طرح اللہ تعالےٰ نے باطنی علوم اور روحانی امور کے عرفان کے لئے روحانی قویٰ اور روحانی حسیں عنایت فرمائی ہیں - اور جو شخص ظاہری قوے اور مادی علوم سے روحانی علوم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کی مثال ایسے بے وقوف کی طرح ہے جو زبان سے دیکھنا - آنکھ سے سننا اور کان سے ایک بڑی فصیح و بلیغ اور پُر تاثیر تقریر کرنی چاہتا ہے - لہذا جو شخص چاہتا ہے - کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کے صفات کا اس کو صحیح عرفان حاصل ہو - اس کو چاہیئے کہ اپنے تکبر اور ہمہ دانی کے چوے کو اوتار کر بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ روحانی استادوں کی صحبت مین رہے اور اپنے روحانی قویٰ کو ان کی ہدایات اور تعلیم کے مطابق ترقی دے - پھر یا تو اللہ تعالےٰ خود انسان پر ظاہر ہوتا ہے یا ان لوگون کی صحبت ہی پورے ایمان اور کامل عرفان کے لئے کافی ہو جاتی ہے - کیونکہ ان لوگون کی زندگی اور حالات اللہ تعالےٰ کی ہستی کا بڑا ثبوت اور ان کا وجود ایک عظیم الشان معجزہ ہوتا ہے - کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی زمین پر خلیفے اور مظہر ہوتے ہین - چنانچہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہین - یاد رکھنا چاہیئے - کہ ایک راستباز کی زندگی زمین اور آسمان سے زیادہ تر خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے - کیونکہ کسی نے نہین دیکھا کہ زمین اور آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہو - صرف اس عالم کی پر حکمت صنعت کو دیکھ کر اور اس کی ترکیب کو ابلغ اور محکم پاکر عقل سلیم اس بات کی ضرورت سمجھتی ہے - کہ ان بے مثل مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہیئے - مگر اپنی معرفت مین اس حد تک نہین پہونچتی - کہ فی الواقع وہ صانع موجود بھی ہے - کیونکہ اس نے اس صانع کو بناتے نہین دیکھا اور عقلی خدا شناسی کا تمام مدار صرف ضرورت صانع پر رکھا گیا ہے نہ یہ کہ اللہ کا ہونا مشاہدہ کیا گیا ہے - لیکن راستباز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر اور مشاہدہ کے پیرایہ مین خدا تعالےٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے - کیونکہ راستباز اپنی ابتدائی

حالت مین ذرہ بے مقدار کی طرح ہوتا ہے یا ایک رائی کے بیج کی طرح جس کو ایک
کسان نے بویا اور نہایت ذلیل حالت مین پڑا ہوُا ہوتا ہے۔ تب وحی کے ذریعہ
سے خدا تعالےٰ دنیا کو اطلاع دیتا ہے۔ کہ دیکھو مین اس کو بناؤن گا۔ مین ستارون
کی طرح اس مین چمک ڈالون گا اور آسمان کی طرح اس کو بلند کرون گا اور ایک ذرہ کو
ایک پہاڑ کی طرح کر دکھاؤن گا۔ پھر بعد اس کے باوجود اس بات کے کہ دنیا ... کے تمام
شریر چاہتے ہین کہ وہ ارادہ آلہی معرض التوا مین رہے اور ناخنون تک زور لگاتے
ہین۔ کہ وہ امر ہونے نہ پاوے۔ مگر وہ رک نہین سکتا۔ جب تک پورا نہ ہو اور خدا
کا ہاتھ سب روکون کو دور کر کے اس کو پورا کرتا ہے۔ وہ ایک گمنام کو اپنی پیشگوئی
کے مطابق ایک عظیم الشان بنا دیتا ہے۔ وہ تمام مستعد لوگون کو اس کی طرف
کھینچتا ہے وہ اس گمنام کو ایسی شہرت دیتا ہے کہ کبھی اس کے باپ دادا کو بھی
نصیب نہ ہوئی ہو وہ ہر میدان مین اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور ہر ایک جنگ مین
اس کو فتح دیتا ہے اور ایک دنیا کو اس کا غلام بنا دیتا ہے۔ اور لاکھون انسانون کو
اس کی طرف کھینچ لاتا ہے اور اس کی تعلیم ان کے دلون مین بٹھا دیتا ہے۔ اور
روح القدس سے ان کی مدد کرتا ہے وہ اس کے دشمنون کا دشمن اور دوستون کا
دوست ہو جاتا ہے اور اُس کے دشمن سے وہ آپ لڑتا ہے۔ اس لئے مین نے
یہ کہا کہ راستباز کی زندگی آسمان و زمین سے زیادہ تر خدا تعالےٰ کے وجود پر دلالت
کرتی ہے۔ کیونکہ لوگون نے زمین و آسمان کو بچشم خود خدا کے ہاتھ سے بنتے نہین
دیکھا لیکن وہ بچشم خود دیکھ لیتے ہین۔ کہ خدا تعالیٰ راستباز کے اقبال کی عمارت اپنے
ہاتھ سے بناتا ہے۔ وہ ایک زمانہ دراز پہلے خبر دیتا ہے کہ مین ایسا کرون گا۔ اور
ایسا اس کو بناؤن گا اور پھر باوجود سخت روکون اور شدید مزاحمتون کے جو شریر انسانون
کی طرف سے ہوتی ہین۔ ویسا ہی کر کے دکھلا دیتا ہے۔ حضرت موسےٰ ؑ۔ حضرت عیسےٰ ؑ

حضرت نوح ؑ۔ اور حضرت یوسف اور باقی سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ اللہ وسلام
اس بات کی صداقت کی مثالیں ہیں لیکن ان سب میں سے اصفیٰ اور اعلیٰ مثال
ہمارے سردار نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ اللہ تعالےٰ کے مظہر اتم
تھے۔ اور آپ کی سوانح عمری پر نظر ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کا صاف ہاتھ نظر آتا ہے
آپکا وجود ایک عظیم الشان معجزہ اور آپ کی سوانحمری سب سے بڑی خارق عادت ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یتیم لڑکے تھے۔ جن کا باپ پیدائش سے چند دن
بعد ہی فوت ہوگیا تھا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مرگئی تھی۔ تب وہ بچہ جس کے
ساتھ خدا کا ہاتھ تھا۔ بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا اور
مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے
کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس برس تک پہونچ کر بھی کسی چچا نے آپ کو لڑکی نہ دی۔
کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا۔ آپ اس لائق نہ تھے۔ کہ خانہ داری کے اخراجات کے
متحمل ہوسکیں اور نیز محض اُمّی تھے۔ اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب
آپ چالیس برس کے سن تک پہونچے۔ تو یک دفعہ آپکا دل خدا کی طرف کھینچا
گیا۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے جس کا نام حرا ہے۔ آپ اکیلے وہاں
جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اُسی غار میں
آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے۔ تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ہوا
کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور زمین گناہ سے آلودہ ہو گئی ہے۔ اسلئے
میں تجھے اپنا رسول کرکے بھیجتا ہوں۔ اب تو اور لوگوں کو تنبیہہ کر کہ وہ عذاب سے
پہلے خدا کی طرف رجوع کریں اس حکم کے سننے سے آپ بڑے ڈرے کہ میں
ایک اُمّی آدمی ہوں۔ اور عرض کیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب خدا نے آپکے سینہ
میں تمام روحانی علوم بھر دیئے۔ اور آپ کے دل کو روشن کیا گیا۔ اور سب سے پہلے

جو اللہ تعالےٰ کا کلام آپ پر نازل ہُوا - وہ یہ ہے -

اِقرأ باسم ربک الذی خلق - خلق الانسان من علق - اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم - علم الانسان مالم یعلم ط

پڑھ اپنے پرورش کرنے والے کے نام کے ساتھ وہ جس نے پیدا کیا..... انسان کو خون کے لوتھڑے سے تو پڑھ - پرورش کرنے والا تیرا مُربّی - تیرا سرپرست تیرا محافظ و مددگار الاکرم ہے - جس نے انسان کو علم سکھایا قلم سے اور اس کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا - اب ایک دانا شخص اس بات کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ ایک مصلح یا ریفارمر کے لئے یہ بات نہائت ضروری ہے - کہ اس کا ایک زبردست محافظ اور مددگار ہو - جو اس کو تمام مخالفوں اور دشمنوں سے بچائے اور حفاظت کرے - کیونکہ اگر اس کی جان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو تو وہ اپنے پیغام کو پوری طرح سے نہیں پہونچا سکتا ہے - اس واسطے اللہ تعالےٰ دوسری جگہ فرماتا ہے - بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس - اے ہمارے پیارے رُسول تو لوگوں کو جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اچھی طرح پہونچا دے اور اپنے مخالف وشمنوں سے کوئی خطرہ نہ کر کیونکہ اللہ تعالےٰ تجھے ان لوگوں سے بچائے گا اور ان کے شر سے محفوظ رکھے گا - دوسرے اس کو علم دیا جانا چاہیئے جس سے وہ رُسول لوگوں کو فائدہ پہونچائے اور ان کو جہالت سے نکال کر راہ راست پر لائے - اس واسطے جب ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدہ نبوّت سپرد ہُوا - تو آپ کو مشکلات دیکھ کر گھبراہٹ پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے آپنے اپنی کمزوری کا اظہار کر کے حفاظت اور زیادتی علم روحانی کی استدعا کی - جو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی - اور فرمایا جاؤ دنیا کو ہماری آیات اور احکام پڑھ کر سنا دو - تم کو

ایسا علم دیا گیا ہے جو کبھی کسی انسان کو نہیں دیا گیا۔ اور تمہاری حفاظت اور پرورش کرنے والا رب الاکرم ہے جو تمام چیزوں کا خالق اور مالک ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی چیز ضرر نہیں پہونچا سکتی ہے۔ وہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ وہ بڑے رُعب و جلال اور عزت والا ہے اور اس کے عنایات اور عطایا لامحدود ہیں۔ کوئی تمہارا مخالف خواہ انسان ہو یا شیطان تم پر غالب نہیں آسکے گا اور نہ تم کو ضرر دینے پر قادر ہوگا۔ کیونکہ تم نے رب الاکرم کی گود میں پرورش پائی ہے۔ اب جو شخص اس پیشگوئی اور وحی الٰہی کی عظمت کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت کی حالت کو مدنظر رکھے دوسری طرف دشمنوں کی طاقت اور جوش مخالفت کو دیکھے اور پھر اس بات کو دیکھو کہ یہ وعدہ کس عظمت اور سچائی کے ساتھ پورا ہؤا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا باوجود اُمّی ہونے کے آپ کو قرآن شریف جیسی عظیم الشان کتاب عنائت فرمائی گئی جس کی مثال باوجود بار بار کے تقاضے کے دنیا اب تک پیش نہیں کر سکی۔ اور نہ ہی کر سکے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علے عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ وادعوا شھداکم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین اور فرماتا ہے۔ قل لئن اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ یعنے ان منکرین کو کہدے کہ اگر تمام جن وانس یعنے تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائے۔ کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہیئے۔ تو ہرگز اس بات پر قادر نہ ہونگے کہ ایسی کتاب انہیں ظاہری باطنی خوبیوں کی جامع بنا سکیں۔ اگر وہ ایک دوسرے

کی بھی مدد کریں۔ اور پھر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیئٍ ۔ یعنے اس کتاب قرآن شریف سے کوئی دینی حقیقت باہر نہین رہی ۔ بلکہ جمیع حقائق و معارف دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے ۔ یتلوا صحفاً مطہرۃً فیہا کتب قیمہ ۔ یعنے قرآن شریف مین تمام آسمانی صحیفون کا مغز اور لب لباب موجود ہے ۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے ۔ و لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ و تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ۔ یعنے یہ قرآن جو تمپر اُتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اُتارا جاتا ۔ تو خشوع اور خوف آلہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور یہ مثالین ہم اس لئے بیان کرتے ہین کہ تا لوگ کلام آلہی کی عظمت معلوم کرنے کے لیے غور اور فکر کرین غرض کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہین سکتا ۔ جو پہلے ہی سے قرآن شریف مین درج نہ ہو کوئی فکر ایسی برہان عقلی پیش نہین کر سکتا ۔ جو پہلے ہی سے قرآن شریف نے پیش نہ کی ہو ۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کبھی دل پر ڈال نہین سکتی جیسا قوی اور پُر برکت اثر لاکھون دلون پر قرآن شریف ڈالتا چلا آیا ہے کوئی کتاب پاک لوگون کی ایسی جماعت پیش نہین کر سکتی ہے ۔ جیسا کہ قرآن شریف ہر زمانہ مین پیش کرتا چلا آیا ہے اور اب کر رہا ہے ۔ وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالےٰ کا ایک نہایت مصفا آئینہ ہے ۔ جس مین سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہونچنے کے لئے درکار ہو ۔ یہ تو آپکے علم کا تھوڑا سا بیان ہے ۔ اب حمایت و حفاظت آلہی کو دیکھو ۔ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی والی بات آپکے حق مین کیسی پوری ہوئی ۔ آپکے اس بات کی اشاعت کرتے ہی کہ مجھے تمام دنیا کی اصلاح کا حکم دیا گیا ہے اور تمام جہان کی طرف مین اللہ تعالیٰ کا رسول کرکے بھیجا گیا ہون ۔ تمام لوگ آپکے دشمن ہو گئے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے رنگ کا مین آپ کی مخالفت کا درپے ہو گیا ہے ۔ لیکن تھوڑے

ہی عرصہ مین آپ کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپکے حلقۂ اطاعت مین آنے شروع ہو گئے اور شریر۔ بدمعاش اور بڑے بڑے دنیا دار لوگ اپنی دنیاداری اور وجاہت کے گھمنڈ پر بڑے بڑے جبہ پوش۔ یہودی اور عیسائی اپنے علم کے گھمنڈ پر آپ کی دشمنی اور تکلیف دینے مین اور بھی بڑھ گئے اور ان لوگون نے اپنے تمام جاہ وحشم اور اپنے تمام مکروفریب اور تمام دنیاوی اسباب کے ذریعہ اس بے سرو سامان اور کمزور لیکن رب الاکرم کے بندہ پر حملہ کیا۔ لیکن تمام کو زک اٹھانی پڑی اور خائب وخاسر واپس پھر گئے۔ اور آخر وہی ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تمام عرب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سے گونج گیا۔ اور باطل بمعہ اپنی تمام افواج کے فرعون کی طرح عرب کے ریگستان مین غرق ہوگیا۔ اور قوم کے لوگ جو پہلے یوسف علیہ السلام کے بھائیون کی طرح آپکے خون کے پیاسے تھے۔ آخرکار یہ کہتے ہوئے آپکے سامنے گر گئے تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین (اللہ کی قسم ضرور ضرور پسند کرلیا ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ہم پر اور آپ کا مقابلہ کرنے مین ہم ضرور خطاکار تھے) اور وہ جو کہ مسکین۔ غریب یتیم اور تنہا تھا۔ تمام دنیا کا سردار کہلایا اور ایک قلیل عرصہ مین آپکے پیرو عزت واکرام اور فتح کے جھنڈے اڑاتے ہوئے تمام روئے زمین پر پھیل گئے اور قیصر وکسریٰ جیسے بادشاہون کے ملکون کے وارث ہوئے اور ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کی پیشگوئی ان لوگون کے حق مین ایسی پوری ہوئی۔ کہ کوئی شخص انکار نہین کرسکتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اور اللہ تعالیٰ کی ظاہرا تائیدات اور نصرت اور مدد کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایسا اثر ہوا۔ کہ ان مین تھوڑے ہی دنون مین ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذب انسان اور پھر مہذب انسان سے باخدا انسان بنے اور آخر خداتعالیٰ کی محبت مین ایسے محو ہوئے۔ کہ انہون نے ایک بے حس عضو کیطرح

ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع و اقسام کی تکالیف سے عذاب دئے گئے اور سخت بے دردی سے تازیانوں سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھے کہ ہلاکت تک پہونچائے گئے۔ مگر انہوں نے ہر مصیبت کے وقت قدم آگے ہی رکھا اور بہتیرے ان میں سے ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہتیرے ایسے تھے کہ وہ بچوں کے سامنے سولی دئے گئے اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں۔ اس کا تصور کرکے رونا آتا ہے۔ اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا۔ تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا۔ اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کرکے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی۔ جو بیکس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکہ کی گلیوں میں اکیلا اور تنہا پھرا کرتا تھا۔ آخر کوئی روحانی طاقت تھی۔ جو ان کو سفل مقام سے اُٹھا کر اوپر کو لے گئی۔ پس اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں ہوسکتا کہ کیوں کر ایک غریب اور مفلس اور تنہا بیکس نے ان کے دلوں کو کینوں سے پاک کرکے اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت کے لئے حاضر ہوگئے یہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ایسا معجزہ ہے کہ اس کے بعد انسان کو کامل معرفت الٰہیہ کے لئے اور کسی بات کی ضرورت نہیں رہتی اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی آیتاً لما بین یدیھا و خلفہا کا کام دیسکتی ہے لیکن فطرتاً انسانی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ انسان جلد بھول جاتا ہے اور وہ جو واقعات اس سے پہلے ہو چکے ہیں ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتا اور بعض لوگوں کی سیاہ دلی اور غفلت یہاں تک پہونچ جاتی ہے۔ کہ یہ لوگ انبیاء کی معجزانہ زندگی اور حالات سے انکار کردیتے ہیں۔ اور ظلم اور بے ایمانی سے یہ کہنا شروع

کر دیتے ہیں کہ یہ پرانے لوگوں کے قصے ہیں۔ خدا جانے کہاں تک صحیح ہیں اور اگر خدا تعالیٰ جس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے بندوں پر ظاہر ہوتا ہے اور خود انا الموجود کی آواز سے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ تو اس ہمارے زمانہ میں ایسا کیوں نہیں کرتا اس واسطے ہمیشہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے خلفاء اور مثیل بھیجتا رہتا ہے تاکہ اس غفلت کا وقتاً فوقتاً علاج ہوتا رہے اور وہ لوگ جو ہدایت پانا چاہتے ہیں ان کے لئے ہر وقت ہدایت کا سامان مہیا رہے۔ ہمارے اس زمانہ میں چونکہ کفر کی آواز بہت بلند ہو گئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے سے ہر ایک قوم اور ہر ایک ملت و مذہب کے لوگوں نے انکار کر دیا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور انہوں نے جس طرح پہلے نبیوں نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیا تھا۔ اسی طرح وحی و الہام اور اللہ تعالیٰ کی مقتدر کلام سے جو بڑے بڑے عظیم الشان پیشگوئیوں پر مشتمل تھا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیا اور آپ کے آنے سے جتنے راستباز اللہ کے پیارے اس سے پہلے گذر چکے تھے سب دوبارہ زندہ ہو گئے اور آپ بل جاء بالحق وصدق المرسلین کے مصداق ہوئے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور کے آریوں کے جلسہ میں اپنی معجزانہ زندگی پر اس طرح ریویو فرماتے ہیں۔

"ایسا ہی ایک عظیم الشان نشان خدا کا یہ ہے۔ کہ آج سے ستائیس[۲۷] برس پہلے میں ایک احدٌ من الناس تھا اور ایسا گمنام تھا کہ صرف چند آدمی ہوں گے۔ جو کہ میری صورت کے آشنا ہوں گے اور کسی عزت اور وجاہت کا میں مالک نہیں تھا ان دنوں اسی شہر لاہور میں کئی دفعہ آیا مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے میری وجاہت کے لحاظ سے خود آ کر میری ملاقات کی۔ خاص اس زمانہ میں میں ایسا تھا کہ گویا کچھ بھی نہ تھا اس بات کے گواہ قادیان میں نہ صرف مسلمان ہیں۔ بلکہ آریہ بھی ہیں۔ اسی زمانہ میں خدا نے

میرے آئندہ عروج اور شوکت اور جلال کی خبر دی جو دو سال بعد میری کتاب براہین احمدیہ مین چھپ کر شائع ہو گئی۔ جس کو آج پچیس برس گذرے ہین اور وہ پیشگوئی یہ ہے کہ مین تجھے لوگون کے لئے امام بناؤن گا۔ یعنی تیرے پیرو ہونگے اور تو ان کا پیشوا ہو گا وہ ہر ایک دور دراز راہ سے تیرے پاس آئین گے اور انواع واقسام نقد و جنس تیرے لئے لائین گے مین ایک جماعت کے دلون مین الہام کرون گا۔ تا کہ وہ مالی مدد کرین جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور ایک دنیا ہماری طرف رجوع لے آئیگی۔ تب یہ کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا۔ جو آج پورا ہوا اور تجھے چاہیئے۔ کہ جب خدا کی مخلوق تیری طرف رجوع کرے تو...... ان سے بدخلقی نہ کرنا اور نہ انکی کثرت کو دیکھ کر تھکنا۔ مین اپنی طرف سے دلون مین تیری محبت ڈالونگا تا تو میری آنکھون کے سامنے پرورش پاوے۔ سو ایسا ہی ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد خدا نے میری محبت دلون مین اس قدر ڈال دی۔ کہ علاوہ مالی مدد کے بعض نے میری راہ مین مرنا بھی قبول کیا اور سنگسار کئے گئے۔ مگر دم نہ مارا اپنی جان میرے لئے چھوڑ دی مگر مجھے نہ چھوڑا اور بعض نے میرے لئے دکھ اٹھائے اور صدہا کوس سے ہجرت کر کے قادیان مین آ گئے اور بعض نے ہزارہا روپیہ میرے سامنے پیش کیا۔ اور جس قدر لوگ بیعت کے لئے قادیان مین آئے وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہونگے ٭ اور جیسا کہ منی آرڈرون سے ثابت ہو سکتا ہے ایک لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ آ چکا ہے اور اب فقط لنگر خانہ کے خرچ کے لئے قریباً پندرہ سو روپیہ ماہوار آتا ہے اور جیسا کہ خرچ بڑھتا جاتا ہے ایسا ہی آمدن بھی بڑھتی جاتی ہے اور یہ عجیب بات ہے۔ کہ اس کی پیشگوئی کے الفاظ سب کے سب قرآن شریف کی عبارتین ہین۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معجزہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور پیشگوئی کے دو پہلو ہین۔ جو تنقیح طلب ہین۔ اول یہ کہ آیا یہ صحیح ہے کہ اس

٭ اور سب بیعت کرنیوالے ملا کر چار لاکھ کے قریب پہنچ گئے ہین۔ منہ

زمانہ مین جس پر پچیس برس سے زیادہ مدت گذر چکی ہے ایسا ہی گمنام اور کس مپرسی مین داخل تھا جیسا کہ مین نے ذکر کیا ہے اور دوسرا امر یہ تنقیح طلب ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ کئی لاکھ آدمی نے اب تک بیعت کی ہے اور اکثر ان کے قادیان مین آئے ہین اور کیا یہ سچ ہے کہ ایک لاکھ یا کچھ زیادہ روپیہ ابتک آچکا ہے سو پہلا امر تنقیح طلب بہت صاف ہے کیونکہ اس ضلع اور امرتسر اور لاہور کے علاوہ دوسرے اضلاع مین کوئی شخص دعوے نہین کرسکتا کہ وہ اطلاع رکھتا ہے کہ اس ابتدائی زمانہ مین یہ عروج اور شہرت اور مالی فتوحات حاصل تھین - اور خوش نصیبی سے اس بات کے گواہ قادیان کے آریہ بھی ہین - جنمین سے ایک کا نام شرمپت ہے اور دوسرے کا نام لالہ ملاوامل ہے کیونکہ وہ میرے پاس آ جاتے تھے اور ان کو میری تنہائی اور گمنامی کا حال خوب معلوم تھا اور جب امرتسر مین میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی تو اتفاقاً بعض دفعہ وہ میرے ساتھ امرتسر گئے تھے ایسا ہی قادیان کے تمام باشندے گواہ ہین اور دوسرا امر تنقیح ایسا ہی بدیہی اور صاف ہے جس سے گورنمنٹ بھی بیخبر نہین وہ یہ کہ تمام پنجاب اور ہندوستان مین ہماری جماعت پھیلی ہوئی ہے اور ریاست کابل مین بھی ایک کثیر جماعت ہماری ہے اور جیسا کہ مین نے بیان کیا مالی فتوحات کے لئے سرکاری ڈاک خانہ کافی گواہ ہے اور یاد رہے کہ یہ پیشگوئی دراصل ستائیس برس کی ہے نہ پچیس برس کی - اور پچیس برس صرف براہین احمدیہ کے چھپنے پر گذرے ہین اور مدت تک یہ مسودہ التوا مین رہا ہے اس شخص کو اس پیشگوئی کا مزہ آئے گا - جو ان دونون تنقیح طلب امور کی اوّل تحقیق کریگا اب مین پوچھتا ہون کہ کیا اس قدر عظیم الشان غیب انسانی قدرت مین داخل ہے اگر داخل ہے تو دنیا مین اسکی

نظیر کہاں ہے۔"

چونکہ مضمون لمبا ہے اور ایک بلکہ دو رسالوں میں بھی آنا مشکل ہے اس لئے اس کے ٹکڑے کر دئے گئے ہیں اس کا دوسرا حصہ انشاء اللہ اگلے رسالہ میں شائع کردیا جائے گا۔

نوٹ

بعض لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے بعض پیشگوئیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اکثر اور محکم حصہ کو چھوڑ جاتے ہیں ان کو چاہیئے کہ ملہمین کی زندگی پر وسیع نظر ڈالدیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ وہ ہمیشہ اپنے اصل مقصد میں کامیاب اور ان کے مخالف ناکام ہوتے ہیں اور آخرت ہمیشہ متقی کے لئے ہوتی ہے۔

انجمن تشحیذ الاذہان کی تیسری سالانہ رپورٹ

بابت ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء

"یہ وہ رپورٹ ہے جو انجمن کیطرف سے سالانہ جلسہ تشحیذ الاذہان میں پڑھی گئی اور یہ اسجگہ اسلئے درج کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ انجمن کیا کچھ کر رہی ہے اور قوم ان کے کاموں میں کہاں تک اعانت کرتی چاہیئے۔ (جائنٹ ایڈیٹر)"

غالباً آپ سب صاحبان واقف ہوں گے کہ انجمن تشحیذ الاذہان کیا چیز ہے اس لئے اس امر پر کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے ہاں مختصراً یہ عرض کیا جاتا ہے کہ دسمبر ۱۹۰۵ء کے آخر میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر باجازت حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نوجوانان سلسلہ عالیہ احمدیہ کو تقریر و تحریر مین مشاق کرنیکی غرض سے یہ انجمن قائم ہوئی ہے اور بڑے غور و فکر کے بعد یہ مناسب سمجھا گیا کہ نوجوانان سلسلہ احمدیہ کو تقریر مین مشاق کرنے کے لئے قادیان دارالامان مین اس انجمن کی کثرت سے جلسے دئے جایا کرین۔ جس مین ممبران انجمن کے علاوہ دیگر احباب بھی لیکچر دین اور سنین اور تحریر مین مشاق کرنے کے لئے انجمن کے اہتمام مین ایک رسالہ لکھتے رہین اور اس طرح انکو تحریر مین مشق ہو جائے۔ اس تجویز کے مطابق ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا گیا ۱۹۰۶ء کے آخر پر جب رسالہ ایک سال شائع ہو چکا انجمن نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو ماہوار کر دیا جاوے۔ چنانچہ اب یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے جس کا نام رسالہ **تشحیذالاذہان** ہے۔

۱۳۲۶ھ مین انجمن نے مندرجہ ذیل کام قابل ذکر کئے ہین۔ اول پندرہ روزہ جلسے دوم۔ اشاعت رسالہ تشحیذالاذہان۔ سوم۔ دارالکتب احمدیہ کا اجراء۔ اس لئے آسانی کے لئے ان مین سے ہر ایک امر کے متعلق کچھ علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

پندرہ روزہ اجلاس

سال زیر رپورٹ مین ۱۸ جلسے ہوئے ہین کیونکہ بعض دفعہ بعض مجبوریون کی وجہ سے نہین ہو سکے۔ یہ امر کہ ان جلسون سے کیا فائدہ ہوا۔ ظاہر ہے۔ اور آپ ہی صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمدؐ کی صاحب کی تقریر سے اندازہ لگا سکتے ہین۔

آپ صاحبان مین سے جنہون نے صاحبزادہ صاحب کی سب سے پہلی تقریر سنی ہوگی وہ اندازہ لگا سکتے ہین کہ صاحبزادہ صاحب کی پہلی تقریر[ط] اور آج کی تقریرین کتنا فرق ہے

[ط] یہ تقریر گذشتہ پرچہ مین چھپ چکی ہے۔ سکرٹری

نمونہ ہین سے آپ صاحبان کے پیش کر دیا ہے اب آپ سب صاحبان تخمینہ لگا سکتے ہین کہ ان جلسون سے کیا فوائد ہین جن کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے۔

(۲) اشاعت رسالہ تشحیذالاذہان

گذشتہ سال مین رسالہ بعض وجوہات سے بیوقت نکلتا رہا اور انتظام رسالہ مین بعض نقص تھے۔ جن کے رفع کرنے کے لئے گذشتہ سالانہ جلسہ مین وعدہ کیا گیا تہا۔ خدا تعالےٰ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے ہمین وعدہ پورا کرنے کی توفیق دی آپ صاحبان مین سے بہت سے احباب کو جو رسالہ کو خریدتے یا پڑہتے ہین۔ معلوم ہوگا کہ امسال زیر رپورٹ مین رسالہ کا انتظام بہت اچھا رہا ہے۔ رسالہ عمدگی سے چھپتا رہا اور وقت پر شائع ہوتا رہا سال گذشتہ کے وعدہ کے مطابق انجمن تشحیذالاذہان نے رسالہ کو ہر طرح مفید بنانے کی کوشش کی اور جہان تک ہوسکا اس کی طرف توجہ کی گئی۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر مخالفین کے اعتراض مین حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمدؐ صاحب نے ایک بڑا مبسوط مضمون لکھا۔ جو ایک ہی نمبر مین شائع ہوا۔

مضامین رسالہ۔ اس رسالہ کے مضامین کی عمدگی کے لئے اس سے بڑھ کر کیا امر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ موافقین کے علاوہ مخالفین نے بہی اس کو پسند کیا ہے چنانچہ اخبار وکیل امرتسر نے ایک مضمون سالم کا سالم اپنے پرچہ مین نقل کیا ہے۔ جس کا ہیڈنگ "کیا تلوار کے زور سے اسلام پھیلا ہے؟" ہے ازقلم صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمدؐ صاحب! ایک عظیم الشان انقلاب۔ حقانیت اسلام بجواب نو اسلام۔ محمود اور محمدی مسیح کے دشمنون کا مقابلہ۔ حضرت اقدس کی وفات پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب مین لکہا گیا تہا۔

حضرت اقدس کی وفات پر بعض اخبارون کی رائے اور عصر جدید کا جواب۔ ڈائری و مکتوبات۔

ازقلم حافظ عبد الرحیم صاحب۔ عید اضحیٰ۔ کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے قدرت ثانیہ (بجواب تجلی) حیدرآباد دکن مین سیلاب۔

ازمولوی فضل دین صاحب۔ حل چیستان ۲

ازمولوی عبد السلام صاحب ساکن کاٹھگڈھ۔ گائے کا اندیشہ۔ یسوع کی ناکامی

ازبابو برکت علی صاحب ساکن شملہ۔ حقیقت معجزہ۔

آمد و خرچ رسالہ

سال زیر رپورٹ مین چونکہ خاص طور پر رسالہ کو مفید بنانے کی کوشش کی گئی تہی اس لئے بعض موقعوں پر بہت سے زائد اخراجات اٹھانے پڑے۔ مثال کے طور پر یہ عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جب مخالفین نے اعتراض کئے۔ تو انجمن نے بنی اسنورہ قومی خدمت کو اپنا فرض سمجھ کر ایک بڑا بسیط مضمون شائع کیا۔ جس پر معمولی اخراجات سے یکصد روپیہ کے قریب زائد اخراجات ہوئے کیونکہ یہان جلدی مین تیار نہ ہوسکتا تہا۔ ایک آدمی کو لاہور مین خاص انتظام کے لئے بھیجا گیا اور اس طرح بہت کچھہ خرچ کرنا پڑا۔ پھر ایک موقعہ پر کسی صاحب کی تحریک پر کہ چونکہ انجمن تشحیذ الاذہان کا ہر ایک کام دین کے لئے ہوتا ہے اور چونکہ دین اسلام کے پیروؤن کو سن ہجری سے ایک خاص تعلق ہے۔ اس لئے قمری مہینون کے مطابق یہ رسالہ شائع ہونا چاہیے انجمن نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو قمری مہینون کے

مطابق شائع کرنا شروع کر دیا۔ جس سے انجمن کو ایک ماہ کے زائد اخراجات کا متحمل ہونا پڑا۔ اس طرح پر خرچ آمد سے بڑھ رہا ہے۔ رسالہ کی آمد سال زیر رپورٹ میں مبلغ [illegible] کے قریب آمد ہوئی اور مبلغ [illegible] کے قریب خرچ ہوا۔ ابھی پرچہ نمبر ۱۲[1] کے اخراجات اس میں شامل نہیں ہیں۔ اس حساب سے قریباً مبلغ [illegible] کی کمی رہی۔ اس کمی کی صرف یہ وجہ نہیں ہے جو میں نے اوپر ذکر کی ہے۔ بلکہ ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ خریداروں کی طرف قریباً اتنی ہی رقم باقی ہے۔

صاحبان! آپ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جس رسالہ کی اتنی محدود اشاعت ہو۔ اور ہر سال مبلغ [illegible] روپیہ کا نقصان پڑے تو یہ نقصان کس طرح پورا ہو سکتا ہے اور یہ نقصان صرف [illegible] روپیہ تک محدود نہیں ہے بلکہ ابھی اس میں نمبر ۱۲ کا خرچ بھی ...... شامل ہونا ہے۔ لہذا اس امر میں انجمن کو آپ کی اعانت کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

(۳) دار الکتب احمدیہ

سال زیر رپورٹ میں انجمن تشحیذ الاذہان نے ایک کتب خانہ کھولا ہے جس کیلئے قوم کی مدد کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے

---

[1] ۔ پرچہ نمبر ۱۲ پر مبلغ [illegible] روپیہ کے قریب خرچ ہوا ہے اور اگر اس کمی کو مبلغ [illegible] روپیہ سے ملایا جاوے تو گویا سال زیر رپورٹ میں مبلغ [illegible] روپیہ رسالہ کو نقصان رہا

مرکز قادیان دارالامان مین کتنی بڑی لائبریری کی ضرورت ہے۔ اور یہ کام عالی حوصلہ احباب کی مدد کے بغیر مشکل ہے۔ دارالکتب کے لئے حضرت اُمُّ المؤمنین نے ایک بڑا وسیع مکان انجمن کو بنوا کر دیا ہے۔ جس کے لئے انجمن آپ کی ازحد ممنون ہے۔ حضرت امیرالمؤمنین نے عــہ اور اپنا کتب خانہ اس انجمن کو دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی طرح پر نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے اس مد مین مبلغ صــہ روپیہ دیئے اور کتب کے دینے کا وعدہ فرمایا ہے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے اس مد مین ایک بڑی رقم عنائت فرمائی۔ ان کے علاوہ صاحبزادہ میرزا بشیر احمدؐ صاحب۔ میر محمد اسحٰق صاحب۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے چندہ عنائت کیا۔ مفتی محمد صادق صاحب اور عرب عبدالمحی صاحب نے کتب عنائت فرمائین اور شیخ یعقوب علی صاحب نے کتابین دینے کے علاوہ الحکم کے سالقہ بیش بہا اخبارون کے فائل عنائت فرمانے کا بھی وعدہ کیا ہے صدر انجمن احمدیہ نے اپنے بک ڈپو کی تمام فروختنی کتب کی ایک ایک جلد عنائت کی ان کے علاوہ اور بھی بہت سے احباب نے مدد دی ہے۔ جن مین سے ہر ایک کا ذکر طوالت کے خوف سے نہین کیا جاتا۔ انجمن ہر ایک صاحب کی تہ دل سے شکر گذار ہے اور امید کرتی ہے کہ آپ صاحبان اس کام مین مدد فرمائین گے۔

کتب خانہ مین سلسلہ احمدیہ کی قریباً تمام کتابین موجود ہین۔ ان کے علاوہ بھی اور بہت سی کتابین ہین۔ چونکہ یہ ایک قومی کام ہے اس لئے ان تمام احباب کی خدمت مین جنھون نے کچھ کتابین تصنیف کی ہین یا جو آئندہ تصنیف کرنا چاہتے ہین۔ عرض ہے کہ براہ مہربانی اپنی اپنی کتاب کی ایک ایک کاپی بھیج کر ممنون فرمائین۔

شکریہ

انجمن ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتی ہے جنہوں نے وقتاً فوقتاً انجمن کو کسی طرح مدد دی ہے سب سے بڑھکر حضرت امیر المومنین کا جو اس انجمن کے مربی ہیں جنہوں نے خود انجمن کے کاموں میں حصہ لیکر ہماری حوصلہ افزائی کی اور ہر طرح سے ہماری مدد کرتے رہے آپ کے بعد حضرت ام المومنین کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے دفتر اور کتبخانہ کے لیئے ایک مکان چھ سو روپیہ کے قریب خرچ کر کے بنوا دیا اور اس سے انجمن کو بہت بڑی امداد ملی آپ کے بعد نواب محمد علیخان صاحب ہیں جنہوں نے صہ/ اپنی گرہ سے دینے کے علاوہ کتابوں کی دینے کا بھی وعدہ فرمایا آپ کے بعد حضرت مولوی محمد علیخان صاحب ہیں جو اپنے مفید مشوروں سے وقتاً فوقتاً مستفید کرتے رہے آپ کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب قابل شکریہ ہیں جنہوں نے رسالہ تشحیذ الاذہان کے متعلق اپنے اپنے مفید ریویو کیئے اور اپنے مفید مشوروں سے انجمن کی مدد کرتے رہے پھر ان تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے ممبران انجمن اور خریداران رسالہ مہیا کیئے انکے علاوہ وہ احباب بھی قابل شکریہ ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً خطوط لکھکر ہماری حوصلہ افزائی کی مثلاً مرزا محمد افضل بیگ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ قصور ضلع لاہور اور منشی عبد الخالق صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مظفر نگر بالآخر ان تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح ہماری امداد کی جزاہم اللہ احسن الجزاء

خاتمہ رپورٹ

رپورٹ کے آخر پر اس امر کا بیان کرنا ضروری سمجھا گیا ہے کہ آئندہ سال انجمن کا کام کن کن احباب کے سپرد ہوگا - اور آئندہ سال کے لئے بجٹ کیا تجویز ہوا ہے۔

عہدیداران انجمن برائے ۱۳۲۷ھ

انجمن تشحیذ الاذہان نے ۱۳۲۷ھ کے لئے مندرجہ ذیل عہدہ داران تجویز کئے ہیں

(۱) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب - پریذیڈنٹ انجمن

(۲) افسر کتب خانہ (۳) ایڈیٹر رسالہ

(۲) حافظ عبد الرحیم صاحب (۱) سکرٹری (۲) ناظر انجمن (۳) جائینٹ ایڈیٹر رسالہ

(۳) شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی (۱) جائنٹ سکریٹری (۲) اسسٹنٹ ایڈیٹر

(۴) منشی عبد الخالق صاحب جائینٹ مینجر رسالہ

(۵) منشی اکبر شاہ خان صاحب نائب افسر کتب خانہ

(۶) پیر مظہر قیوم صاحب محاسب

(۷) شیخ عبد الرحمن صاحب سابق لاہوری افسر منتظم اجلاس پندرہ روزہ

(۸) منشی محمد اشرف صاحب امین

بجٹ سالانہ

انجمن تشحیذ الاذہان نے ۱۳۲۷ھ کے لئے مندرجہ ذیل بجٹ تجویز کیا ہے۔

(۱) تخمینہ بجٹ خرچ ۱۳۲۷ھ حسب ذیل ہے

مدکلاں	مدخورد	تفصیل	خرچ: تفصیل	خرچ: مدخورد	خرچ: مدکلاں	کیفیت
رسالہ					۱۴۸۳	
	عملہ			۳۴۰		
		محرر	۲۴۰			
		چپڑاسی دفتری	۱۰۰			
	طبع رسالہ			۷۰۰		
		کاغذ	۳۰۰			
		چھپوائی	۲۵۰			

(۱) تخمینہ بجٹ خرچ سنہ ۲۷ سواء حسب ذیل ہے

مد کلاں	مد خورد	تفصیل	خرچ: تفصیل	خرچ: مد خورد	خرچ: مد کلاں	کیفیت
		کتابت	۱۵۰			
	سائرہ خرچ			۱۸۸		
		دفتر مینیجر	۷۵			
		دفتر ایڈیٹر	۱۸			
		دفتر سیکریٹری	۲۵			
		دفتر محاسب	۷۰			
	ٹکٹ روانگی رسالہ			۱۸۰		
	اسباب			۵۰		
	کتب و اخبارات رسالہ			۲۵		
کتب خانہ					۴۹۰	
	عملہ کتبخانہ	چپراسی وغیرہ	۶۰	۶۰		
	کتب			۳۰۰		
		خرید کتب جدید	۲۵۰			
		مرمت کتب سابقہ	۵۰			
	اسباب			۵۰		
	کرایہ			۶۰		
	سائرہ متفرق			۲۰		

(کل میزان جمع ۱۹۷۳ ایکہزار نوسو تہتر روپیے صرف)

(ب) تخمینہ بجٹ آئندہ سنہ ۱۳۲۷ھ حسب ذیل ہے۔

مد کلان	مد خورد	آمد مد خورد	آمد مد کلان	کیفیت
رسالہ			۱۵۰۰	
	فروخت رسالہ	۱۳۰۰		
	چندہ ممبری			
کتب خانہ	امانت لائبریری	۵۰۰	۵۰۰	

کل میزان ۲۰۰۰ (دو ہزار روپیہ)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والسلام۔ (سکرٹری)

یہ بجٹ از ابتدائے ذوالحجہ سنہ ۱۳۲۶ھ لغایت آخر ذوالحجہ سنہ ۱۳۲۷ھ یعنی تیرہ ماہ کا ہے۔

سکرٹری

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر و پرنٹر چھپ کر شائع ہوا

اور باشندگان قادیان کو خوش رکھنا یہ ایسی باتیں نہیں کہ جنکو آپکے ہمعمر نوجوان کا مجمع یعنی انجمن تشحیذ الاذہان
کبھی فراموش کر سکے گو آپ آنکھوں سے دور ہونگے مگر دل سے ہرگز دور نہ ہونگے گو آپ قادیان کے صحن بورڈنگ اور کرکٹ فیلڈ
میں چلتے پھرتے نظر نہ آئینگے مگر آپ لوگونکی صورتیں ہماری آنکھوں میں ضرور پھرتی رہینگی گو آپسے ہر وقت ملاقات کے موقعے
ہمکو میسر نہ رہینگے لیکن یقین ہے کہ نصف الملاقات سے آپ ہمکو ضرور مسرور کرتے رہینگے اس بات کو کون نہیں
جانتا کہ دنیا میں ہمارے قومی سکول تعلیم الاسلام کی بڑی عظمت ہے۔ آپ لوگ اس سکول کے گل سرسبد ہیں دیگ کے
تمام چاولوں کا اندازہ کرنیکے لئے ایک یا چند ہی چاول دیکھے جاتے ہیں کہ کیسے تیار ہوئے ہیں پس جو لوگ
یہاں سے رخصت ہونیوالے اور دنیا میں اپنے اثرات کو پھیلانیوالے ہیں وہ دیگ کے انہیں چند چاولوں کی مانند ہیں
ایک پست فطرت اور بیوفا اور رذیل انسان کہہ سکتا ہے کہ ہمکو اپنے کام سے کام اور اپنے مطلب و نفع سے غرض
اس بات کا خیال رکھنے سے کیا فائدہ کہ تعلیم الاسلام بدنام ہو یا نیکنام لیکن ایک شریف الطبع اور باغیرت و باوفا
ہرگز ہرگز ایک منٹ کیلئے بھی اس پاجیانہ اور سفیہانہ خیال کو اپنے دل کے کسی گوشہ میں جگہ دے نہیں سکتا۔
اسجگہ مذہبی تعلقات کا ذکر کرنیکی ضرورت اسوجہ سے نہیں معلوم ہوتی کہ ممکن ہے کہ آپ لوگوں میں بعض ایسے بھی ہوں جو ہمارے
مذہبی سلسلہ سے تعلق نہ رکھتے ہوں اور ہمارے عقائد و خیالات کے ہم آہنگ نہ ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ کیا ایک با اخلاق انسان
سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ جس ہانڈی میں کھائے اسی میں چھید کرے؟ ہمکو یقین ہے اور کامل یقین ہے کہ آپ
لوگ قادیان اور قادیان کے دار العلوم تعلیم الاسلام کی لاج رکھنے والے اور اپنے ماسٹروں اور مدرسہ کے نام روشن کرنیوالے
اور یہاں کی اخلاقی تعلیم نہ بھلا دینے والے ہونگے اسقدر کہنے نہیں رہا جاتا کہ آپ لوگوں میں اکثر ایسے ہیں۔ جو
روحانیت کے ایسے اعلیٰ مدارج پر پہونچے ہوئے ہیں کہ جسوقت مخلوق خدا میٹھی نیند کے مزے لیتی ہوئی ہوتی ہے وہ نماز
تہجد کے لئے ٹھنڈے پانی سے وضو کرکے اور اپنے مصلوں پر جناب باری کے آگے راز و نیاز یعنی نماز
میں مصروف ہوتے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ لوگونکی قوت قدسیہ کالج کی مادہ پرست سوسائیٹیوں سے مغلوب ہو جاتی
ہے۔ یا دوسرے مادہ پرستوں کو خدا پرست بناتی ہے شیخ سعدی رح نے ایک قطعہ لکھا ہے کہ ؎
صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ ∴ بشکست عہد صحبت اہل طریق را ∴ گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود ∴ تا کرد اختیار ازاں این فریق را
گفتم او گلیم خویش بدر میبرد ز موج ∴ وین جہد میکند کہ بگیرد غریق را ∴ پس اسوقت تو آپ گلیم خویش بدر میبرندوں کے مصداق تھے

اب یہ دیکھنے کا وقت آیا ہے کہ آپ کتنے ڈوبتے ہوؤں کو بچاتے ہیں ہمارے اس اسکول کی جسقدر شہرت ہے اسی قدر ہمارے اسکول سے نکلنے والوں کو مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا اور قسم قسم کے سوالات کا جواب دینا پڑتا ہے یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ انٹرنس کا امتحان دینے کے بعد ہی استقلال و شجاعت اور استقامت و عقد ہمت کا امتحان بھی ضرور دینا پڑتا ہے۔ ہم خدا تعالےٰ سے درد دل کیساتھ دعا مانگتے ہیں کہ وہ آپکو دونوں امتحانوں میں کامیاب کرے خدا کرے آپ میں سب ہی ایسے ہوں جو یہ کہنے اور کر کے بھی دکھانیوالے ہوں کہ

ما نہ آنیم کہ کوہ کنیم گر کار افتد ۞ از خروشے بشگافیم دل خارا را ۞

تشحیذ الاذہان نوجوانوں کی انجمن ہے اور آپ جیسے ذی حوصلہ اور باعلم اور جفاکش نوجوانوں سے تشحیذ الاذہان کو بڑی بڑی امیدیں ہیں دیکھئے آپ لوگ یہاں سے جدا ہو کر کہانتک اس اپنی انجمن کا خیال رکھتے ہیں اور کسقدر دلچسپی لیتے ہیں انجمن آپ لوگونکو اپنا قیمتی دوست سمجھتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمدردی کے لئے مستعد رہنے والی ہے غرضیکہ تعلقات اور مودت اور اخوت کا رشتہ آپ کے اختیار میں ہے خواہ آپ اسکو مضبوط کریں یا توڑ دیں۔ ع

چنین کہ نخل بلند است و ناپدید ا ۞ ز میوہ تا نہ فتد خود ز دست خسار چہ حظ

عریضہ

ممبران تشحیذ الاذہان۔ بقلم اکبر شاہ خان ممبر تشحیذ الاذہان ۲۵۔ فروری سنہ ۱۹۰۶ء

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدیہ انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں چھپا

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يامرون
بالمعروف وينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے
اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں۔

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

جلد ۴ | ایڈیٹر۔ صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۴

بابت ربیع الاول ۱۳۲۷ھ | مطابق اپریل ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

چوہدری فتح محمد صاحب متعلم بی۔اے کلاس لاہور

جائنٹ ایڈیٹر

شیخ عبد الرحمٰن صاحب نومسلم لاہوری
نائب افسر دار الکتب احمدیہ
سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان
محاسب انجمن تشحیذ الاذہان

باہتمام حافظ عبد الرحیم مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۷ ہجری کو قادیان
سے شائع ہوا

قیمت سالانہ ... ... ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ٭

اشتہار عام معترضین کی اطلاع کیلئے

انجمن تشحیذ الاذہان نے یہ ارادہ کیا ہے کہ موجودہ زمانہ مین جس قدر مختلف رائے کے آدمی اسلام پر یا تعلیم قرآنی پر یا ہمارے سید و مولےٰ جناب عالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہین یا کچھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق نکتہ چینیان کر رہے ہین یا جو کچھ بانیٔ سلسلہ عالیہ کی ذات اور آپ کے الہامات اور الہامی دعاوی کی نسبت ان کے دلوں مین شبہات اور وساوس ہین ان سب اعتراضات کو رسالہ تشحیذ الاذہان مین معہ انکے جوابات کے شایع کیا جایا کرے لہذا عام طور پر تمام عیسائیون اور ہندوؤں اور آریون اور یہودیوں اور مخالف الرای مسلمانون وغیرہ کو مخاطب کر کے اشتہار دیا جاتا ہے کہ ہر شخص جو اسلام کی نسبت یا قرآن شریف اور ہمارے سید اور مقتدا خیر الرسل کی نسبت یا خود سلسلہ عالیہ اور اسکے بانی کی نسبت کچھ اعتراض رکھتا ہو تو اگر وہ طالب حق ہے تو اسپر لازم و واجب ہے کہ وہ خوشخط قلم سے تحریر کر کے خاکسار مشتہر کے پاس بھیجدے تا ان تمام اعتراضات کا بالترتیب مفصل جواب دیا جاوے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۔

سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور

خدمت اسلام

(سلسلہ کیلئے دیکھو پرچہ ماہ صفر المظفر ۱۳۲۸ھ)

[انجمن تشحیذ الاذہان کے مایہ ناز ممبر چوہدری فتح محمد صاحب کے منہ سے جھڑے ہوئے پھول اور کان قلم سے نکلے ہوئے جواہرات جو تشحیذ الاذہان کی گذشتہ اشاعت کی کشتی میں لگاکر ناظرین کی خدمت میں پیش کرنیسے باقی رہ گئے تھے وہ اب پیش کئےجاتے ہیں خدا کرے ہم میں بہت سے چوہدری فتح محمد پیدا ہوجائیں جن کے پہلوؤں میں زندہ دل اور دلوں میں درد اور درد میں دعا اور دعا میں اثر ہو۔ (آمین) ایڈیٹر]

اس طرح منکرین وجود الٰہی و منکرین الہام و وحی پر حجت پوری کرکے آپ عیسائیوں اور آریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور عقلی اور نقلی دلایل اور اپنی استمراری کوششوں اور دعاؤں ہی اُنکا ایسا سر کچلا کہ اب ان دونوں دشمنوں کو بجائے اسکے کہ اسلام پر حملہ آور ہوں خود اپنی ہی فکر پڑگئی ہے خواہ عام لوگ اسوقت اسبات کو چھپائیں مگر بیدار دلوں نے اسبات کو اچھی طرح محسوس کرلیا ہے کہ یہ دونوں مذہب ایسے زخم خوردہ شکار کی طرح ہیں

جسکا شکاری اگر تعاقب بھی نہ کرے تو بھی خود بخود اپنے زخموں میں گھل گھل کر مر جائیگا۔

اول ہی دل جب ان لوگوں سے بحث شروع ہوئی تو الٰہی کتاب کے بعض معیار ان کے سامنے پیش کئے گئے جن سے نہ تو وہ انکار کر سکتے تھے اور نہ اپنی کتابوں کا منجانب اللہ ہونا ثابت کر سکتے تھے چنانچہ عبداللہ آتھم سے بحث کرتے وقت آپ فرماتے ہیں "آسمانی کامل کتاب کا ایک یہ نشان ہے کہ وہ اپنے دعووں اور دعویٰ کے دلائل خود پیش کرے تا اس حی قیوم کی کتاب دوسرے کے سہارے کی محتاج نہ ہو اگر وہ کتاب اعلیٰ صداقتیں پیش کرے۔ تو صداقتوں کے دلائل بھی آپ دے اور اگر کسی بطلان کا بیان کرے تو وجوہ بطلان بھی اپنے دلائل نیرہ سے بتا دے" پھر اپنی تمام بحث میں اسی اصول کو برتا اور قرآنی آیات سے اس بات کا ثبوت دیا کہ قرآن شریف واقعی اس معیار کے مطابق من جانب اللہ ثابت ہوتا ہے لیکن مد مقابل ایک لمحہ کے لیے بھی اس معیار کے مطابق نہ چل سکا اور اس میدان کا مرد نہ بن سکا اسنے اپنی کمزوری اور اضطراب سے ظاہر کر دیا کہ وہ آگے بحث چلانے کے بالکل نا قابل تھا اور نہ کوئی عیسائیوں میں سے عبداللہ آتھم کا خلیفہ پیدا ہوا جو اس سیاہ داغ کو عیسائیت کے منہ پر سے دھو سکے اور نہ آیندہ ہوگا یہ واقعی سچ ہے کہ کوئی کتاب بائبل وید یا کوئی اور اس معیار میں قرآن شریف کے ساتھ پوری نہیں اتر سکتی والحمد للہ علیٰ ذالک ۔ الٰہی کتاب کا دوسرا معیار یہ ٹھہرایا کہ اس میں ایک زبردست قوت ہو جو اپنے پیروی کرنیوالون کو ظنی معرفت سے یقینی معرفت تک پہنچا دے اور وہ اسطرح ہے۔ کہ جب ایک انسان کامل طور پر کلام الٰہی کی پیروی کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس ایمان غیب کے بدلہ میں خود اسکے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے اور خدائی تائیدات معجزات کے رنگ میں اسکو دکھائی دیتی ہیں اللہ تعالےٰ اپنی اسلام کے ذریعہ سے غیبی امور پر اسکو اطلاع دیتا ہے اور پھر آنحضور نے اپنے وجود کو پیش کر کے ثابت کیا کہ قرآن شریف کسطرح اصل غرض کتاب اللہ کو پورا کرتا ہے اور کتابیں بالکل اسبات سے قاصر ہیں کیونکہ نہ تو

وہ اپنی پیروی کرنیوالوں کو ایسا وعدہ دیتی ہین اور نہ اسلام کے سوائے کسی اور مذہب مین تازہ بتازہ نشان دکھلائے جاتے ہین اور پھر قرآن شریف اللہ تعالیٰ کے صفات و اسماء پر ایسی خوبی سے بحث کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت محبت اور خشیت انسان کے دل مین بیٹھ جاتی ہے اور بے اختیار انسان اللہ تعالےٰ کی طرف کھینچا جاتا ہے پھر آپنے عیسائیوں کے مقابلہ مین وفات مسیح کا مسئلہ پیش کیا ہے حضرت مسیحؑ کا بجسد عنصری زندہ مانا جانا عیسائیوں کے عقیدہ کی بہت بڑی تائید تھی مسیح کو بھی قیوم خدا کی طرح حی قیوم مانا گیا تھا اس سے پہلے عیسائی بڑے زور سے کہا کرتے تھے کہ تمہارا نبی مٹی مین ملگیا ہے۔ اور ہمارا نبی زندہ ہے ایک یہ مسئلہ اور دوسرا حضرت مسیح کی معصومیت کا مسئلہ یہ دونوں باتیں ایسی تھیں کہ اس سے یہ لوگ مسیح کی خدائی ثابت کیا کرتے تھے اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی گستاخی کیا کرتے تھے اور بڑی گندی گالیاں دیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو ان باتوں کا کوئی جواب نہیں سوجھتا تھا آپنے یہ ثابت کر کے کہ تمام نبی ایک طرح زندہ ہی ہیں خاص مسیح مین کوئی خصوصیت نہیں اور تمام نبی معصوم ہیں مسیح میں کوئی خصوصیت نہیں۔ ہاں اگر ہے تو ہمارے سید و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے حضرت مسیح موعودؑ نے اس معاملہ کے متعلق ۱۸۹۰ء میں کارروائی شروع کی آپنے وہ طریق اختیار کیا جو اب تک کسی کو نہیں سوجھا تھا آپنے معقول طور پر قوم کے سمجھانے کے لیئے مسیح کی وفات کو فلسفیانہ اسلوب اور ڈھنگ پر جدا بیان کیا اور اس بارہ میں ایسی مبسوط بحثیں کیں اور پے درپے متواتر تحریرین لکھین کہ اسوقت تک اشتہارات اور اوراق کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اور اس بات کی یہانتک اشاعت ہوئی کہ ان پڑھ دیہات مین اور متمدن قصبات مین غرض ہر ایک شخص کی زبان پر چڑھ گیا اور زمین و آسمان تک شور پڑ گیا کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح مر گیا مر گیا اور کسی کے جلانے سے وہ اب جی نہیں سکتا اور اسیات مین یہانتک بحث کی کہ عام مولوی لوگوں جنکی

بابت مشہور ہے کہ ”مولوی آں باشد کہ بند نہ شود“) کو بھی آخر بڑی حسرت سے کہنا پڑا۔ کہ اچھا ہم نے مانا کہ مسیح مر گیا تم اپنے مسیح موعود ہونیکا ثبوت دو“ اور اپنے مریدوں میں عام طور پر شائع کر دیا کہ مرزا صاحب کے مریدوں سے کوئی وفات مسیح پر بحث نہ کرے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سر سید بھی مسئلہ وفات مسیح کے قائل تھے اور انہوں نے بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے لیکن یاد رہے کہ سر سید کے اس مسئلہ پر بحث کرنے اور مسیح موعود کے اس مسئلہ پر بحث کرنے مین وہی فرق ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید اور دوسرے بعض عرب داناؤں کی توحید مین فرق تھا ہر ایک عقلمند شخص اس فرق کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ سر سید احمد صاحب نے جہان اور معجزات کا انکار کیا ٹھیک اسی رنگ مین حیات مسیح سے بھی انکار کر دیا جسکا عام مسلمانوں پر کوئی اثر نہ تھا حضرت مولٰنا مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اسبات کو لکھکر یوں بیان فرماتے ہین۔ سر سید کا مسئلہ توفی کی نسبت بحث کرنا چونکہ دینی سچی غیرت اور نبیوں اور صالحوں کیسے عزم اور ایک ظلم عظیم کی بیخ کنی کے لئے پوری عقدہمت اور اسلام کو دین باطل پر غالب کرنیکی بیقرار کر دینے والی غیرت کے تقاضا پر مبنی نہ تھا لہذا انھوں نے عام حکیمانہ رنگ مین اور عام سرسری طور پہ اس مسئلہ کو عام قانون قدرت کیساتھ موافق کرنیکے لئے معقول بحث کر دی اور سید صاحب نے اعتقاد پر قایم رہنے کے لئے کوئی استقلال نہیں دکھایا اور نہ اسکی اشاعت کی دھت انہیں لگی اور نہ انہوں نے بجز تفسیروں کے محدود دایرے کے کسی اور وسیع تحریروں کے ذریعہ اسکو شائع کیا اور پھر علاوہ ان نقصوں کے جو سید صاحب کی بحث مین پائے جاتے ہیں یہ ہے کہ انہوں نے مسلمات اسلامیہ کو مدنظر نہیں رکھا اور لغت عرب اور دواوین عرب اور نصوص قرآنیہ اور نصوص حدیثیہ کی بنا پر اسبارہ مین بحث نہیں کی لیکن اپنے خیالات کو صرف فلسفیانہ دایرہ مین محدود رکھا ہے اور بالخصوص بڑا اور نا قابل در گذر نقص یہ ہے کہ مسئلہ توفی کو عام مسلمانوں کے ذہن مین راسخ کرنے اور انکو کلمہ توحید

پڑھانے مین انھوں نے کچھ بھی کوشش نہیں کی جس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کو بسبب کوتاہ اندیشی اور ناعاقبت اندیشی کے مہتم بالشان نہیں سمجھا!

بخلاف اسکے حضرت مرزا صاحب نے اس مسئلہ کے اثبات کے لیئے وہ جوش حقانیت دکھایا اور فوق عادت استقلال دکھلایا کہ جس کی نظیر کسی مجدد اور مصلح مین پائی نہیں جاتی آجتک فارسی عربی اور اردو زبان مین بہت سی کتابین اور اشتہار اس مسئلہ کے متعلق شایع کیئے کوئی اشتہار ایسا نہیں جس مین وفات مسیح پر بحث کی ہو مخالفین نے دھمکیان دین اور منصوبے باندھے گورمنٹ کو ابھارا فتوے لگائے مگر وہ مرد میدان ذرا نہیں جھکا اور مطلق نہیں ڈرا اور اثبات مین روز بروز ترقی ہی کرتا گیا پس یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اپنے طور پر کسی اصلاح کا بیڑا اٹھانا اور بات ہے اور خدا کی طرف سے مامور ہوکر اٹھانا اور بات ہے اور مامور من اللہ ہی دنیا کی ٹھیک ٹھیک اصلاح کرسکتا ہے نہ وہ کہ جس کی بنا جذبہ نفسانیت پر یا عادت پر ہو سو مین بڑے زور سے کہتا ہون کہ اب عیسائیون کا خدا مرگیا کسی کے زندہ کرنے سے وہ اب زندہ نہیں ہوسکتا صلیب ٹوٹ گئی اور کسی کے جوڑنے سے نہیں جڑ سکتی مولوی صاحب مرحوم جو بات فرماتے ہین بالکل سچ ہے اور کوئی عقلمند اس بات سے انکار نہیں کرسکتا خود ہماری جماعت کے آدمیوں نے بذریعہ خطوط اور زبانی پادریوں سے پوچھا ہے تو انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ مسیح معمولی آدمیوں کی طرح مرگیا ہے تو ہمارا مذہب بھی ساتھ ہی مرگیا کیونکہ اس سے صلیب کفارہ اور مسیح کی دوبارہ زندگی وغیرہ کے تمام مسایل غلط ثابت ہوجاتے ہین مینے خود ایک بڑے پکے مشنری ہیو صاحب کی کتاب مین جہاں وہ عیسائیت کی موجودہ حالت پر ریویو کرتے ہیں پڑھا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہم عقلی دلائل سے عیسائیت کے اصولوں کو ثابت نہیں کرسکتے لیکن جب تک محققین تاریخی رنگ مین یہ نہ ثابت کردین کہ مسیح صلیب

پر مرا نہ پھر زندہ ہوکر جسم عنصری آسمانوں پر چڑھا تب تک انکا حق نہیں ہے کہ ہمیں عیسائیت کے چھوڑنے پر مجبور کریں اور جب تک یہ بات ثابت نہ ہوجائے ہم عیسائیت کو مانتے رہینگے انکی عبارت کا اصل ترجمہ یہ ہے" اگر وہ واقعات جنکے مطالعہ میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں صحیح واقعات نہیں ہیں اگر مسیح سولی نہیں دیا گیا اور مردوں سے پھر زندہ ہوکر نہیں اٹھا اور خدا باپ کے پاس آسمانوں کو نہیں چڑھ گیا تو پھر کوئی الہام بھی نہیں ہوا۔ اور عیسائیت ان لوگوں کے حملوں کے نیچے یا انکے بعد آنیوالے لوگوں کے حملوں کے نیچے تمام جھوٹوں کیطرح ضرور بضرور تباہ ہوجائے گی اگر مسیح کی زندگی موت دوبارہ زندگی اور صعود تاریخی رنگ میں ثابت نہ ہوں تو عیسائیت کو جھوٹا سمجھکر چھوڑ دینا چاہئے" اب ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ و السلام نے مسیح علیہ السلام کی صرف وفات کو ہی ثابت نہیں کیا بلکہ قرآن شریف انجیل اور تاریخی دلایل سے ثابت کردیا ہے کہ حضرت مسیح کی قبر سرینگر محلہ خانیار میں موجود ہے اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰؑ معمولی نبی تھے اور دوسرے نبیوں کی طرح فوت ہوئے اور زمین میں دفن ہیں تو الوہیت مسیح تثلیث کفارہ وغیرہ۔ تمام باطل ہوگیا اور انکی وفات کے ثابت ہونیسے عیسائیت کا بھی خاتمہ ہوگیا اور اس طرح آپنے معقول طور پر عیسائیت کا جھوٹا ہونا ثابت کردیا۔ دوسری راہ جو آپنے اختیار کی وہ روحانی حملہ ہے اور وہ اس پہلے حملے سے زیادہ سخت اور باطل کی بیخکنی کے لئے زیادہ موثر ہے اس سے آپنے ثابت کردیا کہ روحانی برکات اور آسمانی تائیدات اور اللہ کی نصرت بھی اسلام ہی کے ساتھ ہے اور اسلام ہی میں ہوکر انسان اللہ تعالےٰ کی سچی محبت اور کامل عرفان حاصل کرسکتا ہے اور اللہ تعالےٰ کیساتھ اسی دنیا میں سچا تعلق پیدا کرسکتا ہے اور عیسائی اور عیسائیت اسبات سے بالکل خالی ہیں اور تمام لاف و گزاف نری منہ کی باتیں ہیں۔ ان روحانی تاثیرات میں پہلی بات جو قابل توجہ ہے وہ یورپ اور امریکہ میں عیسائیت سے ارتداد اور مذہبی کھلبلی ہے جب محمدؐ

کے زمانہ میں عربوں کی طبیعت میں خود بخود ہی بُت پرستی کے برخلاف سوالات پیدا ہونے لگے تھے اور طبیعتیں بتوں کی پوجا سے بیزار ہو چلی تھیں اسی طرح اس بروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات اور دعاؤں سے یورپ کے لوگ عیسائیت سے بیزار ہو رہے ہیں اور طبائع میں سچائی کی تلاش کی طرف تحریک ہو رہی ہے اور وہ وقت قریب آگیا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں سچائی پھیل جائے دوسری بات ڈپٹی عبداللہ آتھم اور امریکہ کے جھوٹے نبی ڈوئی کی موت ہے جو آپکے مقابلہ میں آکر واقع ہوئی جب آنحضور عبداللہ آتھم کے ساتھ امرتسر میں بحث کر رہے تھے اسوقت عبداللہ آتھم اور اسکے ساتھی عیسائی لوگوں نے کہا کہ ہم تو اپنے دین کی سچائی میں کوئی نشان نہیں دکھلا سکتے آپ اگر کوئی نشان دکھائیں تو ہم دیکھنے کے لئے طیار ہیں چنانچہ آپ نے انکی درخواست کے مطابق دعا کی کہ اللہ جھوٹے اور سچے میں خود فیصلہ کرے اسوقت اللہ تعالےٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنے فی دن ایک مہینہ لیکر یعنے پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا اور اسکو سخت ذلت پہنچیگی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اب ایک طرف آتھم عیسائیت کا وکیل اور اس بلند دعوے کا حامی عظیم تھا کہ مسیح درحقیقت زندہ اور سچا خدا ہے اور درحقیقت عیسائیت اپنے سارے زور اپنی ساری جان اپنے پورے ہتھیاروں کیساتھ آتھم کی شکل میں مجسم ہو کر آئی تھی ادھر اسلام اپنی تمام زندہ طاقت حی وقیوم خالق زمین و آسمان ازلی ابدی اور غیر فانی خدا کی یگانہ الوہیت کے سارے زوروں الوہیت مسیح کے ابطال اور کسر صلیب کے مناسب حال تیز ہتھیاروں کے ساتھ میرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ ایسا دنگل تھا جسکی نظیر ان دونوں مذہبوں کے آغاز سے بجز زمانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے

کسی زمانہ میں بھی پائی نہیں جاتی تھی انجام یہ ہوا۔ کہ وہ اسلام کا دشمن علیسوئیت کا مجسم بُت نصرانیت کا صنم ظلم عظیم کی مہیب صورت پیشگوئی کے مطابق پندرہ ماہ سخت ترین عذاب میں مبتلا رہا اور بالآخر اخفائے شہادت حقہ کی وجہ سے اسے موت کا تلخ پیالہ مُنہ سے لگانا پڑا دوسرا شخص جو آپکے مقابلہ میں آکر ہلاک ہوا امریکہ کا جھوٹا نبی ڈوئی ہے۔ یہ شخص حضرت مسیح کو خدا ماننے والا اور اسلام اور رسول مقبول کا خطرناک دشمن تھا اسکا اعتقاد تھا کہ مسیح ابن اللہ ہے اور ہم صرف اسی کی معرفت اور اسی کی خدائی اور کفارہ وغیرہ پر ایمان لاکر اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں اور اسکے خاص فضلوں اور خاص تائیدوں کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں ڈوئی کا دعویٰ تھا۔ کہ وہ الیاس کی طاقت میں آیا ہے اور اس حیثیت سے مسیح جو خداوند خدا ہے اسکے جلالی ظہور کا مظہر اور دنیا پر اسکا خلیفہ ہے اسکا خاص فرض یہ ہے کہ اسلام کو تباہ اور مسلمانوں کو ہلاک کر دے اور اسکا خیال تھا کہ چونکہ وہ مسیح کے جلالی ظہور کا پیش خیمہ ہے جو اس کے مقابل میں آئیگا ہلاک ہو جائیگا اس شخص کو ہمارے سید و مولے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چیلنج بھیجا کہ تو مسیح کا رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور خلیفہ ہونیکا مدعی ہوں آؤ ہم تم دونو ملکر دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ صادق کے سامنے کاذب کی ذلت کرے اور ہلاک کرے اور اسکا کذب ظاہر کر دے اس شخص نے باوجود اتنے بڑے دعوے کے اس مقابلہ سے بچنے کی بہت کوشش کی اور حیلوں بہانوں سے مقابلہ کے ٹلنے کی کوشش کی آخرکار مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکو لکھا اور امریکہ میں شایع کرا دیا کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے سے دستبردار نہیں ہوگا اور توبہ نہیں کریگا تو بھی اس سے یہ عذاب نہیں ٹلیگا لیکن یہ بات ڈوئی کی ہلاکت سے بھی زیادہ مشکل تھی اسواسطے وہ اپنے دعوے پر قایم رہا لیکن اس کے بعد جلدی ہی اللہ تعالےٰ نے اسکی پردہ دری

کردی اور اسکا کذب ظاہر ہوگیا اور اسکے فریب ومکر زناکاری اور شراب خوری ظاہر ہوگئی اور اسکا لڑکا اور عورت اور بہت سے مرید باغی ہو گئے پھر بیمار اور ذلیل وخوار اور مجنون ہو کر ہلاک ہوگیا اور اسکا تمام سلسلہ درہم برہم ہوگیا۔

یہ ڈوئی اور عبداللہ آتھم دونون عیسویت کے حامی اور اسلام کے دشمن حضور کے مقابلہ ہلاک ہوئے اور اپنی ہلاکت سے اس بات پر مہر کر گئے کہ واقعی اللہ جو اس دنیا کا مقتدر بادشاہ ہے وہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے غلامون کا دوست اور حامی ہے اور اسکی خاص تائیدات اسلام کے لیے ہی خاص ہیں اور عیسویت اور عیسائیونکا اس مین کوئی حصہ نہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے فرعون کے تمام سانپون کو تلف کر دیا تھا اور اس مین اسبات کی طرف ایک اشارہ ہی کہ عنقریب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر فرعون بمع اپنی تمام فوج غرق ہو جائیگا اسی طرح آتھم اور ڈوئی کی ہلاکت مین اسبات کی طرف اشارہ ہی۔ کہ عیسائیت عنقریب اسلام کے مقابلہ مین ہلاک ہو جائے گی اور اللہ تعالےٰ کی یہ بات لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰی من حی عن بینۃ عنقریب واقع ہونے والی ہے وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون ؁

تیسری قوم جو اسلام اور مسلمانونکی دشمن ہے آریونکا فرقہ ہے اس قوم کے لیے آپنے براہین احمدیہ۔ سرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق آریہ دھرم۔ نسیم دعوت۔ قادیان کے آریہ اور ہم اور لاہور کے مختلف لیکچر اور پھر آخر مین کتاب چشمہ معرفت وغیرہ لکھکر اسلام کو انکے شر سے محفوظ کیا اور انکے ہر ایک اصول کی ایسی دھجیان اڑائی ہین اور ایسے کھلے طور پر انکی بیہودگی اور جھوٹاپن ظاہر کیا ہے کہ بچے بھی اب ان کے اصولون پر مضحکہ اڑاتے ہین جو شخص چشمہ معرفت کو بڑے غور سے پڑھیگا۔ اسپر یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ معقولیت کے میدان مین اب یہ قوم ہرگز ہرگز کھڑی نہیں ہو سکتی۔

ان لوگوں کے دو بڑے مسئلہ ہیں جن میں یہ اسلام سے اختلاف رکھتے ہیں ایک تناسخ دوسرا نیوگ آپنے ان لوگوں کو بتلایا کہ اگر آواگون کا مسئلہ مانا جاوے۔ تو اللہ تعالےٰ کو سرب شکتی مان نہیں مان سکتے کیونکہ تناسخ کے مسئلہ کو مان کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ روح اور مادہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یہ تناسخ مان کر ارواح و ذرات اجسام کو انادی مان کر اللہ تعالےٰ کی ہستی ماننے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ ارواح و ذرات جمیع اپنے تمام قوے اور خواص کے اگر خود بخود ہیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ان میں طاقت وصال و انفصال بھی خود بخود ہے اور مادہ اور روح خود بخود ہی ملتے اور علیحدہ ہوتے ہیں کسی اور کاریگر کی ضرورت نہیں اور جیسا کہ آریوں کا خیال ہے اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ اب وحی والہام اور نشانات آئندہ کا دروازہ بھی بند ہے تو سوائے دہریہ پن کے کچھ باقی نہیں رہتا اور ماننا پڑتا ہے کہ ہندوستان میں ناستک مت کے ویدہی بانی مبانی ہیں اور تناسخ کا مسئلہ مان کر یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ خدا کی قدرت کیساتھ اسکا علم بھی ناقص ہے کیونکہ اسبات کو بالکل معمولی عقل کا انسان سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالے حقیقی خالق ہوتا تو اس موجودہ حالت سے اسکی قدرت زیادہ وسیع اور اسکا علم زیادہ گہرا اور لطیف ہوتا چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب قرآن شریف میں فرماتا ہے واسروا قولکم او اجہروا بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر اور چھپاؤ تم اپنی بات کو یا اس کو ظاہر کرو اللہ تعالےٰ دلونکے بھید و نکو جانتا ہے کیا وہ بھی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا وہ تو بڑے لطیف علم والا اور بڑا خبردار ہے کیونکہ تم اسکی مخلوق ہو اور تمہارے ہر ہر ذرہ کا وہ مالک اور خالق ہے اسواسطے اس کے علم کی لطافت کو کوئی غیر شخص ہرگز نہیں پہونچ سکتا۔

دیکھو اب انسان کے وہم میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک چیز کے خالق ہو کر

بھی اسکا عالم ہو سکتا ہے لیکن آریوں کو تناسخ ماننے سے ایک ایسا خدا ماننا پڑا جس کے علم کے وراء الوراء انسان ایک اور علم تصور میں لا سکتا ہے اور جسکی قدرت اور عظمت کے وراء الوراء ہم اور قدرت اور عظمت تجویز کر سکتے ہیں در اصل یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے اور اسکو انسانی عقل سے بھی ادنے درجہ کا مانا گیا ہے کس طرح بہت سی لطیف در لطیف بحثیں آپنے چشمہ معرفت اور دوسری کتابوں میں کی ہیں بعد ان مندرجہ ذیل باتوں کو بڑے قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

(۱) ویدنے اپنے پرمیشور کو خالق ہونے سے جواب دیا ہے (۲) اس نے روحوں کو بمعہ انکی تمام طاقتوں اور قوتوں کے خود بخود مان لیا ہے (۳) اس نے اللہ تعالے کی صفت وحی والہام کو ہمیشہ کے لیئے معطل قرار دیا ہے اور اسطرح اسکے وجود پر کوئی دلیل نہیں چھوڑی اس نے تمام ذرات عالم کو بھی معہ انکے خواص اور طاقتوں کے پرمیشور کی طرح اپنے وجود کا آپ ہی خدا مان لیا ہے اور اسبات میں انکو خدا تعالے کا شریک ٹھہرایا ہے اور ان کو اسطرح ظاہر کیا ہے کہ انکو اپنے وجود کے لیئے اللہ تعالے کیطرف امداد کی ضرورت نہیں اسطرح اسنے ان تمام دلائل سے انکار کیا ہے جن سے اللہ تعالے کے وجود کا پتہ لگتا ہے (۶) اسنے اللہ تعالے کو بخیل اور پکش پات اور طرفداری کرنیوالا ٹھہرایا ہے جو ہمیشہ آریہ ورت ہی سے تعلق رکھتا ہے اور انہیں پر الہام نازل کرتا ہے دوسروں سے بوجہ ناراض ہو گیا اس قوم سے اسکا رشتہ اور تعلق ہے اور گویا کہ دوسرے ملکوں کے لوگ اس کے بندے نہیں ہیں کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ ضرور یہی الٰہی کلام ہے اس نے نیوگ ناپاک طریق کے لیئے تاکیدی حکم دیکر ہزاروں عورتوں کی عفت میں خلل ڈالا جس سے نسل کا اعتبار بالکل اٹھیگا (۸) اس نے تناسخ کا عقیدہ پیش کرکے آریوں کو کوئی ایسا قاعدہ نہیں بتلایا جس سے سمجھا جاتا کہ مثلاً معبلاہ آنیوالی کوئی لڑکی اس شخص کی ماں یا دادی تو نہیں جسکو وہ اپنی بیوی بناتا ہے

(۹) اس سنے یہ عقیدہ ظاہر کیا۔ کہ گویا پرمیشور کو ایک ایسا فریب دینے کی عادت ہے کہ مکتی دینے کیوقت پوشیدہ طور پر مکتی یاب کے ذمہ ایک گناہ رکھ لیتا ہے اور پھر گناہ کا الزام لگاکر اس مکتی یاب کو مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے اور اپنے پرمیشور پر یہ نہایت قابل شرم دھبہ لگایا کہ وہ جاودانی مکتی دینے پر قادر نہیں اور پھر جھوٹ یہ بولا کہ اعمال محدود ہیں اسلیئے جزا بھی محدود ہونی چاہیئے حالانکہ یہ بیان خلاف واقعہ ہے کیونکہ بموجب اصول آریوںکے پرمیشور اسلیئے مکتی خانہ سے روح کو باہر کرتا ہے کہ اسکے بغیر تمام روحیں نجات پا جائیں اور پھر دنیا کا آیندہ کام نہ چلتا۔

مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مقبول شدہ دعاؤں کو نمونہ کے طور پر پیش کیکے جن کے آریہ لوگ ہی گواہ تھے بتلایا کہ قبولیت دعا کا مسئلہ صحیح ہے اور جو کچھ تم اسکے برخلاف کہتے ہو بالکل بے ثبوت بکواس ہے۔ آپنے بہت سی پیشگوئیاں اور الہامات آریوں اور دوسرے لوگوں کی بابت شایع کیے اور ان کے پورا ہونے نے اسبات کو ثابت کر دیا کہ ویدکا یہ دعوٰے کہ الہام کا دروازہ بند ہے صریح واقعات کے خلاف ہے۔ اور اس قوم کو اللہ تعالےٰ.... اس پاک انسان کے ذریعہ اپنے رحمت اور قہری نشانوںمیں مبتلا کرتا رہا یہانتک کہ یہ قوم اللہ تعالےٰ کی تائیدات اور فضلوں کو دیکھکر مبہوت ہوگئی۔ رحمت کے نشانوں کے گواہ لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت ابے ابھی تک زندہ ہیں ہر ایک حق جو ان کے پاس جاکر اپنی تسلی کرا سکتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے قہر کے شکار ہوگئے مثلاً دیانند۔ لیکھرام اور شبھ چنتک والے ان نشانوں کے دیکھنے والے لاکھوں انسان زندہ ہیں اور گواہی دے سکتے ہیں۔ ان تمام واقعات نے آریوں کے دجل اور کمزوری کو ثابت کر دیا ہے اور انکے مذہب کا ابطال اظہر من الشمس ہوگیا ہے پھر آپ کی دعاؤں کی تاثیر اور انفاس طیبات نے ایسی کارروائی کی جس کی وجہ سے آریہ قوم میں وہ جوش اور غلبہ نہیں رہا جو پہلے تھا گھون

مین پھوٹ پڑگئی ہے دلوں مین تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے حوادث زمانہ نے کمزور کر دیا ہے اور خود اس فرقہ کے لیڈروں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ آریہ سماج کی موت قریب ہی،

ان لوگوں کے سوا ہمارے ہموطن سکھوں کی قوم ہے اس قوم پر تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جلد رحم کرنیوالا ہے کیونکہ ان لوگوں کے لیئے اسلام کی راہ بالکل صاف کر دیگئی ہے اور اب ان لوگون مین صرف تبلیغ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جب ثابت ہو گیا کہ ڈیرہ بابا نانک مین جو باوا صاحب کا چولہ ہے جو سکھوں نے تبرکاً رکھا ہے اسپر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آیت کرسی الحمد شریف قل شریف اور آیات مثل ان الدین عند اللہ الاسلام (سوائے اسلام کے اللہ تعالےٰ کو اور کوئی مذہب منظور نہیں) وغیرہ لکھی ہوئی ہین اور وید کا وہاں کوئی ذکر نہیں تو پھر باوا صاحب کے اسلام مین کوئی شک نہین رہتا اور جب ہم ان کے اولاد کی گھر مین قرآن شریف تبرکاً دیکھتے ہین اور انکا مکہ کا سفر اور حج کے حالات پڑھتے ہین جو ایک جاٹ بالا صاحب کے لکھے ہوئے ہین تو باوا صاحب کے اسلام مین جھگڑے کی کوئی گنجایش نہین رہتی۔

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول
نانک قدرت دیکھکے خودی گئی سب بھول

ان بیرونی دشمنون کے ذب اور ان پر اسلام کی حجت تمام کرنے کے علاوہ ہمارے سید و مولنٰا میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے بھی بڑھکر کام کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کی اندرونی اصلاح ہے اور اسلام سے ان نئے اور فاسد عقاید کو دور کرنا ہے جس سے اسلام جیسے نورانی چاند کو گرہن لگ رہا ہے ان قابل غور اور جھوٹے عقاید نے اسلام کی شکل ایسی بُری بنا رکھی تھی کہ لوگ دور سے ہی دیکھتے اور نفرت سے واپس ہو جاتے تھے اور اس محبوب مین اب وہ خوشنمائی اور دلربائی نہیں رہی تھی کہ جیون

کی توہین پہلے کی طرح اسکی طرف کھینچی چلی آتیں۔ آپ نے سچے اور حقیقی مصلح کی طرح پہلے تو اِن تمام عقائدِ باطلہ کو معلوم کیا جو اسلام جیسے عظیم الشان اور سچے مذہب کو نقصان پہنچا رہے تھے اور پھر ان کی آہستہ آہستہ اصلاح شروع کی افسوس کہ قوم کے اکثر افراد نے اس سچے خیر خواہ کی قدر نہ کی اور اس کی بات کو بغیر سمجھنے کے اس کے برخلاف مخالفت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ گالیاں دیں کافر و دجّال اور مذہب کو بگاڑنیوالا نام رکھے آپ کے کفر کو متعدی کفر سمجھا گیا اور آپ کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچانا داخل ثواب ہیں اس بات پر زیادہ گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ صادقوں کے ساتھ دنیاداروں نے ہمیشہ اسی طرح سلوک کیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وقلیلٌ من عبادی الشکور۔ قلّا یومنون الا قلیلا یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن ۔ اور ہر قوم کی ناشکری اور کفر کی تو یہ حالت تھی۔ لیکن آپ نے ایک سچے اور خیر خواہ حکیم کی طرح جو نا سمجھ بیمار کے رونے چلانے اور گالیاں دینے کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور علاج میں لگا رہتا ہے آپنے کام میں لگے رہے اور ذرا بھی سستی نہ دکھائی اور نہ ہی کسی سے ڈرے یہانتک کہ اپنے کام کو پورا کر دیا اور اصلاح کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

مسلمانوں میں دو قسم کا اعتقادی فساد تھا ایک وہ لوگ جو تفریط کی طرف جھک گئے تھے چنانچہ بعض مسلمانوں میں ہی سے کہتے تھے کہ اسلام میں الہام کوئی نہیں یہ روزہ نماز پرانے زمانہ کی باتیں ہیں جو کہ عرب کے وحشیوں کے لیئے مفید ہو سکتی تھیں پھر معجزات قیامت و جنت کے حالات پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے دوم وہ لوگ جو افراط کی طرف گئے تھے اور حضرت مسیح کی شان میں غلو کرتے کرتے یہانتک پہونچے کہ انہیں خدا تک پہنچا دیا اور انکو بعض ایسی صفات کا صاحب گردانا جو خاصہ الوہیت ہیں آپنے فرمایا کہ وہ بیشک خدا کے

ستر بین میں سے تھی انپر اللہ تعالے کا فضل تھا اور وہ اللہ تعالے کی نبوت سے ممتاز تھے لیکن ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ان سے بہت بڑھکر تھا اور اُن کے لیئے کوئی ایسی خصوصیت مقرر کرنا جس سے سید المرسلین کی ہتک ہو جس سے اسلام کو نقصان پہنچے اور جو عیسائیونکو انکے دجل مین مدد دے ٹھیک نہیں یہ کہنا کہ کئی صدیوں سے آسمانوں پر بجسد عنصری متمکن ہین غلط بات ہے اور اسلام کو سخت نقصان دہ ہے کیونکہ آنحضرت صلعم سے کفار نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم ضرور مان لینگے اگر آپ ہمارے سامنے آسمانوں پر چڑھجائیں اسکا جو جواب دیا گیا وہ یہ تھا قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنے یہ اللہ تعالے کے قانون اور وعدے کے خلاف ہے کہ کوئی بشر رسول آسمان پر چڑھ جائے تو پھر جو آسمانوں پر چڑھ گیا اسکو خدا رسول ماننا پڑیگا حبیب اللہ تعالے نے نے ابتدا سے ایک قانون مقرر کردیا فیھا تحیون و فیھا تموتون ومنھا تخرجون پس تو پھر اللہ تعالے اپنی سنت کے خلاف کیون کرتا ہے اگر عیسے کے مع جسم آسمانوں پر چڑھ جانیکا عقیدہ اسوقت کے مسلمانوں مین ہوتا تو کافرونکا حق تھا کہ انہیں یہ کہکر ملزم کریں کہ کیا وجہ ہے کہ ایک نبی کے لیئے یہ امر جائز قرار دیتے ہو اور دوسرے کے لیئے نہیں حالانکہ تم اسبات کے بھی قائل ہو کہ آنحضرت تمام نبیوں سے افضل اور جامع کمالات نبوت ہین غرض انکو سنایا کہ یہ زندہ آسمانون پر چڑھ جانیکا مسئلہ قرآن شریف مین کوئی نہین بلکہ قرآن شریف اس عقیدہ کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے سارا قرآن شریف اول سے آخر تک دیکھ لو عیسے کا اب تک زندہ رہنے کا ثبوت نہ پاؤ گے اگر پاؤ گے تو یہ فلما توفیتنی۔ یعنے حضرت عیسے علیہ السلام رب العزت کے حضور عرض کرتے ہین جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تو ہی عیسائیونکا نگران حال تھا مین دوبارہ واپس نہیں گیا اور عیسائی میرے

بعد میں بگڑے ہیں توفی کے معنے موت ایسی بدیہی بات ہے کہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا یہ لفظ قرآن مجید میں اور انبیاء کے لئے بھی آیا ہے مثلاً حضرت یوسف ؑ نے فرمایا ہے توفنی مسلماً والحقنی بالصّٰلحین اور خود نبی کریم صلعم کے بارے میں او نتوفینک آیا ہے دونوں باب تفعل سے ہیں کسی عربی لغت کی کتاب میں بھی تم اسکے برخلاف نہ پاؤ گے :۔

یہ تو اللہ تعالےٰ کی قولی شہادت ہوئی۔ اب نبی کریم صلی اللہ کی فعلی شہادت کیطرف دیکھو جو آپ کی رویت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی رات عیسےٰ کو یحیےٰ کیساتھ دیکھا اب اس میں تو کسی مسلمان کو شک نہیں کہ یحیےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں پس فوت شدہ گروہ میں جو بہشت میں جا چکا ہے کسی کو دیکھنا سوا اسکے اور کیا معنے رکھتا ہے کہ وہ بھی مر چکا ہے غرض یہ دو شہادتیں ہیں ہمارے مخالف انصاف کریں ان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ پس کیا وجہ ہو کہ حضرت عیسےٰ ؑ کیلئے خصوصیات پیدا کی جائیں جن سے ہمارے نبی کریم کی ہتک ہوتی ہے پادری صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ وہ مردہ زندہ کرتا تھا۔ اور مولوی لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور انکی مدد کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فیمسک التی قضی علیھا الموت اب خدا کے کلام میں تناقض نہیں کہ ایک آیت میں کہے کہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں ہوتے اور دوسری میں کہے کہ مردے زندہ ہوتے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان کے ہاتھ پر مردے زندہ ہوتے تھے اذا دعٰکم لما یحیکم اور سب کو معلوم ہے کہ اس سے روحانی مردے زندہ کرنا مراد ہے۔ پس جو مسلمان پادریوں کی متابعت میں عیسےٰ کے مردہ زندہ کرنے کے قائل تھے غلطی کرتے تھے پھر یہ بیباک اور ظالم طبع لوگ کہتے ہیں کہ جو مس شیطان

سے پاک ہے وہ صرف حضرت عیسیٰؑ اور انکی والدہ ہی نہی دیکھو اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسقدر ہتک ہے آپ نے صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنیں بلکہ تمام انبیاء کی معصومیت کو ثابت کیا اور مسئلہ معصومیت انبیا علیہم السلام کو عام طور پر مسلمانوں مین رواج دیا اور تمام نبیوں کو پادریوں اور مولویوں کے جھوٹے الزامون سے پاک ثابت کیا ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اور بہت سی خصوصیات کو دور کیا اور مسلمانوں کو لانفرق بین احدٍ من رسلہٖ کی آیت پر قایم کیا اور اسبات کو گوارا نہ کیا کہ سید الرسل سے کسی کو بڑھکر بنایا جاوے جو حضرت عیسیٰؑ سے بدرجہا افضل اور اعلیٰ تھے۔ اور محمد صلعم کی عزت کے لیئے نہ اپنی بڑائی کے لیئے یہ شعر پڑھا ؎ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ؛ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ اللّٰھم صلی علے محمد و آلہٖ ۔ پھر ان مسلمانوں کا ہم سے اسبات مین اختلاف ہے۔ کہ ہم اسبات کے قایل ہین کہ خدا کے مکالمات و مخاطبات اس امت کے لوگون سے قیامت تک جاری ہین اور یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ یہی تمام اولیاء امت کا مذہب رہا ہے یاد رکھو کہ دین اسلام ایسا دین نہیں جسکے کمالات پیچھے رہ گئے ہون اور آگے کیلئے اس مین کچھ نہ رہا ہو اگر یہ بات ہے اور اسلام کا دارومدار بھی قصون پر ہی ہے تو بتاؤ اس مین اور دوسرے دینوں مین فرق کیا رہگیا اسلام مین اگر کوئی چیز مابہ الامتیاز ہے تو یہی کہ اسکے پیرو الٰہی مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہین خشک توحید کے قایل اور مذہب بھی ہین مثلاً یہود پھر برہمو سماج۔ یہ سوال کر سکتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کیسا تھ محمد رسول مین کیا فائدہ ہے یہی تو فایدہ ہے کہ سیدنا محمد صلعم کی متابعت اور پیروی اور تصدیق رسالت اللہ تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور ان انعامات کا وارث جو اگلے انبیاء پر ہوئے اللہ نے اسکا نام فرقان رکھا ہے چنانچہ فرمایا۔

یعنی وہ مسلمانوں کو ایک فرقان دیگا پس دوسرے مذاہب میں اور اسلام میں اس آیت کے مطابق مابہ الامتیاز اسی جہان میں ہونا ضروری ہے اور اسی لیئے امام علیہ السلام پر خدا تعالےٰ نے وحی نازل کی اور انہوں نے ملہم ہونے کا دعویٰ کیا تا کہ اسلام کی برتری دوسرے مذاہب پر ثابت ہو اگر اسلام بھی خشک توحید ہی لیکر آیا تھا جیسے کہ یہودی اور برہمو سماج تو اتنا بڑا شریعت کا بوجھ ڈالنے کی کیا ضرورت تھی ایک طرف تو مانتے ہیں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور دوسری طرف اس میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں بتاتے اور جو اس کے کمالات اور خوبیاں ہیں وہ بھی مردوں میں بتلاتے ہیں گویا زندوں کے لیئے کچھ نہیں۔ مصنوع سے صانع کی طرف جانا خدا تعالےٰ کی ہستی کا اعلیٰ ثبوت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا شناسی کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ وہ خود انا الموجود کہے پچھلے قصے تو دوسرے مذاہب بھی سناتے ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں تم بھی دو چار گذشتہ قصے سنا دو تو اس میں بہتری کیا ہوئی اور اسبات کا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ تو سچ اور جو دوسرا بیان کرتا ہے کہ ہمارے رہنما نے یہ یہ معجزہ دکھایا وہ غلط ہے دیکھو انجیل میں ایسے معجزات کا بھی ذکر ہے کہ جب عیسےٰ کو صلیب دیا گیا تو سب مردے قبروں میں سے نکل آئے ہماری عقل کا تو یہاں خاتمہ ہے کہ ایک شہر میں تمام مردے کس طرح سما گئے اور پھر باوجود انکے نکلنے کے یہودیوں نے عیسیٰ کو کیوں نہ مانا پس ایسے قصوں کے مقابلے میں اگر ہماری طرف سے بھی قصے ہی ہوں تو کسی مخالف پر کیا اثر پڑ سکتا ہے خوب یاد رکھو کہ اس زمانہ میں طبیعتیں دہریت کی طرف مائل ہو رہی ہیں اور جو دین مکالمات الٰہیہ اور تازہ بتازہ ثبوتوں سے اللہ تعالےٰ کی ہستی کو منوا سکتا ہے وہی دین باقی رہے گا۔ اگر اسوقت اللہ تعالےٰ کا خاص تعلق اسلام کیساتھ ثابت نہ ہوتا تو اسلام کا بھی وہی حال ہوتا

جو آجکل عیسائیت وغیرہ دوسرے مذاہب کا ہو رہا ہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے لیئے خوشی کا مقام ہے کہ اسوقت صرف اسلام ہی مین وہ خدا مل سکتا ہے جو دوسری دنیا سے پوشیدہ ہے یہی اسبات کی دلیل ہے کہ دُنیا کا آیندہ مذہب اسلام ہوگا محمد صلعم کی عزّت اور شوکت صرف اسی بات مین نہین کہ انھوں نے دنیا مین توحید قایم کی کیونکہ اس عزت مین تو یہودی بھی شامل ہین سب سے بڑی بات جس مین آپکا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔ یہی ہے کہ آپکی یعنے سیّدنا محمد صلعم کی پیروی اللہ تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور انسان انبیاء اور اللہ تعالےٰ کے برگزیدوں کا وارث ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ہمارے پیارے امام علیہ السلام نے جتنے برکات کے نزول کا دعویٰ کیا ہے وہ محمد صلعم کی خاطر اور انکی صداقت کے اظہار کے لیئے کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین "مین سچ سچ کہتا ہون کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار زمین ایک طرف دعا کرنیکے لیئے کھڑے ہو جائیں اور ایک طرف مین اکیلا خدا کی جناب مین کسی امر کے لئے رجوع کرون۔ تو خدا میری ہی تائید کریگا مگر نہ اسلیئے کہ سب سے مین ہی بہتر ہون بلکہ اسلیئے کہ مین اسکے رسول پر صدق دل سے ایمان لایا ہون اور جانتا ہون کہ تمام نبوتین اسپر ختم ہین۔ اور اسکی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہین یعنے وہ نبوت جو اسکی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اسکے چراغ مین سے نور لیتی ہے وہ ختم نہین کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے۔ یعنی اسکا ظل ہے اور اسکے ذریعے سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی کا فیضیاب ہے خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور آنحضرت صلعم کی پیروی نہین کرتا بلکہ خود کش بننا چاہتا ہے خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے۔

جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اُسکے رسول محمد صلعم کو
درحقیقت خاتم الانبیاء قرار دیتا ہے اور اسکے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے
پس ایسا شخص خدا تعالےٰ کی جناب مین پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے۔ کہ
اسکو اپنی طرف کھینچتا اور اسکو اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور
اسکی حمایت مین اپنا نشان ظاہر کرتا ہے جب اسکی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک
ظلِ نبوت اسکو عطا کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظل ہوتی ہے یہ اسلیئے ہے کہ اسلام
ایسے لوگون کے وجود سے تازہ رہے نادان آدمی جو در اصل دشمن دین ہے اِس
بات کو نہیں چاہتا کہ اسلام مین سلسلہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا جاری رہے
بلکہ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اور مردہ مذہبوں کی طرح مُردہ مذہب ہو جائے مگر خدا نہیں
چاہتا اور مقصد یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کیجائے اور آنحضرت صلعم
کی سچائی دکھلائی جاوے اور اسی طرح آپنے اور بہت سی اصلاحین کی ہین لیکن
ان سب کی نسبت بسط کے ساتھ بیان کرنیکا موقع نہیں انمین سے ایک جہاد
کا مسئلہ بھی ہے یہ مسئلہ بھی اسلام کے نورانی چہرہ پر ایک بدنما دھبہ تھا۔ اگرچہ
قرآن شریف مین صاف لکھا ہے لا اکراہ فی الدین اور جابجا اللہ تعالےٰ
حکم دیتا ہے کہ لوگون سے نرمی اور نیک برتاؤ سے سلوک کرو اور جہانتک ہوسکے
تمام مخلوق خدا سے احسان سے پیش آؤ اور صرف ان لوگونکا مقابلہ کرنے
کی اجازت دی ہے جو دین مین لڑائی کرین لیکن نادان مسلمانون نے یہ سمجھ
لیا کہ کافرونکو مارنا اور ناحق انکا مال لوٹنا ثواب کا کام ہے اور اس عقیدہ کو
پھیلا کر اور سختی سے اسپر کاربند ہو کر اسلام کو دوسری قومون مین بدنام کر دیا ہے
اگر تم ایک انگریز یا ہندو کو اسلام کی حقانیت کے تمام ثبوت دیدو اور اسکو یقین
دلادو کہ یہ مذہب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اور پھر اسکو یہ علم بھی ہو جائے

کہ اس مذہب مین لوگونکو زبردستی مسلمان کرنا اور ہر ایک مکروفریب اور جھوٹ سے
دوسرونکو قتل کرنا اور انکا مال و دولت لوٹنا اور انکے بیوی بچونکو غلام بنالینا بڑے
ثواب کا کام ہے تو وہ فوراً اسے ڈاکوؤن کا مذہب کہکر اسلام سے منہ پھیر لیگا۔
اور خدا جانے اسکے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اسکے دل مین کیا کیا
خیال پیدا ہون وہ خیال کریگا کہ یہ لوگ نہایت ہی غدار اور انسانیت کے دشمن
ہین فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ وہ احسان کا بدلہ احسان سے دینا چاہتی
ہے اسواسطے اللہ تعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے هل جزاء الاحسان
الا الاحسان یعنے انسانی فطرت کے مطابق احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اور
کچھ نہیں اب ہم دیکھتے ہین کہ انگریز ایک غیر مذہب کے لوگ ہین اللہ تعالےٰ نے انکو
ہمپر تسلط دیا ہے لیکن وہ ہمارے ساتھ بحیثیت حاکم ہونے کے بڑی نرمی سے
پیش آتے ہین اور ہمارے مال و جان و عزت کی حفاظت کرتے ہین مذہب
مین پوری آزادی دی ہوئی ہے اب یہ کتنے بڑے افسوس کی بات ہوگی۔ کہ
اپنے دل مین ہم اس خیال کو جگہ دین کہ اگر یہ لوگ ہمارے تسلط مین آجائین تو یا تو
انکو زبردستی مسلمان کرلینگے یا تلوار کا مزا چکھائینگے جو لوگ ایسا اسلام رکھتے
ہین وہ خوب یاد رکھیں کہ ایسا کرنے مین وہ اسلام کی تعلیم اور ہمارے نبی کریم
کے بالکل مخالف کر رہے ہین کیونکہ یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر
مین آپ ایک درخت کے نیچے اکیلے سو رہے تھے کہ ایک دشمن برہنہ تلوار لیکر
آپکے سر پر آن کھڑا ہوا اور پوچھا بتاؤ کہ اب تم کو کون مجھ سے بچانیوالا ہے آپ
نے فرمایا اللہ آپکا یہ کہنا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ کی قوت سلب ہوگئی اور
تلوار اسکے ہاتھ سے گرگئی اور آپنے وہ تلوار ہاتھ مین لی اور پوچھا کہ اب تو بتا۔
تجھکو مجھ سے کون بچا سکتا ہے اس نے بڑی عاجزی سے کہا کہ آپ ہی مہربانی

فرمایا مین آپنے اسکو اس عہد پر چھوڑ دیا کہ اسکے بعد وہ مسلمانوں کا تلوار کیساتھ کبھی مقابلہ نہین کریگا اس معافی کا اسکے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہو گیا اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہین ایک تو یہ کہ معافی اور اعلیٰ اخلاق کے برتاؤ سے ہم اسلام کو دنیا مین پھیلا سکتے ہین دوسرا یہ کہ مسلمان جو اب جہاد کرنا چاہتے ہیں وہ رسول اللہ کی طرز اور اسوہ حسنہ کے بالکل خلاف کرتے ہین آپنے ان دشمنوں کو معاف کیا۔ اور یہ ملان جو لوگوں کے ساتھ لڑنا چاہتے ہیں اور باوجود اپنی اس ردی حالت کے ہمارے امام علیہ السلام کو جو رسول اللہ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی تاکید کرتے ہین کفر کا فتوی دیتے ہین تف براین مسلمانی بئس ما یأمرکم به ایمانکم ان کنتم مومنین۔ اسی ضمن مین تمام قومون کے بزرگوں کی عزت کرنا اور ادب سے پیش آنا اور دوزخ کی ابدیت کو جنت کی ابدیت کیطرح نہ ماننا وغیرہ کے مسایل ہین ان تمام باتون مین خدمت اسلام ہی ملحوظ خاطر ہے ورنہ خواہ مخواہ کوئی اپنی قوم کو کیون اپنا دشمن بناتا ہے اسی طرح آپکا دعوے مہدویت اور مسیحیت بھی اسلام کے لیئے نہایت مفید اور اسلام کی سچائی اور محمد صلعم کی صداقت کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے کیونکہ جو شخص اس دعوے کو مانتا ہے وہ اس بات کو بھی مانتا ہے کہ یہ تمام برکات محمد صلعم کی پیروی سے آپکو حاصل ہوئی ہین اور ساتھ ہی رسول اللہ کی ان پیشگوئیون پر ایمان لاتا ہے جو ہماری زمانہ مین ہماری آنکھوں کے سامنے واقعہ ہوئی ہیں اور اس طرح وہ آنحضرت صلعم کی نبوت اور صداقت کا چشم دید گواہ ہو جاتا ہے اور یہ اس زمانہ کے مسلمانون پر اللہ تعالے کا خاص فضل ہے کہ انہون نے رسول اللہ کی سچائی کے ہزارہا زندہ نشانات دیکھے کاش کہ وہ لوگ اسطرف توجہ کرین پہلی پیشگوئی تو یہی ہے کہ جب عیسائیت کا اسلام پر حملہ ہو گا تو اسوقت مسلمانون مین اللہ تعالے ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو مہدی اور مسیح ہوگا اور وہ اس خطرناک دشمن سے مسلمانون

کو نجات دیگا یہ پیشگوئی ہمارے سامنے پوری ہوئی ہے اور دوست اور دشمن اس بات کا اعتراف کرتے ہین کہ واقعی جو آپنے عیسائیت پر اعتراض کئے ہیں یا مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کو جواب دئے ہین انہوں نے عیسائیت کے طلسم کو بالکل توڑ دیا ہے اور ابتک عیسائی ان باتونکا کوئی جواب نہین دے سکے اور نہ آیندہ دیسکینگے پھر اسکے ساتھ اور بہت سی پیشگوئیاں تھیں مثلاً نصاریٰ کا غلبہ یاجوج ماجوج یعنے آگ سے کام لینے والی قوم کا اخراج ایک ایسی سواری کا ایجاد ہونا جس سے اونٹ بیکار ہو جائینگے آمد و رفت کی سہولت کتابونکا بہت شایع ہونا طاعون اور زلازل اور زمین پر مختلف قسم کے عذابونکا نازل ہونا آسمان پر کسوف وخسوف کا ایک خاص وضع سے واقع ہونا۔ دُم دار ستارے کا نکلنا اور بہت سے غضب اور رحمت کے نشان اور پھر ایسے وقت مین ایک ہادی اور حامی اسلام کا پیدا ہونا یہ تمام پیشینگوئیاں جو مخبر صادق صلعم نے فرمائی تھیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ہم نے محمد صلعم کی پیشگوئیوں اور معجزات کو اسی طرح واقع ہوتے دیکھا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا تھا اس طرح ہمکو نبوت محمدیہ کی صداقت پر ویسا ہی مشاہدہ کا ایمان ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تھا اسطرح ہم اس پاک جماعت کے مثیل ہین وذالک فضل

اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ط

ہمارے دلوں مین سید المرسلین وخاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور عظمت اور اسلام کے لیئے درد اور آپ کی عزت کیلیئے غیرت اور آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر اسقدر یقین ہے کہ سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور کسی جماعت کے لیئے ممکن ہی نہین لیکن جو لوگ اُس ہادی اور مہدی کی صداقت مین شک کرتے ہین وہ آپ کا ہی انکار نہین کرتے بلکہ رسول اللہ کی بہت سی پیشگوئیونکا بھی انکار کرتے ہین اور آپ کے ہزار ہا ثبوت نبوت کو حقارت اور ناشکری کی نظر سے

دیکھتے ہیں اسلام کے یہ نادان دوست اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اس کفر و طغیان کے زمانہ میں نبوت محمدیہ کو بہت سے نئے اور تازہ ثبوتوں اور نشانوں کی ضرورت تھی سو اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے موافق ٹھیک وقت پر اسلام کی خبر لی اور نبوت محمدیہ کے ثبوتوں کا ایک دریا بہا دیا جس سے کوئی منصف مزاج اور فہیم آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمارے مخالف ضرور یاد رکھیں کہ اس کفر اور ناشکری کی سزا بھی انکو ضرور ملے گی اور جب آسمان کی طرف تکتے تکتے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح تھک جائیں گے اور کوئی اوپر سے نازل نہ ہوگا اور نہ کوئی زمین سے نکلیگا اور جب دیکھیں گے کہ رسول اللہ کی پیشگوئی پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو خود اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھینگے یہ اسبات کی سزا ہوگی کہ انھوں نے اللہ تعالےٰ کے بہت سے نشانوں کی ناشکری اور تحقیر کی اور اُن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا یہ جو کچھ میں اوپر بیان کر چکا ہوں ایسے عظیم الشان امور ہیں اور اُن میں اسلام کی اسقدر خدمت کی گئی ہے کہ اگر تمام مسلمان قیامت تک حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے رہیں اور آپ کے لیے دعاؤں میں لگیں رہیں تو ان احسانات کا بدلہ ادا نہیں کر سکتے لیکن آپنے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ایک اور بڑی عظیم الشان خدمت کی ہے جو ان سب سے بڑھکر ہے اور جس کے بغیر یہ تمام خدمتیں نا مکمل رہجاتی تھیں وہ ایک پاک اور راستباز دین خدا اور خدا کے رسول کے سچے عاشقوں کی جماعت پیدا کرنا ہے آپ کی پاک صحبت میں رہکر اور آپ کے پاک اثر کے نیچے پرورش پا کر ان لوگوں کو اسبات کا عرفان حاصل ہوا کہ نماز و روزہ اور احکام اسلام کی اصل حقیقت کیا ہے اور اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اسکی عجیب و غریب طاقتوں پر انکو اطلاع ہوئی اور انکو اسبات کا علم ہوا۔ کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے قرآن شریف خدا تعالےٰ کی زندہ کتاب ہے اور محمد صلعم اللہ کا زندہ نبی ہے اور اس زمانہ میں آنحضرت سے ہم ایسے ہی فیضیاب ہو سکتے ہیں جیسا

کہ آپ کی زندگی میں صحابہ ہوئے تھے آپ نے قرآن شریف کا علم اور اُس کے حقایق اور معارف ایسی حسن اور خوبی سے بیان فرمائے کہ اس کتاب پاک کی محبت اور عظمت کو اُن کے دلوں میں نقش کر دیا اس بات کی سچائی کی وہی قدر کر سکتا ہے جو آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرے یا قادیان میں آئے اور دیکھے کہ ان لوگوں کو قرآن شریف کے سیکھنے اور قرآن شریف کی عظمت اور سچائی کو دنیا پر ظاہر کرنیکی کسقدر دُھن لگی ہوئی ہے میں اس پاک کتاب کے عشق کو جو اس جماعت کے دل میں ہے ظاہر نہیں کر سکتا اور مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ میرے پاس اسکے اظہار کے لیے کافی الفاظ نہیں ہیں اللہ تعالےٰ خود اسکو ظاہر کریگا کیونکہ یہ عشق اسی نے ہی لگایا ہے آہ کیا ہی وہ پیارا امام تھا جس نے کہا ہے

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

آپ کی جماعت نے اپنی تجربہ سے معلوم کر لیا ہے کہ قرآن شریف واقعی نور ہدایت اور شفاءٌ لما فی الصدور ہے اور محبوب حقیقی کے چہرہ کے دیکھنے کا ایک ہی شیشہ ہے واللہ اس کتاب کے عشق نے اور تمام عشق ٹھنڈے کر دیئے ہیں اللہ تعالےٰ اُس پیارے امام کو اپنی رحمت اور برکت اور فضل سے ڈھانپ لے جس نے ہمکو اس مخفی خزانہ کی طرف رہنمائی کی اب میں آپ لوگوں کو اس جماعت کے ایمان کا حال سناتا ہوں ایمان کے چار درجے ہوتے ہیں ایک روایتی ایمان دوسرا جو علیٰ بصیرۃ ہوتا ہے تیسرا ایمان حالی کہلاتا ہے اور چوتھے کو ایمان استغراقی کہتے ہیں روایتی ایمان تو یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کا باپ مسلمان تھا اسکا بیٹا بھی باپ کو دیکھکر مسلمان ہو گیا اور ایمان علیٰ بصیرۃ یوں ہوتا ہے کہ اس حالت میں انسان عقلی اور نقلی دلایل سے ایک خاص بصیرت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور محمد صلعم

کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور اسکا لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہنا لوگون کی دیکھا دیکھی نہین ہوتا بلکہ پکے اور سچے دلایل سے اور پورے اطمینان قلب سے کلمے کو الفاظ منہ پر لاتا ہے تیسرا جو حالی ایمان ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ خود اس انسان پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنے وحی اور الہام اور تازہ بتازہ نشانوں سے اور اپنی قدرت کے کرشمون سے اپنے بندیکو بتاتا ہے کہ ٹھیک تو راہ راست پر ہے اور اسکی اپنی حالت اسبات کی گواہ ہوتی ہے کہ اسلام سچا اور محمد صلعم اللہ تعالیٰ کا نبی ہے اور خواہ پھر شیطان کتنی ہی کوشش کرے اس شخص کے دل مین ایک لمحہ کے لیئے بھی شک نہین ڈال سکتا وہ اپنی ہستی کا انکار کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کی ہستی اور ان سچائیوں کا جس پر وہ قایم ہے اسکی زبان سے وہ انکار نہیں نکل سکتا اور تمام دنیا مرتد ہو سکتی ہے لیکن اسکے ایمان مین تزلزل واقعہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی اپنی جان مین اللہ تعالےٰ کی گواہی ہوتی ہے اور دلایل کا محتاج ہونیکی بجائے وہ خود اسلام کی سچائی کی دلیل ہوتا ہے وہ اپنی جان سے علیحدہ ہو سکتا ہے لیکن ایمان سے علیحدہ نہیں ہو سکتا چوتھا وہ مرتبہ ہے جسوقت انسان آیت کریمہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کا مصداق ہوتا ہے اب آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس جماعت کے اکثر افراد جو پہلے روایتی ایمان سے بھی گرے ہوئے تھے۔ اب انتہائی معراج تک پہونچ گئے ہین مین خود اس بات کا گواہ ہون اور مین ایسے اشخاص کو جانتا ہون جو پہلے اسبات کے بھی قایل نہ تھے کہ قرآن شریف اللہ تعالےٰ کی کلام ہے اور فرشتون اور اللہ تعالےٰ کی وحی و الہام سے وہ بالکل منکر تھے اور جب ان باتونکا انکے پاس ذکر کیا جائے تو ٹھٹھا اور تمسخر کرتے تھے لیکن جب وہ اس مرد خدا کے حلقہ اطاعت مین داخل ہوئے تو خود انکی دعائیں قبول ہونے لگیں اور اللہ تعالےٰ کے فرشتون سے انکی ملاقات ہوئی انکو بہت سی غیب کی

خبرین دی گئیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور انکو اپنے تجربہ اور اپنی حالت سے یقین ہو گیا کہ واقعی وہ راہ راست پر چل رہے ہین اور وہ آیت ان لہم قدم صدق عند ربہم کے مصداق ہین انکو اللہ تعالےٰ نے بہت ہی جلد بصیرت سے حالی ایمان تک پہنچا دیا ہے اور وہ جو پہلے دلائل اور ثبوت کے محتاج تھے خود اللہ تعالیٰ کی ہستی اور نبوت محمدیہ کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی ماموریت کے زندہ دلائل اور تازہ ثبوت ہو گئے اور ان مین سے بہت سے راضیۃً مرضیۃً کے مرتبہ کو بھی طے کر گئے ہین اب ان کے ایمان شیطان سے بالکل محفوظ ہین خواہ وہ ڈاکٹر عبد الحکیم کے چولا مین ظاہر ہو یا ثناء اللہ کی شکل مین کیونکہ جس بلندی تک اللہ تعالےٰ کے فضل سے انکے ایمان پہنچ چکے ہین شیطان کو وہان تک جانا منع ہے اسکے بعد جو سب سے بڑی بات ہے وہ اس جماعت کا اسلام کے پھیلانے اور اسکا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر کرنیکا جوش ہے دنیا کے لوگ اس درد کو محسوس نہین کر سکتے اور نہ ان کی لغت مین ایسے الفاظ ہین جنمیں اسبات کو پوری طرح سے ظاہر کر سکون مین اس جماعت کے بہت سے افراد سے واقف ہون اور افراد سے ہی انسان جماعت کا قیاس کر سکتا ہے اور مین جانتا ہون اور اپنے ذاتی تجربہ سے کہتا ہون کہ مین نے اسلام کے لئے بچوں کی طرح اللہ کے سامنے روتے اور گڑگڑاتے سنا ہے اور انکی زندگی ایک لمبے اور مسلسل خواب کی طرح ہے جس مین سوائے درد اسلام اور اسکی اشاعت کے فکر کے اور کچھ محسوس نہین کرتے جب وہ سونے کے لیئے اپنی چارپائیوں پر لیٹتے ہین تو آخری خیال جو انکے دل مین ہوتا ہے وہ اشاعت اسلام کی فکر ہے اور جب وہ نیند سے ہوش مین آتے ہین تو پہلی بات جو انکے دلونکو پکڑتی ہے اور انکے لبون پر جاری ہوتی ہے وہ اشاعت اسلام ہے دشمن بھی بہت اسکا نظارہ دیکھ چکا ہے اور انشاء اللہ تم بہت سا ابھی دیکھیگا انمین سے بہتون نے اپنا جان و مال اس رستہ مین قربان کر

دیا ہے اور بہت سے کسی مناسب موقعہ اور وقت کے منتظر ہین اور اس آیت کریمہ کے مصداق ہین منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ پھر یہی نہیں کہ ان مین صرف جوش ہی جوش ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے انکو ایسے علوم بخشے ہین کہ کوئی باطل کا وکیل انکے سامنے کھڑا نہین ہو سکتا اور جب عیسائی یا آریہ کو معلوم ہوتا ہے کہ اسکے مقابل مین کوئی احمدی جماعت کا آدمی ہے تو اسکے رعب سے ہوش اُڑ جاتے ہین اور پہلے اس کے کہ وہ کوئی دلیل دے کسی نہ کسی طرح بحث سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے اب جبکہ ہمارے پیارے آقا اور مولا نے تمام مذاہب باطلہ کے بطلان کو ثابت کر دیا اور ان مذہبوں کو دلایل سے ہلاک کر دیا اور پھر اسلام مین جتنے فاسد عقیدے تھے ان سب سے اُسکو پاک اور صاف کر دیا اور دُنیا کو وہ اسلام دکھلا دیا جسکو محمد صلعم دنیا مین لے کر آئے تھے اور پھر ایک جماعت بھی پیدا کر دی جس کی زندگیوں کی غرض اسلام کو پھیلانا ہے تو آپکا فرض منصبی پورا ہو گیا اور آپ اپنا کام کر کے وقت پر اپنے "پیارے اللہ" سے جا ملے اب کوئی وجہ نہیں کہ اسلام دنیا مین نہ پھیلے۔ باقی تمام مذاہب ایک ہلاک شدہ شکار کی طرح احمدی جماعت کے سامنے پڑے ہین اور ان کے ذمے اب صرف اتنا ہے کہ اللہ سے توفیق پا کر اُٹھیں اور اس شکار کو اپنے قبضہ مین کر لین اور یہ تھوڑی سی محنت بھی اللہ تعالےٰ نے اسواسطے باقی رکھی ہے کہ یہ جماعت بھی اپنے امام کیساتھ جہاد کے ثواب مین داخل ہو جائے مین دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اسی کام مین ہمارا مددگار ہو اور ہمین اپنے امام علیہ السلام کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق دے اور ہماری موت وحیات سب اسلام کے لئے ہو آمین

(جزاکم اللہ احسن الجزا۔ ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مذہب

مذہب کے معنے

مذہب کے معنے ہین چلنے کی جگہ یعنے راستہ۔ یہ ایک اصطلاح ہے جس کے معنی عام راستہ نہین لیئے جاتے بلکہ اس سے مراد وہ راستہ ہے جو انسان کو خدا تعالےٰ تک پہونچا دیتا ہے چونکہ ہر ایک فرد بشر کی جو اس دار فانی مین ایک تھوڑے سے عرصہ کے لیئے آتا ہے اصل غرض یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے حقیقی مالک کی رضا کو حاصل

ہر ایک انسان کچھ نہ کچھ مذہب رکھتا ہے

کرے اسلیئے ہر ایک انسان ایسے ایسے ذریعہ تلاش کرتا ہے جس سے خدا کو ملے اور اس غرض کے لیئے ایک سڑک پر چلتا ہے جسکو اسنے اپنے نزدیک اس قابل سمجھا ہے کہ وہ اسکو اسکے حقیقی مالک تک پہونچا دیگی یا یہ کہو کہ ہر ایک انسان خدا تعالےٰ کو ملنے کے لیئے مذہب کی پیروی ضرور کرتا ہے۔ بعض لوگ کہدیتے ہین کہ ہم لامذہب ہین یا ہم کسی مذہب کے پیرو نہیں ہین وہ غلطی کرتے ہین کیونکہ وہ نہین جانتے کہ لامذہبوں کے جو اصول ہین وہ بجائے خود ایک مذہب ہے الغرض مذہب ایک ایسی چیز ہے جسکی اطاعت کا جوا اٹھانے سے کوئی انسان بھی آزاد نہیں ہے جب مذہب ایک ایسی چیز ہے جسکی اطاعت ہر ایک انسان کو لازماً کرنی پڑتی ہے تو پھر ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اس بات مین غور

ہمارا سب سے پہلا فرض

کرین کہ کونسا مذہب ایسا ہے جو واقعی خدا تعالےٰ تک پہونچا دیتا ہے تاکہ انسان اپنی اصل غرض کو حاصل کرلے یا حقیقی مالک کو پالے اب ہم دیکھتے ہین کہ مختلف مذاہب ہمارے سامنے موجود ہین یا یہ کہ ہم ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہوئے ہین جہان سے بہت سی سڑکیں مختلف اطراف کو جاتی ہین ہمیں یہ علم ہے کہ ان مین

سے ایک سڑک ایسی ہے جو ہمیں منزل مقصود تک پہونچا دیگی لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ کونسی سڑک ہی اگر وہاں سی منزل مقصود نزدیک ہو تو ہم ایسا کر سکتے ہین کہ تھوڑی دور چلکر دیکھین کہ آیا ہمکو رستے کے نشانات بتاتے ہین کہ واقعی یہ راستہ صحیح ہے یا کوئی اور راستہ ہے مگر یہاں تو اور مشکل ہی کہ راستہ ہمنے دیکھا نہیں ہے جس کے نشانات پہچان سکین اب ہم حیران ہو کر کسی ایسے انسان کے منتظر ہوتے ہین جو اس جگہ سی ہو کر واپس آیا ہے کہ وہ بتا دے کہ کس راستہ پر چلکر وہ منزل مقصود کو پہونچ گیا لیکن ایک بڑی مدت کے انتظار کے بعد ہم معلوم کرتے ہین کہ یہاں تو کوئی انسان ملتا ہی نہین جسنے یہ دیکھا ہو کہ کس راستہ پر جا کر انسان منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہی بہرحال ہم تلاش کرتے ہین کہ آیا کوئی انسان ہمین اس قسم کا بھی ملتا ہے جو کم از کم اتنا ہی کہدے کہ یہ راستہ منزل مقصود تک پہونچاتا ہے اس مرحلہ پر پہنچکر ہم دیکھتے ہین کہ ہر سڑک کے سرے پر کھڑے ہوئے ہمین کچھ آدمی نظر آتے ہین جن مین سے ہر ایک یہ کہتا ہی کہ میری طرف آؤ جس سڑک پر مین ہون یہ منزل مقصود تک پہونچا دیتی ہے اب ہم حیران ہین کہ کسکو سچا تصور کریں کیونکہ ہر ایک اپنے آپکو سچا کہہ رہا ہے تھوڑے سے غور و فکر کے بعد ہم معاً اس نتیجہ پر پہونچ جاتے ہین کہ بات تو آسان ہی انہین سی ہر ایک کے دلایل پر غور کرلو جو اپنے دلائل مین مضبوط ہوگا۔ ہم اسی کی راہ اختیار کرلینگے اب ہم ان مین سی ہر ایک کے سامنے یہ سوال پیش کرتے ہین کہ تمہاری پاس اپنی سچائی کے کیا دلائل ہین:

پہلا شخص جس سی ہم دریافت کرتے ہین یہ جواب دیتا ہی کہ جس سڑک پر مین چل رہا ہون وہ ایسی سڑک ہے جو صرف میری قوم کو ہی منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے اور کوئی اور انسان اس سڑک پر چلنے کا مجاز نہین ہی یہ جواب سنکر ہمین خیال ہوتا ہے کہ ایک سڑک سے تو ہمین فراغت ہو چکی ہی کیونکہ اسپر چلنے کی ہمین اجازت نہین ہی اور وہ وہی سڑک ہی جسکو ہم یہودی مذہب کہتے ہین۔

اسکے بعد جو ہمین دوسرا آدمی ملتا ہے وہ کہتا ہے کہ جس راستے پر مین چل رہا ہون وہ

منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے یعنے وہ نجات تو لا دیتا ہو مگر کچھ مدت کے بعد نجات یافتہ گروہ میں سے
باہر نکلنا پڑتا ہے تب ہمارا خیال ہوتا ہے کہ اگر لا محدود زمانہ کے لیئے ہمیں نجات ملجائے۔ تو
ایسی نجات کی ہمیں ضرورت نہیں ہے جو ایک محدود زمانہ کے لیئے ہو اسلیئے اب ہم ایسی
سڑکوں سے پرہیز کرینگے جو ایک محدود زمانہ کے لیئے نجات دلانے کی مدعی ہوں جیسا کہ آریہ
مذہب کیونکہ اس مذہب کے پیرو ہمیں بتاتے ہیں کہ تناسخ کو قایم رکھنے کے لیئے نجات یافتہ
انسان کو جونوں کی مصیبت کو برداشت کرنیکے لیئے پھر دنیا میں آنا پڑتا ہے اسکے بعد ہم تیسرے
شخص سے جب سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ سڑک منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے
لیکن اسکے دلائل کیوقت جب غور کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جب کوئی مسیح کے
کفارے پر ایمان لائے تو اسکے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ مسیح تمام دنیا کے گناہوں
کے بدلے سولی پہ چڑھایا گیا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جس کو عقلمند انسان نہیں سمجھ سکتا۔
کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک انسان زہر کھاتا ہے تو اسکا اثر زہر کھانیوالے پر ہی ہوتا ہے
نہ کہ مسیح پر اسلیئے یہ بات مشاہدہ کے بالکل برخلاف ہے پھر جب اسکی دوسری دلیل پہ غور کرتے
ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ہم خدا کو ایک مانتے ہیں لیکن اسکا بیٹا اور روح القدس بھی خدا ہیں تھے۔
تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی ہیں یہ ایک ایسی بات ہے جو ہرگز ایشائی* دماغ کے سمجھ میں نہیں
آسکتی کیونکہ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ ۱+۱+۱ = ۳ ہوتے ہیں نہ کہ ایک اسلیئے یہ دلیل بھی خلافِ
عقل ہے اور ہم ایک ایسی بات ماننے کے لیئے تیار نہیں ہیں جو کہ خلاف عقل اور خلاف مشاہدہ

---

* مخدومی حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کو ایک دفعہ کسی پادری سے تثلیث کے بارے میں یہ جواب
سننا پڑا تھا کہ اسکو ایشائی دماغ والے نہیں سمجھ سکتے مگر پھر پادری صاحب حضور کی اسبات کا جواب نہ دیسکے کہ حضرت
مسیح بھی ایشیا ہی کا رہنے والا تھا جب ایشائی دماغ ان معاملات کو سمجھ نہیں سکتے تو معلوم
ہوا کہ یہ ساری باتیں ان کی طرف سے نہیں۔ بلکہ یہ سب عیسائیوں ہی کی بنائی
ہے۔ منہ

اسلئے ہمین یہ معلوم ہوگیا کہ عیسائی مذہب اس قابل نہین ہے کہ اسپر چلکر انسان خدا تعالیٰ کی ملاقات حاصل کرلے کیونکہ اُسے یہ بھی معلوم نہین کہ اسکے کتنے خدا ہین جنکو ملنا ہو ایکدفعہ وہ کہتا ہے کہ ایک خدا ہے پھر گھبرا کر کہتا ہے کہ نہین تین ہین اب اس کے بعد ہم دیکھتے ہین کہ آیا کوئی اور سڑک بھی ہو جسکے متعلق ہم امید کرسکتے ہین کہ وہ ہمین منزل مقصود تک پہنچادیگی ہم دیکھتے ہین کہ ہمارے سامنے ایک سیدھی سڑک ہو جسکے دونون کنارون پر خوشگوار پہول اور سایہ کرنیکے لیئے بڑے بڑے درخت ہین اور اسپر چلنے والون کو ٹھنڈی ہوا ہمیشہ آتی ہے اس سڑک کے کنارے پر ایک بزرگ باواز بلند پکار رہا ہے یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض یعنی اے لوگو مین تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہون اور مین اس ذات پاک کا رسول ہون جو تمام آسمانون اور زمین کا مالک ہو وہ ایک ہی ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور پھر وہ کہتا ہے کہ مین تم کو اپنی سچائی کے ثبوت دیکتا ہون منجملہ انکے ایک یہ بھی ہو کہ مینے اپنے متبعین کو بالکل مایوسی کے زمانہ مین یہ وعدہ دیا تہا کہ تم قیصر و کسریٰ کے خزانون کے وارث ہوگے اور میرے دشمنون نے اسبات کو ہنسی مین ٹالدیا تہا لیکن ان لوگون نے جنہون نے میری بات پر یقین کیا دیکھ لیا کہ جو کچھ مینے کہا تہا وہی ہوا اور مین نے جو جوان سے وعدے کئے تہے وہ سب پورے ہوچکے ۔ ..... جنکو اس زمانے کے بھی اکثر لوگ جانتے ہین اور جب میری ایک ایسی بات کو جو مینے قبل از وقت کہی تہی اور جس کے پورا ہونیکا کسی کو یقین نہ تھا اسکو پورا ہوتے ہوئے تم دیکھ چکے ہو تو پھر خود اندازہ لگا سکتے ہو کہ جب میری ایک بات پوری ہوچکی جو کہ مین نے قبل از وقت بتائی تھی اسی طرح وہ بات بھی پوری ہوگی جو اسوقت کہہ رہا ہون وہ یہی کہ تم میرے مذہب پر چلکر حقیقی نجات حاصل کرلوگے یہ سڑک جسکا ہم اوپر ذکر کرچکے ہین یہ وہی سڑک ہے جسکو مذہب اسلام کہتے ہین جس کے متعلق مختصر سی چند باتون سے ہمین یقین ہوتا ہے کہ واقعی یہی سڑک ہے جو ہمین منزل مقصود تک پہنچادیگی بس اسلام

ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی اطاعت کے لئے ہر ایک فرد بشر کو تیار رہنا چاہیئے پھر جب ہم اس سڑک پر چلنا شروع کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہمیں ایک نہ ایک ایسا بزرگ ملتا ہے جو ہمیں کہتا ہے کہ مین نے اسلام کے طفیل خدا تعالےٰ کو پا لیا ہے اور مین خدا تعالےٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت ہون اور اس ثبوت میں مین بہت سے معجزات دکھا چکا ہون اور دکھا رہا ہون اور آیندہ کے لیئے دکھاونگا اور یہ ایک ایسے معجزات ہونگے جو میری عمر تک محدود نہ ہونگے بلکہ قیامت تک میرے پیرو ان کو پورا ہوتے دیکھتے رہینگے جنکا مین وعدہ دے رہا ہون یہ بزرگ وہی ہین جنکو ہماری اصطلاح مین امام یا مجدد کہتے ہین اور یہ اسلیئے آتے ہین کہ تا جو غلطیاں اسلام مین واقعہ ہو گئی ہون ان کو دور کر کے تجدید کردین یا بالفاظ دیگر اصل اسلام کو دنیا پر پھر قایم کردین پس ایک ایسا مذہب جس کی ہر زمانہ مین تجدید ہوتی رہتی ہے اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے اُٹھایا ہے جس کی طرف ہم نے جانا ہے۔ وہ اسلام ہی ہے پس ہمین اسلام کی ہی فرمانبرداری کرنی چاہیئے خدا تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم سب اسلام کے سچے خادم ہون۔ الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ

جاینٹ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا بغاوت اسلام کا خمیر ہے

شیخ عبد الرحمٰن صاحب نو مسلم سابق لاہوری انجمن تشحیذ الاذہان کے پرجوش ممبر ہین آپنے ذیل کا مضمون رسالہ مین چھپنے کے لئے بھیجا ہے یہ آریہ مسافر کے دسمبر کے پرچہ کے ایک نوٹ کا جواب ہے جو عدم گنجایش کی وجہ سے چھپ نہین سکا۔ چونکہ اڈیٹر صاحب آریہ مسافر نے اس مضمون کو

صرف ایک دو دفعہ درج رسالہ نہیں کیا بلکہ چھ ماہ تک اس مضمون کو درج کرتے رہے ہین آخری دفعہ فروری کے پرچہ مین یہ نوٹ شایع ہوا ہے اسلیئے اس مضمون کو اسوقت شایع کرنا بعد از وقت نہین ہے اگر ایڈیٹر صاحب آریہ مسافر تعصب کی عینک کو اوتار کر پڑھینگے تو نہین معلوم ہو جائیگا کہ یہ بالکل فضول اعتراض ہے ہان اگر اب بہی ایڈیٹر صاحب باز نہ آئینگے تو آریونکی کتابون سے بغاوت کی تعلیم کا ثبوت دیا جاویگا! (جائنٹ ایڈیٹر)

آریہ مسافر ایک ماہواری رسالہ جالندھر سے شایع ہوتا ہے اس رسالہ کے دسمبر ۱۹۰۸ء کے پرچہ مین ایک مضمون بعنوان "بغاوت اسلام کا خمیر ہے" نکلا ہے جس مین ایڈیٹر رسالہ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ قرآن شریف خود بغاوت کی تعلیم سکھاتا ہو اور اُس کی تائید مین اسنے سورة النساء کے اس حصہ آیت "یا یھا الذین اٰمنوا اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم" یعنے اے مومنو اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور انکی جو تم مین سے حاکم ہون، کو پیش کر کے اپنے زعم فاسدہ مین اس سے یہ نتیجہ نکال کر کہ لفظ منکم سے مراد صرف مسلمان حاکم ہی ہین جن کی اطاعت مسلمانون کے لیئے لازمی اور ضروری ہے بڑے زور شور سے تمام اسلامی اخبارات کو چیلنج دیا ہے کہ جو حوالہ اسنے آیت مذکورہ بالا کا دیا ہے سب بالاتفاق اسکی تردید کرین!

اس مضمون پر چندان کچھ لکھنے کی ضرورت تو نہین تھی کیونکہ ہر ایک وہ انسان جسکو کہ آریون کی تحریرون کے باین کہ وہ اسلام کی تعلیم سے بہی واقفیت رکھتا ہو پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے اچھی طرح سے جانتا ہے کہ ان لوگون کا ہمیشہ سے یہی وتیرہ چلا آتا ہے کہ جب قرآن شریف کی کسی آیت پر بیجا حملہ کرنے لگتے ہین تو اسکے سیاق سباق کو بالکل چھوڑ کر اس آیت کا تھوڑا سا ٹکڑہ لیکر اوس پر جسقدر چاہتے ہین جاہلوں کو دھوکا مین ڈالنے کے لیئے اعتراض کرتے ہین چنانچہ یہان بھی ایڈیٹر آریہ مسافر نے اپنے دیگر بھائیوں اور اپنے باوا دیانند کی پُرانی عادت کے موافق پوری آیت کو نقل نہین کیا

یا نکہ نصف حصہ آیت کا نقل کر کے اسکو قابل اعتراض ٹھہرایا ہے مگر چونکہ اس نے بڑے زور شور سے اسکو لاینحل سمجھکر یہ دعوے کیا ہے کہ کوئی اسکا جواب لکھے اسلیے مین مناسب سمجھتا ہے کہ اسپر قلم اٹھاؤن مبادا کوئی جاہل نادان انکے دھوکہ مین آکر ٹھوکر نہ کھاجائے

پیشتر اسکے کہ مین اسکا جواب لکھون ناظرین پر یہ بات ظاہر کر دینا بھی مناسب خیال کرتا ہون کہ ایڈیٹر آریہ مسافر کو قرآن شریف کی اس پاک تعلیم پر جس مین صاف حکام وقت کی اطاعت کا حکم ہے کیون حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ سو واضح ہو کہ آریون نے ۱۹۰۷ء مین ویدون کی اس تعلیم* "بادشاہ چھتریون مین سے ہونا چاہیے اور وہ آدمی ہونا چاہیے جو ویدون کے علوم سے ماہر ہو (دیکھو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ سمت ۱۹۵۴ بکرمی صفحہ ۱۷۵-۱۸۱-۱۸۳) پر عمل کرنے کی غرض سے سلطنت برطانیہ کے خلاف جسکے زیر سایہ وہ مدت سے با امن زندگی بسر کر رہے تھے اور جسکی طفیل وہ تمام دنیاوی عزتیں اور آسائشیں حاصل کرنے مین

---

*حاشیہ - اگر کوئی یہ کہے کہ ستیارتھ پرکاش مین بغاوت کی تعلیم ہرگز نہین بلکہ اس سے مراد یہ ہی کہ دیشی راج بہ نسبت بدیشی راج کے اچھا ہی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غیر اقوام کے ماتحت رہنے کے متعلق جو قوانین ہندو مذہب پیش کرتا ہے وہ کہان ستیارتھ پرکاش مین درج ہین حالانکہ سوامی دیانند کو لازم تھا کہ پہلے وہ ویدون مین سے اس تعلیم کو درج کرتے جو ہندون کو غیر اقوام کے ۔۔۔۔ بادشاہون کے ماتحت وفاداری سے رہنے کی ترغیب دیتی ہی کیونکہ وہ زمانہ جسکو انھون نے پایا انگریزی حکومت کا زمانہ تھا نہ کہ ہندو مذہب کی حکومت کا جسکے متعلق قوانین سے انھون نے اپنی کتاب کے کئی صفحے بھر دیے ہین انکا ضروری تعلیم کو چھوڑ کر غیر ضروری (اور ہندؤن کو مدت سی بھولی ہوئی) تعلیم کا پھیلانا صاف اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا منشاء واقعی اپنے پیرون کو انگریزون کے خلاف اکسانے کا تھا ورنہ کونسی بات انکے لیئے مانع تھی کہ وہ انکے ماتحت وفاداری اور فرمانبرداری سے رہنے کی متعلق بھی قانون اگر کوئی تھی۔ تو درج کر دیتے منہ

دیگر اقوام سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ شورش اٹھائی اور ویدون کی مذکورہ بالا تعلیم پر عمل کرنے کے غرض یہ چاہا کہ وہ کسی ایسے آدمی کے ماتحت رہین . . . . . . چھتری بھی ہو اور ویدون کی تعلیم سے بھی ماہر ۔ مگر جب انکے بڑے بڑے لیڈر گرفتار ہو گئے اور بجائے کامیابی کے الٹا ناکامی اور نامرادی کا مُنہ دیکھنا پڑا تو انھوں نے سوچا۔ کہ اب سوائے مسلمانون کو اپنے ساتھ شریک کرنے کے اور کسی طرح بھی ہم کامیاب نہین ہو سکتے چنانچہ اس امر کے لیئے انھوں نے بہت بہت کوششیں کین اور بہت سے لیکچر ایسے دیئے جن مین چھوت کے مسئلہ کی بھی بڑے زور سے تردید کیگئی مگر الحمد للہ کہ مسلمان ان کے فریب سے بچے رہے اور انہوں نے بجائے اسکے کہ اس شورش مین کچھ حصہ لیتے جا بجا جلسے منعقد کر کے اپنی پاک تعلیم کی رُو سے جاہل اور ان پڑھ مسلمانون کو بھی اس مین شریک ہونے سے روکے رکھا جنکے اکسانیکے لیئے بہت ہاتھ پاؤں مارے گئے تھے؛

جب انکو چارون طرف سے ناکامیابی ہی ناکامیابی نظر آئی اور دیکھا کہ ہم گورنمنٹ کی نظر مین بانی فساد قرار پا جاینگے۔ اور مسلمان جو بیچارے خواہ نخواہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بانی مشہور ہین انکی اب بریت ہو جائیگی تو انہوں نے پھر اس امر مین کوشش کرنی شروع کی اور ابتک کر رہے ہین کہ جب کبھی موقع پا دین گورنمنٹ کو مسلمانون پر بدظن کرین اور جاہل اور ان پڑھ مسلمانون کو یہ دھوکا دیکر کہ انکی تعلیم ہی دیگر اقوام کے بادشاہونکی اطاعت سے روکتی ہے گورنمنٹ کے خلاف اکسا دین یاد رہے کہ انکا اسلام کی پاک تعلیم پر جھوٹے اور بیجا الزام لگانے کیا ہین گویا انکی یہ باریک در باریک پالیسی ہے جسکو وہ اندر ہی اندر جاہل اور ان پڑھ مسلمانونکو گورنمنٹ کے خلاف اکسا کر اپنا ایک بھاری جتھا بنانے کے لیئے کھیل رہی ہین مگر اب انکو یقین کرنا چاہیئے کہ انشاء اللہ اب انکی دال نہین گلیگی۔

اب مین ناظرین کے سامنے اس تمام آیت کو جس مین غیر اقوام کے حکام کی اطاعت کا صریح حکم ہے اور جسکے نصف حصہ کو آریہ مسافر کے متعصب ایڈیٹر نے اندھا دھند بغیر

سوچے سمجھے یا محض لوگونکو دھوکے مین ڈالنے کے لیئے یا اس غرض سے کہ گورنمنٹ کو مسلمانون پر بدظن کرے درج کرکے قابل اعتراض ٹھہرایا ہے پیش کرتا ہون اور وہ آیت یہ ہے۔ یا یھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر و احسن تاویلاً (اے مومنو! اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان لوگون کی جو تمپر حکمران ہون پس اگر کسی امر مین تمہارے مابین جھگڑا پڑجاوے تو پھر اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاو و اگر تم اللہ اور یوم الآخرہ پر ایمان لاتے ہو یہی اچھی اور احسن تاویل ہی) اس آیت مین حکام کی اطاعت کا حکم دیکر اللہ تعالےٰ سب مسلمانونکو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر تم مین کوئی جھگڑا پڑجائے تو پھر تم اس امر کو اللہ اور رسول یعنی شریعت کی طرف لوٹا دو یعنے اس امر کا فیصلہ شریعت کے لحاظ سے کرلو اب اس آیت سے صاف کھل گیا کہ منکم سے یہان قطعاً مسلمان حاکم مراد نہین بلکہ غیر اقوام کے ہی فرمانرواؤنکو مدنظر رکھکر یہ حکم صادر فرمایا گیا ہے جھگڑے کی صورت مین مسلمانونکو شریعت کی طرف رجوع کرنیکا حکم دینا صاف اسبات پر دال ہے کہ وہ فیصلہ جو حاکم وقت نے کیا ہو وہ شریعت کے خلاف ہوگا اور اسکے ہر ایک ذی عقل انسان سمجھ سکتا ہو کہ شریعت کے خلاف فیصلہ کرنیوالا کون ہوگا آیا وہ مسلم بادشاہ ہوگا یا غیر مسلم اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس آیت مین اگر غیر اقوام کے بادشاہ ہی مراد لیئے جاوین تو پھر مسلمان بادشاہون کا ذکر کیون نہین کیا کیا مسلمانون کو انکے برخلاف بغاوت کرنی چاہیئے تو اسکا جواب یہی کہ ہر ایک عقلمند انسان اسبات سے انکار نہین کرسکتا کہ اپنے قوم کے بادشاہ کی اطاعت ہر ایک شخص اپنے اوپر واجب سمجھتا اور اسکے حکمون کو سچے دل سے بجالانا اپنا فخر یقین کرتا ہے اسلیئے عالم الغیب خدا نے جسکے علم مین تھا کہ مسلمان اپنی

بدکرداریون اور غفلتون کے سبب سے سلطنتین کھو بیٹھینگے اور انکو غیر اقوام کی ماتحت رعایا بنکر زندگی بسر کرنی پڑیگی اپنی پاک کتاب مین اسلیئے کہ کہین مسلمان ایسے وقت مین انکو کافر سمجھکر انکے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے مصیبتون مین گرفتار نہ ہو جائین پہلے ہی سے اِن کی اطاعت ان پر واجبی اور لازمی اور فرض عین قرار دے دی اور اس ضروری امر کو بیان کر دیا جسکے بیان کرنیسے وید بالکل ساکت رہے اور اس غیر ضروری حصہ کو جسکا بیان کرنا گویا ایک لغو کام تھا جسکے کرنے سے خدا کی ذات پاک ہی چھوڑ دیا!

اب ہم اسی آیت کے حوالہ سے جس پر کہ نادان معترض نے بغیر سوچے سمجھے کے اعتراض کر دیا ہے دکھا چکے ہین کہ یہان صرف غیر اقوام کے ہی بادشاہون کا ذکر ہے مسلمانونکا کا ذکر تک بھی نہیں ابھی یہ بات کہ مخاطب اس آیت مین مومن ہین۔ اسلیئے منکم سے بھی وہی مراد ہونے چاہین سو اسکے جواب مین یہ عرض ہے کہ اوّل تو اگلا حصہ آیت کا جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہین کھلے طور پر اُن معنوں کی تردید کرتا ہے دوسرے یہ بھی کوئی ضروری نہین کہ جو بھی مخاطب ہون وُہی منکم سے مراد لیئے جاوین قرآن شریف مین اللہ تعالےٰ نے ایک اور مقام پر اسکی تصریح کر دی ہے جہان کہ وہ دوزخیون سے سوال کرتا ہوا فرماتا ہے الم یاتکم رسل منکم یعنی کیا تمہارے پاس رسول نہین آئے حالانکہ یہ ایک صریح بات ہو کہ رسول تو دوزخیوں مین سے نہیں ہین اور تیسری وجہ مومنونکو مخاطب کرنیکی یہ ہو کہ ہر ایک انسان جسکو ذرا بھی عقل ہو اسبات کو خوب سمجھ سکتا ہو کہ قرآن شریف کے حکموں پر عمل کرنیوالے وہی لوگ ہو سکتے ہین جو اسپر ایمان لاتے ہیں۔ نہ کہ وہ لوگ جو کھلے طور پر اسکا انکار کرتے ہین اسلیئے یہان پر انہی لوگونکو مخاطب کیا گیا ہو جو قرآن پر ایمان رکھتے اور اسکے ہر ایک حکم کو بجا لانا اپنا فرض یقین کرتے ہین۔

اگرچہ قرآن شریف کے اور بہت سے مقامات اور کئی احادیث بھی اس مسئلہ مین بہت سی روشنی ڈالتی۔ مگر چونکہ ایڈیٹر آریہ مسافر نے لکھا ہے کہ مین صرف اسی آیت سے اسکا حل چاہتا ہون اسلیئے مین اسی پر اکتفا کرتا ہون کچھ تو اسلیئے کہ مضمون بہت

طول پکڑ جاوے اور کچھہ اسلیئے کتا کہ ایڈیٹر صاحب کو پتہ لگجاوے کہ قرآن شریف ایسی عالم الغیب ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہوا ہے جس نے کہ ان تمام اعتراضات کا جو کہ آیندہ مخالفین اسلام نے اس پاک کتاب پر کرنے تھے .... پہلے ہی سے ٹھیک اسی جگہ جو جائے اعتراض ٹھہرائی جاتی تھی کافی و شافی جواب دیدیا ہوا ہے۔

مین امید کرتا ہون کہ ایک طالب حق کے لیئے اسی قدر کافی ہے بشرطیکہ وہ انصاف اور نیک نیتی کو کام مین لاوے اخیر مین مین دعا کرتا ہون کہ یا الٰہی تو اس قوم کی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار تا یہ تیری اس روشن نور کو جو تیری پاک کتاب مین ہے دیکھین اور راہ راست پر آوین (آمین)

ریویو مع شکریہ

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - اس ماہ صفر مین دار الکتب احمدیہ کیلیئے جو اخبارات و رسالجات جاری ہوئے اور جو کتب وصول ہوئیں انکا مختصر ریویو ذیل مین درج ہے ہا لکان اخبار و رسائل اور مصنّفین کتب اپنی عالی حوصلگی اور سیر چشمی کے سبب مستوجب ستایش ہیں کہ انھون نے اس پبلک لائبریری یعنی دار الکتب احمدیہ کیلیئے اپنے اخبارات و کتب مرحمت فرماکر ثواب عظیم حاصل کیا امید ہے کہ دیگر حضرات بھی اسطرف ضرور توجہ فرماکر سپاس گذاری کا موقعہ دینگے۔

نیازمند - اکبر شاہ خان نجیب آبادی نائب افسر دار الکتب احمدیہ قادیان

گلستان ساتوین صدی ہجری کے مہتم بالشان واقعات مین سے ایک شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کا وجود اور انکی لا نظیر کہے جانیکی قابل کتاب گلستان کی تصنیف ہے اس اخلاقی کتاب کی قبولیت و شہرت کو دیکھکر حکیم قاآنی اور مولانا جامی و نظامی اور اور بلند پایہ حضرات نے اسی قسم کی کتابین بہارستان وخارستان وغیرہ ناموں سے لکھین لیکن ع - قبول خاطر و لطف سخن خداداد است گلستان

کے سامنے کوئی بھی سرسبز نہ ہوئی اور زمانہ نے سوائے گلستان کے کسی دوسری کتاب کو قبول عام اور شہرت دوام کا خلعت عطا نہ کیا دنیا کا کوئی متمدن ملک اور کوئی متمدن زبان ایسی نہین جس مین گلستان کا ترجمہ ہو عربی مین اس کتاب کا سب سے بہتر ترجمہ وہ ہی جو علامہ جبرئیل افندی یہودی نے توفیق پاشا کے عہد مین کیا یہ علامہ مصر و شام کا مسلمہ ادیب اور بڑے بڑے مسلم الثبوت ادیب اسکی اُستادی کے معترف ہین غرضیکہ اس عربی ترجمہ کی خوبی فارغ از توصیف ہی اور ممکن نہین کہ کوئی اسکو دیکھے اور اسکی تعریف مین رطب اللسان نہ ہو حضرت مولوی عبد الولی صاحب نے اسکو معہ ترجمہ اُردو کے اپنے آسی پریس لکھنؤ مین چھاپکر شائع کیا ہر صفحہ کے دو کالم ہین ایک کالم مین عربی اور دوسرے مین اوسکا لفظی با محاورہ اور نہایت لطیف اُردو ترجمہ ہی غرضیکہ اب یہ کتاب نہ صرف ایک اخلاقی کتاب بلکہ زبان عربی سکھلانیوالی اعلیٰ درجہ کی ریڈر اور عربی علم ادب کا ایک شفیق اُستاد ہی ہمارے بھائیونکو جو زبان عربی کے عاشق ہین. اس کتاب کی خریداری سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہئیے مولوی عبد الولی صاحب مالک و مینیجر آسی پریس لکھنؤ سے دو روپیہ ۲ قیمت پر ملتی ہی اور اپنی خوبیوں کے اعتبار سے کچھ مہنگی نہین۔

| مُفید المفتی | اس مفید کتاب کی قیمت دو روپیہ اور ضخامت ۲۰۰ صفحہ ہی مدت سے ملک کو ضرورت تھی

کہ فضلائے حنفیہ کے تاریخی حالات اور فقہ حنفی کی تالیفات سے قوم کو اطلاع دیجائے اسلیئے کہ کسی مذہب کے معاملہ سے اُسیوقت بحث کیجاسکتی ہی جبکہ بزرگون کی تحقیقات علمیہ سے پوری واقفیت ہو اور مذہبی کتابون پر کافی عبور ہو مولانا عبد الاول صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کیکے کتاب مفید المفتی تالیف فرمائی جو فتوی نویسون کے لئے مفید اور اہل نظر کے واسطے سرمایہ تاریخ ہی مولف نے اس کتاب مین نہایت جانفشانی سے تمام لوازم افتاء و تاریخ و تالیف احناف کا استقصا کیا ہی اور عام فائدہ کے لئے صاف اور شُستہ اُردو زبان مین تحریر فرمایا ہی جسطرح یہ کتاب اپنے موضوع مین اعلیٰ ہی اسی طرح کمال حُسن و خوبی کیساتھ چھاپی بھی گئی ہی اور فاضل مولف نے اسکا حق تالیف آسی پریس لکھنؤ کو عطا فرمایا ہی کتاب جلستان اور مفید المفتی کے ملنے کا پتہ ایک ہی ہے

| الجبان | اس کتاب کا حجم ۲۵۴ صفحہ تقطیع $\frac{22\times 18}{8}$ قیمت ڈیڑھ روپیہ ملنے کا پتہ یہ ہی

حکیم محمد فیروز الدین صاحب منشی فاضل ایڈیٹر رسالہ حکمت و اخبار الکیمیا لاہور موچی دروازہ

بلا مبالغہ اور بلا تصنع کہا جاتا ہے کہ جریان کے متعلق ایک ایسی جامع و مانع کتاب زبان اردو میں آجتک نہیں لکھی گئی کتاب کے مطالعہ سے مصنف کی وسعت معلومات کا اندازہ ہو سکتا ہے اگرچہ بعض مقام پر کتاب کی زبان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا مصنف پنجاب کا رہنے والا ہے لیکن بلاریب کتاب کی خوبی کو کہ اس سے مطلق صدمہ نہین پہونچا اس کتاب کی ملک مین بکثرت اشاعت ہونی نہایت ضروری ہے۔ یہ ملک کی خوش قسمتی ہے کہ ایسی مفید کتاب شایع ہوئی اس کتاب کے متعلق حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسلمین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ الفاظ مصنف کے پاس لکھکر بھیجے تھے مین رسالہ الجریان مرتبہ حکیم فیروز الدین صاحب پڑھکر مصنف کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ انھون نے بہت محنت سے ہندی عربی یونانی اور طب قدیم و جدید کے تجارب سے اس رسالہ کو شایع کیا گیا ہے اگر اسی طرح قابل قدر اطبا ایسے امراض کے متعلق اس قسم کے رسایل شایع فرمائیں تو ملک کے لئے مفید ہین بڑی لیاقت سے اسباب علامات اور معالجہ مین بسط سے کام لیا گیا ہے؛

رسالہ حکمت الجریان کے مصنف منشی فاضل حکیم محمد فیروز الدین صاحب کی ایڈیٹری مین لاہور سے مہینہ مین دوبار شایع ہوتا ہے اخباری تقطیع کے ۸ صفحہ لکھائی چھپائی اور کاغذ صاف ستھرا قیمت سالانہ ۲؎ امرا اور غربا سے ۱؎ یہ قیمت کچھ بہت نہین ہے طبی مضامین نہایت عمدگی اور قابلیت کے ساتھ لکھے ہوئے ہوتے ہین قدیم و جدید طب کے اختلافی مسایل پر اسمین بحث ہوتی ہے اگرچہ اس رسالہ کی بعض مضمون نگار بہت ہی معمولی لیاقت کے آدمی معلوم ہوتے ہین لیکن اکثر اعلیٰ قابلیت کے طبیب اور روشن خیال اور بلند مرتبہ اشخاص بھی ہین؛

کرزن گزٹ دہلی مرزا حیرت کی ایڈیٹری مین دہلی سے شایع ہوتا ہے قیمت تین روپیہ سالانہ قریباً ۱۶ صفحہ پر یڈنگ میٹر ہوتا ہے ہندوستان کے مشہور اخبارون مین اسکا شمار ہے میرزا حیرت شیعون کی گوشمالی مین اپنی ہمت بہت صرف کرتے ہین لیکن وہ اکثر موقعون پر جادہ اعتدال سے اسقدر منحرف ہو گئے ہین کہ جماعت احمدیہ کا کوئی ممبر اسلئے کہ احمدی لوگ سچے اور زندہ اسلام سے مستفیض ہین میرزا حیرت کے معتقدات سے متفق و ہم آہنگ نہین ہو سکتے کیا اچھا ہو کہ میرزا صاحب شیعون کا مقابلہ کرتے مین مسیح موعود کے

کی تصانیف اور مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب خلافت راشدہ کو اپنا دستور العمل بنا ئین بہرحال دنیوی خبرون سے واقف ہونیکے لئے بھی کرزن گزٹ بہت سے دریدہ دہن اور متعصب ہندو اخبارون سے بدرجہا بہتر ہے۔

البیان یہ عربی و اردو کا ایک پندرہ روزہ علمی رسالہ ہے قیمت للعہ سالانہ ہے یہ رسالہ موجودہ زمانہ کی فصیح عربی زبان مین شایع ہوتا ہے اور اسکے بالمقابل کالم مین اردو ترجمہ بامحاورہ ہوتا ہے الفاظ غریبہ کا حل نوٹ مین دیا جاتا ہے اسکی اشاعت ہندوستان کے باہر نیویارک امریکہ۔ کریمیا پیرس۔ لندن روم مصر۔ شام۔ ایران تونس الجزائر مراقش وغیرہ اکثر ملکون مین ہے اور اسی وجہ سے مصر کے مشہور سائنٹفک عربی میگزین الہلال نے اسکے متعلق رائے دی ہے کہ " ہی افضل وسیلۃ لتوطید العلایق بین الہند والعرب" البیان مین دنیائے اسلام کے متعلق نہایت کثرت سے خبرین شایع ہوتی ہین اور مضامین اعلیٰ درجے کے لکھے جاتے ہین لکھنؤ سے جناب علامہ عبداللہ عمادی و مولوی سید سلیمان صاحب کی ایڈیٹری مین آسی پریس مین حضرت مولانا عبدالولی صاحب پروپرائٹر کے اہتمام سے شایع ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا کتابین رسالے و اخبارات صرف ماہ صفر مین دارالکتب احمدیہ کو وصول ہوئے ہین انکے علاوہ اسی مہینہ مین جناب سید احمد نور صاحب کابلی مہاجر نے اپنی دینداری کا یہ نمونہ دکھلایا کہ اپنی قومی لائبریری اور دارالکتب احمدیہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابین مرحمت فرمائیں خدا انکو اس عطیہ کی جزائے خیر دے اور خدا کرے ہم مین ہزارہا لاکھون احمد نور پیدا ہو جائیں جو اس دارالکتب کی طرف توجہ فرمائیں مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ہر حصص لغات القرآن دونون حصے چشمہ معرفت۔ اعجاز المسیح صحیح بخاری کامل ریویو آف ریلیجنز جلد ۴ تشحیذ الاذہان جلد ۴ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن و مہتمم ڈسپنسری انجمن احمدیہ قادیان نے بھی جو ہماری واجب التعظیم بزرگ ہین بہت سی کتابیں دارالکتب احمدیہ کو عطا فرمانیکا وعدہ فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ یقین ہے کہ ماہ آیندہ کے پرچے مین ان کتابونکی فہرست بھی شایع ہو سکیگی اسی طرح غلام حسین صاحب پٹواری حضرت کیلیانوالہ تحصیل وزیر آباد سے بہت سی کتابوں کے بھیجنے کا وعدہ

جناب سید قاسم علی صاحب دہلوی نے سال گذشتہ مین قریباً تیس کتابین دار الکتب احمدیہ کے لیے بھیجی تھیں لیکن دفتر کے کلرک صاحب کی عنایت سے انکی فہرست گم ہوگئی اور کتابین دوسری کتابونکے ساتھ ملکر اسطرح فہرست مین شامل ہو گئین کہ اب جبتک میر صاحب ہی خود اپنی عطا کردہ کتابوں کی فہرست دوبارہ نہ بھیجین ان کتابوں کا نام شایع نہین کیا جا سکتا حضرت میر صاحب نے اس پہلے عطیہ سے بھی زیادہ کتابوں کے اور رحمت فرمانے کا وعدہ زبانی فرمایا تھا جو یقین ہے انکو یاد ہوگا اور بہت جلد ایفا فرمایا جائیگا لائبریری فنڈ مین روپیہ کی بھی سخت ضرورت ہے اسٹول کرسیان اور الماریان بالکل ناکافی ہین اور کم سے کم دو سو روپیہ مین نہایت ضروری سامان بن سکتا۔ لائبریری فنڈ کا روپیہ قوم کے مقتدا اور پیشوا حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب دار الکتب احمدیہ کے افسر اعلیٰ اور انجمن تشحیذ الاذہان پریسیڈنٹ کے نام آنا چاہیئے اور کتب اخبارات وغیرہ اور دیگر مراسلت متعلقہ دار الکتب کے لیے صرف مہتمم دار الکتب یا عاجز راقم کا نام لکھدینا کافی ہے۔

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی ثم قادیانی۔ ۲۰ صفر المظفر ۳۱ھ

الحمد للہ رب العلمین ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ ماہ صفر کی وصول شدہ کتابوں اور اخبارات سے متعلق ریویو اور شکریہ لکھکر حضرت ایڈیٹر صاحب کی خدمت مبارک مین بھیجوا چکا ہون کہ اتنے مین حضرت مخدومی مکرمی سیدی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی نے موعودہ کتابین دار الکتب مین بھجوا دین چونکہ ماہ صفر کے ختم ہونے مین کئی گھنٹے باقی ہین اسلئے وہ فہرست جسکے ماہ آئندہ مین شایع ہونیکی امید کیگئی تھی اسی مہینہ مین شایع ہوتی ہے ان مندرجہ ذیل کتابون مین بعض بعض کتابین تو نہایت ہی قیمتی اور نایاب نسخہ ہین اے میرے قادر و قیوم خدا تو اپنے بہت سے بندونکے دلون مین ایسی ہی روح پھونک دے اور ایسا ہی درد پیدا کر دے جیسا کہ ہمارے مخدوم حضرت خلیفہ صاحب نے نمونہ دکھایا ہے آمین یا رب العلمین۔

نیازمند اکبر نجیب آبادی۔ ۲۹ صفر ۳۱ھ فہرست اسطرح ہے

نمبر	نام کتاب	نمبر	نام کتاب
۱و۲	سیر حامدی حصہ اول و دوم مجلد	۲۶	سواد السبیل
۳	القسطاس المستقیم	۲۷	رویائے صالحہ
۴و۵	ترک میر نیم حصہ اول و دوم	۲۸	السر المکتوم
۶	خطبات کریمیہ	۲۹و۳۰	حیرت کی حیرانی حصہ اول و دوم
۷	کلمۃ الفصل	۳۱	انوار اللہ
۸	دعوۃ الحق	۳۲	جواب امہات المومنین
۹	سوانحعمری خواجہ نظام الدین	۳۳	رسالہ تصوف الموسوم بہ ینبوع الاسرار
۱۰و۱۱	صراط مستقیم دو جلدین		قلمی مجلد
۱۲و۱۳	جام شہادت دو جلدین	۳۴	حدیث کی ایک قلمی کتاب
۱۴و۱۵	یادگار کریم دو جلدین	۳۵	حیات القلوب مصنفہ امام غزالی
۱۶	مباحثہ مابین شیخ الہ دین بہاری و احمد مسیح	۳۶	ہدایت الاعمیٰ قلمی مجلد
۱۷	الوعظ المحسنہ بالکتاب والسنۃ		
۱۸	ایقاظ النائمین		
۱۹	رسالہ اتمام الحجۃ		
۲۰	فک الشک		
۲۱و۲۲	اعلام الناس حصہ اول		
۲۳	تحذیر المومنین		
۲۴	صیانۃ القرآن		
۲۵	ازالہ الوساوس		

بقیہ رسیدات ماہ ذوالحج سنہ ۱۳۳۲ھ

نمبر خریداری	نام	رقم	نمبر خریداری	نام	رقم
۲۹۶	سیٹھ موسیٰ عثمان صاحب	عا/	۳۴۵	محمد سرفراز خان صاحب	عا/
۴۸۶	ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب	عا/	۳۵۴	رحیم الدین صاحب	عا/
۵۶۰	امام الدین صاحب	عا/	۳۸۶	میاں صاحب دین صاحب	عہ/
۵۲۵	سید محمد رضوی صاحب	عا	۴۴۱	میاں غلام محمد صاحب	عہ
۱۱۹	محمد یوسف صاحب	عا/	۵۰۷	سید امر علیشاہ	عا/
۱۶	ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب	عا/		میاں احمد دین صاحب زرگر قادیان	للعہ چندہ مبری
۱۲۲	مولوی گلاب دین صاحب	عہ/	۱۵	حبیب الرحمٰن صاحب	عا/
۲۹۹	بنی بخش صاحب	عا/	۲۹۱	اسعد علیخان صاحب	عا/
۳۴۰	محمد اکبر صاحب	عا/	۳۷۰	بدر دین صاحب	عا/
۳۷۵	عبد الرحمٰن صاحب	عا/	۴۷۵	محبوب الرحمٰن صاحب	عا/
۱۹۷	میاں عبد العزیز صاحب	عہ/	۳۸۲	غلام احمد صاحب	عا/
۲۳۳	عنایت اللہ صاحب	عا	۴۹۱	ملک غلام احمد صاحب	عا/
۴۷۱	نواب خان صاحب	عا	۴۹۸	محمد مقبول صاحب	عا/
۵۲۴	مولوی ابو الحمید	عا	۵۲۳	غلام اکبر خان صاحب	عا/
۵۴۵	مولوی نور محمد صاحب	عا	۹۱	بابو فیروز الدین صاحب	عا/
	ماسٹر عبد العزیز صاحب بی س قادیان	عہ/ اعانت	۳۲۷	بابو روشن دین صاحب	عا
۹۴	عبد الغنی صاحب	عا	۴۹۳	اخوند محمد رمضان	عہ/
۲۲۶	ڈاکٹر ستار شاہ صاحب	عا	۴۴۴	محمد حسین صاحب	عا/
۳۱۸	محمد عجب خان صاحب	عا	۵۲۰	علاؤ الدین صاحب	عا/

رسیدات ماہ محرم ۱۳۲۷ھ

۳۳۹ نذر محمد صاحب عا ر ۳۸۱ بقا محمد صاحب عا ر ۲۸۱ عبدالغنی صاحب عا ر ۲۷ عبداللہ خان صاحب عا ر

۲۵۳ سید عظیم الدین صاحب عا ر ۲۹۲ حافظ میر محمد صاحب عا ر ۲۰۸ مفتی گلزار محمد صاحب عا ر ۱۸۷ مولوی عبداللہ صاحب عا ر

۳۸۷ عبدالعزیز صاحب عا ر ۲۹۳ فقیر بخش صاحب عا ر ۲۷۸ چوہدری حیات محمد صاحب عا ر ۹۱ حسن محمد صاحب عا ر

۵۳۲ غلام محمد صاحب عا ر ۲۴۴ محمد عمر صاحب عہ ر ۲۲۸ سردار امام بخش صاحب عا ر ۹۰ محمد اسمٰعیل صاحب عا ر

جماعت شملہ معرفت بابو برکت بمعہ اعانت

۲۳۵ منشی عبداللہ صاحب عا ر ۱۹۰ جلیل احمد صاحب عا ر ۳۳۵ بابو محمد شفیع صاحب عا ر ۱۸۳ محمد امیر صاحب عا ر

۳۱۶ محمد نواب خان صاحب عا ر ۹۹ منشی عبدالعزیز صاحب عا عبداللہ خان صاحب چندہ ممبری ۱۸ ر ۳۸۰ ہاشم علی صاحب عا ر

۵۰۶ دولت خان صاحب عا ر ۵۸۹ راجہ اسمٰعیل صاحب عہ ر ۲۰ میاں امام الدین صاحب عا ر قاضی نظیر حسین صاحب عا ر

۱۳۵ اسمٰعیل آدم جی عا ر ۵۰۷ اکبر علی صاحب عہ ر ۱۰۵ حشمت اللہ صاحب عا ر ۳۷۸ عبدالغنی صاحب عا ر ۵۳۰ عبدالرحیم صاحب

۵۰۴ بابو نواب خان صاحب عا ر ۲۲۴ احمد کبیر نور محمد عا ر ۱۲۴ منشی قدرت اللہ صاحب عا ر ۱۷۵ حامد حسین صاحب عا ر

۵۶۳ منشی اکبر علی صاحب عہ ر ۳۶۲ محمد اکرام خان صاحب عا ر ۱۲۷ محمد صادق صاحب عا ر ۳۶۹ فیض محمد صاحب عا ر

۲۴۵ عبدالحمید صاحب عا ر صاحبزادہ صاحب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب چندہ ممبری ۱۸ ر ۱۵۵ اکبر علی صاحب عا ر

غلام قادر صاحب چندہ ممبری ۱۸ ر ۵۰۸ عبدالرحیم صاحب عا ر ۲۷۶ قاضی عطاء اللہ صاحب عا ر ۵۰ سید سعید الدین صاحب عا ر

۲۹۸ حکیم محمد اکرم صاحب عا ر ۳۳۲ مولوی محمد یمین صاحب عہ ر ۵۰۱ محمد دین صاحب عا ر ۲۱۴ چوہدری غلام احمد صاحب عا ر

رسیدات بابت ماہ صفر ۱۳۲۷ھ

۶۱۱ ڈاکٹر محمد حسین صاحب عا ر ۶۲۱ محمد وزیر خان صاحب عا ر جماعت کپورتھلہ چندہ لائبریری عا ر

۵۲۶ چوہدری غلام محمد صاحب عا ر ۵۹۵ جلال الدین صاحب عہ ر ۲۸۶ یار محمد صاحب عا ر ۱۲۲ منشی گلاب دین صاحب ۵ ر

۲۹ حسن موسیٰ خان صاحب عہ ر ۶۲۶ کرم الٰہی صاحب عا ر ۵۷۷ نذیر احمد صاحب عہ ر ۶۲۷ منشی ننھے خان صاحب عہ ر

۶۲۸ منشی کرم علی صاحب عا ر ۶۲۹ شیخ مظفر الدین صاحب عا ر ۶۳۰ محمد دین صاحب عا ر ۳۱ بابو الٰہی بخش صاحب عا ر

۵۶۷ احمد دین صاحب عا ر ۶۳۲ قاضی احمد علی صاحب عا ر ۶۳۳ قاضی ظہور الدین صاحب عا ر ۳۴ السلطان عالم خان صاحب عا

۶۳۶ محمد عبید العزیز صاحب عا ر ۶۳۵ ماسٹر فخر الدین صاحب عا خدا بخش صاحب چندہ ممبری ۱۸ ر ۵۹۰ بابو عبدالعزیز صاحب عہ ر

(باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب، انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں چھپا)

جلد ۴

نمبر ۴

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے ؏ (دو روپیہ) اور طلباء سے عہ (ایک روپیہ آٹھ آنے)

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۷ہجری مقدس | فہرست مضامین | مطابق اپریل و مئی ۱۹۰۹ء

بابو برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ
جائنٹ ایڈیٹر

سکرٹری

محاسب انجمن تشحیذ الاذہان
سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان

باہتمام حافظ عبد الرحیم صاحب منیجر تشحیذ الاذہان ۱۴ - ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ کو قادیان دار الامان سے شایع ہوا

بقیہ رسیدات زر ماہ صفر ۱۳۲۷ھ

میاں محمد الدین صاحب گھجار چندہ لائبریری ۸ر
۶۳۷ - مولوی الٰہی بخش صاحب عہ
۶۳۸ - محمد اشفاق حسین صاحب عہ
۶۴۰ - عبدالحق صاحب عہ
۵۶۹ - مولوی محمد صغیر صاحب عہ
۶۴۱ - مولوی نور محمد صاحب عہ
۶۴۲ - میاں نظام الدین صاحب عہ
شیخ محمد تیمور صاحب چندہ ممبری سے ر
۶۴۳ شیخ عبدالحق صاحب عہ
۶۴۴ - شیخ غلام محمد صاحب عہ
۶۴۵ - شیخ عبدالرحیم صاحب عہ
۶۴۶ - چودھری نصراللہ خانصاحب عہ
۶۴۷ - میاں سلطان محمد صاحب ع
۶۴۸ محمد علی صاحب عہ
۳۷۱ - منشی غلام حیدر صاحب عہ
۶۴۹ - بابو عطا محمد صاحب عہ
۶۵۰ امیر الدین احمد صاحب عہ
۵۶ - مولوی عالم دین صاحب عہ
۶۵۲ - مولوی محمد حسین صاحب عہ
۶۵۳ - میاں محمد بخش صاحب عہ

۶۵۴ - میاں محمد اسمٰعیل صاحب عہ
۶۵۵ - شیخ فتح دین صاحب عہ
۶۵۶ بابو غلام حسین صاحب عہ
۶۵۷ - منشی محمد علی صاحب عہ
چودھری ضیاء الدین صاحب (چندہ ممبری) عہ
بابو غلام محمد صاحب ۱۲ر
۵۷۵ - سید محمد صاحب عہ
عبدالغنی صاحب قیمت رسالہ ۴ر
۶۸۵ رحمت اللہ صاحب عہ
۶۵۹ - چودھری عبداللہ خانصاحب عہ
۶۶۰ - میاں امام الدین صاحب عہ
۶۶۱ - میاں محمد دین صاحب عہ
۶۶۲ - شیخ محمد حسین صاحب عہ
۶۶۳ - منشی جان محمد صاحب عہ
۶۶۴ - میاں دین محمد صاحب عہ
۶۶۵ - میاں مسعود احمد صاحب عہ
۳۳۲ - نور الدین صاحب عہ
۶۵۱ - منشی محمد یعقوب خان صاحب عہ
شیخ میاں محمد صاحب (چندہ ممبری) ۸ر
۶۶۶ - منشی احمد دین صاحب عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

علم اور دولت

[بابو برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ (جو انجمن تشحیذ الاذہان کے بھی ممبر ہین) نے انجمن تشحیذ الاذہان کے تیسرے سالانہ جلسہ پر سنانیکے لیئے ذیل کا مضمون لکھا تھا۔ چونکہ یہ مضمون سالانہ جلسہ پر پڑھا نہین گیا اسلیئے بابو صاحب مذکور نے رسالہ مین شایع کرنیکے لیئے بھیجا ہے لہٰذا ذیل مین اصل مضمون درج کیا جاتا ہے امید ہے کہ ناظرین اسکو پڑھکر فایدہ اٹھاینگے۔]

(جائنٹ ایڈیٹر)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اما بعد فاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ (البقرہ ۔ ع ۳۷)

فی زمانہ ترقی اسلام کے واسطے اس ملک ہند مین طرح طرح کی کمیٹیاں بنائی جارہی ہین اور آئے دن جلسے ہوتے رہتے ہین مگر اللہ تعالےٰ کا شکر اور احسان ہے کہ ہمین انجمن احمدیہ قائم کرنے کی تکلیف گوارا کرنی نہین پڑی بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

بطور بنیاد مستحکم کر کے اس نے اس سلسلہ عالیہ کو کھڑا کیا ہے وہ ایک جڑ اور بنیاد ہے - جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگائی ہے جو کبھی ضایع نہیں ہو سکتی وہ خود اس کی آبپاشی کریگا اور روز افزون ترقی کے ساتھ تا قیامت اسکو قایم رکھیگا - یہ مجمع متبعین کا اسی جڑ کی بار آوری کا ثبوت ہے یہ اسی جڑ سے ایک درخت پیدا ہوا ہے جس کی بیشمار شاخیں ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسکا تنہ ہیں حضرت امام علیہ السّلام کی دنیوی زندگی میں براہ راست آپ سے فیض ملتا تھا مگر اب ہم اس تنے کی وساطت سے اس جڑ تک پہنچ سکتے ہیں وہ ظاہری نظروں سے زمین میں گم ہے لہذا اب تنے کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے سے کامیابی ہو سکتی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو یہ جڑ اور اس پر یہ درخت خود اللہ نے قایم کیا ہے مگر یہی اسکا قانون ہے کہ جو شاخ کافی سرمایہ زندگی کا جڑ سے بہم نہیں پہنچاتی وہ خشک ہو جاتی ہے اور بالآخر کاٹ دیجاتی ہے پھر ہمیں ہمیشہ اس فکر میں رہنا چاہیے کہ ہمارا تعلق اس سے الگ نہ ہو جائے اور ہر وقت دست بدعا رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہماری مدد کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس رشتہ اتحاد کو قایم رکھیں کیونکہ اس کی توفیق کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا؛

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ دوسری انجمنیں کہاں تک مفید کام میں مصروف ہیں اللہ تعالےٰ علیم خبیر ہے وہ ہر شخص کی نیت کو جانتا ہے اور کسی کی سعی کو ضایع نہیں کرتا جہانتک اسکو منظور ہے وہ انکو متمتع کریگا مگر الحمد للہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم نے حضرت امام الزمان علیہ السلام کو پہچان لیا اور اس کے ساتھ ہی یہ فہیم حاصل کر لی کہ جو طریقہ آپنے بتایا ہے - اسی پر چلنے سے ہم دین اور دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں سرخرو ٹھہر سکتے ہیں ہماری نظر میں بھی دین اسلام میں بہت مفاسد پیدا ہو گئے ہیں

مگر حقیقی مفاسد سے وہی ذات پاک آگاہ ہو سکتی ہے جو علیمٌ بما فی الصدور اور علیٰ کل شیءٍ علیم ہے وہ اندرونی اور بیرونی مفاسد کی حقیقت سے واقف ہے۔ پس جو علاج اس نے بتایا ہے وہی اس درد کا درمان ہے جو شخص اس علاج کو استعمال نہیں کرتا وہ کامل طور پر صحتیاب نہیں ہو سکتا اس نے اپنی سُنت قدیمہ کے مطابق ایک شخص کو اپنے پاس سے علم عطا فرما کر لوگوں کا امام اور ہادی مقرر کیا اسے حقیقی مفاسد سے آگاہ کیا تا لوگوں کو ان سے بچائے اور دین کو تازہ کرے اندرونی مفاسد کی اصلاح اس نے اس طرح سے کی کہ لوگوں کو حقیقی ایمان اور عمل صالحہ کی ترغیب دی اور متبعین کو صحیح ایمان اور حقیقی سنت رسول اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف کر دیا جس سے تمام اختلافات مختلف فرقوں سنی شیعہ اور وہابیوں کے مٹ گئے اور خداداد قوت سے ان میں مسلمانوں کی صفتیں پیدا کر دیں اور بیرونی مفاسد غیر مذاہب کے حملوں کی علم خداداد سے مدافعت کر دی قرآن شریف کی صحیح تفہیم سے انکی نکتہ چینیوں کو رد کیا۔ سائنس اور فلسفہ کے باطل عقاید کو طشت ازبام کر کے اسلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسوقت زمانہ معترف ہے کہ فرقہ احمدیہ حقیقی اسلام کا متبع ہے اور غیر مذاہب کے مقابلہ میں فرد ہے۔ حضور امام علیہ السلام کو جو نصرت مختلف طریقوں سے اشاعت اسلام میں اور اپنوں اور بیگانوں کے مقابلہ میں نصیب ہوئی وہ ایک لمبی تفصیل ہے غرض یہ ہے کہ مختلف انجمنوں کے جو سالانہ جلسے ہوتے ہیں ان میں عموماً اتفاق اور علم پر کثرت سے لیکچر اور وعظ ہوتے ہیں ان میں شک نہیں کہ ان ہر دو اصول کے حصول پر بہت کچھ انحصار ہے مگر اسوقت کہ اتفاق نفاق سے خالی ہو اور علم بے عمل نہ ہو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ فرقہ احمدیہ کو اتفاق اتفاق کی تلقین کی ضرورت نہیں کیونکہ اس نے وہ صورت اتفاق کی ان میں پیدا کر دی ہے جو اعلیٰ

تزئین ہے اور جو اس نے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق منہاج نبوت پر قائم کی ہے یعنی اسکو ایک ہی شخص کے زیر فرمان کر دیا ہے جبتک وہ اسکی متابعت کا اقرار نہ کریں احمدی نہیں کہلا سکتے مگر دوسری انجمنوں میں یہ حالت نہیں اول تو اکثر لوگ پیشوا بننے کی کوشش کرتے ہیں اور ایکدوسرے کو گرانے کی فکر میں رہتے ہیں اور دویم عوام الناس ایک شخص کو یا ان سب کو دینی اور دنیوی معاملات میں حکم تسلیم نہیں کرتے اسلیئے ان میں اتفاق پیدا ہونا ناممکن ہے مگر اللہ تعالےٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان نقائص سے بری کر دیا ہے اور ہم سب کو ایک ہی شخص کے ماتحت کر دیا ہے جب تک ہم اس کی حکومت کو سر پر نہ لیں ہم احمدی نہیں کہلا سکتے اور جب تک ہم احمدی ہیں متفق ہیں اگر جزوی اختلافات ہوں بھی۔ تو وہ اسکے آگے پیش کرنے سے رفع ہو جاتے ہیں۔

اتفاق کی مختلف صورتیں پیش کی جاتی ہیں مگر حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ جب تک مسلمان اسلام کو مقتدر نہ بنائیں متفق نہیں ہو سکتے اسی طرح جہانتک دیکھا گیا ہے لوگ علم کی حقیقت سے ناآشنا ہیں جو کچھ علم پر دیے جاتے ہیں ان میں دولت کمانے کا پہلو شامل ہوتا ہے علم دولت کی بنیاد سمجھا جاتا ہے اور اس غرض کو مدنظر رکھکر علم پر زور دیا جاتا ہے اسلیئے مجھے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اس موقعہ پر علم اور دولت کے مضمون پر کچھ بحث کیجائے۔

جو آیتیں میں نے قرآن شریف سے تلاوت کی ہیں ان میں پہلے انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ طیب کمائی میں سے خرچ کرنا چاہیئے اور ایسی کمائی سے انفاق فی سبیل اللہ باعث ثواب نہیں ہو سکتا جسکے حاصل کرنے میں تم خود چشم پوشی سے کام لیتے ہو اس کے بعد وہ آیات ہیں جنکے یہ معنے ہیں کہ شیطان یعنے وہ قوت جو انسان کو بدی کی طرف راغب کرتی ہو وہ تم کو فقر

کی طرف لوٹاتا ہی اور فحشات کا حکم کرتا ہی اور اللہ مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ وسیع علم والا ہی وہ جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہی اور جو شخص حکمت دیا جاتا ہی وہ گویا بڑی دولت پاتا ہے اور اہل عقل ہی نصیحت پکڑتے ہین ؏

اس سے اگلی آیات میں پھر اللہ تعالےٰ کے رستہ میں خرچ کرنیکی ہدایت ہی اور فصاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اور کن موقعوں پر اور کن لوگوں کے لئے خرچ کرنا چاہیئے۔ اِن ساری باتوں کی تشریح کی یہاں ضرورت نہیں اسلیئے مین مضمون زیر بحث کے متعلق صرف مذکورہ دو آیات سے استدلال کرونگا۔ مجہول الکنہ امور مین ان کی ماہیت معلوم کرنے کی غرض سے باریک باتوں مین پڑنا بے سود ہے اور حق یہ ہے کہ انسانی ادراک بوجہ ضعیف ہونیکے انکی اصلی حقیقت کو نہیں پاسکتا یہ روحانی امور ہیں اور انکی حقیقی تفہیم اہل روحانیت کو ہی حاصل ہو سکتی ہے لہذا سمجھنے کے لیئے اتنا ہی کافی ہی کہ اس آیت میں شیطان اور اللہ دو لفظ ہیں شیطان شیط (بمعنی ہلاکت)[1] سے نکلا ہے اور اللہ اسم ذات اس معبود حقیقی کا ہے جو جامع کل کمالات حسنہ اور مالک صفات قدسیہ کا ہے اور جملہ عیوب اور نقائص سے منزّہ ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ شیطان اور رحمان دو الگ وجود ہین جو اس عالم کے مالک ہین اور مخالفانہ حکومت کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے جو مالک حقیقی کل کائنات کا ہے اور وہ واسع علیم ہے اور جس نے حکمت بالغہ سے یہ کارخانہ کائنات کا رچایا ہوا ہے انسان کے وجود مین دو قوتیں رکھدی ہیں ایک وہ جو بدی کی طرف راغب کرتی ہی اور دوسری وہ جو نیکی کی جانب ترغیب دلاتی ہے پس داعی الی الشر کو شیطان سے موسوم کیا جاتا ہے اور داعی الی الخیر کو فرشتہ سے نامزد کیا جاتا ہے اور فرشتہ کی تحریک کو اللہ تعالےٰ اپنی طرف منسوب کرتا ہے اللہ تعالےٰ نے یہ امتحانی حالت انسان میں ودیعت کردی ہے اور اس لیئے اس ذات

[1] یعنی ہلاک ہونیوالی اور خدا سے دور رہنے والی خبیث روح۔

پاک پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا وہ واسع علیم ہے اور دنیا مین کوئی شخص
اس سے زیادہ عالم نہیں اسے کمال علم حاصل ہو جس کے لیئے کوئی انتہا نہین
اور انسان مخلوق ضعیف اور محدود ہونے کی حالت مین علم کمال کی نکتہ چینی نہین
کرسکتا وہ خود قاصر ہے پس اس کے الٰہی کاموں مین نکتہ چینی کرنا حماقت اور جہالت
ہے شیطان کوئی الگ ایسا وجود نہیں جو ان معنوں مین خارجی ہو کہ فریب اور دھوکہ
دہی کے لیئے ہر شخص کے پاس بھاگا پھرتا ہے بلکہ وہ اسکے ساتھ ہی ہو اور سوتے
جاگتے اس کے ہمراہ ہے ایسا ہی صفت جبرئیلی ہر ایک متنفس کے شامل حال ہے۔
چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ونفس وما سوّٰیھا فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا
قد افلح من زکّٰیھا وقد خاب من دسّٰیھا یعنے اللہ کریم نے نفس مین
بدی اور نیکی کا الہام کردیا ہے پس جس نے اسکو پاک کرلیا وہ فلاح پا گیا اور
جس نے اسکو بگاڑ دیا وہ نامراد رہا اگر اللہ تعالےٰ جبرئیلی خصلت ودیعت نہ کرتا تو جائے
اعتراض تھی مگر اس نے خیر اور شر دونوں قوتوں کو جمع کرکے انسان کو امتحان
مین ڈالدیا ہے اور ایک تقدیر مین اسکو محصور کردیا ہے یعنے اسکی جملہ اندرونی اور
بیرونی قوتوں کی ایک حد بست کردی ہے جس پر اسکو اطلاع نہین دی اور اس شورش
کے اندر اسکو اختیار دیدیا ہے کہ وہ نیکی کرے یا بدی کی طرف جھک جائے پس اسی
تقدیر کے اندر وہ ذمہ وار ہے اور اپنے افعال کا جوابدہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک مین بڑی وضاحت سے بیان کردیا ہو کہ انسان
بدی مین حد سے زیادہ گزر جاتا ہے تو جبرئیلی طاقت اس سے سلب ہوجاتی
ہو یہی معنے ہین ختم اللہ علیٰ قلوبہم کے اور جب نیکی مین حد سے زیادہ
گزر جاتا ہو تو بدی کی طاقت اس سے چھین جاتی ہے اور وہ نجات پا جاتا ہے
چنانچہ حضرت ختم المرسلین والانبیاء علیہ الصلوٰت والسلام نے فرمایا۔ کہ میرا

شیطان مسلمان ہوگیا ہے اگر شیطان ایک ہی اور ایسا خارجی وجود ہوتا کہ اس کے سوائے اور کوئی شیطان نہ ہوتا تو اس کے مسلمان ہونے پر چاہیے تھا کہ دنیا سے بدی اور شرارت اٹھجاتی اور لوگ کل ہم مسلمان ہوجاتے کیونکہ بدی اور شرارت اور تفرقہ کا ہونا شیطان کے وجود سے ہی ہے مگر شر دنیا میں موجود ہے اور فرقہ بندی بھی ہے پس نتیجہ بہرحال یہی ہے کہ ہر شخص کے ساتھ جداگانہ اسکا تعلق ہے ہاں اللہ تعالے نے دو راہیں کھولدی ہیں اور کسی کو ایک ہی حالت پر مجبور نہیں کیا اور صاف کہدیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں ان پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوسکتا؛

ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علم کو دولت پر بڑی فضیلت ہے مگر ہر دو کا مقابلہ کرنا اور پھر اس نتیجہ پہنچنا بھی ایک اہم کام ہے اور اولوالالباب کا ہی حصہ ہے الباب جمع لب کی۔ عقل خالص کو کہتے ہیں جو کدورت سے پاک ہو۔ اور خالص حقیقت اور معنی جو اسی لیئے ہر ایک لب تو عقل ہو مگر ہر ایک عقل کو لب نہیں کہہ سکتے اب اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اس بات سے صاحب لب ہی یعنے وہی لوگ جو حقیقت شناس ہیں فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو حکمت یعنے دانائی کو کام میں لاتے ہیں دراصل

علم ہی بڑی دولت ہے اور اللہ واسع علیم کی طرف سے یہ بات کہ احکام الہی کی متابعت انسان کو اسکی مغفرت اور فضل کا وارث بنا دیتی ہے اور اتباع شیطان اسکو فقیر کردیتی ہے اور فحشات میں پھنسا دیتی ہے ایک حکمت کی بات ہے محض اپنی کوشش سے صاحب لب ہونا امر محال ہے اللہ تعالے جسکو توفیق دے اور علم دے وہی صاحب لب ہوسکتا ہے مگر ایک مسلمان کے لیئے راہ بڑی آسان ہے۔ وہ ذات باریتعالے کو تمام کمالات کا جامع اور کل نقصوں سے پاک یقین کرتا ہے اور قرآن شریف کو اسکی منہ کی کلام جانتا ہے اور اس کے نیب

حضرت محمد مصطفٰے اور احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسکا صادق نبی اور رسول مانتا ہو پس جو ہدایت اس کتاب پاک مین مذکور ہے اور جو فعل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا ہے اور جو کام اپنے قول سے اس کتاب مقدس کے ماتحت کرنیکا حکم دیا ہے وہ عین منشائے الٰہی ہے وہی ہمارے لیئے مفید اور حکمت کی بات ہے تمام احکام ہمارے ہی فائدہ کے واسطے ہین ورنہ ذات خداوندی اس بات کی محتاج نہین کہ انسان کی نیکی سے اسکی فضیلت ہو اور اس کی بدی سے نعوذ باللہ اس مین گھاٹا پڑے ہمارے افعال سے اسکی خدائی مین کوئی فرق نہیں آتا۔ کل اوامر و نواہی ہماری بھلائی کے لیئے ہین جو اس نے محض اپنی ربوبیت اور رحمانیت کے تقاضے سے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہدایت فرمائے ہین۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اسکے فضل کی قدر نہ کرنا اپنے آپکو خسارے مین ڈالنا ہے اس سے صاحب لب ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہین یا وہ جنہیں اللہ توفیق دے مگر اللہ سے توفیق چاہنے کے واسطے اسی کے قرار دادہ سے کوشش کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ نے کسی سے بخل نہین کیا اور کسی فرد بشر سے یہ راستہ بند نہین کیا۔

اللہ تعالےٰ نے علم اور دولت ہر دو کے حاصل کرنے کے لئے ترغیب دی ہے دولت کے حصول کے لئے اسطرح پر کہ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے۔ اگر انسان کے پاس روپیہ نہ ہو تو وہ اس کے رستہ مین خرچ کیا کر سکتا ہے اور علم کی اسطرح پر کہ اسکو یہ بتایا ہے کہ کن طریقوں سے کمانا چاہیئے اور کن موقعوں پر خرچ کرنا چاہیئے اگر اسکو کمانے اور خرچ کرنیکے طریق کا علم نہ ہو تو بھی وہ نقصان اُٹھائیگا اور گھاٹے مین رہیگا البتہ علم کو ترجیح دی ہے اور بتایا ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ۔ یعنے جو شخص حکمت اور فہم اور ادراک اور علم دیا گیا وہ ضرور بڑی دولت دیا گیا۔ یہی ورثۃ الانبیاء والاولیاء ہے

جو شخص اس دولت کے حصول سے منہ موڑتا ہے وہ گویا اپنے نفس کو خسران مین ڈالتا ہی
مومن کو چاہیئے کہ اس دولت کے حاصل کرنیکے لیئے بڑا حریص ہو اور خوشی سے
اس دولت کو قبول کرے۔

ہر شخص اختیار نہیں رکھتا کہ وہ دولت روپیہ پیسہ کما سکے یہ اللہ تعالےٰ کا
فضل ہی جسکو دے بہتیرے لوگ رات دن اسی فکر مین ہین ہزار کوششیں کرتے ہین اور
طرح طرح کے وسائل تلاش کرتے ہین مگر دولت پیدا نہیں کر سکتے اور برخلاف اسکے
بہتیرے ایسے ہین جنکو آسانی سے اسباب میسّر آجاتے ہین اور وہ دولت مند ہوجاتے
ہین دولت کے ساتھ اگر انسان احکام الٰہی کی پابندی نہین کرتا تو یا تو وہ بخیل ہوجائیگا
اور فقر کی حالت مین رہیگا یا فحشات مین یعنی زنا شراب اور دیگر کئی قسم کی بدیون
مین مبتلا ہوجائیگا اور اگر دولت نہیں رکھتا تو تنگی کیحالت مین گزران کریگا۔ غرض
شیطان کی پیروی سے ہر حالت مین نقصان رہیگا۔ برخلاف اس کے جو شخص صاحب
علم ہوگا وہ ضرور ان طریقوں کو اختیار کریگا جو اسکے خالق اور مالک نے اس کی بہبودی
کے لیئے مقرر فرمائے ہین۔ اگر دولت رکھتا ہی تو اپنے لیئے اور اہل و عیال کے لیئے
خرچ کریگا اور خوشی کی حالت مین رہے گا۔ سامان آسایش مہیا کریگا اور محتاجون کو
دیگا اور انکی دعائیں لیگا اور دیگر مناسب موقعوں پر صرف کرنے سے ثواب حاصل
کریگا غرض دین دنیا مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے مغفرت اور فضل حاصل کریگا اور
خوش و خرم اور فایز المرام ہوگا۔ اور اگر دولت نہین رکھتا تو چونکہ اللہ تعالےٰ
کا وعدہ ہی کہ وہ متقی کی ہر مشکل حل کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ
اس کے وہم و گمان مین بھی نہ ہو لہذا وہ کبھی تنگدست محتاج اور فقیر نہین ہوگا۔
اس حالت مین بھی اسکی مغفرت اور فضل اسکے شامل حال رہینگے!

مینے بیان کیا ہے کہ ہر شخص قدرت نہین رکھتا کہ دولت کما سکے مگر علم اور

حکمت وہ چیز ہے کہ ہر فرد بشر خواہ کسی حالت مین ہو اس سے حصہ لے سکتا ہے اور جبکہ یہ ثابت ہے کہ ہر حالت مین انسان اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ تو اسے اولاً اسی کے حصول کی سعی کرنی چاہیئے احکام آلہی کے ماتحت انسان دولت سے بھی فائدہ اٹھا سکتا ہو مگر اول تو اسکا حاصل کرنا ہر شخص کے اختیار مین نہین اور دویم ترجیح علم کو ہے پس انسان کو اولاً دولت کا حریص نہیں ہونا چاہیئے علم مقدم ہے اور علم کیساتھ عمل کا مفہوم لازم ہے پس جب اللہ کریم کا وعدہ ہے کہ متقی کبھی تنگ نہین رہتا اور وہ اسکے لیئے آسانی اور خوشی کی راہین کھول دیتا ہے تو لاجرم یہی ضروری ٹھہرتا ہے کہ علم حاصل کیا جائے آپ شاید یہ خیال کرینگے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا یہ وعدہ متقی کیساتھ ہے عالم کے ساتھ نہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ متقی کیساتھ علم کا ہونا مخفی طور پر شامل ہے متقی وہی ہو سکتا ہے جسکو یہ علم ہو کہ اتقا کیا ہے اور اسکے حصول کی کونسی راہ ہے جسقدر کوئی عالم ہوگا اسی قدر وہ متقی ہو سکتا ہی بلکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین فرمایا ہے۔ کہ عالم لوگ ہی اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہین۔ ع ہر کہ عالم تراست ترسان تر

مین نے عالم کے ساتھ متقی ہو سکتا ہے کہا ہے کیونکہ علم کے ساتھ عمل کا ہونا ضروری ہے یہ ہو سکتا ہو کہ انسان علم رکھتا ہو اور اس پر عامل نہ ہو اسی واسطے مین نے بیشتر عرض کیا ہے کہ میرے مضمون مین علم کے مفہوم مین عمل شامل ہو کیونکہ عمل کے بغیر علم بیکار ہے اور کوئی سود نہین رکھتا یہ بالکل بدیہی بات ہے اور اس پر تشریح کی ضرورت نہین محض علم کا ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے جب تک اس پر عمل نہ ہو بلکہ عالم کے لیئے اگر اس پر وہ عمل نہین کرتا تو دوسرا عذاب دنیا اور آخرت کا ہے وہ شخص جو علم نہین رکھتا اور جہالت سے ایک فعل بد کا مرتکب ہوتا ہے وہ ایک حد تک معذور ہے اور قابل معافی مگر جو شخص بدی کا علم رکھتا ہو

اور پھر اسپر اصرار کرتا ہے وہ زیادہ سزا کے لایق ہے میرے خیال مین فی زمانہ جو مسلمان
ایک ادبار کی حالت مین پڑے ہوئے ہین اسکی وجہ یہی ہے کہ دیگر قومون پر تو ایک
پردہ پڑا ہوا ہے اور وہ کتاب اللہ اور اس کے رسول صلعم کو منجانب اللہ
نہین مانتے اسیلئے اگر وہ اُس احکام کی پابندی نہین کرتے تو وہ کسی حد تک
معذور ہین (مین کلی حالت کو لیتا ہون اور خواص کو اس سے مستثنا سمجھتا ہون) مگر
مسلمان جو قرآن شریف کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت مانتے ہین اور حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہین وہ اگر ان کے حکمون پر نہ چلین تو زیادہ
عتاب کے لایق ہین وہ جانتے ہین کہ نماز مقررہ اور دیگر احکام ہمپر فرض ہین مگر ان کو
بجا نہین لاتے وہ جانتے ہین کہ زنا شراب اور دیگر فسق و فجور کی باتیں حرام ہین
مگر پھر ان کے مرتکب ہوتے ہین گویا وہ علم رکھتے ہین اور پھر جان بوجھکر اسکے
خلاف کرتے ہین پس وہ ضرور زیادہ عذاب کے لایق ہین دیگر تو میں تو ہماری
کتاب اور ہمارے پیغمبر کو مانتی ہی نہین مگر یہ مانتے ہین اور پھر خلاف ورزی کرتے
ہین یہی وجہ ہے کہ یہ اُن قومون سے بھی بدتر ہو گئے ہین۔

علم کا ہونا لاریب جواب دہ قرار دیتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ انسان
یہ خیال کرکے کہ نہ علم ہوگا اور نہ وہ مواخذہ وار ٹھہرایا جائیگا حصول علم سے پرہیز کرے
کیونکہ اس سے بھی گناہ لازم آتا ہے علم کا حاصل کرنا ضروری ہے اللہ تعالےٰ نے
قرآن شریف مین حضرت رسول اللہ صلعم کو یہ دعا سکھائی رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا۔ اے
میرے رب میرا علم زیادہ کر اور قرآن شریف کو جو سراسر حکمت ہے پڑھنا فرض
قرار دیا گیا ہے۔ حدیث شریف مین آیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی
کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ ط علم کی طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے
اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ

ولو کان فی العین علم حاصل کرو خواہ ملک چین مین ہو مگر جیسا دولت کے واسطے ضروری ہے
کہ وہ اپنے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے مناسب طریقون سے خرچ کیجائے ایساہی
علم کیواسطے بھی ضروری ہے کہ اسکو اپنے لیئے اور دیگر اہل دنیا کے لیئے خرچ کیا جائے
ہر دو مین اپنا اور بنی نوع کا فائدہ مدنظر ہونا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کی
مذمت فرمائی ہے جو علم بیفائدہ سیکھتے ہین وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ
اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعوذ باللہ من علم لا ینفع مین
اللہ تعالیٰ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے جو شخص اپنے وجود کے علاوہ
دوسرے کے لئے نافع نہیں لوگون کے لئے اسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور وہ کبھی
اسکا ذکر نیکی سے نہیں کرتے برخلاف اسکے جو نافع الناس ہوتے ہیں انکا نام
زندہ رہتا ہے انکی تعلیم سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہین اور ثواب حاصل کرتے
ہین اور جن کے طفیل انکو تعلیم حق ملتی ہے اسکو نیکی سے یاد کرتے ہین اس پر درود
اور سلام بھیجتے ہیں اور اسکے لیئے دعائیں کرتے ہیں اور چونکہ وہ اس کے طفیل
اسکی تعلیم حقہ پر چل کر اللہ تعالےٰ سے فیض اور برکت حاصل کرتے ہیں اسلیئے
وہ زندہ ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ بھی فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو مردہ مت کہو یہی
فلاسفی اور یہی حقیقت اس امر کی ہے دین اسلام زندہ دین ہے اور پیغمبر اسلام
زندہ پیغمبر ہے کیونکہ اسکی تعلیم سے انسان اللہ تعالےٰ سے فیض وبرکت حاصل
کرسکتا ہے اور اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے نجات کا درجہ
یعنی حقیقی راحت اور خوشی پاسکتا ہے یہ فضیلت اب دیگر مذاہب مین نہیں اسلیئے
وہ مردہ ہیں۔ غرض جیسا اپنی دولت سے دوسرون کو بھی فائدہ پہنچانا باعث ثواب
ہے ایساہی علم کا سکھانا بھی بڑا درجہ رکھتا ہے چنانچہ حضور سرور کائنات علیہ الف
الف الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں

اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلی بھی صلوٰت بھیجتے ہیں اس معلم پر جو لوگون کو بھلائی سکھلانیوالا ہے (ترمذی و دارمی) اس میں شک نہیں کہ دولت سے بہی انسان کو راحت ملتی ہے اور اس سے انسان بہت فائدہ حاصل کرسکتا ہے مگر یہ دولت اس علم کے ماتحت ہے جسکا مین نے ذکر کیا ہے جیسا کہ مین نے پیشتر عرض کیا ہے اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین فرمایا ہے کہ وہ متقی کو ہر مشکل سے نجات دیتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے بہم پہنچاوتا ہے کہ اس کے وہم وگمان مین بھی نہیں تھا اب دیکھو کہ وہ اوائل اسلام مین جنہون نے اس علم کو محکم پکڑا انکو اللہ کریم نے انجام کار سب مشکلوں سے نجات دیدی اور جس دولت کو پس پشت ڈالکر انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ دیا وہ آخر غلاموں کی طرح ان کے ساتھ ہولی انہوں نے ایمان مین صدق اور اخلاص دکھایا۔ تو اللہ نے انکو دنیوی حیثیت سے بھی اعلےٰ رتبہ پر پہنچادیا اور انکو دولت سے مالامال کردیا۔ اسکے بعد بھی ہزارہا اولیاء کرام کا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ ایمان مقدم ہے اور علم اور عمل مقدم ہے اور اسکے ساتھ ہی دنیا مین یعنے مال اور دولت خود بخود ان کے قدموں پر نثار ہوتی ہین اس زمانہ مین بھی نعوذ باللہ اسلام مر نہیں گیا اور اسکا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم زندہ پیغمبر ہے جو برکات دینی اور دنیوی پیشتر مل سکتے تھے اب بھی ملتے ہیں اسلام کی دنیا دین سے الگ نہیں مسلمان دینی اور دنیوی ہر دو پہلوؤن سے بامراد ہوتا ہے مگر علم چاہیے اور پھر عمل علم حقیقی نہ قیاسی اور ظاہری عمل خالصاً للہ اور صحت نیت سے نہ کسی نفسانیت سے صحیح نتیجہ اور نیک نتیجہ پیدا کرنیکے لیے عمل خالص کی ضرورت ہے ہر عمل شرایط کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر خاص شرایط ملحوظ خاطر نہ رکھی جائیں تو جو نتیجہ مدنظر ہے وہ پیدا نہین ہوسکتا۔ دُنیا اور آخرت مین سرخروئی حاصل کرنیکے لئے علم حقیقی یعنے ایمان صحیح اور

عمل صالحہ کی ضرورت ہے اگر شرائط مذکور بجا نہ لائی جائیں تو جو بو کر گندم کی امید رکھنا ہے جو بدیہہ باطل ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ توفیق الٰہی کے بغیر انسان ناکارہ ہے۔ حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عَمِلْتُ فِي الْمُجَاهَدَةِ ثَلٰثِيْنَ سَنَةً فَمَا وَجَدْتُ شَيْئًا اَشَقَّ عَلَيَّ مِنَ الْعِلْمِ وَمُتَابَعَتِهٖ

مین نے ۳۰ سال مجاہدہ کیا مگر کسی چیز کو عمل حاصل کرنے سے سخت تر نہیں پایا عالم باعمل ہونا بڑا مشکل امر ہے مگر اللہ تعالےٰ جس کیواسطے آسان کرے پس مجاہدہ کے ساتھ اسی سے دعا مانگنی چاہیئے کہ وہ توفیق دے۔

عام اصطلاح مین جو معنے علم اور دولت کے کیے جاتے ہین ان کے لحاظ سے علم اور دولت لازم وملزوم نظر آتے ہیں جو شخص دولت رکھتا ہے۔ وہی اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتا ہے بی۔ اے ایم۔ اے ہوسکتا ہے اور ای اے سی اور دیگر عہدے حاصل کرسکتا ہے اور جو علم رکھتا ہے وہی دنیا مین اعلیٰ مرتبہ پاسکتا ہے البتہ بعض حالتیں تجارت وغیرہ کی ایسی بھی ہین کہ انسان انکے ذریعہ دولتمند ہوسکتا ہے مثلاً فی زمانہ اس ملک مین بنئے کی حالت کو دیکھو وہ علم نہیں رکھتا یعنے وہ علم جو ہمارے ذہن مین علم کا مفہوم ہے مگر روپیہ کمانیکا علم اسے خوب یاد ہے اور وہ ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع کرتا ہے جائداوین بناتا ہے مگر سوائے اسکے کہ وہ عالیشان مکانات بنواوے اور شادی اور مرگ کے موقعوں پر ہزارہا روپیہ خرچ کرے اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا اپنی ذات کے لیئے اسے کچھ فائدہ نہیں اور جو اللہ تعالےٰ نے فقر کیحالت آیات مذکورہ مین بیان فرمائی ہے وہ اس کے لاحق حال ہے اگرچہ فرض بھی کرلین کہ وہ بگھی گھوڑے رکھتا ہے اور رکھاتا پیتا اچھا ہے اور پہنتا بھی عمدہ لباس ہے مگر اسے علم حاصل نہیں اور کئی طرح سے محتاج ہے وہ ان آسائشوں اور خوشیوں سے محروم ہے جو ایک عالم شخص کو

حاصل ہیں ایک عالم شخص بڑے وسیع خیالات رکھتا ہو اور زمین و آسمان کے عجائبات کی
طرف غور کرتا ہے ان سے ہزار ہا طرح کے نتائج اخذ کرتا ہے اور اپنی معلومات سے خود
مسرور ہوتا ہو اور لوگوں کو اس خوشی مین شریک کرتا ہے دولت بھی ایک ذریعہ راحت
ہے مگر اسکا دائرہ بہت محدود ہے مثلاً یہ علم کے کرشمے ہین کہ کہیں ریل ہو اور کہیں جہاز
ہے تار برقی اور ہزارہا طرح کی کپڑا سینے کی اور بُننے کی کلیں ایجاد ہو گئی ہیں جس سے
آسائش کے سامان زیادہ ہو گئے ہین اور وہ ان سے ہر ایک راحت حاصل کرتا ہو مگر اس
علم کو عمل مین لانے کے لیئے بھی دولت کی ضرورت ہے ان کلوں کے بنانے اور
چلانے مین ہزارہا روپیہ کی ضرورت ہے اگر ایک شخص کو کسی قانون قدرت کا پتا
ملگیا ہے جو بیشتر لوگوں کی نظروں سے مخفی تھا مگر وہ اسکو عمل مین نہیں لاسکتا جب
تک اسکے پاس دولت نہ ہو پس اسے کسقدر تکلیف ہوگی وہ کوئی وسیلہ تلاش
کریگا جس سے اسکو روپیہ میسّر آئے تا وہ اس علم مخفی کو ظاہر عمل کے رنگ مین کر
سکے چنانچہ تاریخ مین اکثر مثالیں ملتی ہین کہ ایک شخص کو بعض مخفی ذرایع سے
ایک علم حاصل ہو گیا مگر اسکے پاس روپیہ نہین کہ اسکو عمل مین لاسکے اور ظاہر کر
سکے اسلیئے وہ جگہ جگہ اہل دولت اور گورنمنٹ سے درخواستیں کرتا پھرتا ہے کہ مجھے
روپیہ دو تو مین یہ کام اپنے علم کے ذریعہ سے کرکے دکھا دونگا اور جب تک اسے روپیہ
نہیں ملتا۔ وہ مجبور ہے اپنے آپ مین رنج اور تکلیف اُٹھاتا ہے اگر اس کے پاس
اپنی دولت ہوتی تو وہ اسقدر حیرانی اور پریشانی نہ اُٹھاتا غرض اسی مفہوم کو وسیع
کرکے دیکھو دولت اور علم ہر دو ضروری معلوم ہوتے ہین ہم اس مضمون کو طول
دے سکتے ہین اور بیشمار مثالوں سے اسکی حقیقت کو زیادہ واضح طور پر کھول سکتے
ہین مگر وقت کے لحاظ اور اس لحاظ سے کہ اہل مجلس اکثر ذی علم اصحاب ہین
اسی قدر کافی ہے دولت کے کرشمہ علم سے ظاہر ہوتے ہین اور علم کے دولت سے

دنیا مین کوئی شخص ایسا نہیں جو کچھ نہ کچھ حصہ علم اور دولت کا نہ رکھتا ہو علم خواہ کتابی ہو یا قدرتی کیونکہ اول ذریعہ علم اللہ تعالیٰ کی کائنات ہے اور اس کے بعد کتاب اللّٰہ بعض لوگ عقل خدا داد سے ایک علم اسکی قدرت سے حاصل کرتے اور اسکو تحریر مین چھوڑ جاتے ہیں دوسرے جن کی عقل خود بخود وہ باتیں اخذ نہیں کرسکتی کتاب سے جلدی حاصل کر لیتے ہین اور پھر اسپر ترقی کرتے ہین اور اس طرح ایک علم نسل سے دوسری نسل تک ترقی کرتا جاتا ہے مگر ہمارا دولت اور علم سے معمولی دولت اور علم مراد نہین بلکہ اعلیٰ درجہ کا علم اور دولت مُراد ہے جس کی وجہ سے ایک شخص دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

مین نے بتایا ہے کہ محض کثرت علم اور دولت کا ہونا کچھ فائدہ نہیں دیتا اور یہ کہ یہ دونو لازم و ملزوم ہین اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ الگ الگ یا دونوں کے حصول سے انسان کو خوشی نہیں مل سکتی غور کر کے دیکھو تو معلوم ہو گا کہ خواہ کوئی دولت کے پیچھے پڑا ہوا ہے یا علم کے پیچھے یا ہر دو کے پیچھے غرض اسکی آرام اور دولت ہے مگر ہمارا تجربہ اس امر پر شاہد ہے کہ دنیاوی علم اور دولت پر بلکہ دولت کیساتھ اگر حکومت بھی ہو حقیقی راحت نصیب نہیں ہو سکتی بسا اوقات علم اور دولت والے حقیقی خوشی سے محروم ہوتے ہیں۔ اور بادشاہ کو تخت حکومت پر بھی وہ راحت نصیب نہیں ہوتی جو ایک مزدور کو اپنی جھونپڑی مین ہوتی ہے حقیقی راحت علم اور دولت پر منحصر نہیں دنیا کی خوشی عارضی ہوتی ہے اور آن مین صدہا رنج اور تفکرات سے بدل جاتی ہے۔ پس ایسی خوشی کے درپے ہونا ایک لغو اور فضول کو حاصل کرنا ہے جس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ بسا اوقات یہ خوشی انجام کار ہمارے دُکھ کا باعث ہوتی ہے پس عقلمند انسان وہ ہے جو اس خوشی کو تلاش کرے جو دائمی ہو یہ خیال نہین

کرنا چاہیے کہ ایسی خوشی دنیا سے ناپید ہے یہ خیال ذات رب العالمین پر بدگمانی ہے
اور معصیت مین داخل ہے وہ رب اور رحمان ہے ناممکن ہے کہ اس نے ایسی خوشی کے
سامان مہیا نہ کئے ہون ضرور کئے ہین چنانچہ اسی آیت مین جو مین نے شروع مین
پڑہی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ حکمت یعنی علم اور دانائی انسان کے واسطے دولت
عظیم ہے مگر دنیاوی حکمت نہیں بلکہ وہ حکمت جو حقیقی طور پر اس کے لئے مفید ہے اور
وہ وہ ہے جو اس نے اپنی پاک کتاب مین فرمائی ہے اور یہ سچی اور بالکل سچی بات ہے۔
کہ اسی کتاب پاک کی ہدایت سے حقیقی خوشی مل سکتی ہے مثالیں دینے کی ضرورت نہیں
آپ خدا کے فضل سے خواندہ ہین اور تاریخ عالم سے واقف ہیں دنیا مین ہزار مثالیں
گزر چکی ہیں اور اب بہی موجود ہیں جس سے اس بات کا کافی طور پر ثبوت ملتا ہے کہ جو
لوگ دنیاوی طور پر دنیا کمانے کے پیچھے پڑے ہیں اور یا جنہوں نے محض اپنے قیاس
کو اپنا ہادی اور رہنما بنایا وہ حقیقی راحت نہیں پا سکے۔ برخلاف اس کے جنہوں نے
اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑا۔ وہ حقیقی راحت کے وارث ہوئے اور کامیاب ہو گئے دنیا مین عالم
اور دولتمند ہو کر بھی انسان راحت حاصل نہیں کر سکتا ہزار طرح کے عوارض ہیں
جن کے لاحق ہونے سے اسکی خوشی منغض ہو جاتی ہے بلکہ خود حرص و آز ہی ایک ایسی
بلا ہے کہ انسان کو کوئی وقت خوشی کا گزارنے نہیں دیتی مگر علم معرفت الٰہی یا وہ حکمت
جسکا اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے ایسی چیز ہے کہ ہر حالت عسر و یسر مین
اسکو راحت دیتی ہے یہ خوشی علم دنیا یا دولت یا صحت پر منحصر نہیں بلکہ یہ خوشی اسکو
اپنے معبود کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے اور اسی سے لذت باقی ہے اور اس کو
دنیاوی جہالت افلاس یا بیماری روک نہیں سکتی اللہ تعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا
ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنے دلونکو ذکر الٰہی سے ہی اطمینان ملسکتا ہے
اولوالالباب کا اس پر اتفاق ہے ان کے تجربوں کی کوئی تردید نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ

اس پر گواہ ہے کہ ذکر الٰہی سے ہی اطمینان حقیقی راحت ملتی ہے پس اگر ہم حقیقی راحت چاہتے ہیں تو ہمیں ذکر الٰہی کرنا چاہیئے نادان ہے وہ شخص جو خود تجربہ کئے بغیر انبیاء اور اولیاء اللہ کی تجارب کی تکذیب کرتا ہے انکی کامیابیان اس بات کی دلیل ہیں کہ انہیں راحت ملی اور اطمینانِ قلب حاصل ہوا ہمیں چاہیئے کہ ذکر الٰہی کریں ذکر الٰہی کیا ہو ہدایت الٰہی پر کاربند ہونا اور ہدایت وہ ہے کہ جو اُسکی کتاب پاک میں مذکور ہو یعنی یہ کہ عبادت الٰہی بجالائیں جس طرح اسنے سکھائی دولت کمائیں ان حلال وسائل سے جو اس نے بتلائے اور خرچ کیا اس طرح پر اور ان موقعوں پر جو اس نے بیان کئے علم سیکھیں دینی اور دنیوی سب مشینیں بنائیں کلیں ایجاد کریں اور بنی نوع انسان کو ان سے فائدہ پہنچائیں مگر ہر فعل میں رضائے الٰہی مدنظر ہو کھائیں پئیں پہنیں تو حلال اور طیب اشیائیں مجلسیں کریں کتابیں بنائیں پڑہیں لکھیں مگر سب میں لغویات سے بچیں اور انکو مفید بنانے کی کوشش کریں دنیا کی زبانیں سیکھیں سائنس اور فلسفہ میں علم حاصل کریں مگر سب سے اللہ تعالےٰ کا جلال ظاہر کریں وہ علم اور دولت کس کام کی ہے جس سے اللہ تعالےٰ کی راہیں نہ ملیں اگر ہم علم حاصل کرلیں تحصیلدار ای-اے-سی- ڈپٹی کمشنر بنجائیں مگر ہم مسلمان نہ بنیں تو یہ عہدے کچھ فائدہ نہیں دے سکتے اگر ہم دولت کمالیں اور لکھپتی ہوجائیں مگر مسلمان نہ ہوں تو کس کام ہر شخص فطرتاً خوشی کا طالب ہے دنیا کی خوشی جھوٹی خوشی ہے حقیقی خوشی ذکر الٰہی سے ملتی ہے پس وہی حاصل کرنی چاہیئے حقیقی خوشی ہماری اسی میں ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے خیالات اقوال اور افعال سے خوش نہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ہمارے لیئے کوئی خوشی کا باعث نہیں ہوسکتے یہ علم کہ وہ ہم سے کیسے خیالات اقوال اور افعال چاہتا ہے اسکی کتاب قرآن شریف میں درج ہیں انکے لیئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ ہیں اور ان کے بعد آپ کے صحابہ کرام وخلفائے راشدین، اور

آپ کے نائب امامان امت جن سے کسی وقت زمانہ خالی نہیں ہوتا؛
علم کی کوئی انتہا نہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے کہانتک علم کی حد رکھی ہوئی ہے مگر یہ اس نے فرمادیا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا انسان کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے خواہ کسقدر علم حاصل کرے وہ تھوڑا ہی ہے جسقدر اسکی معلومات وسیع ہوتی جاتی ہیں۔ اسی قدر اسکو اپنی کمزوری زیادہ دکہائی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلما عالم لوگ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں ؎ ہر کہ عالم تر است ترسان تر جسقدر کوئی عالم زیادہ ہوتا ہے اسی قدر اسکے دل میں خوف الٰہی زیادہ ہوتا ہے پس جو لوگ علم کا غرور کرتے ہیں مگر خوف خدا نہیں رکھتے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہیں؛
غرض مدعا انسان کا جیسا کہ میں نے پیشتر عرض کیا ہے۔ یہ ہے کہ اسے راحت ملے اور وہ دُنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جائے مگر اسکے واسطے دولت کی ضرورت نہیں اور نہ جاہ وحشمت کی حاجت بلکہ علم کی ضرورت ہے اور اس علم کی ضرورت ہے جو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے من علم ان اللہ تعالیٰ ربّہ وانی نبیّہ حرم اللہ لحمہ ودمہ علی النار جبکو یہ علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسکا رب ہے اور میں اسکا نبی ہوں اللہ تعالےٰ نے اسکا گوشت اور لہو آگ پر حرام کردیا اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہمیں یہ معرفت حاصل ہو جائے کیونکہ اسکی توفیق کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا ایاک نعبد وایاک نستعین ہم خالصاً اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے لیئے توفیق بھی اسی سے چاہتے ہیں؛

قرآن شریف اور بائبل

گذشتہ سال میں پنجاب ریلیجنس بک سوسائٹی کی طرف سے ایک رسالہ عیسائی مذہب کی حمایت کیلئے شائع ہوتا تھا جس کا نام تجلی تھا۔ اور اس سے ہمارے ناظرین خوب واقفیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ بعض موقعوں پر اس کے مضامین کے جواب میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں لاجواب آرٹیکل شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس پرچہ کے ساتھ ہی اسکا ایک اور بھائی مسیحی مخزن کا نام لیئے ہوئے لاہور سے ہی نکلا کرتا تھا۔ سال رواں میں یہ دونوں رسالے اکٹھے کیئے گئے ہیں۔ اور انکا نام مسیحی مخزن ہے۔ اس رسالہ کا مارچ سنہ ۱۹۰۹ء کا پرچہ میرے سامنے ہے۔ جس میں چراغدین کے ہیڈنگ کے ماتحت ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جسکی سرخی یہ ہے۔ "بائبل شریف۔ فیھا کتب قیمہ" مجھے یہ سرخی پڑھتے ہی تعجب ہوا۔ کہ یہ کیسی لغو سرخی ہے۔ سرخی کا طرز اس بات کا مظہر ہے۔ کہ یہ مضمون مسلمانوں کے دل دکھانیکے لیئے لکھا گیا ہے۔ کیا عبرانی وغیرہ (بائبل کی اصل زبان) میں اب ایسے لفظ موجود نہیں رہے۔ جنسے بائبل کی تعریف کیجا سکے۔ جسکی وجہ سے پادری الف۔ میم۔ کو عربی زبان سے فائدہ اٹھانیکے لیئے قرآن شریف کے مطالعہ کی ضرورت پڑی۔ کیا پادری صاحب قسمیہ طور پر بیان فرما سکتے ہیں۔ کہ بائبل فیھا کتب قیمہ کی مصداق ہے۔ کیا اس میں ایک بھی کتاب قیمہ ہے۔ جسکے متعلق تمام عیسائی صاحبان یہ فرما سکیں۔ کہ واقعی یہ کتاب تحریف شدہ نہیں۔ اور جیسی اتری تھی۔ ویسی کی ویسی ہے۔ ہاں اس دعوے کے ساتھ دلیل دیتے وقت اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ تمام لوگ تثلیث فی التوحید اور توحید

فی التثلیث کو عقل کے مطابق نہیں سمجھتے۔ اس لیئے دلائل عقل کے مطابق ہونے چاہئیں یعنی یہ بیان کیا جاوے۔ کہ کیا خدائے تعالیٰ نے[۵۱] مسیح علیہ السلام کی وفات کے مفصل ذکر کو حضرت مسیح پر ماضی کے رنگ میں ظاہر فرمایا تھا۔ یا پادری صاحبان کے بزرگوں میں سے کسی صاحب کی مہربانی سے یہ قصے بائبل میں داخل ہو گئے۔

تثلیث و توحید کا مسئلہ کی تاریخ بھی بتائیں۔ کہ کب سے مسیحی مذہب کے ساتھ یہ مسئلہ وابستہ ہوا۔ اور کیا عیسائیوں کے ایک بڑے مشہور مورخ سر جارج ڈبلیو کاکس ایم۔ اے کا یہ بیان صحیح ہے کہ شہر نیقیہ میں مسیحی دنیا کی اس پہلی عام کونسل نے اجلاس کیا جس میں مذہب کیتھولک مسئلہ تثلیث و توحید سے وابستہ کیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷ حروب صلیبیہ ترجمہ "ایپکس آف ماڈرن ہسٹری" کی جلد ۲ کروسیڈس)

الغرض پادری صاحب اپنے دعوے کی تصدیق میں بائبل کو فیہا کتب قیمہ[۵۲] ثابت کریں۔ ورنہ آئندہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں۔ جن سے کئی کروڑ مخلوق کے دل دکھنے[۵۳] کا احتمال ہو۔

اسقدر سرخی کے متعلق عرض کرنیکے بعد میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں اس مضمون کے پہلے حصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کی تقسیم کیا ہے۔ اور اسکے لیئے مسلمانوں کے اقوال کا حوالہ دیا ہے۔ اسکے دوسرے

---

[۵۱] یہ بھی بتایا جاوے۔ کہ اُتارنیوالا باپ خدا تھا۔ بیٹا خدا یا روح القدس خدا۔ مجھے تو شک پڑتا ہے۔ کہ کہیں تین خداؤں کے مشورہ سے یہ کتاب تیار ہو کر دنیا میں نہ آئی ہو۔

[۵۲] شاباش پادری صاحب انجیل کی اصل اتباع آپ لوگ ہی کرتے ہیں۔ کیا خوب انجیل کہے کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری اسکے سامنے کردو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور آپ خواہ مخواہ لوگوں کو ستائیں۔ نہ معلوم جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو آپ کس طرح سے بدلہ لیں۔ کیا انجیل کا یہی نمونہ آپ پیش کرتے ہیں۔

حصہ میں قرآن کریم کی آیات طیبات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم انجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ اسلیئے ہم پیشتر اسکے کہ ان آیات پر نظر ڈالیں۔ یہ بیان کردینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم نے جو کتب سابقہ کی تصدیق کی ہے۔ اس تصدیق سے کیا مراد ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ کتب سابقہ میں چونکہ تحریف ہو چکی تھی اور بہت کچھ ان کتب کے پیرووں نے ان میں شامل کردیا تھا۔ اور کچھ حصہ اصل بھی باقی تھا اسلیئے قرآن کریم نے اس اصل حصہ کو اخذ کر کے بتادیا۔ کہ یہ حصہ صحیح ہے۔ اور جو حصہ تحریف کرنیوالوں نے شامل کیا تھا۔ اسے چھوڑ دیا۔ جس سے ظاہر کردیا کہ یہ حصہ غلط ہے۔ غرض تصدیق کے معنے ہیں سچے کو سچا کر دکھانا یعنی اگر کچھ سچ جھوٹ ملا ہوا ہو تو اس میں سے سچے اور جھوٹے کو الگ کر کے دکھلانے کا نام تصدیق کرنا ہوگا۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ قرآن کریم اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ بائبل اتری ہے۔ اس بات کی تصدیق کیلیئے ہمیں اس امر کی ہرگز ضرورت نہیں پڑتی کہ ہم یہ بھی معلوم کریں۔ کہ اگر بائبل اتری ہے۔ تو وہ کہاں ہے۔ کیونکہ یہ بائبل کے متبعین کا کام ہے۔ کہ اسکو محفوظ رکھیں۔ نہ قرآن کریم کا۔ مثال کے طور پر اگر میں کہدوں کہ دنیا میں مسیح تھا تو مجھے یہ ضرورت نہیں ہے۔ کہ میں اصل مسیح کو دکھا دوں۔ جسکی مینے تصدیق کی ہے۔ بلکہ میرے لیئے صرف اتنا ثابت کرنا ہی کافی ہے۔ کہ میں دلائل سے ثابت کردوں

؎ مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں۔ کہ کتاب مقدس نے پیشگوئی کی کہ ایک رسول ہوگا۔ قرآن کریم اور رسول کریم نے اسے سچا کر دکھایا۔ پھر پہلی کتابوں نے بیان کیا۔ کہ جو کوئی تکلیف دے۔ اسکے بدلے اسکو اتنی ہی تکلیف دو۔ پھر اسکو بیان کر کے فرمایا۔ کہ اسی طرح اسلام میں بھی اجازت ہے۔ ہاں اگر معاف کردو۔ تو بہت بہتر ہے پھر تثلیث کی تردید کر کے بتادیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ بس تصدیق سے یہی مراد ہے۔

کہ مسیح علیہ السلام کسی زمانہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ کوئی عقلمند انسان .... میری تصدیق کیلئے مجھے مسیح دکھانے کیلئے مجبور نہیں کر سکتا۔ اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ توریت وانجیل اتری ہے۔ اب اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ ہم بتائیں۔ کہ وہ کہاں ہیں۔ بلکہ ہمارا فرض تو ثابت کرنا ہے۔ کہ آیا یہ کتابیں اتری بھی ہیں۔ چونکہ آپ پہلے سے ہی اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اس لیئے اس امر کے دلائل بیان کرنیکی بھی مجھے ضرورت نہیں رہی۔ اسقدر تصدیق کے معنوں پر بحث کرنیکے بعد ہم پادری صاحب کے اصل مضمون پر نظر ڈالتے ہیں۔ پادری صاحب اس آیت کریمہ پر (سلہ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ..... وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ) پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسیح کے بعد چھ سات سو برس میں یہودیوں اور انجیل اور انجیل والوں پر بہت سے حوادث آئے اور سب لوگ شک کرنے لگے کہ انجیل کا کیا حال ہوا ہے۔ پس ان شکی لوگوں کے لیے حضرت محمد (صلعم) تشریف لائے انہوں نے اطمینان دلایا۔ کہ توریت بھی حق ہے۔ اور انجیل بھی .... پھر انجیل کی صداقت پر بھی ایک شاہد موجود ہے۔ یعنی محمد اور قرآن۔ یہ کیسا سیاہ جھوٹ ہے جسکی کوئی حد نہیں ہے۔ کیا پادری صاحب یقین دلا سکتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم نے کبھی بھی یہ فرمایا ہے۔ کہ انجیل موجودہ حالت میں بالکل برحق ہے۔ انہوں نے صرف یہ بیان فرمایا تھا۔ کہ انجیل و توریت خدائے تعالیٰ کی طرف سے

سلہ ترجمہ۔ اور ہم نے انکے بعد ابن مریم کو بھیجا۔ تصدیق کرتا ہوا۔ اس چیز کی جو اسکے پہلے ہی۔ توریت سے اور ہم نے اسکو ہدایت دی۔ اس میں ہدایت اور نور ہے .... اور ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تصدیق کرنیوالی اس چیز کی جو کتاب سے پہلے ہے۔

اُتری ہے۔ جسکی تصدیق کیلیئے ہم اب بھی تیار ہیں۔ لیکن نہ اُسوقت انجیل پر یہ ایمان لایا گیا تھا۔ کہ واقعی یہ وہی انجیل ہے۔ اور نہ اب ہم ماننے کیلیئے تیار ہیں۔ کیونکہ دراصل انجیل ملتی ہی نہیں کیونکہ بقول پادریصاحب چوتھی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا۔ اسکے بعد جو انجیلیں تیار ہوئیں۔ انکو بخت نصر نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلا کر راکھ کر دیا۔ اور جو بڑھنے والا تھا۔ انپر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ بخت نصر کے بعد جو نسخے بچے تھے۔ انکو ڈایوکلیسن کی دست برد سے کوئی بچا نہ سکا۔ الغرض کتاب مقدس دنیا میں موجود نہیں رہی۔ اور نہ مل سکتی ہے۔ قرآن کریم پر یہ ایک حملہ ہے۔ اسب میں اسکو اسی جگہ چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ تصدیق کے معنے بھی بتا آیا ہوں۔

اسکے بعد پادریصاحب نے ایک اور آیت کریمہ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اللہ کی کتاب پر عابد اور عالم لوگ نگہبان بنے رہے۔ اور اسکی صداقت پر شاہد رہے حتّٰی کہ دَور اسلام آیا اور وہ ایسی پاکی اور حفاظت میں ملیں کہ محمد نے اور قرآن نے انکی صداقت کی گواہی دیتے دیتے اپنے مُنہ کو تھکا دیا۔ ناظرین اس بات سے خوب واقف ہیں۔ کہ عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبان کا یہ دتیرہ ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی ایک آیت کو پیش کرتے وقت اسکے سیاق و سباق کی بالکل پروا نہیں کرتے دیکھو اصل آیت یہ ہے۔ انا انزلنا التوراة فیها هدًی و نور۔ یحکم بها النبیون الذین اسلموا للذین هادو والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب الله وکانوا علیه شهداء۔ یعنی ہم نے توریت اُتاری اُس میں ہدایت اور نور ہے۔ اسکے ساتھ نبی ان لوگوں کو حکم کرتے تھے۔ جو فرمانبردار ہوئے۔ اور یہودیوں کو اور

ربانی اور عالموں کو کہ اسکی حفاظت کریں اور وہ انپر شاہد تھے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نبی۔ عالموں اور ربانیوں کو حکم دیا کرتے تھے۔ کہ وہ اسکی حفاظت کریں۔ اس میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے۔ کہ وہ یعنی ربانی اور عالم حفاظت کرتے تھے یا نہیں۔ حکم کرنا اور امر ہے۔ اور اسکی اطاعت اور چیز ہے۔ کاش کہ پادری صاحب اپنے دجل سے باز آئیں۔

اس کے بعد پادری صاحب نے اس آیت پر یا اہل الکتاب لستم علیٰ شیء حتیٰ تقیم التوراۃ والانجیل (یعنی اے اہل کتاب تم کچھ نہیں ہو۔ جبتک کہ توریت اور انجیل کو قائم نہ کرو) اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اصل بائبل بتائی جاوے کہ وہ کہاں ہے۔ تاکہ اسکو قائم کیا جاوے۔ یہ ایک ایسا بیہودہ اعتراض ہے۔ کہ اگر پادری صاحب کو تثلیث اور کفارہ جیسے لغو عقیدہ پر اعتقاد نہ ہوتا۔ تو وہ ایسا کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے۔ ایک شخص تو کہتا ہے۔ کہ تم کچھ نہیں ہو جبتک تم مسیح کی اطاعت نہ کرو۔ اور تم کہدو۔ وہ مسیح تو دکھاؤ کہاں ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ مسیح کسی زمانہ میں ہوا ہے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم دکھائیں۔ کہ اسوقت وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور انکی قبر محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ کیونکہ یہ ہمارا فرض نہیں ہے۔ کہ مسیح یا انکی قبر دکھائیں۔ بلکہ انکے متبعین کا فرض ہے۔ کہ تلاش کریں۔ اسی طرح ہمارا تو یہ دعویٰ ہے۔ کہ عیسائی کچھ نہیں ہیں۔ جبتک انجیل پہ عمل نہ کریں۔ اس سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ ہم اصل انجیل تلاش کر کے دکھائیں۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں۔ کہ تم جبتک انجیل پہ عمل نہ کرو کسی کام کے نہیں ہو۔ دراصل اس آیت شریف میں بائبل کے متبعین کو کہا گیا ہے۔ کہ تم جو بڑا بننے کا دعویٰ کرتے ہو۔ کہیں تو اپنے آپ کو ابن اللہ کہتے ہو۔ اور کبھی کچھ کہتے ہو تم کیا چیز ہو۔ توریت و انجیل جو تمھاری آسمانی کتاب ہے۔ تمھارے پاس محفوظ نہیں رہی۔ تم اسوقت

کسی کام کے قابل ہو سکتے ہو۔ کہ اس آسمانی کتاب کو قائم کرو۔ گویا کہ اہل کتاب پر پوری تبلیغ کردیگئی ہے۔ کہ چونکہ تمھارے پاس آسمانی کتاب نہیں اس لیئے تم قرآن شریف کی طرف رجوع کرو۔

مضمون مذکورہ میں پادری صاحب نے اسلام پر چند اعتراض کیئے ہیں۔ کیونکہ اس سے پادری صاحب کا منشار احقاق حق نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کا دل دُکھانا ہے۔ جیساکہ پادریصاحبان کا اصول ہے۔ کیونکہ یہ انکی انجیل کا قصور ہے۔ کہ اسنے انکو ایسی تعلیم دی کہ وہ اسپر عمل نہیں کر سکتے۔ مثلاً یہ بتایا۔ کہ جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری گال اسکے آگے کردو۔ یہ تعلیم بادی النظر میں بہت عمدہ ہے۔ اور عملی رنگ میں بہت ناقص ہے۔ ہمیں تو قرآن کریم نے سکھایا ہے۔ کہ اگر مناسب سمجھو بدلہ لے لو اگر مناسب سمجھو معاف کردو۔ اسواسطے ہم تو پادریصاحبان سے بدلہ لینے کے حقدار ہیں۔ ہاں پادری صاحب کا فرض ہے۔ اگر وہ انجیل پر عمل کرتے ہیں۔ تو وہ اسلام پر کبھی قلم نہ اُٹھائیں۔ وِالّا انجیل کی اطاعت سے سبکدوشی ظاہر فرمائیں۔

اب مَیں ان تمام اعتراضات کا بالتفصیل جواب دیتا ہوں۔ جو پادریصاحب نے مسلمانوں کا دل دکھانیکے لیئے کیئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کسی مسلمان کو کیونکر معلوم ہوا۔ کہ قرآن شریف لوح محفوظ پر کندہ ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ مذہب اسلام کفارہ اور تثلیث کی طرح اپنے اندر خامی نہیں رکھتا۔ بلکہ اگر کوئی مسئلہ اس قسم کا قرآن کریم میں آیا ہے۔ جسکو انسانی عقل نہ پہنچ سکے۔ اسکی مثال دیکر سمجھا دیا گیا ہے مثلاً خدا ئے تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ قرآن کریم کے ہم محافظ و نگہبان ہیں۔ ایک انسان اعتراض کر سکتا تھا۔ کہ کسطرح محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس لیئے فرمایا۔ کہ دیکھو جس تحریر کو تم محفوظ کرنا چاہتے ہو۔

تو تم اسے مختلف اشیاء کی تختیوں پر کندہ کر لیتے ہو۔ اسی طرح تم یہ سمجھ لو کہ گویا ہم نے قرآن کریم کو لوح پر محفوظ کر لیا ہے۔ اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ کسی جسمانی لوح پر کندہ ہے۔ بلکہ دنیاوی لوگوں کو مثال کے طور پر سمجھایا گیا جیسا کہ جنت کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون حالانکہ دراصل جنت ایسی نہیں ہے جیسا کہ بیان کی گئی۔ بلکہ وہ مثال کے طور پر صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ تم سمجھ لو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح بے باپ صرف مریم بتول سے پیدا ہوئے۔ پادری صاحب یاد رکھیں کہ قرآن شریف ہر ایک امر کی دلیل دیتا ہے۔ اور کوئی بات بلا دلیل بیان نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہے۔ جس طرح ایک آدمی کھاتا پیتا ہے۔ اسی طرح وہ کھاتا پیتا تھا۔ اور ایک عاجز انسان کی طرح تھا۔ جبکہ یہودیوں نے انکو سولی پر چڑھا کر ثابت کر دیا۔ کہ واقعی وہ ایک عاجز انسان تھا۔ اور خدا یا خدا کا بیٹا نہ تھا۔ ہاں اگر تم یہ کہو۔ کہ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ بلا باپ پیدا ہوا ہے۔ تو تم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر غور کر لو۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر غور کرکے معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ بلا ماں باپ پیدا ہوئے تھے۔ تو جب خدائے تعالیٰ بلا ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے۔ تو کیا بغیر باپ کے پیدا نہیں کر سکتا۔ غرض یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جس پر کوئی اعتراض کیا جاوے۔

پھر پادری صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ کسی کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم لیلۃ القدر میں اترا ہے۔ غالباً پادری صاحب نے اس آیت کے یہ معنے

سمجھکر اعتراض کیا ہے۔ کہ قرآن کریم یکدفعہ سارے کا سارا لیلۃ القدر میں اترا ہے۔ دراصل اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ بلکہ اسکے یہ معنے ہیں۔ کہ لیلۃ القدر میں قرآن شریف اُترنا شروع ہوا۔ یا اللہ تعالیٰ نے اُترنیکا حکم دیا۔ ان معنوں سے اسپر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔

پھر پادری صاحب نے یؤمنون بالغیب پر چوٹ کی ہے۔ حالانکہ وہ جانتے نہیں کہ ایمان بالغیب ہی تو اچھا ہوتا ہے۔ سورج کو دیکھکر اگر کوئی مان لے کہ سورج ہے۔ تو کیا فائدہ۔ خوبی تو یہی ہے کہ بن دیکھے ایمان لائے یعنی مان لے کہ ہاں واقعی ہے۔ تعجب ہے کہ پادری صاحبان قرآن کریم پر ایسا اعتراض کیوں کرتے ہیں جو خود انپر پڑتا ہے۔ کیا پادری صاحب نے باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ روح القدس خدا تینوں کے مجمع کو یا انمیں سے ہر ایک کو یا کسی ایک کو دیکھا ہے۔ کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ غرض پادری صاحب کا یہ بیہودہ اعتراض ہے جسکے متعلق طول طویل لکھنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر پادری صاحب نے قرآن کریم کے محفوظ رہنے کے متعلق اعتراض کیا ہے جسکے متعلق میں صرف انکو ریویو آف ریلیجنز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ فاضل ایڈیٹر صاحب نے قرآن کریم کے محفوظ رہنے پر سنہ ۱۹۰۷ء کے متعدد پرچوں میں بحث کی ہے۔ ایک طالب حق انسان اس سے اچھی طرح فائدہ اُٹھا سکتا ہے:

. . . . اگر ضرورت پڑی۔ تو پھر کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ عرض کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

پادری صاحب نے اپنے مضمون کے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے۔ کہ "امید ہے۔ کہ مسلمان ٹھنڈے دل سے سمجھتا جاتا ہوگا۔ کہ بائبل کیسی کتاب ہے" اسکے جواب میں

میں پادری صاحب کو یقین دلاتا ہوں۔کہ واقعی ہم مسلمان ایمان لاتے ہیں۔ کہ دراصل بائبل خدائے تعالٰی کی طرف سے اُتری ہے۔لیکن اسکے ساتھ ہی ہم اس بات کے ماننے پر مجبور ہیں۔کہ اب وہ اس عالم میں نہیں مل سکتی۔ نہ معلوم اسکو کسنے جلادیا یا کس نے زمین کے نیچے دبادیا۔ یہ ہم بلادلیل نہیں کہتے۔ بلکہ مندرجہ ذیل امور ہمیں اس عقیدہ پر مجبور کرتے ہیں۔کہ اصلی انجیل نہیں مل سکتی:۔

(۱) انجیل کہتی ہے۔کہ (۱+۱+۱=۱) یعنی ۳۔چیزیں برابر ہیں ایک چیز کے یہ ایک ایسا عقیدہ ہے۔جس کو ایک جاہل سے جاہل بھی نہیں مان سکتا تو پھر ایک ایسا انسان جسکو خدائے تعالٰی کی معرفت حاصل ہو چکی ہو۔اور جو اسکا سچا فرمانبردار ہوکر مسلمان کا لقب حاصل کرچکا ہو۔وہ کب اس گندے اور بیہودہ عقیدہ کو تسلیم کرسکتا ہے۔غرض یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسکو انسان نہیں مان سکتا۔نہ معلوم عیسائیوں کی اس پہلی کمیٹی کے (جو شہر نیقہ میں ہوئی۔اور جس نے تثلیث و توحید کا رواج دیا) ممبر کیسے بے عقل اور جاہل تھے۔کہ انہوں نے ایسا بیہودہ عقیدہ مذہب میں شامل کردیا۔

(۲) انجیل کہتی ہے۔کہ کفارہ پر ایمان لاؤ یہ عجیب بات ہے۔کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کوئی بھگتے۔ہم نے کبھی نہیں سنا۔کہ ٹام زنا کرے اور جان کو آتشک کا مرض لاحق ہوجاوے۔ یا گورنمنٹ کسی گنہگار کو چھوڑکر کسی اور کو سزا دیدے۔ہاں جہاں اندھیر نگری ہو وہاں کوئی تعجب نہیں۔کہ رعیت کے گناہ کے بدلے راجا کو پھانسی دیجاوے مجھے ایک قصہ یاد آگیا ہے۔کہ ایک گرو اور ایک چیلا کہیں جارہے تھے راستہ میں انکو ایک ایسی بستی میں سے گذرنا پڑا۔جو اندھیر نگری کہلاتی تھی۔اور جسکے راجہ نے حکم دیدیا تھا۔کہ ہر ایک چیز ایک پیسہ کی ایک سیر ویجاوے۔جب چیلے نے اس بات کو سنا تو فوراً گورو کے پاس جاکر درخواست کی کہ یہیں ٹھہرنا چاہیئے کیونکہ

یہاں ہر ایک چیز پیسہ کی سیر ملتی ہے۔ ہم ایک پیسہ میں اسیر ہو جایا کرینگے۔ گورونے
بہت سمجھایا کہ یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ پر چیلے نے بہت اصرار کیا۔ جسپر گورو صاحب نے
بھی مناسب سمجھا کہ کچھ وقت وہیں ٹھہرے رہیں۔ چنانچہ وہ عمدہ عمدہ چیزیں کھاتے
رہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز کا ایک ہی نرخ تھا۔ اگر مٹی پیسہ کی سیر تھی تو سونا بھی ایک
پیسہ کا سیر ہی تھا۔ ایک دن کسی شخص نے راجہ کے حضور درخواست پیش کی۔ کہ
فلاں شخص کی دیوار گر گئی ہے جس سے فلاں آدمی مر گیا۔ راجہ صاحب نے مالک مکان کو
بلا کر پھانسی دینے کا حکم دیا۔ اسنے کہا کہ حضور میرا کیا قصور معمار کی غلطی ہے۔ کہ
اسنے ناقص کیوں بنائی۔ جسپر معمار بلایا گیا اور اسکو پھانسی کا حکم دیا گیا۔ اسنے کہا
میرا کیا قصور ہے۔ مزدور کا قصور ہے۔ جس نے مصالحہ اچھی طرح تیار نہیں کیا۔
اسنے کہا میرا کیا قصور ہے۔ میں مصالحہ تیار کر رہا تھا۔ کہ ایک عورت گذری میری
اسپر نظر جا پڑی اسلیئے اچھی طرح نہیں بنا سکا۔ وہ بلائی گئی۔ تو اسنے کہا میرا کیا قصور
ہے۔ درزی نے اچھی طرح خوبصورت کپڑے بنا کر دیئے تھے۔ الغرض کسی نہ کسی پر
فرد جرم لگایا گیا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ اسکو پھانسی دیجاوے۔ جسپر پھانسی لٹکائی
گئی۔ لیکن جسکو پھانسی دینی تھی اسکی گردن پتلی تھی اسمیں پھنس نہ سکتی تھی۔ اسلیئے
راجہ صاحب نے حکم دیا کہ کسی موٹے آدمی کو شہر میں سے تلاش کر کے پھانسی دیدو۔
اب تو چیلہ صاحب پھنس گئے جو اچھی طرح عمدہ خوراک کھا کھا کر موٹے ہو چکے تھے۔
چیلہ صاحب نے گورو سے ملنے کی التجا کی جسپر انکو اجازت دیگئی۔ تو گورو صاحب نے
فرمایا۔ کہ تمنے میرا کہا نہیں مانا تھا۔ اب اسکی سزا بھگتنی چاہیئے۔ تاہم چلو کچھ انتظام
کرتے ہیں۔ الغرض دونوں چل پڑے اور پھانسی کے مقام پر دونوں پہنچکر
آپسمیں لڑ پڑے۔ اور ہر ایک انمیں سے کہتا تھا۔ کہ مجھے پھانسی دیجاوے۔
راجہ یہ بات معلوم کر کے حیران ہوئے۔ کہ ہر ایک انمیں سے یہی چاہتا ہے۔ کہ وہ

پھانسی دیا جاوے۔ بالآخر راجہ صاحب نے وجہ دریافت کی تو گوروں نے کہا۔ کہ اصل بات یہ ہے کہ جو آج پھانسی دیا جاویگا۔ وہ سرگ مین پہنچ جائیگا۔ بادشاہ آگے بڑھا اور اسنے کہا مجھے پھانسی دیدو۔ چنانچہ پھانسی دیا گیا۔ اسی طرح مسیح بھی پھانسی دیا گیا۔ کیونکہ اسکی اُمت نے گناہ کیئے تھے۔ غرض ہم ایسی کتاب کو کتاب اللہ نہیں مان سکتے جو ہمیں یہ سکھائے۔ کہ خدائے تعالیٰ کی سلطنت اندھیر نگری کی طرح ہی۔

(۳) انجیل کہتی ہے۔ کہ جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری اسکے آگے کردو۔ یہ تعلیم دیکھنے میں بہت عمدہ ہے۔ لیکن عمل کے قابل نہیں۔ اسکی مثال تو بالفاظ دیگر وہی ہے۔ کہ ہاتھی کے کھانیکے دانت اور اور دکھانیکے اور بات تب ہے۔ کہ کوئی پادری صاحب کی گال پر تھپڑ مارے۔ اور پھر پادریصاحب خاموش رہیں۔ مَیں تو اس آزمایش کیلیئے یہی دیکھونگا۔ کہ آیا وہ بنی آدم کا دل دُکھانیسے باز آکر انجیل کی اتباع کا جوا اپنے سر سے اُتار کر دکھائیں گے۔ یا انجیل کی اطاعت کے لیئے آئندہ مسلمانونکا دل دُکھانیسے دستکش ہونگے۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے۔ کہ انجیل کا خدا کیسا خدا ہے۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں۔ تو ہم معلوم کرتے ہیں۔ کہ وہ معمولی انسان کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ کیونکہ معمولی انسانی لوازم کے علاوہ وہ عورتوں سے خاص محبت رکھتا تھا۔ خصوصاً ایسی عورتوں سے جو کنواری ہوں۔ جس سے ہمیں اسکے چال چلن پر اور بھی شک پڑتا ہے۔ خصوصاً اسلیئے کہ انکی شادی نہیں ہوئی ہوئی تھی۔ پھر وہ ملعون بھی تھا۔ جسکے معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دُور۔ تو ہم ایسے شخص کی فرمانبرداری کیوں کریں۔ جو خدائے تعالیٰ سے دُور ہو۔

بالآخر میں پادری صاحب کو یہ یقین دلا کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ کوئی مسلمان ایسے بیہودہ عقائد پر ایمان نہیں لا سکتا۔ بشرطیکہ وہ مذہب سے

کچھ بھی واقفیت رکھتا ہو۔ ہاں میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اگر پادری صاحب تعصب کی عینک اُتار کر انصاف کے شفاف آئینے میں سے اسلام کی خوبیوں اور عیسائیوں کی برائیوں پر غور کرینگے۔ تو انکو مجبوراً اسلام کے متبعین میں سے ہونا پڑے گا۔

اسلام

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہمنے
جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں ٭ ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہم نے

گذشتہ پرچہ میں مختصر طور پر یہ ثابت کیا گیا تھا۔ کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسکی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اب ہم اسلام کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اسلام کے معنے لفظ اسلام کے معنے ہیں فرمانبرداری کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیئے اپنے منہ کو سونپ دیا۔ اس حالت میں کہ وہ مومن ہے۔ پس اسکے لیئے اجر ہے۔ اسکے ربّ کے پاس اور انپر کوئی خوف نہیں ہے۔ اور انکو کوئی حزن نہ ہوگا۔ غرض پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اسلام کہتے ہیں۔

پھر اسلام کے معنے بیع سلم کے ہیں۔ یعنی فصل کے پیدا ہونے سے پہلے روپیہ دیدینا۔ کہ فصل کے تیار ہونے پر اتنا غلہ دیدینا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُنکی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ خرید لیا ہے۔

پھر اسلام کے لُغوی معنے ہیں کہ کسی کے سپرد اپنا کام کیا جاوے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ یعنی کہدے کہ میری نماز میری قربانی میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے جو رب العالمین ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں اور مَیں اسی کے ساتھ حکم دیا گیا ہوں اور مَیں پہلا مسلمان ہوں۔

پھر اسلام کے معنے ہیں صلح کرنا اور خصومت کو رفع کرنا۔ یہ تو اسلام کے لغوی معنے ہوئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلعم نے جبرائیلؑ کے جواب میں فرمایا ہے۔ الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ ۔ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ ۔ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا ۔ یعنی اُسلام یہ ہے۔ کہ ایک انسان گواہی دے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ نماز قائم کرے۔ اور زکوٰۃ دیوے اور رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے۔ اور یہ کہ بیت اللہ کا حج کرے۔ اگر طاقت رکھتا ہو راستہ کی۔" یہاں تک مختصر طور پر ہم نے یہ بتایا ہے۔ کہ اسلام کے کیا معنے ہیں اسکے بعد مختصر طور پر انشاء اللہ تعالیٰ یہ بتایا جائیگا۔ کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک کونسا پسندیدہ مذہب ہے۔ اور یہ کہ اسلام کب سے دنیا میں آیا ہے۔

خدائے تعالیٰ کس مذہب کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اور جو ہم سب کا پیدا کرنیوالا ہے اور جس کی طرف ہم سب جانیکے لیئے

تیار ہوئے ہیں۔ فرماتا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ یعنی جو کوئی دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی تابعداری کریگا۔ تو اس سے ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جاویگا۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ اور وہ آخرۃ میں گھاٹا اُٹھانیوالوں میں سے ہوگا۔

غرض قرآن کریم سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو دین اسلام ہی پسند ہے۔ اور اسکے سوا کوئی مذہب پسندیدہ نہیں ہے۔ رہا یہ کہ خدائے تعالیٰ اسلام کو کیوں پسند کرتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ خود فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج کے دن ہمنے تمھارے لیئے تمھارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمتوں کو تم پر پورا کر دیا۔ اور تمھارے لیئے اسلام کو پسند کیا۔ کہ وہ تمھارا دین ہے۔ دنیا میں کوئی دین موجود نہیں ہے۔ جسکی آسمانی کتاب میں یہ ذکر ہو۔ کہ انکا دین مکمل کیا گیا ہے یہ فخر اسلام اور اسکی پاک کتاب قرآن کریم کو ہی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ یہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ بلکہ قرآن کریم کوئی بات نہیں کہتا۔ جبتک کے اسکے دلائل نہ ہوں۔ دیکھو شریعت اسلام نے بیان فرمایا ہے۔ کہ بنی آدم کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے تعلقات ہونے چاہییں۔ یا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی کسطرح عبادت کرنی چاہیئے پھر فرمایا۔ کہ مخلوق سے تمھارے تعلقات کیسے چاہییں۔ پھر یہی نہیں۔ بلکہ ہر ایک قسم کے انسان کے متعلق علیحدہ علیحدہ طور پر بیان فرمایا کہ تم انسے کسطرح سلوک کرو۔ مثلاً ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں سے کیسے تعلقات چاہییں۔ پھر اس میں بتایا ہے۔ کہ انسان کو کس کس کے ساتھ نکاح کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا۔ بیوی خاوند کے کیسے تعلقات ہونے چاہییں۔ پھر یہ فرمایا۔ کہ تمھارے دوستوں سے کیسے

تعلقات چاہییں۔ پھر اسجگہ دو قسم کے دوستوں کو الگ الگ رنگ میں پیش کیا ہے۔ ایک وہ جو ہم مذہب ہوں اور ایک وہ جو دوسرے مذاہب کے ہوں۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر فقیر کچھ مانگنے کو آئے۔ تو اسکے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ اپنے افسروں سے کیسے تعلقات چاہییں۔ اور ماتحتوں سے کیسے پھر اسی میں بادشاہ اور رعیت کے تعلقات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ پھر یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ جنگ کے وقت دشمنوں سے کسطرح پیش آنا چاہیئے۔

الغرض شریعت اسلام نے انسان کی ہر ایک قسم کی ضرورتوں کے متعلق مفصل قواعد بتائے ہیں۔ مثلاً یہ بھی بتایا ہے۔ کہ کوئی کام کرو۔ تو کس نیت سے روٹی کھاؤ اور پانی پیو۔ مگر کس غرض کے لیئے نہ اپنی جانوں کے لیئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیئے۔ پھر یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ کپڑے پہنو تو کس لیئے۔ پھر بھی نہیں۔ بلکہ یہ بھی فرمایا۔ کہ آئندہ مسلمانوں کو کس حالت میں رہنا چاہیئے۔ کسطرح انہیں خدائے تعالیٰ کے خلیفے آتے رہیں گے۔ جو اس بات کو ظاہر کرینگے۔ کہ اسلام کی فرمانبرداری سے ہر وقت خدائے تعالیٰ ملتا رہتا ہے۔ اور مسلمانوں کو کسطرح انکی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ یہ فخر اسلام کو ہی ہے۔ کہ اسلام ہر طرح مکمل و اتم مذہب ہے اور یہی ایک مذہب ہے۔ جو آج اپنے پیروؤں کو خدائے تعالیٰ تک پہنچا دیتا۔ اسلام کے سوا نہ کسی اور مذہب کا یہ دعویٰ ہے۔ اور نہ اسکا ثبوت ہے۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ❊ کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ❊ یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا ❊ نور ہی نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

اسلام سب سے پہلا مذہب ہے

اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ صرف تیرہ سو سال سے یہ مذہب دنیا میں آیا ہے۔ اور ایسا اعتراض کرنیوالے اصحاب یہ بھی کہتے ہیں کہ سچے مذہب کی ایک یہ بھی نشانی ہے۔ کہ وہ قدیم سے ہو اس لیئے میں اختصار کے طور اس امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دراصل اسلام ہی سب سے پرانا مذہب ہے۔ سب سے پہلا مذہب جو دنیا میں آیا۔ وہ اسلام ہی ہے۔ آریہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا مذہب آریہ ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اگر رشی صاحبان خدائے تعالیٰ کی پورے طور پر فرمانبرداری کرتے تھے۔ تو وہ بھی مسلمان تھے۔ کیونکہ مسلمان کے معنے ہیں سچا فرمانبردار۔ اگر رشیوں نے خدائے تعالیٰ کی سچی اطاعت نہیں کی۔ تو انہوں نے اپنے فرائض کو ادا نہیں کیا۔ الغرض جب سے انسانی نسل پیدا ہوئی۔ اسوقت سے ہی اسلام دنیا میں موجود ہے۔ قرآن شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ۔ اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پھر دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں۔ توفنی مسلماً۔ مجھے مسلمان کرکے ماریو۔ پھر دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہیں۔ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ تم نہ مرو مگر اس حالت میں کہ مسلمان ہو۔ پھر رسول کریم صلعم فرماتے ہیں۔ جو کوئی دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ مسلمان کی فطرت لیکر آتا ہے۔ الغرض دنیا میں سب سے پہلے اسلام ہی آیا ہے۔ اور اسلام ہی قدیم مذہب ہے۔ لیکن جب جب اسکے پیروؤں نے اپنی طرف سے اختراعی مسئلے شامل کیئے۔ تب تب اسلام از سر نو دنیا میں قائم ہوتا رہا۔ اور وہ لوگ جو پہلے مسلمان کہلاتے تھے۔ کسی اور نام کو لیئے ہوئے اپنے آپکو اسلام سے الگ کرتے رہے۔ جیسا کہ آریہ مت یہودی و عیسائی مذہب وغیرہ۔ بالآخر خدائے تعالیٰ نے اسی اسلام کی تکمیل کرکے رسول کریم صلعم پر آخری کتاب

اُتار کر اسکی حفاظت کو اپنے ذمہ لے لیا۔ اور شریعت اسلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیئے ہمیشہ کیلیئے قابل اطاعت رکھا۔ پھر قرآن شریف ہمیں نصیحت کرتا ہے فبھدیٰھم اقتدہ۔ یعنی جو بزرگ گذرے۔ انکی راہ کی پیروی کرو اسطرح پر دنیا میں جو سب سے پہلے آدم خدائے تعالیٰ کا پیارا بندہ گذرا ہے۔ اسکی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ جسکے صاف معنے یہی ہیں۔ کہ وہ بھی مسلمان تھے۔ الغرض اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے۔ اور ہم خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ ہم ایسے پاک مذہب کے پیرو ہیں۔ جو ہر طرح مکمل ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

(جائنٹ ایڈیٹر)

ایڈیٹر صاحب کا دورہ

اور تبلیغ اسلام

میرے مخدوم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو جسقدر اشاعت اسلام کا شوق ہے۔ اس سے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کی نظم میں سے چند شعر یہاں درج کرتا ہوں۔ جنسے آپکے بڑھے ہوئے اشتیاق کا پتہ اچھی طرح لگ جاتا ہے۔ جو سالانہ جلسہ پر پڑھے گئے تھے۔

اور وہ شعر یہ ہیں۔

مدت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں　٭　رنج و محن کے قبضہ میں آیا ہوا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ　٭　کس ابتلا میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں

پھر کیوں نہ مجھکو مذہب اسلام کا ہو فکر ؛ جب جان و دل سے معتقد میرزا ہوں میں
شیطان سے جنگ کرنے میں تن لڑاؤ نگا جانتک (انشاء اللہ تعالیٰ) ؛ یہ عہد ذات باری سے اب کرچکا ہوں میں

اشعار مندرجہ بالا ایک عقلمند انسان کے دل کو ہلا دیتے ہیں۔ اور ایک عقلمند انکو پڑھکر فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ یہ کیسے پُر درد دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں۔ آپ کو ماشاء اللہ بچپن ہی سے اشاعت اسلام کا شوق ہے خصوصاً حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد تو آپ کی طبیعت میں خاص طور پر تبلیغ کا ایک خاص جوش موجزن ہوا ہے۔ اور آپ مختلف مقامات میں تبلیغ اسلام کے لیئے لیکچر دیتے ہیں۔ اور جہاں کہیں آپکو باہر کسی شہر میں جانیکا اتفاق ہوتا ہے۔ فوراً لیکچر دیتے ہیں۔ آپ کا سب سے پہلا سفر جو اس غرض کیلیئے ہوا۔ ببگووال کی طرف تھا۔ جہاں آپ باجازت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیحؓ شادی کے موقعہ پر گئے تھے۔ اور آپنے وہاں پہنچکر خلق اللہ کو اپنے لیکچر سے فائدہ اُٹھانیکا موقعہ دیا۔

پھر سالانہ جلسہ کے کچھ دن پہلے جبکہ ایک طرف انجمن تشحیذ الاذہان کی اہم ذمہ داریاں اور دوسری طرف صدر انجمن احمدیہ کی ضروریات قادیان میں رہنے پر آپکو مجبور کرتی تھیں۔ حسب الحکم حضرت امیر المومنین آپکو انجمن احمدیہ کاٹھ گڈھ ضلع ہوشیارپور کے جلسہ پر جانا پڑا۔

پھر آپنے تشحیذ الاذہان کے سالانہ جلسہ پر ایک بڑا مبسوط لیکچر دیا۔ جو اس رسالہ کے اسی سال کے پہلے پرچہ میں شائع ہوچکا ہے۔ اسکے بعد مارچ کے آخری عشرہ میں نوجوان احمدی طلباء لاہور نے اپنی انجمن "الاخوان" کے سالانہ جلسہ پر آپکو مدعو کیا۔ آپ باوجودیکہ سفر کے بالکل ناقابل تھے۔ کیونکہ آپ کو ایک بہت سخت چوٹ لگی تھی۔ اور اسی حالت میں کہ ڈاکٹر صاحبان بھی

آپکو باہر جانیکا مشورہ نہ دیتے تھے۔ باجازت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح لاہور پہنچے۔ جب آپ جلسہ کے دن مقام جلسہ پر پہنچے۔ تو آپکے سخت درد ہو رہی تھی۔ اور کھڑا ہونیکے قابل نہ تھے۔ پر بفضل ایزدی آپ جسوقت کھڑے ہوئے۔ فوراً درد رفو چکر ہو گیا۔ اور آپنے آرام کے ساتھ ایک اعلیٰ لیکچر دیا۔

اسکے بعد آپنے ایک لمبا دورہ کیا جسمیں چار لیکچر دئیے۔ آپ مارچ کے خاتمہ پر قادیان دار الامان سے اپنی والدہ محترمہ حضرت اُمّ المومنین کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ چند روز کپور تھلہ میں ٹھیرے۔ چونکہ انجمن احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ بہ یادگار حضرت رسول کریم صلعم ۱۲۔ ربیع الاوّل مطابق ۵۔ اپریل کو ہونا تھا۔ اسلیئے آپ کپور تھلہ سے لاہور روانہ ہوئے۔ اور وہاں ۵۔ اپریل کو لیکچر دیا۔ اسجگہ سے فارغ ہو کر آپ دہلی میں حضرت ام المومنین کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ اور وہاں دہلی میں ۹۔ اپریل کو لیکچر دیا۔ پھر چونکہ ۱۱۔ اپریل کو انجمن احمدیہ قصور کا سالانہ جلسہ تھا۔ جس میں آپ کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس لیئے آپ قصور پہنچے۔ اور وہاں جلسہ میں ایک لیکچر دینے کے بعد جلسہ سے فارغ ہو کر دوبارہ حضرت ام المومنین کی خدمت بابرکت میں دہلی میں جا کر حاضر ہو گئے۔ جہاں آپنے ۱۶۔ اپریل کو ایک عام لیکچر دیا۔ اور وہاں سے آپ دار الامان بہمہ خیریت مع حضرت ام المومنین اور خاندان رسالت واپس پہنچے اس آخری سفر کے مفصل حالات بدر میں شائع ہونگے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب ممدوح نے آج ہی میری التجا پر اس بات کو منظور فرمایا ہے۔ کہ موخر الذکر تقریروں کو رسالہ میں شائع کیا جاوے۔ جسکے لیئے میں ناظرین کو مبارکباد دیتا ہوں۔

(جائنٹ ایڈیٹر)

سابقہ طلبائے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان دارالامان
کی خدمت میں

ضروری اطلاع

یہاں ایک مجمع قائم ہوا ہے۔ جس میں وہ لوگ شامل ہوئے ہیں جو پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں کسی زمانہ میں پڑھتے رہے ہیں جسکو انگریزی میں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کہتے ہیں۔ مگر اسکا نام عربی رکھا جاویگا۔ فی الحال اس کا نام مجمع الاحباب ہے۔

(۱) اسکی اغراض یہ ہیں۔

وہ طلباء جو مدرسہ میں وقتاً فوقتاً تعلیم پا چکے ہیں۔ وہ زمانہ تعلیم کے بعد مدرسہ کے فائدہ کے لئے کوئی کام کرسکیں۔ اور آپسمیں رشتہ اخوت و محبت پیدا کرسکیں۔

(ب) اسکے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح اور صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت سکول کی خدمت کرنی۔ (۲) سکول کیلئے فراہمی چندہ کی کوشش کرنی اور سکول کیلئے طلباء مہیا کرنیکی کوشش کرنی (۳) جو مدرس یا ہیڈ ماسٹر صاحب اچھی طرح خدمت کریں۔ انکی خدمت میں ایڈریس یا دعوت پیش کرنا۔

(ج) اسکے قواعد حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسکا ممبر ہر ایک وہ شخص ہوسکتا ہے۔ جو کسی زمانہ میں اس مدرسہ میں تعلیم پاتا رہا ہو (۲) سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحبان جو مستقل طور پر ہیڈ ماسٹر کا کام کرتے رہے ہوں۔ اسکو مربی سمجھے جائینگے

نوٹ۔ یہ قواعد وضوابط وغیرہ عارضی ہیں۔ جبتک کہ مجمع کے اکثر ممبر جمع ہو کر اسکا فیصلہ نہ کریں۔

تمام سابقہ طلبائے تعلیم الاسلام کی خدمت میں بادب غرض ہے۔ کہ برائے مہربانی اپنا اپنا پتہ حافظ عبدالرحیم صاحب قادیان کے نام بھیجدیں۔ تاکہ مجمع باقاعدہ کیا جاوے۔ نیز یہ بھی لکھیں۔ کہ آپ قواعد مذکورہ سے کہاں تک اتفاق رکھتے ہیں۔　　(سکرٹری)

۶۶۷ - میان عبدالواحد صاحب ۶ار	۶۱۳ - خلیفہ محمد صادق صاحب ۶ار
۶۶۸ - محمد عظیم صاحب ۶ار	۵۹۷ - محمد حسن صاحب ۶ار
۶۶۹ - چودھری اللہ داد صاحب ۶ار	ماسٹر عبدالرحمن صاحب چندہ ممبری ۱۲ار
۶۷۰ - منصب علیشاہ صاحب ۶ار	عبدالرحمن صاحب امرتسری ۱۲ار
۶۷۱ - میاں الہ دتا صاحب ۶ار	بابو اقبال علی صاحب چندہ ممبری ۱سے ر
۶۷۲ - زین الدین محمد ابراہیم صاحب ۶ار	۳۹۳ - عبدالرحمن صاحب ۶ار

نوٹ:- کچھ رسیدین بابت صفر رہ گئی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ نمبر مین شایع ہوں گی

رسیدات زر بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

محمد اسمٰعیل صاحب نمبر ۵۸۴ قیمت رسالہ ۶ار	عبدالنعیم صاحب نمبر ۵۸۵ قیمت رسالہ ۶ار
بابو نذیر الدین صاحب نمبر ۷۲۱ " ۶ار	منشی گلاب الدین صاحب نمبر ۱۳۲ " ۳ار
میاں احمد دین صاحب " ۷۲۲ " ۶	نادر علی صاحب نمبر ۵۲۶ " ۶ار
میاں کرم الٰہی صاحب " ۷۲۳ " ۶	عبدالعزیز صاحب نمبر ۵۷۸ " ۶ار
حشمت اللہ صاحب چندہ ممبری ۶ار	عنایت علی خانصاحب نمبر ۵۷۳ " ۶ار
مشتاق حسین صاحب نمبر ۵۶۲ قیمت رسالہ ۶ار	چودھری حکم دین صاحب نمبر ۷۱۸ " ۶ار
ماسٹر عبدالعزیز صاحب " ۵۹۰ " ۶ار	مستری محمد شاہ صاحب نمبر ۷۳۰ " ۶ار
میاں احمد دین صاحب زرگر قادیان چندہ ممبری ۲ار	شیخ رحیم بخش صاحب ۷۳۱ " ۶
عزیز الدین صاحب چندہ ممبری ۶ار	بابو غلام دستگیر صاحب چندہ ممبری ۱سے
شیخ محمد اصغر صاحب چندہ ممبری ۶ار	بابو فخر الدین صاحب نمبر ۷۳۷ قیمت رسالہ ۶ار
مولوی غلام امام / عزیز الواعظین } نمبر ۷۲۴ قیمت رسالہ ۶ار	غلام حیدر صاحب نمبر ۷۱۷ " ۶ار
	منشی محمد عمر صاحب نمبر ۷۱۶ " ۶ار

منشی غلام نبی صاحب نمبر ۵۸۰ قیمت رسالہ عہ ر
منشی اللہ دتا صاحب اعانت رسالہ ے ر
ملک غلام محمد صاحب نمبر ۶۰۹ قیمت رسالہ عہ
جماعت شملہ اعانت رسالہ عہ ر
میاں محمد دین صاحب نمبر ۶۳۷ قیمت رسالہ عہ ر
حضرت خلیفۃ المسیح چندہ لائبریری عـ ر
منشی عبد الخالق صاحب چندہ ممبری عہ ر
قاضی عبد اللہ صاحب قادیان ” ۴ر
پیر مظہر قیوم صاحب ” ” ۶ر
ماسٹر عبد العزیز صاحب ” ” ۔ر
مولوی عبد الصمد صاحب نمبر ۶۴۶ قیمت رسالہ عہ
عبد الستار شاہ صاحب نمبر ۷۳ ” ” ۶

شیخ نور احمد صاحب نمبر ۳۲۲ قیمت رسالہ عہ ر
خواجہ کمال الدین صاحب نمبر ۳۱۴ ” عہ ر
دلاور شاہ صاحب نمبر ۵۶۶ ” عہ ر
میاں نبی بخش صاحب نمبر ۶۰۱ ” عہ ر
منشی یوسف علی صاحب چندہ ممبری ے ر
بابو عطا محمد صاحب نمبر ۷۴۰ قیمت رسالہ عہ ر
قدرت اللہ خان صاحب نمبر ۶۲۲ ” عہ ر
بابو محمد رشید صاحب نمبر ۶۱۲ ” عہ ر
عبد الکریم صاحب نمبر ۷۴۴ ” عہ ر
مستری کریم بخش صاحب نمبر ۵۶۹ ” عہ ر
منظور علی صاحب شاکر چندہ ممبری ۴ر
چودھری غلام احمد صاحب نمبر ۱۷ قیمت رسالہ عہ ر

غلام قادر صاحب لنگر ومہ اعانت رسالہ عہر

ایک غلطی کا ازالہ

گذشتہ نمبر کے صفحہ ۱۲۳ پر لکھا گیا تھا کہ "لائبریری فنڈ کا روپیہ قوم کے مقتدا اور پیشوا صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے نام آنا چاہیئے" اب عرض ہے (۱) کہ برائے مہربانی ہر قسم کا روپیہ (جو انجمن کے متعلق ہو) محاسب صاحب انجمن تشحیذ الاذہان کے نام پر آنا چاہیئے کیونکہ انجمن کا یہی قاعدہ ہے (۲) کہ بر آنکہ حسب الحکم حضرت امیر المومنین فقرہ مذکور کو اسطرح پڑھنا چاہیئے صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (قوم کے مقتدا اور پیشوا ہیں)" خریدار صاحبان اپنے اپنے رسالوں کو درست کر لیں۔ (سکرٹری)

جلد ۷ | نمبر ۵

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے (عمر) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ | فہرست مضامین | مطابق [illegible]

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب [illegible] تشحیذ الاذہان [illegible] قادیان [illegible]

اِشتہار دینے والے اصحاب

کیلئے

ایک نادر موقعہ

یہہ تجویز کیگئی ہے کہ تشحیذ الاذہان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء
کا کوئی ایک پرچہ باپنجہزار شایع کیا جائے لہذا وہ تمام اصحاب جو اس
پرچہ میں اشتہار چھپوانا چاہتے ہوں وہ مجھہ سے خط وکتابت کرکے
شرح اشتہارات وغیرہ کا فیصلہ کرلیں میں یہہ بھی امید کرتا ہوں۔ کہ
آئندہ پرچہ کی اشاعت تک انشاء اللہ تعالیٰ یہہ بھی بتادونگا کہ کس ماہ
کا پرچہ باپنجہزار شایع ہوگا اشتہار دینے والے اصحاب اسطرف
فرمائیں

مینیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تازہ نشان

سلطان عبدالحمید خان کیساتھ ترکی میں جو کچھ پیش آیا دنیا کے کسی حصہ سے مخفی نہیں اسلئے مجھ کو
بہت کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہاں میں صرف ناظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں
کہ یہ جو کچھ ہوا خدا کے نشان کے مطابق ہوا جیسا کہ آج سے قبل از وقت خبر دی گئی تھی ویسا ہی ہوا
خدا تعالے اگر کسی شخص کو نبوت عطا نہیں کرتا وہ ہر ایک ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہے اور ہر ایک بات
جو کچھ ہوئی ہو اب ہو رہی ہو یا آئندہ ہونی ہو ۔ اسکو اسکا کامل علم حاصل ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے
قائم کرنیکے لیے وقتاً فوقتاً ایسی پوشیدہ باتیں جنکا اسے دنیا کو علم نہ ہو اپنے برگزیدہ بندوں کو بتا دیتا
ہے لیکن مبارک وہ جو سنتا ہے اور نصیحت حاصل کرتا ہے کیونکہ اگر ایک پیاسے کے سامنے پانی
کا ایک پیالہ پیش کیا جائے اور وہ اسکو نہ پئے تو یہ اسکی بدقسمتی ہے اور اگر ایک بھوکے کے آگے
عمدہ کھانے کی ایک تھالی پیش کیجائے اور وہ اسکو رد کر دے تو یہ اسکی بدبختی ہے اور اگر ایک ڈوبتے ہوئے
کو سہارا دیا جاوے اور وہ اس کا انکار کر دے تو یہ اسکی ہلاکت ہے اور اگر ایک گم گشتہ راہ کو راستہ دکھایا
جاوے اور وہ اس سے بے توجہی کرے تو یہ اسکی تباہی ہے پس باوجود خدا تعالے کی طرف سے نشانوں
پر نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو لوگ پاکیزگی اختیار نہیں کرتے اور انھیں چہرہ کرتے ہیں انکی حالت کیسی
قابل افسوس اور رحم کے قابل ہے انسان دیکھتا ہے دیکھتے دیکھتے تھک جاتا ہے مگر خدا کے نشان ختم نہیں
ہوتے [illegible] مسیح موعود کے [illegible] تحریر [illegible] بلکہ [illegible] ہوتے ہیں
ان وجہ سے ہی کم لوگ پہنچ [illegible] تازہ انقلاب زمانے تک سیلابوں نے خبروں کے ذریعہ
کرکے کئی [illegible] ملکوں کے ملک ویران کر دیئے قحط نے سب دنیا کو ناکوں چنے چبوا دیئے

جن لوگوں کو ضرورت ہو اشتہار مجھ سے طلب کریں بقدر ضرورت [illegible] روانہ کیا جائیگا

لیکن افسوس کہ فائدہ تحریک کچھ بھی عبرت نہیں ہوئی گو اب بھی وقت ہے کہ لوگ سمجھیں اور خائف ہوں اور
سمجھیں کہ عذاب بہت سخت ہوتا ہے اور ان لوگوں کو اگر پہلے نشانات سے نہیں مانا تو اب
نشان سنو اور اس سے نصیحت اخذ کرو دیکھو حضرت مسیح موعود نے آج سے بارہ سال پہلے ۱۸۹۷ء میں
ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں آپ نے صاف طور پر لکھا تھا کہ روم کی سلطنت میں بہت سو
ارکان ایسی دسیسہ کاریوں میں لگے ہوئے ہیں اور دیانت داری سے کام نہیں لیتے اور مجھے خدا نے بتایا ہے کہ
ان ارکان کی حالت ایسی خراب ہے کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس وقت نادانوں نے تو بہت کچھ
شور مچایا اور حضرت مسیح موعود پر سخت الزام دیئے کہ آپ خلیفۂ وقت کے بارہ میں یہ کچھ کہتے
ہیں اور ان کے ارکان کی ایسی ہتک کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کی تحریر کچھ نہ تھی کیونکہ ایک خدا کی
بات کو کسی طرح چھپا سکتا ہے اور جب خدا نے اس کو خبر دی ہو تو کسی کی کیا مجال ہے ہندوستان کے
لوگوں نے مروڑ دیا اس اشتہار پر جس قدر شور مچایا وہ بے معنی تھا لیکن آخر خدا کے زبردست ہاتھ نے ساری
اصل حقیقت کو ظاہر کر دیا اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہو گئی کہ جو بات خدا کی طرف سے تھی اسے باطل
نہیں کیا جا سکتا یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور پوری ہو رہی ہے وہ لوگ جو حضرت اقدس کو سخت برا کہتے تھے
کہ آپ نے کیوں ایسا الہام کہ جو روم کی سلطنت کی نسبت کا حال ظاہر کیا تھا بتائیں تو سہی کہ کیا ان تک
وہ کیا ہوا اس وقت سلطان عبدالحمید کے متعلق بات یہی ہم ہرگز نہیں کہتے کہ سلطان
عبدالحمید خان نے کوئی شرارت کی بلکہ خدا کے فرمودہ کے مطابق ہم مانتے ہیں کہ یہ موجودہ انقلاب
جس میں سلطان عبدالحمید خان معزول ہو گئے ہیں اور قسطنطنیہ میں بہت سا کشت و خون ہوا ہے
یہیں اصل شرارت ان امراء کی ہے جو آپ کے گرد رہتے تھے اور جب وقت آ گیا تو خدا کے فرمودہ
کے مطابق یہ سلطان سے غداری کی اور بغاوت اختیار کی مگر افسوس کہ مسلمانوں نے خدا کے
مامور کی تو کوئی بات نہ سنی بلکہ ان لوگوں کی بغاوت پر بڑے خوش ہیں ہم اس
پیشگوئی کی بات بتاتے ہیں کہ حضرت اقدس نے ان افراد کو قتل کرتے دیکھا ہے جو سلطنت روم کی
تباہی کا موجب ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ "روم کی سلطنت میں بستی ...

ارکان دولت کچھ جو اُس میں اس سلطنت کی طرف سے کچھ اختیار رکھتے ہیں نہیں ایسے لوگ کثرت سے
دیکھا جاتا ہیں سلطنت کو مضر ہیں کیونکہ کسی کی مخفی حالت ابھی نہیں تو یہ لوگ جو کچھ علی حسب مراتب
قریب سلطان ہی کچھ حصہ رکھتے ہیں اور اس سلطنت کے اکثر ارکان کی خیانت پیشہ طبع میں وہ اپنی خدمتوں کو
دیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچے خیرخواہ نہیں ہیں بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اسلامی
سلطنت کو [illegible] کی مخالفت [illegible] سلطنت کو مستحکم نہیں ہونے دیتے [illegible] چاہتے ہیں ہم
نے گذشتہ اشتہار میں ترکی گورنمنٹ پر یہ الزام لگایا کہ بعض عظیم الشان اور خراب اندرون ارکان
اور بعض نالائق وزراء اس کے نہ کہ سلطان کی ذات کے خصوص [illegible] نور فراست اور الہام
کی تحریک سے جو ہمیں معلوم ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو نمونہ کے طور پر [illegible] جاوے
ولیکن ایک عجیب بات اور وہ ظاہر ہوئی ہے سو وہ تحریر ہیا کر کے بد خیالات والے سمجھے ہیں
کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو حضرت احدیت نے ہمیں بخشا ہے
بعض کو تو قلت تدبر کی وجہ سے یہ دھوکا لگا ہے کہ گویا ہم نے سلطان روم کی ذات پر کوئی حملہ کیا ہے
حالانکہ وہ میرے اشتہارات ایک سرمو درمیان سلطان کی ذات سے اُن پیشگوئیوں کو کچھ تعلق
نہیں صرف بعض ارکان سلطنت اور کارکن لوگوں کی نسبت الہام شائع کیا گیا ہے کہ وہ
امین اور دیانتدار نہیں ہیں اور پھر اپنے اشتہار کی نسبت تو انکو متوجہ [illegible] میں کیا کہ
نقصان جو کچھ عنقریب روم سلطنت کے اندرونی انتظام کی نسبت بیان کیا اور وہ اصل صحیح
ہو تو ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری
سرشت ظاہر کرنیوالے ہیں پس یہ کیسے صاف الفاظ ہیں جن میں بوضاحت تمام سلطنت روم کی
حالت کا نقشہ کھینچا ہے آج سے بارہ برس پہلے شائع کر دیا کہ اس سلطنت کے رکن اچھے
نہیں وہ ایک نہ ایک شرارت کر بیٹھے اور وقت پر سلطان کا ساتھ چھوڑ دینگے اسی شرارت میں
غداری کر اور وہ دیانت و امانت سے کچھ نہیں [illegible] اب بھی [illegible] حقیقت اقدس کی [illegible]
میں کچھ شک ہو کہ کیا پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیا الکین نے سلطان سے غداری نہیں کی کیا

بہت لوگوں نے بددیانتی کو کام نہیں لیا کیا اور سلطنت سے محسن کشی نہیں کی گو یہ سب کچھ تو
ہوا کیا اس نظارہ کو دیکھکر کوئی فائدہ بھی اٹھایا بیشک سعید روحیں تو فائدہ اٹھائیں گی مگر
افسوس ہے کہ اکثر لوگ فاسق ہیں جو خدا کے کلام پر صرف ہنسی کرنا چاہتے ہیں اس بات میں
آخر میں ایک اور فقرہ اس کتاب سے نقل کر دیتا ہوں جس میں صاف بتایا گیا ہے کہ ایک دن
سلطنت کا انجام اچھا نہیں سمجھا جاتا مجھے ڈراتے ہیں کہ سلطان روم کی سلطنت
کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی
حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کیساتھ
انجام اچھا نہیں" خدا نے جو کچھ کہا تھا پورا ہوا اور انقلاب لفظ پورا ہوا مگر کیا
اس کی دنیا پھر بھی مخالفت پر تلی ہوگی آہ! اے میری پیاری قوم تم اپنے آپ کو کیوں
ہلاک کر رہی ہے اب بھی وقت ہے توبہ کرو اور خدا کے برگزیدہ کے انکار سے باز آؤ
و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ؏

راقم خاکسار

میرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۹ء

ایک عجیب واقعہ

ناظرین غالباً اٹلی کے اس زلزلۂ عظیم کو ابھی نہ بھولے ہونگے جس نے ایک دم
میں دنیا میں تباہی اور بربادی پھیلادی اور چند منٹوں میں لاکھوں جانوں کو ضائع
کردیا اس زلزلہ کے متعلق ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو کہ ایک مومن کے
لیے کوئی ایسا تعجب خیز واقعہ تو نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آیا وہ واقعہ ٹھیک بھی ہے
یا نہیں ورنہ قصوں اور کہانیوں میں تو عجیب عجیب واقعات نظر آتے ہیں اس
واقعہ کے بیان کرنیوالے پادری رابرٹ جینس صاحب ہیں چنانچہ اخبار عام نے
ایک انگریزی اخبار سے انکے بیان کو یوں نقل کیا ہے صاحب موصوف لکھتے
ہیں کہ زلزلہ کی تباہی سے ایک عورت جو اپنے گھر کے کمرہ میں تنہا رہتی تھی اسی کمرہ
میں اس طرح دب گئی کہ اسکے لیے باہر نکلنے کا کوئی رستہ نہیں تھا اسکا چھوٹا سا
کمرہ اس طرح مدفون تھا کہ کئی گز ملبہ کا انبار اسکے اوپر پڑا تھا کوئی نہ جانتا تھا کہ
کھنڈرات کے نیچے کوئی جان زندہ ہوگی عورت مذکورہ دو ہفتہ تک اسی طرح پڑی رہی
گویا جیل اور اس عرصہ میں خوراک کی کوئی صورت نہ تھی یہ کمرہ اس مکان کی
خوابگاہ تھا جس میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی باقی تمام حصہ مکان کا
زلزلہ سے تباہ تھا روشنی تو کیا اس کمرہ میں ہوا کی آمد کا بھی کوئی رستہ نہیں تھا
کھنڈرات کا بوجھ اتنا عظیم تھا کہ کئی روز کھودنے کے بعد اسکے نکالنے کی نوبت
آئی اور اندر کی آواز باہر سنائی نہ دے سکتی تھی باوجود اسکے عورت کو کچھ چوٹ نہ آئی

وہ قید سخت بھگت رہی تھی اور قطعی بند و بستہ تھی اسی قید سخت کے زمانہ میں عورت مذکور (جو حاملہ تھی) دو بچے جنی، توام تھے فوجی سپاہی پھاوڑے اور کدالیوں سے کھنڈرات کھودتے تھے انہوں نے جب اس عورت کو نکالا اس وقت وہ خود مع اپنے دونوں شیر خوار بچوں کے بالکل تندرست صحیح و سالم تھی وہ بڑے شوق سے اس قید سنگین سے نکالی گئی اسکی صورت سے فاقہ کشی وغیرہ کا کوئی نشان ظاہر نہ تھا جب پوچھا کہ اس عرصہ میں گذارہ کیسے کیا۔ تو عورت نے جواب دیا کہ ہر روز ایک عورت آتی اور مجھکو کھانا دیجاتی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ آنے جانیکا کوئی رستہ نہیں تھا جواب دیا کہ ہاں! میں بھی جانتی ہوں کہ کوئی رستہ نہیں تھا تسپر بھی جو کچھ کہتی ہوں بالکل صحیح ہے مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ عورت کدھر سے اور کیونکر آتی جاتی تھی اور کیسے اور کہاں چلی جاتی تھی اُسنے: تو کبھی مجھ سے بات چیت کی اور نہ کبھی میری طرف نظر اُٹھا کر دیکھا صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ ہر روز آتی تھی خوراک کا سامان میز پر دھر کر چلی جاتی تھی اس عورت کو میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور نہیں جانتی ہوں کہ وہ کون تھی سوائے اسکے کہ وہ کوئی عورت تھی " اس نامعلوم عورت کا حلیہ دریافت کیا لیکن وہ کچھ زیادہ نہیں بتلا سکی ظاہر ہے کہ عورت وہی تباہی نہیں بکتی تھی وہ بالکل تندرست تھی اُسکے چہرے سے کوئی نشان فاقہ کشی اور بھوک کا ظاہر نہ تھا اور اپنے توام بچوں کو چھاتی کا دودھ پلاتی تھی اور دونوں بچے بھی بخوبی پرورش یافتہ اور تندرست تھے وہ اپنی حکایت ہر ایک کو سناتی ہے اور سننے والے حیران رہجاتے ہیں اسکے بیانات کی باتیں بالکل دیانت اور قطعی صحیح معلوم ہوتی ہیں وہ عورت اب اپنے گھر میں جیتی جاگتی ہے۔ بیشک اس قسم کا واقعہ ہوجانا کچھ بعید نہیں کیونکہ خدا تو

کے کام اور طاقتیں غیر محدود ہیں ہاں اگر خوف ہے تو اس بات کا کہ صاحب موف
پادری ہیں اور ان لوگوں میں کفارہ کا مسئلہ بہت خطرناک ہے جو کہ ہر قسم کے گناہ
کو معاف کروا دیتا ہے اتنی بات عجیب ہے کہ وہ عورت جو کھا نا لیکر آئی تھی
وہ خود حضرت مریم تو نہیں ہو گئی ہر حال ہم اس واقعہ کا نہ تو اقرار کرتے ہیں لہ
نہ انکار ہاں امید کرتے ہیں کہ یورپ کے لوگ جو مسلمانوں پر کشف و کرامات کے
بارے میں اعتراض کرتے ہیں خود اپنے مذہب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں اور
ہماری بہ پیر تو ہم نے ایسے واقعات دیکھے ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے
بندوں پر فضل و احسان کرتا ہے ہر زمانہ میں اس قسم کے واقعات دکھاتا رہتا ہے
تاکہ لوگ اس سے کچھ فائدہ اٹھائیں مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس طرف کچھ توجہ نہیں
کرتے بہر حال ہم نے یہ واقعہ ناظرین کی دلچسپی کے لیے لکھدیا ہے اسکی کہانی کے
ذمہ دار خود پادری رابرٹ ہینس صاحب ہیں ؁

مسیحی زبتیہ

ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی سنت چلی آئی ہے کہ جب وہ کسی کام کے کرنیکا ارادہ کرتا ہو
تو ساتھ ہی زمین پر ایک ہل چل پیدا کر دیتا ہے گو بعض دفعہ لوگ خدا تعالیٰ کے ارادہ
کے برخلاف کاروائی کرنی چاہتے ہیں اور کرتے ہیں گو وہ اسکے روکنے کے لیے
ناخنوں تک زور لگاتے ہیں مگر انکی تمام طاقتیں اس ارادہ کو ناکام کرنے کے
لئے نہیں ہوتی ہیں گو انکا تمام زور اسکے برخلاف استعمال کیا جاتا ہے گو فرداً
فرداً اور جماعتوں میں وہ اس میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں لیکن پھر بھی ہمیشہ دیکھا

لیے ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ لوگ اسکے ارادہ کی تصدیق بھی کرتے جاتے ہیں آنحضرت کی بعثت کے وقت لوگ مانتے تھے کہ دنیا میں فساد بڑی کثرت سے پھیل گیا ہے اور لڑائی دنگوں نے دنیا سے امن اٹھا دیا ہے خونریزی سے زمین سرخ ہو رہی ہے فسق و فجور کی کوئی حد نہیں رہی چوری اور ڈاکہ زنی کی کثرت ہوگئی ہے شرک نے ہر ایک کے دل میں جگہ لے لی ہے زمانہ کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے اور یہ ایک ایسا وقت ہے کہ اسوقت ضرور ضرور ایک آدمی خدا کی طرف سے مبعوث ہونا چاہیے جو گمراہوں کو راستہ دکھائے اندھوں کو نور بخشے ظلمت کو دور کرے اور نگینہ کے شیشہ کو چکنا چور کرے پھر یہ بھی مانتے تھے کہ آپکی تمام زندگی ہر قسم کے عیبوں سے پاک ہے بچپن سے آپکو خدا تعالےٰ کی طرف توجہ رہی ہے لڑکپن سے دنیا سے نفرت رہی ہے عہد طفولیت سے سچائی کا خیال رہا ہے اسبات کا بھی اقرار تھا کہ آپکو جھوٹ سے سخت نفرت ہے آپکی زبان ہر سچ کے سوا کبھی کچھ نہیں آیا بنی نوع انسان کی ہمدردی آپکا شیوہ ہے بیواؤں کی خبرگیری آپکا طریق ہے مسافروں کی مدد کرنا آپکی عادت میں داخل ہے یتیموں کی خبرگیری آپ اپنا فرض سمجھتے ہیں مگر باوجود اسکے وہی بات کہے چلے گئے کہ (جھوٹا ہے جھوٹا ہے) نعوذ باللہ کمبختوں نے اتنا بھی تو نہ سمجھا کہ جو انسان پر جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیوں افترا کریگا جو گمراہوں اور مسکینوں کی مدد کرتا ہے وہ ہدایت یافتوں کو کیوں راستہ سے دور ڈالیگا جس نے بیواؤں کی دستگیری کی ہے وہ خاوند والیوں کو کیوں رانڈ کریگا جس نے یتیموں کی خبرگیری کی ہے وہ اس لڑکے کو جس کے والدین زندہ ہیں کیوں یتیم کریگا جس نے فتنہ و فساد سے جھگڑوں کو بھی ناپسند کیا ہے اور لوگوں میں صلح کی بنیاد ڈالی ہے وہ اب دور از قیاس دعوے کرکے (جیسا کہ وہ کہتے تھے) دنیا میں فساد و خونریزی کی

بنیاد رکھوں ڈالیگا انکی اُس مریض کی سی حالت تھی جو اپنی مرض سے واقف ہو
اور پھر انکار کرے جو ایک دوائی کے خاصہ کا اقرار کرے اور پھر بھی اسکے
پینے سے انکار کرے غیر جو لوگ تو جو کچھ تھے سو تھے ہمارے زمانہ کے لوگ
بھی کچھ اُن سے کم نہیں ہر طرح کے فتنوں اور فسادوں کا انکو اقرار ہے زمانہ کی
حالت میں روز افزوں تغیر مانتے ہیں ایک مصلح وقت کی آمد کا انتظار بھی ہے
اور اسکا یہی وقت بتاتے ہیں ہندو کلنک اوتار کے منتظر ہیں تو پارسی ایک
ہوشیدر زردشت کے یہودی ایلیا نبی کی راہ دیکھتے ہیں تو عیسائی مسیح کی۔ بدھ
مذہب کے پیرو ساتویں بدھ کی آمد کے لیے چشم براہ ہیں تو مسلمان مہدی کے
لیے غرض جو قوم ہے وہ ایک مصلح یا ریفارمر یا نبی یا مجدد یا اوتار کسی نہ کسی کی
منتظر ضرور ہے اور مانتی ہے کہ وہ اس زمانہ میں آئیگا مگر جب اس شخص کو
پیش کیا جاتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ یہ تو وہ نہیں انکے مقرر اپنی تقریروں میں
انکے مصنف اپنی تصنیفوں میں انکے شاعر اپنے شعروں میں کہتے ہیں اور بڑے
زور سے کہتے ہیں کہ یہ وقت ہے کہ دنیا کو سنبھالنے کے لیے کوئی شخص پیدا ہو لیکن
جب ضرورت وقت کو پورا کرنیوالا انسان انکے سامنے پیش کیا جاوے تو اسکا
ماننا تو الگ ضرورت وقت تک سے انکار کر دیتے ہیں لیکن وہ اس برگزیدہ
انسان کے مقابلہ پر اگر کچھ بھی نہیں تو تقریریں انکی تحریریں انکی نظمیں موجود
ہیں کہ جن میں انہوں نے اس زمانہ کے لیے ایک مصلح کی ضرورت کو مانا۔
اور مصلح بھی کوئی معمولی نہیں ہندوؤں کے لیے کرشن یہودیوں کے لیے ایلیا
اور مسیح عیسائیوں کے لیے یسوع پارسیوں کے لیے زردشت بدھوں کیلیے
بدھ اور مسلمانوں کے لیے مہدی کی ضرورت بتائی جاتی ہے جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ سنت اللہ کے مطابق ہمارے حضرت مسیح موعود کے لیے بھی لوگوں

کے دل خود بخود بول رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ وقت ایک بڑے مصلح کا ہے چنانچہ اسکا ایک عملی ثبوت یہ ہے کہ مختلف ملکوں میں مختلف لوگوں نے اس قسم کے دعوے بھی کیئے ہیں چنانچہ انگلستان کے پگٹ اور امریکہ کے ڈوئی کے حالات سے تو ہمارے ناظرین واقف ہی ہونگے کہ انکے کیا دعوے تھے اور یہ کہ وہ آخر حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں کس طرح تباہ و برباد ہوئے مگر میں ناظرین کی واقفیت کے لیئے اسجگہ ایک عورت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جسکا نام جوہنا سوتھکوٹ ہے جو کہ ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوئی اور جس نے ۱۸۰۰ء کے قریب مہدیت ہونے کا دعویٰ کیا ڈوئی اور پگٹ ایسے مرتبہ تک نہیں پہونچے کہ وہ اس عورت کا مقابلہ کرسکیں کیونکہ پگٹ کے پیرو تو بہت ہی تھوڑے تھے ہاں ڈوئی کے دس ہزار تک پہنچ گئے تھے مگر اس عورت کے پیرو ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔

انگلستان کے علاقہ ڈیون شائر میں ایک کسان کے ہاں پیدا ہوئی۔ اور اوائل عمر میں ایک سوداگر کے ہاں دکان کے کام کاج پر ملازم ہوئی کچھ مدت تک تو آرام سے کام کرتی رہی لیکن آخر نا معلوم کن اسباب سے تحریک پاکر اسے مذہبی معاملات کی طرف توجہ ہوئی اور الہام کا دعویٰ کیا وہ اپنے لیکچروں میں کہتی تھی کہ جب میں ۱۷۵۰ء کو پیدا ہوئی تو میرے پیدا ہونے پر فرشتوں نے بہت خوشی کی اور یہ کہ اسکی تمام عمر خدا کے خوف میں گزری ہے اور بچپن سے ہی اسکے دل میں خدا کا رعب بڑے شاندار طریقے سے جاگزین تھا اسکا دعویٰ تھا کہ کتاب مکاشفات میں جو ایک عورت کا ذکر ہے اور جس کو دلہن اور برہ کی بیوی کہا گیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ سورج میں ملبوس ہوگی وہ میں ہی ہوں اسکا دعوے تھا کہ میں اسلیئے آئی ہوں کہ تا لوگوں کو مطلع کردوں کہ مسیح کی آمد ثانی نزدیک ہے بہت سے آدمیوں نے اسکی بات کو سنا اور ایمان

ہوئے اب یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ عورت خواہ کسی مرض میں گرفتار تھی یا جھوٹی تھی مگر اسکے دعوے سے یہ بات ضرور نکلتی ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں میں مسیح کی آمد ثانی کا انتظار شروع ضرور ہو گیا تھا چنانچہ اگر وہ اس قسم کے خیالات نہ رکھتے تو اول وہ عورت اس قسم کا دعویٰ ہی نہ کرتی اور اگر وہ کرتی تو لوگ اسپر یقین نہ کرتے مگر اسکا دعوے اور ایک گروہ کا اسے فوراً مان لینا ثابت کرتا ہے کہ آج سے سو سال پہلے سے ہی زمانہ کی حالت ایسی بگڑ گئی تھی کہ دنیا کسی ریفارمر کی ضرورت کو بڑے زور سے محسوس کرنے لگی تھی؛

اس عورت کا دعوے تھا کہ میرے منہ سے ایسی ایسی باتیں نکلینگی جو قبل از وقت ہونگی مگر آخر ایک دن پوری ہونگی اور چونکہ اب یہ نبوت کا بھی دعوے کر چکی تھی اسکے مریدین بھی اس سے بہت ڈرتے تھے اور نہایت تعجب اور غور سے اسکی باتوں کو سنتے تھے کہ نہ معلوم اسکے منہ سے کیا نکل جاتے؛

اسے اپنے دعوے پر سقدر بھروسہ تھا کہ یہ ایک لمبے عرصہ تک انگلستان کے پادریوں اور بشپوں کو کہتی رہی اور زور دیتی رہی کہ میرے متعلق کافی تحقیقات کرو اور میرے دعوے کی تصدیق کرو لیکن انھوں نے ہمیشہ انکار ہی کیا مگر اسکے باوجود بہت سے بڑے بڑے آدمیوں نے اسے قبول کیا اور خود کئی ایک پادریوں نے بھی اسکی باتوں کو قبول کیا اور اسکے دعووں کی تصدیق کی اسکے مریدین میں بڑے بڑے امیر لوگ بھی داخل تھے اور اسکی باتوں پر بہت یقین رکھتے تھے اگرچہ یہ سوچ نہ تھے جب ایک امیر کو کہا کہ اپنی دولت لٹا دے تو اس نے انکار کیا اور واپس چلا گیا مگر اسکے مریدین میں

ہے۔ وہ تو مرد عورتیں بھی ایسی تھیں کہ وہ اپنا مال اس کی خوشی کے لئے دینا کچھ مشکل نہیں سمجھتی تھیں چنانچہ ایک عورت مسز ایسیم مرتے وقت اپنی جائداد اسی کو دے گئی اور زندگی میں بھی سکا پچھ اسی نے برداشت کیا ہوا تھا اگرچہ اس عورت کے رشتہ داروں نے بہت شور مچایا مگر قانون کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ چونکہ یہ روپیہ زیادہ تر اس فرقہ کے اصول اور اس نبیّ کے الہامات شائع کرنے کے لئے تھا اس لئے اس سے اس نبیّ کے حالات اور الہامات شائع کئے گئے چنانچہ رفتہ رفتہ اس گروہ کے کئی اپنے گرجے بھی بن گئے اسے اپنے مذہب کے پھیلانیکا اسقدر شوق تھا کہ یہ ایک جگہ بیٹھے رہنے پر مطمئن نہ ہوئی بلکہ اُسنے شہر چھوڑ کر گاؤں میں بھی دورہ شروع کیا اور عام لوگوں میں وعظ نصیحت شروع کی اور بہت سے لوگوں کو اپنے دعوے کی صداقت منوادی

سکے واقعات میں ایک بات بہت ہی حیرت خیز ہے اور وہ یہ کہ خود اسکی زندگی میں ایک شخص نے دعوے کیا کہ وہ بھی نبی ہے اور مسیح کا بھتیجا ہے اور یہ کہ وہ یہودیوں کی طرف بھیجا گیا ہے اور عنقریب یہودی یروشلم پہنچ جائیں گے جہاں یہ انکا کپتان بن کر کام کریگا اور اس عورت نے اسکے دعوے کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے اپنا دوست سمجھتی رہی اور جبکہ گورنمنٹ نے اسکی دیوانگی سے تنگ آکر اسے پاگل خانہ میں بند کر دیا تو اس نے پیشگوئی شائع کی کہ اگر یہ شخص آزاد نہ کیا جائیگا تو انگلستان برباد ہو جائیگا!

اسکو الہام کا بھی دعوے تھا اور جب کبھی اسے الہام ہونے لگتا۔ تو اسکے اندر ایک جوش کی سی کیفیت پیدا ہوتی جس پر یہ اپنے سیکرٹری کو بلاتی اور الہام کے الفاظ اسکی زبان پر آنے شروع ہو جاتے جنہیں وہ نوٹ کرتا جاتا

کیساتھ لکھتا جاتا ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بہت غلط ہوتے تھے۔ اور صرف صرف و نحو کی ہی غلطیاں اس مین ہوتی تھیں بلکہ وہ ایک بیہودہ نظم کے رنگ مین ہوتے تھے اور انکا مضمون لغو اور قابل مضحکہ ہوتا تھا بات لغو ہو کچھ بھی ہو مگر اتنا ضرور ہے کہ انگریزی مصنفین نے اسکے حالات لکھنے مین اپنے دل کا بخار بھی بہت کچھ نکالا ہے کیونکہ اس عورت کے متعلق اور اسکے کل بعین کے متعلق جن مین بعض بڑے بڑے آدمی بھی ہیں بار بار یہ الزام لگایا ہے کہ انکو ٹھیک بولنا تک نہین آتا مگر ہمیں اس سے کچھ غرض نہین ہمین تو اصل مضمون سے کام ہے۔ اسکی بعض پیشگوئیاں بھی لکھی ہین اور وہ یہ کہ ایک دفعہ اس نے کہا کہ انگلستان مین ایک خونی عورت پھانسی پر چڑھانیوالے آدمی کے ہاتھ سے ایسے معجزانہ طریق سے بچ جائیگی کہ لوگ دیکھتے کے دیکھتے رہ جاینگے اور ایک اور موقع پر جب کہ فرانس کے مشہور اور زبردست بادشاہ نپولین بونا پارٹ کا اُٹھایا ہوا فتنہ یورپ مین موجزن تھا اور انگلستان کا بچہ بچہ ایک خطرناک خوف کیوجہ سے دہشت زدہ تھا کیونکہ نپولین نے انگلستان پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا تھا اس نے ایک پیشگوئی شائع کی کہ نپولین کسی طرح سے انگلستان کی زمین پر اُتر آئیگا اور اسوقت اس کی نبیہ کے پیروؤن مین سے کوئی اُسے قتل کر دیگا مگر نہ تو کوئی قاتلہ ایک عجیب معجزانہ طریق سے سولی پر سے زندہ بچکر بھاگی اور نہ نپولین کو انگلستان مین اترنیکی خدا نے توفیق دی۔

اس سے ایک دفعہ کچھ عورتوں اور مردوں نے اپنی قسمت دریافت کی اور ایک بڑی رقم دینے کا ارادہ کیا مگر اس نے انہیں بہت گالیاں دیں اور کہا کہ مین تمہاری قسمتین دریافت نہین کرسکتی مین نبیہ ہوں کہ قسمت بتانیوالی اور اس نے انہین بددعا دی کہ جاؤ تم اور تمہارے مال ہلاک ہوجائیں اس موقعہ

پڑہیں افسوس کے بغیر نہیں رہ سکتا ہمارے بعض مسلمان بھائی اس پرانی
عورت سے بھی زیادہ نادان ہیں وہ تو اتنا سمجھتی تھی کہ نبی اور قسمت بتانیوالوں
میں فرق ہوتا ہے مگر یہ لوگ نبوت کیساتھ یہ باتیں بھی لازمی قرار دیتے ہیں گویا
کہ نبوت کو کسی قدر نجوم کہو یا قیافہ شناسی اور تھوڑی بہت خدائی پر مشتمل سمجھتے ہیں.
نعوذ باللہ. نبی تو اپنے آپکو خدا کے ہاتھ کا ایک آلہ قرار دیتا ہے جو وہ چاہتا ہے
اس سے کام لیتا ہے اسکا اپنا کچھ دخل نہیں ہوتا حالانکہ نجومی یا قیافہ شناس
اپنے علم اور طاقت کے بل پر یہ کام کرتے ہیں اور گو کہ ہمیشہ ذلیل اور بدحال اور
خستہ وخراب رہتے ہیں اور اکثر ان کے ڈھکوسلے غلط ہی ثابت ہوتے ہیں
مگر پھر بھی ہر معاملہ پر ملنے نبی کرنیکے لیئے تیار اور آمادہ رہتے ہیں اسکے برخلاف
نبی کو اسکے مخالف کتنا ہی ستائیں اور زور دیں کہ تو ہماری خواہشوں کے
مطابق فلاں معجزہ دکھا مگر وہ خدا کے ارادہ کے برخلاف ہونٹ ہلانا بھی
ناجائز سمجھتا ہے ہاں جب وہ کرداروں کی نسبت معجزہ دکھاتا ہے اور خدا
کا فیصلہ انہیں سناتا ہے تو پھر سدوم اور عمورہ کی بستیوں اور مکہ کے کفار
کی طرح انکا نام ونشان زمین پر رہتا ہے نہ آسمان پر جیسا کہ آجکل بھی ہمارے
حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر خدا نے طاعون زلزلہ اور طوفان کے نشان
دکھائے ۔

اس زکی بیٹے کا یہ بھی دعویٰ ہے تھا کہ مجھے خدا نے طاقت دی ہے
کہ میں جسکو چاہوں بخشدوں چنانچہ اس نے ایک عجیب بے ڈھنگی سی عبارت
بنا رکھی تھی جسکا یہ ترجمہ ہے "خدا کی مہر کی ہوئی۔ چنی ہوئی اس تیسی آدمی
کی کامیابی۔ زندگی کے درخت کا وارث ہونیکے لیئے۔ خدا کا وارث ہونے مسیح
مسیح کیساتھ نائب وارث بنائے جانیکے لیئے۔ جو نیا سوتھکاٹ" اس جاکو

بہت سے کاغذوں پر اُس نے لکھ چھوڑا تھا اور بہت سے لوگوں کو تقسیم کرتی تھی اسکے مرید بہت شوق سے اسے لیتے تھے اسکا قول تھا کہ جو شخص اس کاغذ کو اپنے پاس رکھیگا وہ اس دنیا اور اگلے جہان دونوں جگہ کی مصیبتوں سے بچ جائیگا ان کاغذوں پر ایک مضبوط مہر لگی ہوئی ہوتی تھی اور وہ کہتی تھی کہ جب مجھے اس قسم کے کاغذ لکھنے اور اوپر مہر ثبت کرنیکا حکم دیا گیا تو میں بہت حیران ہوئی کہ وہ مہر کہاں سے آئیگی تو فرشتے نے جو یہ حکم لایا تھا کہ وہ اسکی صندوقچی کے خانہ میں سے ملیگی اور کہ جب اُس نے دیکھا تو واقعی وہاں ایک انگوٹھی پڑی ہوئی تھی جسپر (جے۔سی) دو حرف لگے ہوئے تھے اور دو ستاروں کے نشان تھے پہلے حرف سے مراد خود مسیح اور یہ نبیہ تھی اور دو ستاروں سے ایک سے جو صبح کا ستارہ تھا مراد مسیح تھا اور دوسرے سے جو شام کا تھا یہ نبیہ تھی ایک دفعہ اس نے کہا کہ آج مجھکو حکم دیا گیا تھا کہ میں رات کے بارہ بجے سے پہلے بادشاہ اور اسکی آدھی رعایا کو جو کہ اسکی وفادار ہے بخشوں یہ رقعہ آغاخانیوں کے رقعہ سے بہت مشابہ تھا؛

اس خدائی کی مہر کے متعلق جوہنا ایک عجیب واقعہ بیان کرتی ہے اور وہ یہ کہ جب اُس نے کثرت سے لوگوں کو بخشنا شروع کیا تو شیطان کو بہت ہی غصہ آیا اور مجبور ہوکر ایکدن جوہنا سے ملاقات کے لیے آیا شاید اسلیے آیا ہو کہ مسیح کی نائب ہی اس شرف سے خالی نہ رہجائے غیر اس نے آکر اس نبیہ کو بہت گالیاں دیں اور بہت دھمکایا اور کہا کہ میں تجھکو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دونگا غرض بہت کچھ بُرا بھلا کہا چنانچہ خود اسکا بیان ہے کہ شیطان بہت ہی تیز ہو کر کہنے لگا۔" اے بےحیا تو ہمیشہ خدا کی خوش آمد کرتی رہتی ہے " اگر وہ تیرا دوست ہے تو مجھکو ایسے کینہ اور مکاری کے

کا مومن سے نفرت ہے اور بد ذات اپنی عقلی زبان کو قینچی کی طرح چلتی ہے بند کر خدا کو بھی عجیب سوجھتی ہے کہ اس نے ایک بیہودہ عورت کو اس لئے چنا ہے کہ وہ شیطان سے بحث کرکے اسے ہرائے اور نیچا دکھائے اور اُسے بولنے ہی نہ دے" یہ وہ کلمات ہیں جو کہ یہ خبیثہ کہتی ہے کہ شیطان نے اسکی نسبت استعمال کئے اور اسکا قول یہ ہے کہ شیطان نے اسوقت "تک گالیاں دینی نہ چھوڑیں جبتک کہ اسکو یہ نہ معلوم ہو گیا کہ اب سب کچھ بیفائدہ ہے اور یہ کہ اب یہ خبیثہ اسپر فتح پا چکی ہے گو کچھ مدت کے بعد پھر شیطان نے اس عورت کا پیچھا کیا ہے اور اتنا ستایا کہ آخر اسے مجبور ہو کر خدا سے یہ دعا کرنی پڑی کہ وہ شیطان کی جھگڑالو زبان کو بند کر دے اور اسے زنجیر دن میں جکڑ دے چنانچہ وہ کہتی ہے۔ کہ اسکے بعد میرا سر چکرایا اور معلوم ہوا کہ وہ ظلمت کے اثر سے آزاد کیگئی ہے۔

یہ عورت اپنے مخالفین کی نسبت بہت سخت الفاظ استعمال کرتی تھی۔ اور نہ اسکا نہ صرف یہی دعویٰ تھا۔ کہ مسیح کے آنیکا وقت قریب ہے بلکہ یہی کہتی تھی کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ مسیح مجھی کو پیدا ہوگا چنانچہ وہ کہتی ہے کہ ایک فرشتے نے مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ" اس سال یعنے ۱۸۱۴ء میں جبکہ تیری عمر پونسٹھ سال کی ہے تجھے ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ خدائے قادر کی طاقت کا کرشمہ ہوگا۔" اسکے بعد اس نے بدن میں ایک خاص طاقت محسوس کی اور کہا کرتی تھی کہ جو کہ مجھے پہلے کبھی کوئی بچہ نہیں ہوا۔ اسلئے میں اس بات کا انصاف ان لوگوں کی رائے پر چھوڑتی ہوں جو کہ میری خبرگیری کرتی ہیں اور جنکا فیصلہ ہے کہ اسوقت میری وہی حالت ہے جو کہ ایک حاملہ عورت کی ہوئی ہے اب میں یہ کہتی ہوں کہ یہ بات ابھی ثابت ہو جائے

ہے کہ آیا میرے جنبات اور انکے فیصلے بیشک ہیں یا غلط۔ آیا یہ ایک بچہ ہو یا نہیں مگر چند ایک مہینہ میری اس بات کا فیصلہ کر دینگے کیونکہ میں اب اس سال کے آخر تک زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ میرے بدن میں ایک ایسی نرمی ہو رہی ہے کہ جبتک کچھ نکلے نہیں تو میرے بدن کی محدود جگہ اُسے سنبھال نہیں سکتی۔"

سبحان اللہ یورپ کے وہ باشندے جو معجزات پر ہنسی اُڑاتے ہیں ہن کے لیئے سیدھی سادھی باتیں بھی اگر معجزہ کے نام سے بیان کی جائیں تو ناقابل تسلیم ہوتی ہیں جنکو خود حضرت مسیح کے تولد پر شک ہے کہ بن باپ کے کسطرح سے ممکن ہے بظاہر وہ اس میں کچھ بھید ہوگا اس بات کو سنکر اچھل پڑے اور سارے ملک میں ایک شور برپا ہو گیا یہانتک کہ لنڈن کے مشہور اخبار دی ٹائمز میں کئی خطوط شایع ہوئے جن میں سے بعض میں تو اس نتیجہ کا انکار اور اسکی پیشگوئی کی ہنسی کی گئی تھی مگر بعض نے اسکے برخلاف اسکی بات کی بڑے زور سے تائید کی اور ایک معجزہ قرار دیا۔ یہانتک کہ ایک پادری صاحب نے بین گرجے میں اسکی ذات پر دلائل دے اور اُسے سچا ثابت کرنیکی کوشش کی یہ واقعہ یورپ کی تجربہ پسند طبیعتوں کے لیئے ایک چھوٹا سا معاملہ نہ تھا انگلستان تو انگلستان غیر ممالک کے بڑے بڑے آدمی اس بات کی تصدیق کے لیئے وہاں آئے جن میں سے ایک تو فرانس کا مشہور ڈاکٹر تھا جو کہ عورتوں کی بیماریوں کے علم کا پیرس میں مشہور تھا اور ملکہ فرانس کا بچہ جنانیوالا تھا دوسرا ایک اور بڑا مدبر جرنیل روس کو آیا تھا یہ جرنیل زار روس کا خاص ایڈی کانگ تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے آدمی یورپ کے محض اسی غرض کے لیئے آئے تھے کہ اس عورت کے حمل

کی تصدیق کریں اب چونکہ دن بہت قریب آرہے تھے اسکے مریدوں میں عجیب جوش پھیلا اور تمام انگلستان میں آیندہ پیدا ہونیوالے بچہ کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ تحفہ بننے لگے اور اس کے مریدوں نے بے صبری سے ایک ایک دن گننا شروع کیا اور آپ کے گھر پر تحفوں کے انبار لگ گئے جو کہ عنقریب پیدا ہونیوالے مسیح کے لیے تھے ان تحفوں میں مسیح کیلیے لیس دار ٹوپیاں بھی بھیجی گئی تھیں اور خوب آراستہ کیے ہوئے گلوبند بھی تھے کڑھے ہوئے پٹکے تھے ایک شال تھی جس پر دو ہزار دو سو روپیہ خرچ کیا گیا تھا ایک چاندی کی چھوٹی سینی تھی جس پر یہ لفظ لکھے ہوئے تھے کہ "اے سیما سلیم کے شہزادہ تجھے سلام کہتے ہیں" پھر چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو چاندی کے تھے شراب کے چھوٹے پیالے تھے ایک چاندی کا قدح تھا جو کہ اس نبیہ کے برمنگھم شہر کے مریدوں کی طرف سے پیش کیا گیا تھا اور جس پر لکھا ہوا تھا کہ "یہ سلامتی کے شہزادے کی محبت کے نشان کے طور پر بھیجا گیا ہے" لیکن ایک تحفہ سب سے بڑھ گیا اور واقعی شاندار تھا اور وہ ایک بچہ کا بستر تھا جو ایک نہایت اعلیٰ سفید لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اور اس پر کثرت سے سونے کا کام کیا ہوا تھا اسکے اندر اعلیٰ قسم کی نیلی اطلس کے گدے اور فرش تھا ایک سونے کا تاج بستر کی چھت پر لگا ہوا تھا اور اس پر یہ لفظ سلور سے بنے ہوئے تھے اور چھت پر ایک سونیکی فاختہ تھی اور اسکے ارد گرد یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے کہ "موعود لڑکے کے لیے مریدین کی طرف سے دل کی سچی خوشی کے ساتھ دیا ہوا تحفہ" غرض یہ بستر ایک عجوبہ تھا جو کہ جوہنا کے مریدین نے چندہ کرکے موعود لڑکے کے لیے پیش کیا اسپر تین ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا۔

کہ معلوم ہوتا ہے کہ خود اُسے سچائی تکلیف دے رہی تھی اور اُس کا دل محسوس کر رہا تھا کہ یہ سب کچھ میری اندرونی بیماری کا نتیجہ ہے کیونکہ وہ بار بار ایسی باتیں کرتی تھی کہ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود شک میں پڑی ہوئی ہے چنانچہ ایک دفعہ اُس نے کہا کہ یہ جو تحفے بھیجے جاتے ہیں میں نے انکا اندراج کرنے کے لیے ایک رجسٹر بنانیکا حکم دیا ہے تاکہ اس میں ہر ایک تحفہ دینے والے کا نام و پتہ اور جو کچھ اس نے دیا ہے لکھا جائے اور اگر کسی وجہ سے میں دھوکا خوردہ ثابت ہوں تو پھر تمام لوگوں کو انکے تحفے واپس بھیجدیئے جائیں اگرچہ بھی اُسے اپنے حاملہ ہونیکا بہت کچھ یقین تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹی نہ تھی بلکہ پاگل تھی یا کوئی اور مرض اُسے لاحق تھی اور اسکے یقین کا اس طرح پتہ لگتا ہے کہ اُس نے ولایت کے بعض مشہور اخبارات میں اس بات کا اعلان کرایا تھا کہ اُسے ایک عالیشان مکان کی ضرورت ہے جو کہ اُسکے زچہ خانہ کے لیے کافی ہو چنانچہ لکھا تھا کہ "چونکہ گرجہ اور سلطنت کے اعلیٰ افسروں کو درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے ڈاکٹر اس موقعہ پر بھیج سکتے ہیں اور چونکہ بہت بشپوں کو بھی بلایا گیا ہے کہ وہ بچہ کے معاملہ کی تحقیقات کریں اور چونکہ اور بہت سے یہودیوں اور دیگر لوگوں کو آنیکی اجازت دیگئی ہے۔ اور بہت سے اسکے دوست بھی آنیوالے ہیں تاکہ بچہ یعنے مسیح کی پیدایش کے وقت وہاں حاضر ہوں اسلیئے ایک ایسے گھر کی ضرورت ہے جو کہ ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہو اور چونکہ ایک ڈاکٹر کی رائے کے مطابق وہ دن بہت ہی نزدیک ہے اس لیے میکائیل کے تہوار سے پہلے ہی یہ مکان مہیا ہونا چاہیئے" انہی دنوں میں اس نے عام طور پر یہ لیکچر دیا کہ "میں نے اپنے دلائل

بتاسکتے ہیں کہ کیوں میں نے اس واقعہ پر یقین کیا اور دنیا میں شایع کیا کہ یہ ہونیوالا ہے اور مجھے پورے طور سے یقین ہے کہ بائبل کی باتوں کو پورا کرنیکے لیے عجیب عجیب واقعات ہونگے اور اس کے بعد لوگوں کی نیکیوں کے مقولہ کے مطابق خدا کے روبرو پیش کئے جائیں گے اور انجیل کی سچائی ثابت کی جائیگی لیکن میں دیکھتی ہوں کہ لوگ مجھ پر ہنسی کرتے ہیں کہ میں کیسی بیوقوف ہوں کہ میں نے ایسی بات پر یقین کیا اور لوگوں میں شائع کی لیکن تب بھی مجھے صاف طور سے نظر آرہا ہے کہ اگر میں اسے اسوقت تک چھپائی تو لوگوں کے لیے اور بھی گنجایش تھی کہ وہ مجھے ہنستے کہ یہ ایک فتنہ ہے اور ایسا بڑا واقعہ بھی قبل از وقت نہیں بتاسکی کہ لوگ اسے سنکر ایمان لاسکتے۔

اس نے اپنی ایک کتاب کہ جس میں اسکی تصویر بھی تھی اسوقت کے بڑے بڑے آدمیوں کو بھیجی تھی جن میں بعض شاہزادے۔ پادری اور سرکاری عہدہ دار بھی شامل تھے اور اس نے بتایا کہ یہ اس لیے کیا ہے کہ لوگ یہودیوں کو میرے نام پر دھوکا نہ دیں کیونکہ جب بڑے بڑے آدمی اس کے گواہ ہونگے تو باہر کے اور اس ملک کے یہودی اس شک میں نہ پڑینگے کہ ان کو مسیح کی پیدایش کے متعلق دھوکا دیا گیا ہے۔

اب وہ دن جس کی مدت سے انتظار تھی آگیا اور میکائیل کی تہوار میں تھوڑے ہی دن باقی رہ گئے۔ چنانچہ لندن کے ایک بڑے مکان میں جوہینا حملگی کے ایام گزارنے کے لیے گئی آخر خدا خدا کرکے میکائیل کی تہوار کا دن آیا جو کہ ۲۹۔ ستمبر کو ہوتا ہے اور یہ وقت تھا کہ مسیح نے دوبارہ جنم لینا تھا لیکن دنیا کو نہایت سخت مایوسی ہوئی جبکہ وہ دن گذر گیا اور کوئی بچہ

نہ پیدا ہوا لیکن اس کی بیماری روز بروز بڑھتی گئی جیسے ڈاکٹر اسکے دیکھنے کے لئے آئے اور عوام میں ایک بڑا جوش پھیل گیا اور اس کے مریدین ملک کے ہر حصہ سے جوق در جوق اسکے پاس آنے لگے۔ لیکن یسوع مسیح ابھی تک پیدا نہ ہوا یہ وہ وقت تھا کہ دوسرے عیسائی جو اسپر ایمان نہ لائے تھے خوشیاں مناتے تھے کہ اس آفت سے نجات ہوگی۔ لیکن اسکے مریدین کی کیفیت یہ تھی کہ امید اور اعتقاد کے جذبات ان کے دلوں میں موجزن تھے اور وہ منتظر تھے کہ کب خداوند یسوع مسیح کی زیارت ہو اب ایسا وقت تھا کہ خود جوہنا کے دلوں میں شکوک کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور ایسی حالت میں جبکہ وہ بستر بیمار پڑی ہوئی تھی اور درد اور تکلیف سے بیقرار ہو رہی تھی اُسے وہموں نے گھیر لیا چنانچہ ایدی کے ہوش میں اُس نے ایکدفعہ اپنے مریدوں سے کہا کہ جب تم نے مجھے اپنی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہوگا تم نے بعض اوقات مجھے یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہوگا کہ مجھے اپنے اس الہام پر کچھ شک بھی تھا لیکن اور ہی یہ بات بھی تھی کہ تم لوگوں نے مجھے کبھی ناامید ہونے نہ دیا جب کہیں ایسی ہوتی تھی تو مجھے اکثر خیال آتا تھا کہ مجھے دھوکا لگا ہے لیکن جب میں لوگوں میں باتیں کرتی ہوتی تھی تو مجھے ایک ذرہ بھر بھی شبہ نہیں ہوتا تھا اور اب جو کچھ میں محسوس کر رہی ہوں اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں عنقریب مرنیوالی ہوں اور امید کہ ایکدن میری زندگی کا خاتمہ کر دیگی سب کچھ مجھے ایک دھوکا معلوم ہوتا ہے" اور اس بات کو کہکر وہ زار و قطار رونے لگی۔

مگر شاباش اسکے مریدین کو جو جہٹ کی تائید میں ایسے سرگرم تھے۔ کہ

انھوں نے بڑے زور سے کہا کہ اگر لندن کے تمام ڈاکٹر اسکے عمل کے خلاف فتوٰی دیںگے تو بھی وہ انکو بیہودہ سمجھینگے کیونکہ یہ واقعہ بائبل میں ایسا صاف اور زور سے بیان کیا گیا ہے کہ اب اور کسی شہادت کی ضرورت نہیں اور یہ کہ انکے پاس ایسے پختہ واقعات ہیں کہ انکی بنا پر وہ اندھے سے اندھے اور متعصب سے متعصب انسان کو بھی قائل کر سکتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ملکی معاملات ان کے بیان کرنیکی اجازت نہیں دیتے۔

گو کہ اس موعود بچہ کی پیدائش کی نسبت بتایا گیا تھا کہ وہ ۱۹۱۲ء میں ہوگا لیکن اب دسمبر کے آخری دن بھی پہنچ چکے تھے لیکن اب تک مسیح کی آمد نہیں ہوئی تھی ابھی یوحنا متردد ہی تھی کہ اپنی موت کا وقت قریب دیکھ کر وہ چلائی "خدا کا اس سے کیا مطلب ہے" میں تو اب یقیناً مر رہی ہوں جس پر اسکے مریدوں میں سے ایک پُرجوش مرید کرنل اُرود نے کہا کہ "نہیں نہیں تم نہیں مرو گی اور اگر تم مر بھی گئی تو یقیناً تم پھر زندہ ہو کر واپس آؤ گی" جس پر اس نبیہ کی بہت کچھ تسلی ہوئی اور اُسکے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی جس کی بنا پر اُس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میری لاش کو محفوظ رکھا جائے چنانچہ اُس نے کہا کہ میرے مرنیکے بعد میرے جسم کو بہت ہی نرمی اور احتیاط کیساتھ چار روز تک رکھا جائے اور پانچواں دن وہ ہوگا کہ جب کہ خدا پر آسے امید ہے کہ وہ پھر زندہ ہو جائیگی اور اگر وہ وقت گزر جائے اور اسمیں زندگی کی کوئی علامت نہ پیدا ہو تو اس نے کہا کہ میری لاش ہوشیار ڈاکٹروں کے سپرد کیجائے مگر اسکے مریدین نے پھر بھی کچھ شبہ نہ کیا بلکہ ایک مرید نے کہا کہ ہاں تمہارے جذبات انسانی ہیں ہمیں کامل یقین ہے کہ تم ایک ایسی عورت ہو جسکو خدا نے چن لیا اور یہ کہ

وہ موعودہ بچہ پیدا ہوگا اور اسکے برخلاف خواہ تم کچھ کہو ہمارے ایمان میں کمی نہوگی؟

اس کے بعد وہ تھوڑے عرصہ کے لیے کچھ بشبلی گر پھر اور بھی کمزور ہو گئی اور اسکو ایک غشی سی آگئی اور اسکے مریدوں نے جان لیا کہ اب پھر موت کی حالت طاری ہو رہی ہے چنانچہ انکا یہ خیال سچا نکلا اور ۲۷ر دسمبر ۱۸۱۴ء کو منگل کے دن یہ اعلان شایع کیا گیا کہ آخر کار وہ آج صبح کو عین چار بجے مرگئی؛

اسکے مریدوں کی سادگی یا بیوقوفی اس سے خوب معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان دنوں میں انگلستان کی امریکہ سے جنگ تھی چنانچہ جب وہ مری تو اسی دن صلح کی خبر آئی اس پر اس کے مریدوں میں سے ایک نے ایک ڈاکٹر سے کہا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم ہوتا کہ یہ ایک نہایت عجیب واقعہ ہے اور جب اس عقلمند ڈاکٹر نے بیان کیا کہ یہ بات اسکی سمجھ سے بالا ہے تو اس نے جواب دیا کہ اور اگر تم یہ بھی نہیں دیکھ سکتے کہ خدا کیا بڑے کام کرنیوالا ہے تو تم یقیناً اندھے ہو۔

غرض اسکا جسم فلالین میں لپیٹ کر رکھا گیا اور گرم پانی کی بوتلیں اسکے پہلوؤں میں اور پیروں کے پاس رکھدی گئیں کیونکہ انہیں یقین تھا کہ جوہنا پھر زندہ ہوگی اور اسکے مرید عام طور سے بیان کرتے تھے۔ کہ وہ اس لیے خدا کے پاس گئی ہے کہ وہ اس موعود بچہ کو حلال کہونیکا فتویٰ آسمان سے لے آئے (شاید مسیح کے واقعہ سے ڈر کر یہ خیال گزرا ہو) آخر چار دن گزر گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ اب اسکی روح واپس نہیں آئی تو اسکی لاش ڈاکٹروں کے سپرد کیگئی جہاں کہ اسے چیرنے پر معلوم ہوا

کہ اس کے پیٹ مین کوئی بچہ نہ تھا بلکہ وہ محض طبعی اسباب سے مری ہے مگر باوجود اسکے اُس کے مریدوں مین سے کسی نے اسکا انکار نہ کیا اور سب اپنے عقیدہ پر پختہ رہے اور انھوں نے کہا کہ وہ بچہ تو شرطی طور پر پیدا ہونا تھا اگر لوگ پیدا ہونیوالی قدر کرتے تو مسیح بھی پیدا ہو جاتا۔ لیکن چونکہ لوگوں نے دل کی سختی سے کام لیا اور ایمان مین سستی دکھائی اسلیئے انہیں سزا ملی اور بچہ پیٹ مین سے پھر آسمان کی طرف اٹھایا گیا بلکہ وہ آیندہ پیدا ہوگا ہان جو ہینا قبل از وقت مرگئی ہے اور پھر دوبارہ اُٹھے گی اور اُسے مسیح پیدا ہوگا اور ایک تیسرے گروہ نے کہا کہ بعض مصالح کی وجہ سے جو ہینا کے مسیح نہیں پیدا ہوا اگر عنقریب ظاہر ہونیوالا ہے جو بات کہ اسبات کو ثابت کرتی ہے کہ ان کے دل محسوس کر رہے تھے کہ مسیح کی آمد ثانی کا وقت قریب آگیا ہے۔

اس عورت کی وفات کے بعد ابھی زیادہ مدت نہ گزرنے پائی تھی کہ ایک اور شخص جس کا نام جارج ٹرنر تھا اس بات کا مدعی ہوا کہ وہ شلوہ جس کا وعدہ ہینا کی معرفت دیا گیا تھا مین ہی ہوں چنانچہ ہینا کے پیروں نے اسکی بہت آؤ بھگت کی اور ان مین بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا چنانچہ انہوں نے اُسے اپنا لیڈر بنالیا۔

مگر کچھ عرصہ کے بعد ایک اور شخص جسکا نام جان رو تھا کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ مجھکو الہام ہوا ہے کہ میں شلوہ ہون۔ یہ شخص اپنی اوائل عمر مین کوئلہ فروشی کرتا تھا اور تجارت مین اُس نے خوب چالاکی کا ثبوت دیا تھا لیکن اپنی ستائیس برس کی عمر مین ایک دماغی تپ سے بیمار ہو کر ایسا سست ہو گیا کہ سب کام چھوڑ بیٹھا اور ہاتھ مین بائبل لئے ہوئے

ادھر اُدھر پھرتا رہتا تھا اس کے بعد اس نے اپنی خوابیں اور الہام بیان کرنے شروع کیے اور رفتہ رفتہ یہ اعلان کیا کہ میں نے اپنی ان جسمانی آنکھوں سے ایک مسیح کو دیکھا جو بیٹا تھا)، اور اُسکے بائیں ہاتھ میں ایک بچہ تھا وہ کھلے میدان میں دن کے وقت کھڑی تھی اور یہ کہ میں نے اس سے پہلے کبھی کوئی نظارہ ایسا کھلا نہیں دیکھا اسکے بعد اُس نے کھلے بندوں لیکچر دینا شروع کیا اور کچھ مدت کے بعد چالیس دن تک اندھیرے میں بند رہا اور پھر دریائے اٹر پر تیس ہزار آدمیوں کے سامنے اُس نے بپتسمہ لیا چنانچہ اُس کے مریدوں میں سے ایک کہتا ہے کہ جمعہ اور ہفتہ کے دن بڑی گھبراہٹ تھی - لیکن خدا نے جان رو کو یہ ایک نشانی بتائی تھی کہ جب وہ پانی میں گھسیگا تو سورج باہر نکل آئیگا مگر اتوار کے دن بھی بارہ بجے تک بڑی بارش لگی رہی ہم سب بارہ سے ایک کے درمیان دریا پر گئے اور اُس وقت کئی ہزار مخلوق دریا کے دونوں کناروں پر جمع تھی اور بہت سے ہمارے راستہ پر جمع تھے لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ اسکا مقابلہ کیا جائے تھوڑی دیر کے بعد جان "اکیلا دریا کی طرف ایک میل تک چلا گیا اور راستہ میں بہت سوں نے اُسے قتل کی دھمکی دی لیکن پھر بھی خدا نے اُسے سلامت رکھا اور جب وہ کنارہ کے قریب پہنچا تو لوگوں نے اُسکے لیے راستہ کر دیا جب وہ دریا پر پہنچ گیا تو چونکہ آسمان پر بادلوں نے اندھیر کیا ہوا تھا اور سورج کے نکلنے کا کچھ نشان نہ تھا اسلیے اُس نے ارادہ کیا کہ یہاں سے ہٹ کر آگے چلا جائے لیکن لوگوں نے شور مچایا کہ وہ بھاگنا چاہتا ہے اور پانی میں داخل ہونے سے ڈرتا ہے اور پھر انہوں نے اُسے اندر دھکیلنا شروع کیا اور ہزاروں آدمیوں نے ایکدم سر پر دھکے دینے شروع کر دیے پھر بھی وہ ان میں سے

نکلا اور ایک اور جگہ پر پہنچا اور اُسوقت بادل پھٹ گئے اور سورج نکل آیا اور ہم نے دیکھا کہ اس دیش میں موسم سے زیادہ گرمی تھی؟ آخر اس شخص کی اور اس سلسلے کے اصل لیڈ رئرز کی آپس مین کھٹ پٹ ہوئی وہ اسے جھوٹا بتاتا اور یہ اُسے۔ اسکے مرنے پر اس نے اعلان دیا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مین اس سلسلہ پر حکمرانی کرون چنانچہ لوگوں نے اسے قبول کیا اور اس نے اعلان کرنا شروع کیا کہ مسیح کی آمد قریب ہے اور وہ ان لوگونکو جو اس جان اور ایمان لائے ہین بخشے گا۔ اسکے مرنے بعد ایک اور شخص نے اس فرقہ مین نبوت کا دعوے کیا جسکو بعض نے مانا اور بعض نے انکار کیا۔ اس نے شایع کیا کہ ۱۸۹۶ء مین تو مسیح کا ظہور ہوگا اور بڑے زور سے اپنے سلسلہ کی تبلیغ شروع کی مگر ۱۸۹۶ء سے پہلے ہی مرگیا مگر اس کے مرید اب تک انگلستان سکاٹلینڈ وغیرہ مین موجود ہین چنانچہ ہے۔ ایف. باوے جس کی کتاب مین نے یہ واقعات لیے ہین حیرت ظاہر کرتا ہے کہ اس علمی زمانہ مین ایسے لوگ ممکن ہیں مگر اسے کیا معلوم کہ آنے والے واقعات اپنے آنے سے پہلے دنیا پر اپنا سایہ ڈالتے ہین اور چونکہ خدا کا منشا تھا کہ اس زمانہ مین مسیح کو پیدا کرے اس لیئے ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگوں مین اس نے ایک تحریک پیدا کردی اور ان کے دل بول اُٹھے کہ اب وہ زمانہ قریب ہے۔ کہ خدا کا نام دنیا پر روشن کیا جائے مگر ایک بات بہت قابل افسوس ہے کہ وہ یہ ہے ہین جو اسلام کی پرحکمت اور پر معارف باتوں پر ہنستے ہین خود ان مین ایسے ایسے قابل نفرت وجود پیدا ہوتے رہین اور وہ دور از قیاس باتین کہتے ہین تو ان مین سے وکرون آنند پر امنا کا نعرہ مار دیکیے

لئے تیار ہو جاتے ہیں گریہ سب تعصب کے کرشمہ ہیں؛

(خاکسار ایڈیٹر)

برادرانہ پیغام

"برادرم مرزا برکت علی صاحب نے اپنی عمر میں پہلی دفعہ کسی مضمون کے لیے قلم اٹھائی ہے امید ہے کہ انکی کوشش بیکار نہ جاوے گی احباب توجہ فرمائیں گے کہ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ۔ (ایڈیٹر)

ہم دنیا میں کیوں پیدا کئے گئے! یہ ایک سوال ہے جو کہ اکثر اوقات انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اسکا جواب اللہ کریم نے اپنی پاک کتاب میں یُوں دیا ہے۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہم اسلئے پیدا کئے گئے ہیں تاکہ اس پاک وحدہٗ لاشریک ذات میں محو ہستی وحسن ذات کے عبد بنیں اسی کے آستانہ پر ہمارا سر تسلیم خم رہے جس بات کا حکم فرمائے کہ کرو اسکو فوراً عمل میں لائیں نہ اس میں ریا ہو اور نہ وہ کبر سے آلودہ ہو محض اس ذات پاک کی فرمانبرداری اور اطاعت سے ہو اگر کسی بات سے منع فرمائے تو ہتی الامکان اسکے کرنیکا خیال تک بھی دل میں پیدا نہ ہو ایسے لوگوں کی صحبت سے بھی متعرض رہیں جو اسکے نافرمان ہوں؛

ہمارے تمام اعضا اسکی فرمانبرداری میں مشغول ہوں اس کے ذکر سے ایک سیکنڈ بھی غفلت نہ ہو اسی کی خشیت اور اسی کی عظمت اور اسی کی سچی

محبت اور اسی کا حقیقی عشق ہو ہر وقت اس بات کی تڑپ رہے کہ کسی
طرح اسکی رضا حاصل ہو۔

یہ ہے وہ کام جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے ہو کر ہمارا اصل غرض ہو
پس اس کام کو تمام دیگر امور پر مقدم کرنا بلکہ مقابلہ میں دیگر امور کو کچھ بھی نہ
سمجھنا ہم پر لازم ہے بارہا ان کوشش کرو کہ تا ہم اپنی ڈیوٹی کو ادا کرکے سرخرو
ہوں ہمارے تمام افعال مطابق سنت نبوی ہوں مگر ایک حکم کی طرف
میں خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ومن احسن قولاً ممن دعا
الی اللّٰہ الخ دنیاوی امور میں ایسا دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی کرے
تو اسکا ہمدرد ضرور اور عام طور پر ہر ایک دیکھنے والا مذکورہ بالا شخص کو اس حرکت
سے روکتا ہے اور حتی الامکان نصیحت کرتا ہے پس ہم لوگ جب کسی کو
سہو وخطا نسیان یا کسی غلطی میں مبتلا دیکھیں تو اپنی زبان کو بند رکھیں تو کیوں؟
جہاں تک ہوتا ہے دنیاوی امور میں اگر نقصان آجائے تو چنداں مضائقہ
نہیں کیونکہ ایک دن تمام متاع دنیا کو الوداع کہنا ہے اس سے ہمارا
شہنشاہ احکم الحاکمین ناراض نہیں ہوتا اور اسکا اثر صرف اس دنیا تک
ہی محدود ہے مگر روحانیت میں نقص آنا یہ ہر دو جہان میں موجب دکھ ہے
کیونکہ اس سے ہمارا معبود و محسن اللہ کریم ناراض ہو جاتا ہے جب فانی
متاع کے لیے غلطیوں سے روکا جاتا ہے تو کیوں باقی رہنے والے متاع
کے حصول میں نقص آجانے پر یا دوسرے الفاظ میں اللہ کی نافرمانی یا
نسیان و سہو کو دیکھکر ہم اپنی زبان کو بند رکھیں حالانکہ اللہ کریم اس بات
میں راضی ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ سب سے احسن قول اسی شخص کا ہے جو
کہ ہر موقع پر لوگوں کو اس طرف بلاتا ہے کہ آؤ اور اپنے مولا کو راضی کرو

برادران اُٹھو اور کمر ہمت باندھ لو تاکہ ہم کسی طرح پر اپنے مولا کریم کو راضی کرکے نجات ابدی حاصل کریں تاکہ ہمکو بڑھ چڑھکر عبودیت کی توفیق ملے مگر ہم ایک قدم اُٹھائیں تو خدا تعالے دو قدم اُٹھائیگا اگر ہم تیز چلینگے تو وہ دوڑ کر آئیگا پس وقت کو ضایع مت کرو جہانتک ہوسکے نیکی کی تحریک کرتے رہو اپنے ماتحتیون کو جب کبھی موقع دیکھو نصیحت کرو دیکھو حضرت یوسف ع نے زندان میں خواب کی تعبیر پوچھنے والونکو کیسے عجیب پیرایہ مین توحید کا وعظ کیا اسی طرح ہر وقت موقع کو نگاہ رکھو صرف اسی پر بس نہو جو کچھ تھوڑا بہت اللہ کریم نے علم دیا ہے اُسکو تحریر کے ذریعہ لوگون پر ظاہر کرو شاید بلکہ اغلب ہے کہ کوئی سعید روح اس سے فایدہ اٹھائے یہ مت خیال کرو کہ لوگ ہمکو کم عمر یا ناتجربہ کار خیال کرینگے اور اس طرح اس تحریر پر مسخرہ اڑائیں گے کیونکہ دنیا مین تمام انسان یکسان طبیعت کے نہیں اکثر دنیا مین ایسے مین کہ جو دیوار پر لکھی ہوئی نصیحت سے بھی فائدہ اٹھانیوالے ہین دوسرے یہ کہ مسخرہ کا خوف تب ہو جب وہ تحریر خدا کے لیئے نہ ہو بلکہ لوگون سے تعریف چاہنے کے لیے ہو مگر اس بات کو دل مین جگہ نہ دو محض للہ کام کرو کسی کی تعریف کرنے یا ہنسی اڑانے سے کوئی کام نہ رکھو ہمارا کام اللہ کریم کی عبودیت اور اسکو راضی کرنا اور اسکے احکام کی تعمیل ہے اسکا حکم ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر اس حکم کی تعمیل کے لیئے جو کسی کو نصیحت کریں اگر کوئی قدردان چاہتے ہو تو خدا سے بڑھکر اور کون قدردان ہوسکتا ہے واللہ بما تعملون بصیر تمہارے اعمال کو وہ ذات دیکھنے والی ہے وہ ذات تمہاری قدر کریگی اور ضرور کریگی۔ اس

بات کا خیال بھی دل میں پیدا ہو کہ ہمارا علم وسیع نہیں نہ سہی کچھ تو ہے علم کا شکر یہی ہے کہ اس پر عمل ہو اور دوسروں تک پہنچانیکی کوشش کیجائے لئن شکرتم لازیدنکم۔ اللہ کریم اس سے تمہارے علم کو وسعت دیگا

اگر یہ خیال ہو کہ اسکے مطابق ہمارا عمل کامل طور پر نہیں تو اگر خود فائدہ نہیں اٹھا سکے تو دوسروں کو کیوں محروم کرتے ہو غرض ہمت کرو اور جو کچھ تمہیں اللہ کریم نے علم دیا ہے اسکو اپنے سینوں میں بند نہ رکھو اگرچہ تھوڑا ہی ہو مگر لوگوں پر ظاہر کرو تا کہ خدا راضی ہو اس سے علم بڑھیگا اعمال حسنہ میں ترقی ہوگی میں امیدوار ہوں کہ اللہ مجھے بھی اپنے فضل وکرم سے توفیق دیگا کہ میں اپنے خیالات اپنے بھائیوں کے آگے پیش کر سکوں آخر میں خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ اے خدا ہم سب کو توفیق دے کہ اس زندگی میں تیری رضا کو حاصل کریں اور ہمکو عبودیت کی توفیق دے ہمارے جسم کا ہر ایک ذرہ ہر موہ میں تیرے حضور سجدہ میں پڑا رہے ہمارے تمام گناہ وخطا کہ درمیان میں جو کہ ابتک ہم سے ظہور میں آئیں اپنے خاص فضل سے وہ تمام معاف کردے اور درگذر فرما اور ان کے بد نتائج سے محفوظ رکھ اور آئندہ ایسی حرکات وخیالات سے بالکل محفوظ رکھ۔

اسلام کو تمام روئے زمین پر پھیلا دے اور ہم سب کو اسکا خادم بنا ہمیں توفیق دے کہ اس ثواب میں حصہ لیں بلکہ خاتمہ تیری فرمانبرداری کی حالت میں ہو۔ آمین ثم آمین ؎

برکت علی از لاہور

سچی راحت

"برادرم میرزا محمد احسن صاحب ایک خط پہلے بھی تشحیذ الاذہان کے ناظرین کے سامنے آ چکے ہیں مدت کے بعد انہوں نے یہ چھوٹا سا مضمون بھیجا ہے پھر بھیجا ہے خدا کرے کہ انہیں بھی اور ہمیں بھی اور کل ناظرین کو بھی یہی راحت نصیب ہو اور ہم لوگ خدا کے مقرب ہو جاویں" ایڈیٹر

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں نعمت یا راحت کی جڑھ صرف روپیہ ہی ہے روپیہ کے بغیر انسان بالکل نکما اور لذت و راحت سے محروم محض ہے اسکے ساتھ انسان کی سب خوشیاں وابستہ ہیں اس سے وہ اپنے کمال کو پہونچ سکتا ہے اور یہی ہے جو خدا سے اس کا قرب بناتا ہے ۔

تہذیب اور ایجاد کی جان اور کسی قوم کے عروج و زوال کا باعث یہی چیز رہی ہے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی اور جس وقت تک کہ قایم رہیگی اسی کی سب سے زیادہ خواہش اور اسی کی سب سے بڑھکر پرستش کیجاویگی۔ ایک طفل شیر خوار۔ اور ایک پیر سن رسیدہ۔ ایک نہایت ہی سخت محتاج اور ایک بہت بڑا مالدار امیر۔ ایک ارذل خلایق بدمعاش اور ایک باخدا دل ولی اور پیغمبر اسکا آرزومند دیکھا جاتا ہے غرض جدھر بھی نظر جاتی ہے کوئی چیز بھی ایسی دکھلائی نہیں دیتی جسکو اسکی تمنا یا کچھ لگاؤ نہ ہو۔

لیکن یہ مقولہ ان لوگوں کا ہے جو ظاہر بین ہوتے ہیں اگر غور سے

دیکھا جاوے تو حقیقی راحت کا سرچشمہ ۔ ایمان کامل یا اپنے خدا کیساتھ سچا تعلق ہے۔

بڑے بڑے شہنشاہان بزم اور بہادران رزم جنہوں نے ساری عمریں اسکے جمع کرنے میں گزار دیں کس بے چینی میں پڑ گئے ۔ نیند حرام ۔ راحت عنقا ہو گئی کوئی ان کے دل سے پوچھتا کہ کس حسرت سے انہوں نے اپنی جان سونپی تھی۔

خدا تعالے نے جو انسان کو اپنے راستے میں خرچ کرنیکا حکم فرمایا ہے اسکا مطلب یہ نہیں کہ خدا محتاج ہے بلکہ وہ ایسا کرنے سے انسان کو سینکڑوں سبق پڑھاتا ہے تا انسان انسان کامل بنجاوے۔

محتاج کی مدد ۔ یتیم کا خیال کنجوسی سے اجتناب بذات خاص ایسی صفات ہیں جن سے انسان کو راحت اور فرحت ہوتی ہے خدا کے ساتھ سچا تعلق رکھنے والی قومیں عروج کے انتہا تک پہونچ گئیں ۔ وہی ایجادوں کی موجد ہوئیں اور یہ انہی سے خوشہ چینی کا طفیل ہے جو کچھ کہ ہم کو اب دوسری صورت اور نرالے لباس میں دکھلائی دے رہا ہے۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ روپیہ انسان کی ظاہری راحت کے واسطے ہے اور حقیقی راحت کیواسطے ایمان۔

صاحب ایمان کو یا تو اس کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو یہ خود بخود انکے پاس چلا جاتا ہے لیکن جو اس چیز کا طالب ہے اسکے ساتھ ایمان نہیں جاتا اور یہی راحت بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔

محمد احسن

توحید باریتعالیٰ

آج ہر ایک مذہب توحید کا مدعی ہے اور ہر ایک مذہب کا پیرو اسی بات پر زور دیتا ہے کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ موحد ہیں مگر اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے اول ہی اول توحید قائم کی اور پھر یہی مذہب ہے جس نے اپنے متبعین سے تجاوز کرکے مخالفین اسلام کے کانوں تک پہنچا دیا کہ توحید کا قائل میں ہی ہوں اور اسبات میں میرا کوئی شریک نہیں ہے اس بارے میں جتنے مذہب اب دعوے کرتے ہیں۔ ور اصل وہ اسلام کے ہی خوشہ چین ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اسلام اسکے کانوں میں بڑے زور سے توحید کی آواز پہنچاتا ہے چنانچہ چھ دفعہ اسکو یہ بتایا جاتا ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ یعنی یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پھر کوئی لمحہ نہیں گزرتا جس میں اسلام کی طرف سے دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں بہت سے موذن بڑے اونچے اونچے۔ مقاموں پر چڑھکر اپنی پوری طاقت سے اَللّٰہُ اکبر اور اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہوں اس زور کی توحید جو ہر ایک مسجد میں ایسے زور سے پہنچائی جاتی ہے صرف اسلام ہی کی برکت ہے اس طرح پھر اسلام اپنے متبعین ہی تک اس تبلیغ کو محدود نہیں رکھتا بلکہ شاید ہی کوئی انسان دنیا میں بچتا ہوگا جو اس آواز سے نا آشنا ہو غرض جس

م اللہ اکبر (یعنی اللہ سب سے بڑا ہے) اور دو دفعہ بتایا جاتا ہے۔ کہ

طرح سے اسلام توحید کو پیش کرتا ہے اور جس طرح جن لوگوں تک اس توحید
کو پہنچاتا ہے اس طرح کوئی اور مذہب نہ توحید کو پیش کر سکتا ہے اور نہ آج
تک ہم نے کبھی سنا کہ کسی مذہب کے وکیل بڑے بڑے اونچے مقاموں پر
اپنے پورے زور سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر گواہی دیتے ہوں ایک آریہ
توحید کا مدعی ہوتا ہے مگر وہ نہیں دیکھتا کہ صرف وید ہی کی مہربانی سے ہندوستان
میں ۳۳ کروڑ دیوتا پوجے گئے ہیں اور بعد وہ اس بات میں بھی غور نہیں کرتا
کہ اکا وید سب سے پہلے اگنی دیوتا کی مہما کرتا ہے اگرچہ پنڈت دیانند جی نے اور ان
کے پیروؤں نے بہت زور لگایا ہے کہ ان کے معنوں میں غلط ملط کر کے
لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دیا جاوے پر ایسا کون شخص ہے جو نہیں جانتا کہ
اگنی آگ کو کہتے ہیں اور ہندو لوگ آگ کی پرستش کرتے اور اس کو دیوتا
تسلیم کرتے ہیں جب یہ سب باتیں اظہر من الشمس ہیں پھر ان میں
تاویلات کی کیا ضرورت ہے موٹی بات ہے کہ آگ ایک دیوتا ہے اور
وید آگ دیوتا کی مہما یا تعریف سے شروع ہوتے ہیں؛

پھر ایک عیسائی بڑے زور سے دعویٰ کریگا کہ ہم بھی توحید کے قائل ہیں
مگر نہیں دیکھتا کہ وہ تین خداؤں کی عبادت کرتے ہیں باپ خدا بیٹا خدا روح القدس
خدا پھر تعجب ہے کہ تین خداؤں کی عبادت کر کے کس طرح توحید کا دعویٰ
کرتے ہیں میں مانتا ہوں کہ عیسائی صاحبان فی الفور یہ کہہ اٹھینگے کہ ہم صرف
تثلیث کے قائل نہیں ہیں بلکہ تثلیث فی التوحید کے قائل ہیں اور یہ
کی مخلوق پر ایک بہت ہی بڑا بھاری ظلم ہے کہ اس کو ایک ایسا عقیدہ تسلیم کروایا
جاوے جس کے برخلاف مشاہدہ علم اور انسانی عقل گواہی دے رہے ہیں
مجھے سخت حیرت ہے کہ عیسائی صاحبان اس عقیدہ پر قائم رہکر کس طرح

پر بھی فوقیت حاصل کرتے ہیں جو انسان کے لیے ضروری ہے۔

الغرض اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کا پیرو کبھی کسی کے سامنے شرمندہ نہیں ہو سکتا اور اس عظیم الشان امر میں اسلام ہی نے سب سے آگے قدم رکھا ہے باقی تمام مذاہب کا اسلام ہی رہنما اور پیشوا ہے وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

عبدالرحیم

ارکانِ دینِ اسلام

گذشتہ پرچہ میں میں نے اسلام کے ہیڈنگ کے ماتحت اسلام کے معنے بتائے تھے۔ اس پرچہ میں ارکان دین اسلام کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ اتفاق سے میری نظر سے مسافر جالندھر کا اپریل ۱۹۱۰ء کا پرچہ گزرا جس میں ایڈیٹوریل نوٹ دکلات میں ایک سرخی ارکان دین محمدی ہے جس میں ارکان دین اسلام کے متعلق اعتراض کئے گئے ہیں اسلئے میں اس مضمون کی تردید کے طور پر یہ مضمون لکھونگا جس سے میرا اصل مطلب بھی حل ہو جائیگا اور مضمون مذکورہ کا جواب بھی ہو جائیگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

سب سے پہلے ایڈیٹر صاحب نے مضمون مذکورہ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ مذاہب عیسوی دھرمی وغیرہ تانبے پیتل وغیرہ کے قلعی دار ظروف تھے۔ جن کی قلعی بمرور زمانہ اب اڑ چلی ہے اور اس کے مقابل پر آریہ مذہب کو طلائی برتن سے تشبیہ دیگئی ہے جس سے ظاہر کیا گیا ہے کہ نہ اس پر قلعی کرنے کی کبھی ضرورت ہوئی تھی نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگی مجھے اس مضمون کا یہ حصہ

پڑھکر سخت حیرت ہوئی اور مجھے یہ فقرہ یاد آگیا دروغ گوئم برروئے تو کہ دنیا مین ایک انسان نہیں ہے جو اپنے آپکو آریہ ثابت کرسکے اور پھر اسقدر بے پرواہی بیحیائی کیساتھ اترانا کیسا ظلم ہے مین نے کئی بار اپنے مضمون مین آریہ صاحبان کو دعوی کیا ہے کہ اگر کوئی آریہ ہو تو اپنے آپکو آریہ ثابت کرے اور مجھے افسوس ہے کہ اس بات کا بار بار اعادہ کرنا پڑتا ہے کہ کئی دفعہ آریہ صاحبان کے لیئے انعام رکھے گئے ہیں ایک دفعہ میرے مکرم ماسٹر عبدالرحمن صاحب نے ۹۹۰ روپے کسی ایسے آریہ کے لیئے انعام رکھا تھا جو کم از کم اپنے آپکو نیچ درجہ کا آریہ ثابت کردے مگر افسوس کسی نے انعام نہ لیا پھر نہ معلوم کہ آریہ مذہب مین ایسی کونسی خوبی ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی ہان مجھے یاد آگیا ایک بڑی عمدہ خوبی ہے جسکو نیوگ کہتے جس کے ذریعہ سے ایک ...... دیانندی عورت کسی غیر مرد سے دس بچے حاصل کرکے بھی راستبازی کہلاتی ہے نیچ درجہ کا آریہ وہ ہوتا ہے جو کم از کم پچاس کی عمر حاصل کرے اور جو اس سے پہلے مرجاوے تو وہ نیچ درجہ کا بھی آریہ نہین۔ مجھے تعجب ہے کہ جس مذہب کا بانی اپنے آپکو اس مذہب مین سے ثابت نہ کرسکا۔

پھر فخر کرنا کیا معنی رکھتا ہے پھر ایسے مذہب کے برخلاف اسلام جیسے مقدس وپاک مذہب پر اعتراض کرنا کیسی نادانی اور جہالت کا کام ہے کیا تجھے یاد نہین ہے کہ کس مذہب کے پیرو نے دکس نعرے کسی مسافر کو جو اپنے کو نیچ ذات کا آریہ بھی ثابت نہ کرسکا یہ کہا تھا۔

الا اے دشمن نادان بیراہ ٭ بترس از تیغ بران محمد

اور پھر تجھے یاد نہیں کہ اس الفاظ سے آریہ مت کا قلعہ مین گیسا ہو نجا لگا تھا حتی کہ دانا انسان سمجھ گئے کہ اب یہ قلعہ بیخ بن سے اکھڑ گیا اے نادان

ہے مقدس مذہب کے برخلاف ایسے مذہب کو پیش کرکے انہیں شرم نہیں آتی
میں نہیں چاہتا کہ اس بات کو طول دیکر معزز ناظرین کو اس مضمون کے
انتظار میں رکھوں کیونکہ بارہا اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور سوائے
متعصب طبیعتوں کے سب دانا لوگوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اسلام کا مقابلہ
آریہ دھرم کسی طرح سے بھی نہیں کر سکتا۔

اب میں ناظرین کو اس مضمون کی سیر کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے

شہادت باللہ | پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اسلام نے یہ کوئی نئی
بات پیش نہیں کی اس سے کسی کو انکار نہیں مگر میرے معترض کو یہ خیال نہیں آیا
کہ آریہ صاحبان اللہ تعالیٰ کے لئے بھی گواہی نہیں دے سکتے کیونکہ اللہ
وہ ذات پاک ہے جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور تمام بری باتوں
سے منزہ ہے ان اچھی صفات میں سے رحم بھی ہے اسی طرح اور بھی صفات
میں سے خالق اور مطلق ہونے کی صفت بھی ہے ہم ان تمام صفات کو تسلیم
کرتے اور مانتے ہیں کہ ہمارا اللہ جس کی ہم گواہی دیتے ہیں وہ اللہ یعنی
صرف ایک ہی معبود ہے پھر وہ رحمن ہے رحیم ہے خالق ہے۔ قادر مطلق
ہے جس کے مقابل پر آریہ سماج کا خدا اول تو ایک نہیں ہے کیونکہ وید کا
خدا ایک ہوتا تو ویدوں کے متبعین تیتیس کروڑ دیوتا کی پوجا نہ کرتے
بہرحال آریوں کا خدا رحمٰن* اور رحیم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ رحمٰن اور رحیم ہوتا

---

* رحمٰن کے معنے ہیں بلا مانگے ۔۔۔ دینے والا اور انسان پر خود بخود عنایات کرنیوالا جیسا کہ
ہمی انسان کیلئے ہزارہا چیزیں اسکی پیدائش سے پہلے بنا رکھی ہیں جیسے ہر طرح کے غلے
اناج سبزیات پھر اسی طرح انسانی جسم اور اسکا ہر ایک عضو مثلاً ناک کان آنکھ وغیرہ کہ
یہ انسانی محنت کا ثمرہ نہیں ہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ نے محض فضل سے دئے ہیں۔

تو پھر یونہی بدلے کا تمام سلسلہ نو چکر ہو جاتا اسلئے کہ آریہ صاحبان کا اعتقاد
ہے کہ جو کچھ ملتا ہے وہ کرم (عمل) سے ملتا ہے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس
آریہ صاحب نے کونسا ایسا نیک کرم کیا تھا کہ خدا تعالے نے اپنی تمام مخلوق کو
زمین ہوا پانی وغیرہ دیا اور اگر کسی ایک آریہ نے کیا تھا تو تمام مخلوق کو اسکا
پھل کیوں ملتا ہے اسی طرح اگر وہ رحم کرے تو وہ عادل نہیں رہتا اور ظالم کہلاتا
ہے حالانکہ انسان ہر حال میں اپنے سے ادنی اور اپنے سے برابر کے انسان
کے قصور عفو کرتا ہے تو وہ ظالم نہیں کہلا سکتا مثلاً استاد اپنے شاگرد کا باپ بیٹے
کا آقا اپنے خادم کا قصور معاف کر سکتا ہے وہ ظالم نہیں کہلاتا۔ ہاں آریوں کا
خدا اگر کسی کو معاف کر دے تو وہ ظالم ہو جاتا ہے کیا افسوس ہے کہ معمولی
انسان کے برابر بھی خدا تعالے کے اختیار نہیں تو پھر آریوں کا خدا قادر مطلق نہیں
ہو سکتا کیونکہ ان کے نزدیک روح اور ذرات اپنے اندر خدا تعالیٰ کی طرح ابدیت
رکھتے ہیں تو پھر ایسی حالت میں وہ خدا تعالے کے تصرف میں کیونکر آ سکتے
ہیں یا خدا تعالے کا ہاتھ ان پر کسطرح پڑ سکتا ہے وہ بے دست و پا ہے نہ وہ
کسی کو سزا دے سکتا ہے اور نہ کسیکو انعام دے سکتا ہے کیونکہ روحیں سب کچھ اپنے
اپنے کرموں کا پھل بھگتتی پھرتی ہیں انہیں خدا تعالے سے کیا علاقہ الغرض میں نے
یہ دکھلایا ہے کہ اول تو راقم مضمون کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہر ایک گواہی دیتا ہے
کیونکہ اسلام نے جس رحمان رحیم مقتدر خدا کی گواہی کیلئے حکم دیا ہے کوئی
مذہب ایسے خدا تعالے کو تسلیم نہیں کر سکتا جیسا کہ ہم مذکورۃ الصدر مذاہب میں ثنویت
کی مثال دیکر بتا آئے ہیں اسی طرح ہم عیسائیوں کے متعلق بتا دیتے ہیں کہ وہ بھی توحید
کے لیے گواہی نہیں دیسکتے کیونکہ وہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قائل ہیں
وہ ایک اکیلے خدا کی کسطرح گواہی دیسکتے ہیں غرض یہ فخر صرف اسلام ہی کو ہے

کر وہ ایک ایسے اللہ کی شہادت دیتا ہے جو اللہ رحمن رحیم قادر مقتدر ہے اللہ
یہ ایک نئی بات ہے جو آج کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی؛

۲۔ رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعتراض کرتے ہوئے آریہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "ثبوت رسالت میں جس قدر دلائل پیش کیے جاتے ہیں

وہ سب من گھڑت اللہ پیدا لوگوں کی بناوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں مجھے حیرت ہے کہ ایک نا عاقبت اندیش کس طرح بیباکی سے ایسی بات منہ سے نکال دیتا ہو جو بالکل بیہودہ جھوٹ ہوتی ہے رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک لمبا مضمون لکھنے کی ضرورت ہے مگر چونکہ میرے مخدوم صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفی احمد مجتبے صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تاریخ لکھنا چاہتے ہیں اس لیے میرا خیال ہے کہ آپ اس میں ان تمام امور کو مفصل طور پر حل فرمائینگے اس لیے میں بہت اختصار کیساتھ اپنے حریف کا منہ بند کرنیکے لیے عرض کرونگا؛

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ یعنے ہم ضرور ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولونکی اور ان لوگونکی جو ایمان لائے (کب مدد کرتے ہیں) اس دنیا کی زندگی میں اور یوم الاشہاد میں رسولونکی شناخت کا یہ ایک ایسا عمدہ اصول ہے جس سے ہر ایک مخالف و موافق بہت عمدگی سے کسی ایک رسول کو شناخت کر سکتا ہے؛

اس اصول کے قائم کرنیکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوے کیا ابتدائے بعثت میں آپکے کیا حال رہا۔ اور بعثت کے آخری زمانہ میں آپکا کیا حال رہا؛

جب ہم پہلی بات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں رسول کریم صلعم نے دعوےٰ کیا ہے آپکو آپکے اعزا اقربا نے آپکو سخت تکلیفیں دیں آپ پر پتھر برسائے جاتے تھے آپکے راستہ میں کانٹے رکھے جاتے تھے وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ان مختلف مظالم کے عوض آپکو اپنا پیارا وطن چھوڑنا پڑا اسکے مقابل پر جب ہم آپکی آخری زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ لوگ جنہوں نے آپکو انکے وطن کو جلاوطن کیا تھا۔ آپسے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور آپکی آخری حالت ایک عظیم الشان بادشاہ کی حالت سے بہتر پائی جاتی ہے؟

الغرض آپکی ابتدائی اور انتہائی زندگی کا اتنا عظیم الشان فرق بتا رہا ہے کہ یہ کسی انسانی طاقت کا کام نہیں ہے بلکہ یہی وہی طاقت ہے جس کا آیت مذکورہ الصدر میں لفظ انا لننصر کیساتھ ذکر کیا ہے کہ

پھر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ اگر لوگ تجھے کہتے ہیں کہ تو نے افترا کیا ہے تو تو انکو کہدے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ یعنے یہ کہ میں ایک لمبا حصہ اپنی عمر کا چالیس سال کا تم میں رہ چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں ہے تو کیا کبھی کوئی گواہی دیسکتا ہے کہ میں نے اسوقت تک کبھی جھوٹ بولا یا کبھی کسی پر افترا کیا ہو اگر میں نے اسوقت تک کبھی ایسا نہیں کیا جس میں انسان کی طرح طرح کی خواہشیں ہوتی ہیں تو اب میں چالیس سال کا ہوکر جو کہ افترا کرنے لگا پھر افترا بھی معمولی نہیں اور نہ کسی معمولی انسان پر بلکہ بڑا عظیم الشان افترا اور پھر قادر مطلق خدا پر اگر تم میں عقل ہو تو سمجھ لو کہ جو کچھ میں کہتا ہوں سچ ہے یا نہیں؟ (باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

رسیدات زربابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ

۲۲۸ فضل کریم صاحب قیمت رسالہ	[illegible]
۳۸۳ قاضی محمد فاضل صاحب ۔	[illegible]
۴۲۰ ۔ محمد شاہ نواز صاحب ۔	۶
۹۰ قادر خان صاحب ۔	[illegible]
فضل الٰہی صاحب چندہ ممبری ۔	[illegible]
۱۳۸ ۔ ڈاکٹر سید جلال شاہ صاحب ۔	۶
۳۲۹ ۔ حاجی نذیر احمد صاحب ۔	۶
۴۰۹ رحمت اللہ صاحب ۔	[illegible]
۲۹۳ ۔ محمد سلطان صاحب ۔	۶
۱۲۲ منشی گلاب دین صاحب ۔	۶
۲۹۳ ۔ حاجی نذر محمد صاحب ۔	۶
منشی برکت علی صاحب چندہ ممبری	[illegible]
۲۵۷ محمد حسین صاحب	۶
ماسٹر محمد الدین صاحب بی۔ اے چندہ ممبری	۶

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے چندہ دارالکتب احمدیہ	[illegible]
ماسٹر محمد الدین صاحب چندہ ممبری	[illegible]
۳۴۳ ۔ منشی فتح خان صاحب	[illegible]
۱۳۸ منشی محمد اسماعیل صاحب	[illegible]
حافظ عبد الرحیم صاحب چندہ ممبری	[illegible]
۱۱۵ پیر غلام فرید صاحب قیمت بلٹر	۶
۳۰۳ محمد خان صاحب گولال	[illegible]
۳۰۳ منشی سلطان محمد صاحب	۶
۱۲۳ احمد حسن صاحب	۶
۱۱۵ جلیل الرحمٰن	۶
۲۵۵ گلاب الدین صاحب	۶
۱۳۸ میاں فضل الدین صاحب	۶
میر محمد اسحاق صاحب چندہ ممبری	[illegible]
۱۴۰ ۔ محمد ابراہیم	۶

محاسب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کم استطاعتِ احباب بھی ہمت فرمائین

بہت سے پتوں کی ضرورت ہے اگر کوئی صاحب ایکسو
بنصاف الفاظ مین تحریر کرے تو انشاء اللہ تعالےٰ اس کے
نام تشحیذ الاذہان مفت جاری کیا جاویگا۔ بشرطیکہ جن لوگوں
کے وہ پتہ لکھیں وہ یا تو مسلمان ہوں یا ہندو اصحاب ہوں لیکن
متعصب نہ ہوں اور سب لوگ جن کے پتہ لکھے جاوین وہ خواندہ
ہون اور جو شخص پچاس نام لکھیگا اسکے نام نصف قیمت پر انشاء اللہ
تعالےٰ پرچہ جاری کیا جاویگا۔

بقایا داران

جن اصحاب نے ابتک ۱۳۲۶ھ کی قیمت ادا نہیں کی یا جن
کی طرف سابقہ بقایا ہے وہ مہربانی کرکے بہت جلد ادا فرماوین
ورنہ وی۔ پی ارسال ہونگے ۔ مینیجر

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان مین باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپا

جلد ۴

نمبر ۷

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

[illegible]

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے (عہ) ایک روپیہ [illegible]

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق جولائی ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

باہتمام حافظ عبد الرحیم صاحب مینیجر تشحیذ الاذہان ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ کو قادیان [illegible] میں طبع

ایک قومی تحریک

ناظرین! چونکہ رسالہ کا قیام خریداروں کی کثرت و قلت پر منحصر
ہے اس لئے آپ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اس رسالہ
کی اشاعت میں حصہ بٹائیں۔ کیونکہ فی الحال رسالہ کے خریداروں
کی تعداد بہت ہی کم ہے اور مالی حالت بہت مخدوش ہے۔ تمام
اخباروں اور رسالوں کے منیجر ان ہمیشہ خریداران کے بڑھانے
کے لئے اپنے مہربانوں میں تحریک کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم نے
اب تک اس قسم کی تحریک نہیں کی۔ مگر اب مجبور ہو کر تمام
خریداران کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر اور کچھ نہیں تو ۱۹۰۹ء
کے آخر تک ہر ایک خریدار تین خریدار اور مہیا کر دے تو رسالہ
کی مالی حالت کسی قدر درست ہو جائے گی۔ اور ہم اپنی طرف
سے وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ رسالہ کو اور بھی مفید بنانے کی
کوشش کریں گے۔ اب ہم منتظر ہیں کہ کون مجاہد اس بارہ میں
جہاد اور کوشش سے کام لیتا اور ثواب دارین حاصل کرتا ہے۔

(منیجر تشحیذ الاذہان)

ضروری اطلاع:- تمام خریدار صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ میرے نام پر کوئی
خط و کتابت نہ کریں۔ بلکہ منیجر کے خط منیجر رسالہ کے پتہ پر اور سکرٹری کے خط سکرٹری انجمن کے پتہ پر بھیجا کریں۔ تاکہ
خط و کتابت میں حرج نہ ہو۔

عبد الرحیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عورتوں سے پردہ

زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی ایک جوش پیدا ہوا ہے کہ وہ پردہ کے متعلق کچھ زیادہ غور کریں اور یورپ کی نئی تہذیب کی موجوں کے مارنیوالے دریا کے اوپر اپنی تمدنی کشتی کو بھی چلائیں۔ سو اپنے بعض اُن علاقوں کے جہاں یوروپین تہذیب نے اپنے اصول کو روشن پیرایہ میں ابھی ظاہر نہیں کیا جہاں ابھی عقل کے دعویداروں نے نقل کے مدعیوں پر فتح نہیں پائی باقی تمام علاقوں کے مسلمان بلکہ مسلمانوں پر ہی کیا منحصر ہے دوسری قومیں بھی اپنے پرانے عقائد اور رسوم کو خیرباد کہنے کی فکر میں ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ جیکی ووٹی اُس کی بھینس چونکہ یورپ اس وقت ترقی کے اعلیٰ معراج پر ہے اور کل دنیا اسکے آگے سرنگون ہو رہی ہے۔ فتوحات ہر جگہ اُسکا خیرمقدم کر رہی ہیں۔ صنعت و حرفت اُسکے ہاتھ میں ہے تو زراعت و تجارت بھی اُسی کے قبضہ میں۔ علوم کا مالک ہو رہا ہے ایجادوں کا گھر بن رہا ہے۔ غرض انسانی جسم کے متعلق کل سامان اسوقت اُس کی کوشش سے مہیا ہو رہے ہیں اس لئے ہر ایک قوم کا

دل چاہتا ہے کہ اُسی کے نقش قدم پر چلے اور ہر ایک بات میں اُسکی نقل کرے۔ چنانچہ اس جوش کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض لوگ تو اسبات کے مدعی ہیں کہ یورپ کے علوم کا مقابلہ کرنیوالے اور علوم ممکن ہی نہیں ہمارے آباو اجداد یونہی بھٹکتے ہی پھرے اور کبھی راہ راست پر چلنے کا اُنہیں موقعہ ہی نہیں ملا۔ وہ محض تاریکی میں پڑے ہوئے تھے جہالت میں پھنسے ہوئے تھے سچے علوم سے بے بہرہ تھے سویلیزیشن کے قواعد سے ناواقف تمدنی اصول سے بیخبر غرض کہ علم کی ہوا تک اُنہیں چھو نہ گئی تھی۔ مگر اب یورپ کی طفیل وہ خزانہ جو قدرت نے فطرت انسانی میں چھپا کر رکھا تھا دریافت ہوا ہے اور سب دنیا نے اُس سے فائدہ اُٹھانا شروع کیا ہے اور اس لیئے اس گروہ کا اعتقاد ہے کہ آنکھیں بند کیئے یورپ کا تتبع کیئے چلے جاؤ۔ اور یہ کبھی مت خیال کرو کہ راہ میں کوئی گڑھا بھی ہے۔ اور جو ایسا خیال کرے اُسکی روح بیمار ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں ابھی پُرانی جہالت کی کوئی رگ باقی ہے اور اخلاقی جرأت کی کمی ہے۔ اور لذ فیشن آدمی ہے زمانہ کی ترقیات سے تعصب رکھتا ہے غرض ہر قسم کے نقص اُس میں پائے جاتے ہیں ایک اور گروہ ہے جو اس حد تک تو نہیں پہنچا مگر ایک طرز سے کچھ بھی نہیں وہ بھی اگرچہ یورپ کی ہر ایک بات کو پتھر کی لکیر سمجھتا ہے اور اُسکے برخلاف ایک لفظ بھی کہنے والے کو محض جاہل اور علوم متعارفہ سے نابلد بتلاتا ہے مگر ایک بات ہے کہ وہ ابھی اسقدر جرأت نہیں کرسکتا کہ اپنے آباؤ اجداد اور انبیاء اور اولیاء کو بُرا بھلا کہے بلکہ اُسکی یہ

کوشش ہے کہ یورپ کی ہر ایک بات کو اپنی کتابوں میں سے نکال کر دکھانا چاہتا ہے تمام پولٹیکل اور سوشیل مسائل جو یورپ میں حل کیے جائیں بالکل درست ہوتے ہیں اور آج سے کئی سو برس پہلے سے انہی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی ہے کہ یورپ کا کوئی طریق بھی خلافِ عقل یا شرافت انسانی نہیں ہوتا۔ جو صدا وہاں سے اُٹھے وہ بالکل سچ درست اور بجا ہے۔ غرض کہ یہ لوگ بھی اندھی تقلید میں پھنس رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کے کلام کو انسان کے خیالات کے ماتحت کر دیں اور جو کچھ قرآن شریف فرماتا ہے اُسے حل برکھے اور سئنس کے اقوال کے بالکل مطابق ثابت کر دکھائیں۔

مگر یہ سب کچھ تو ہوا اب اس کا کیا علاج ہے کہ آج یورپ کچھ کہتا ہے تو کل اور کہتا ہے اور پرسوں کچھ اور ہی۔ جس سے یہ مشکل پڑی ہے کہ اپنے عقائد تو اس لیے چھوڑے تھے کہ یورپ کے نئے علوم سے فائدہ اُٹھائیں۔ وہاں کوئی دم ایک جگہ قرار ہی نہیں سیماب کی طرح ایسی ایسی تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ ابھی ایک خیال اچھی طرح ذہن نشین نہ ہوا تھا کہ دوسرا اور آ موجود ہوا۔ اب ایسے موقعہ پر وہ لوگ جو صرف یورپ کا دامن پکڑے بیٹھے ہیں یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ روز بروز انسان ترقی کر رہا ہے اور اس لیے ہمیشہ انسانی خیالات بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں کیونکہ ایک جگہ پڑا ہوا پانی آخر گندا ہو جاتا ہے۔ ہر چیز کے لیے ہر آن ترقی مقدر ہے۔ مگر جو یورپ کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کو بھی گھسیٹنا چاہتے

ہیں جنکے لیے نہ وہ مشکل ہے گی بلکہ جس بات کو وہ یورپ سے سیکھکر
اپنے بڑوں کی کتابوں سے نکال نکالکر دکھا رہے تھے آج اُسی کو
یورپ نکلا جاتا رہا ہے پھر اب اپنے تو کیسے اپنے آخر کریں نہ کوئی پہلو
نکالکر پھر یورپ کے دامن سے اپنے آباء کے دامن کو گرہ دیتے ہیں
مگر ہم ہے سکے۔ غرض کہ یہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں اور جس بات سے
نکلنا چاہتے ہیں یعنی تقلید سے اُس میں جاکر گرتے ہیں اور اوندھے
منہ گرتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ خذ ما صفا ودع ما کدر...... جو اچھا ہو اُسکو لو اور
جو بُرا ہو اُسکو چھوڑ دو۔ جو خدا کے کلام کی قدر نہ کرے اُس کو آخر
ٹھوکر لگے گی۔ جو بات یورپ ہمارے سچے مذہب کے خلاف
کہتا ہے اُسکو خواہ مخواہ اپنے مذہب میں دکھانا کیسی بیہودگی ہے
غرض دنیاوی علوم چونکہ انسانی دماغ سے نکلے ہیں اس لیے ان
میں روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہے اس لیے اُنہیں اگر سوچ
سمجھکر یورپ یا امریکہ یا جاپان کا اگر کوئی تتبع کرے تو انمیں
کچھ حرج نہیں بشرطیکہ اندھی تقلید نہ ہو۔ باقی رہا مذہب وہ
انسانی دماغ سے نہیں نکلا۔ جب اُسکا بھیجنے والا علیم وحکیم
موجود ہے جس کی ہر زمانہ اور ہر چیز پر نظر ہے تو پھر اسکے احکام
کو یورپ کی تہذیب سے خواہ مخواہ مطابق کرنا سخت بیہودگی ہے
اور ایسے آدمی خدا اور اسکے رسول کی ہتک کرتے ہیں اور چاہتے
ہیں کہ اُنکے دماغ سے نکلی ہوئی بات خدا کی پُر حکمت بات سے
کچھ کم نہ ہے مگر یہ تو ہونے سے رہا۔ ہاں اسلئے دنیا میں ذلیل وخوار

ہوتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر کوئی بات یورپ کی ہمارے مذہب سے ملتی ہے فبہا ورنہ اُسکے ماننے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارا مذہب انسانوں نے نہیں بلکہ خدا نے بنایا ہے۔ مگر وہ جو اسلام کو سچا اور خدا کی طرف سے نہیں سمجھتا اسکے لیئے آزادی ہے جو چاہے کرے۔

تعجب تو یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی روز دیکھتے ہیں کہ اُن مسائل میں جو یورپ ہمارے مذہب کے برخلاف بتلاتا ہے اور کرتا ہے وہ روز نقصان پر نقصان اُٹھاتا ہے مگر پھر بھی وہ خوشنما منظر جو یورپ میں انہیں نظر آتا ہے اُنہیں مجبور کر رہا ہے کہ جس طرح ہو مذہب کو بھی ترک کر کے یوروپین تہذیب کو اختیار کرو۔ اور ایسا کر کے وہ خود بھی نقصان اُٹھا رہے ہیں۔ یورپ کے قدم بقدم چلکر جب اُنہوں نے اپنی مذہبی تعلیم کو چھوڑ دیا اور اپنے لڑکوں کو دین سے ناواقف رکھا تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اولاد عیسائی اور آریہ ہو رہی ہے۔ اور اس طرح نہ صرف مسلمانوں کو مذہبی طور سے ہی نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ پولیٹیکل لحاظ سے بھی وہ گھاٹے میں ہیں کیونکہ جس قوم کی تعداد کم ہوئی وہ پولیٹیکل لحاظ سے بھی بہت پیچھے رہ جائے گی۔ اگر مسلمانوں میں اسی طرح شدھیاں اور بپتسمہ جاری رہے تو دیکھ لینا کہ کچھ برسوں کے بعد دنیا میں بھی انکی کچھ قدر نہ رہیگی اور رہی سہی پولیٹیکل عزت بھی خاک میں ملجائے گی اور اس طرح نہ دین کے رہیں گے نہ دنیا کے۔

اسوقت جو میں کچھ لکھنے بیٹھا ہوں تو اُسکی غرض بھی یہی ہے

کہ مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلاؤں کہ اب بھی ہوش سنبھالیں اور دین و دنیا کو یوں ضائع نہ کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان دین پر پختہ ہونگے تو دنیا خود بخود اُنکے پیروں میں آپڑیگی۔ یورپ کی چال چلکر تو وہی مثل ہو رہی ہے کہ کوّا ہنس کی چال چلا اپنی بھی بھول گیا۔ مگر یہاں تو اُلٹی مثال ہے کہ ہنس کوّے کی چال چلنے کی کوشش کر رہا ہے اسلام جیسا پاک مذہب اور اسکی طرف سے یوں بے پرواہی تعجب نہ ہو تو کیا ہو۔ یورپ کو دیکھ لو۔ شراب خواری۔ پردہ کے ترک۔ طلاق کے انکار سے کیا کیا نتیجہ بھگت رہے ہیں یہانتک کہ اب یورپین چیخ اُٹھے ہیں کہ کسی طرح اس کا بندوبست کیا جائے کہ شراب میں کمی ہو عورتوں میں حیا کا مادہ ہو طلاق میں سہولت ہو۔ پھر مسلمانوں پر افسوس ہے کہ یہ جس شاخ پر کھڑے ہیں اُسی کو کاٹ رہے ہیں جس تھالی میں کھاتے ہیں اُسی میں چھید کرتے ہیں۔ جس مذہب کی بدولت انہوں نے دنیا میں عزت حاصل کی ہے اُسی کو برباد کرنیکی فکر میں ہیں۔ مگر کیا اس طرح یہ معزز ہو جائیں گے کبھی نہیں۔ ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ لاہور کے ایک ہندو اخبار نے کیا ہی لطیف نکتہ کہا تھا کہ یہ مسلمان لیڈر جو اپنے آپ کو قوم کا قائم مقام بناکر پیش کرتے ہیں پہلے خود کو مسلمان تو ثابت کر دکھائیں نماز جیسے ضروری رکن کے تارک ہیں مذہب سے بے پرواہ ہیں پھر مسلمانوں کے قائم مقام بنکر ہمارے سامنے ڈانکیوں آموجود ہوتے ہیں۔ سو یہ بات گو خود ہندوؤں پر بھی اُلٹ پڑتی ہو مگر مسلمانوں کیلئے ضرور خطرناک اور قابل شرم تھی۔ کہ جسکا اثر قوم کے سربرآوردوں کو ضرور محسوس ہوا ہوگا۔ غرضکہ مذہب کے ترک سے عزت اور ترقی کبھی نہیں مل سکتی ہے۔ ایک شخص جو اپنے مذہب کو جھوٹا سمجھکر چھوڑ دے اسقدر قابل ملامت نہیں جیسا وہ

جو ستیاناس کر کے اسپر ہنسی اُڑائے اور بے پروائی کرے۔

میں اسوقت عام مسلمانوں کو اور خاصکر لیڈران کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ پردہ کے حکم کو شاکر جو کچھ عیسائیوں نے تجربہ کیا ہے وہ آپ کی نظروں کے سامنے ہے ہزاروں نہیں لاکھوں بچے ہر سال یورپ میں زنا سے پیدا ہوتے ہیں اور ساری کی ساری قوم کو کلنک کا ٹیکا لگاتے ہیں ایک مشہور عالم کا قول ہے کہ یورپ میں نوّے فیصدی بچے حرام کے ہیں اور گو یہ بات کسی قدر مبالغہ آمیز ہی ہو لیکن واقعات کے لحاظ سے یہ بات کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں رہتی کیونکہ یورپ میں واقعی زنا کی اسقدر کثرت ہے کہ جس سے خود اہل یورپ چلّا اُٹھے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن ملک میں زیادہ آزادی ہے وہاں زیادہ زنا ہے پس کیا کوئی شریف آدمی ان خیالات کو دیکھتے ہوئے یہ گوارا کرتا ہے کہ اپنی ماں یا بہن یا بیوی یا بیٹی کو غیر مرد کے سپرد کر دے کیا آگ اور تنکوں کا ایک جگہ جمع کر دینا عقل کا کام ہے۔ پھر تعجب ہے کہ بعض مسلمان کیونکر پردہ کے اُٹھانے کی فکر میں ہیں کیا یورپ کا تجربہ اُنکے لئے کافی نہیں جب وہ یورپ کے اور تجربوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں تو اس میں اُنہیں کیا مشکل ہے اور اس بات میں کیوں یورپ کے برخلاف کرنا چاہتے ہیں یورپ تو اب پچھتا رہا ہے۔ اچھا رہا ہے اور گلے پڑا ڈھول بجا رہا ہے یہ لوگ کیوں اپنی با امن زندگی کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں اب انگریزوں میں بھی بعض من چلے پردہ کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں چنانچہ کچھ مُدت گذری کہ گورداسپور کے ایک انگریز عہدہ دار اپنی بیوی کو بالکل سوسائٹی میں نہ جانے دیتے تھے۔ یہانتک کہ ایک دفعہ جب اُن کی بیوی کسی غیر مرد سے باتیں کر رہی تھی تو اُنہوں نے اُسے کوڑے رسید کیئے

غرض یورپ چاہے کچھ ہی بکتا رہا ہے مگر مسلمان ہیں کہ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اپنی بیویوں کے باہر نکالنے اور مردوں سے انٹروڈیوس کرانے کے بغیر قومی ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ اسی وجہ سے مسلمان نوجوان اپنے دین سے بدظن ہو کر دوسرے مذاہب کو اختیار کر رہے ہیں۔

ادھر مسلمانوں کی تو یہ حالت ہے کہ عورتوں کو مردوں کے سامنے کرنا چاہتے ہیں ادھر قرآن شریف حکمت اور دوراندیشی سے مردوں ہی سے نہیں بلکہ عورتوں سے بھی عورتوں کو پردہ بتاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

یعنی عورتیں اپنی زینت کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں یا سسروں بیٹوں خاوندوں کے بیٹوں بھائیوں بھتیجوں بھانجوں خاص عورتوں لونڈیوں کے یا اُن نوکروں یا غلاموں پر جو قوت مردی سے بالکل خالی ہوں یا اُن لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی جگہ پر واقف نہ ہوں اور چاہیے کہ عورتیں اپنے پاؤں کو اس طرح نہ ماریں کہ اُنکی پوشیدہ زینتیں ظاہر ہو جائیں۔ اور اے مومنو خدا کی طرف متفق ہو کر سب جھکو تا کہ تم فتحمند ہو۔ یہ ہے مطلب اس آیت کریمہ کا جو میں اوپر لکھ آیا ہوں اب غور سے دیکھنا چاہیے کہ بعض مسلمان تو عورتوں سے پردہ کا رواج بالکل اٹھا

چاہتے ہیں اُس طرف خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورتوں کو چاہیئے کہ نہ صرف
غیر مردوں سے ہی پردہ کریں بلکہ غیر عورتوں سے بھی جنکے حالات کا کامل
طور پر واقف نہ ہوں خاصکر غیر مذاہب کی عورتوں سے پردہ لازم ہے اور
اُس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اس بات پر نہ چلوگے تو یاد رکھو
کہ کبھی فتحمند نہ ہوسکوگے اِن پر عامل تمہیں فتوحات بھی حاصل ہونگی
چنانچہ اگر کوئی شخص غور سے دیکھے تو سپین اور ہندوستان میں عورتوں کی
ہی وجہ سے فساد پڑا ہے۔ سپین کے عیسائیوں نے جب مسلمان عورتوں
میں اپنی حبائل الشیطان پھیلائیں اور اُن سے طرح طرح کے گندے کام
لیے اور اُنہیں اپنے مذہب کے پھیلانے کا ایک ذریعہ بنایا اور بہت سی
مسلمان عورتوں کے خیالات کو بدل دیا تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان نسلوں
میں عیسائیت کے برخلاف وہ جوش نہ رہا اور وہ اُن سے اسقدر مل گئے
کہ عیسائیوں کو اُنپر اقتدار ہوگیا۔ دوسری طرف عیسائیوں نے اپنی عورتوں
کی معرفت مسلمانوں میں عیاشی اور آرام طلبی کی عادت ڈالدی جس سے
اُنمیں نہ وہ غیرت اسلامی رہی نہ وہ لڑنے کی طاقت رہی۔ آخر نوبت یہانتک
کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کے ملک پر رفتہ رفتہ قبضہ پانا شروع کیا۔ خواب
خرگوش میں سونیوالے مسلمان کچھ ایسے مزے میں تھے کہ اُنہیں خبر بھی ہوئی
اور ظالم عیسائی غرناطہ کی دیواروں کے نیچے تک آ پہنچے مگر مسلمان کچھ ایسی شراب
کے نشہ میں نہ تھے کہ جسے یہ مصیبت کچھ ہلکا کرتی وہ اُسی طرح اپنے عیش
میں پڑے رہے گویا شہر کے باہر فوج نہیں بلکہ برات پڑی تھی۔ شاید اسی قسم
کی حالت کی نسبت کسی شاعر نے کہا ہے کہ ع

یاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے۔ آخر جب دشمن

کے پے در پے حملوں نے پیش منقش کر دیا تو پھر بھی یہ ہمت نہ پڑی کہ تلوار پکڑتے اور یا مارتے یا مرتے بلکہ اُس ملک کو ہی ناپسند کیا جس میں انہیں عیش نصیب نہ ہو وطن ترک کرنیکی ٹھانی اور بوریا بندھنا سمیٹ افریقہ واپس آنیکی ٹھانی مگر اپنی دُشمن کے پکے عیسائی انہیں کب واپس آنے دیتے تھے کچھ جلا دیے کچھ غرق کر دیے جس سے گو اہل سپین تو بدنام ہو گئے اور نہ صرف مسلمان بلکہ یورپین بھی اُنکے ظلم کو دیکھکر کانپ اُٹھے مگر مسلمانوں کو ایک ایسا سبق ملا کہ اُسکے بعد امید نہ تھی کہ پھر کبھی اس قسم کی حرکت کرتے۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس نصیحت سے فائدہ نہ اُٹھایا اور قرآن شریف کے حکم کے توڑنے ہی میں حکمت دیکھی۔ مگر نتیجہ کیا ہوا کہ حکومت کھوئی۔ دولت کھوئی اور عزت کھوئی مگر سیکھے پھر بھی نہیں۔

کیا اس بات میں کچھ شک ہے کہ مسلمانوں کی تباہی صرف ہندوؤں کی رسومات کے جاری ہونے سے ہوئی ہے۔ کیا شراب خواری اور عیاشی نے انہیں تباہ نہیں کیا۔ کیا آرام طلبی نے انکی جڑوں میں تیل نہیں دیا؟ جلال الدین اکبر بادشاہ نے بڑی دانائی اور حکمت سے یہ چاہا کہ ہندوؤں کو مسلمانوں میں شامل کرے اور اُس نے اسلئے ہندوؤں کی لڑکیاں مسلمان شہزادوں کے ساتھ بیاہنے کی رسم نکالی۔ مگر اس بات کا ہمیشہ لحاظ رکھا کہ شرافت خاندانی قائم رہے گر ہر چہ گیرد علتی علت شود۔ اُس وقت کے نادان مسلمانوں نے ہی دوسرے رابطہ و تعلق کیا خیر مرد تو بوجہ علم کے کسیقدر بچ ہی گئے مگر عورتیں بالکل ہوگئیں۔ شادی کی سیدھی سادی رسم میں ہی اسقدر پیچ در پیچ شاخیں نکل آئیں کہ شادی خانہ آبادی کی جگہ خانہ بربادی ہوگئی۔ جانتے ہو کہ مسلمانوں

کی زمین کہاں گئیں وہ انہی شادی کی رسموں سے انکے ہاتھوں سے نکلکر ہندو بنیوں اور مہاجنوں کے ہاتھوں میں چلی گئیں جب پاس پیسہ نہ ہوا اور رسومات پر ہزاروں روپے خرچ ہونے ہوئے تو انکے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ زمینیں گرو رکھائیں اور بیٹے یا بیٹی کی شادی رچائی خاندان میں تو ہوا کر کچھ زیادتی ہی ہوئی اور جو جائداد تھی اُس سے ہاتھ دھو بیٹھے بیٹی کی شادی ہوئی تو وہ گھر سے جاتے ہوئے والدین کا گھر بار عزت وجاہت ساتھ ہی لے گئی۔ غرض ان رسومات سے مسلمان بیچارے تو کہیں کے نہ رہے ہندوؤں کے گھر عزت سے مالا مال ہو گئے۔ باقی رہا یہ کہ ہندو ان رسموں سے کیوں تباہ نہیں ہوتے اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی حیثیت کو ہر حال میں مدنظر رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے خرچ پر انہوں نے تجربہ کیا ہے کہ جتنی چادر دیکھو اتنے پاؤں پھیلاؤ۔ غرض ان رسموں کے ساتھ ہی لازمی طور سے عیاشی بھی آئی اور سلطنت مغلیہ کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ افسوس اب بھی وقت تھا کہ مسلمان نصیحت پکڑتے مگر میں دیکھتا ہوں کہ آفت پہ آفت پڑ رہی ہے مگر مسلمان ہیں کہ انکے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کاش اگر یہ اس تجربے سے فائدہ اُٹھاتے تو گورنمنٹ برطانیہ کے پُرامن راج کے نیچے خوب ترقی کر سکتے تھے۔ مگر افسوس اُس پر میں بھی عیسائی مسوں کو اپنے گھروں میں داخل کر کے وہ مصیبت سہیڑی ہے کہ جس سے بچنا اب مشکل ہو رہا ہے۔ قرآن شریف کا حکم کیسا پاک ہے کہ پہلے ہر ایک عورت کو جس سے تم اپنی عورتوں کو ملانا چاہو اچھی طرح سے دیکھ لو کہ اُسکا چال چلن کیسا ہے جب ایک بڑے تجربہ کے بعد اس عورت کا اطمینان ہو جائے تو پھر اُسے گھر میں آنے کی اجازت دو چنانچہ فساد حق سے

یہی مراد ہے کہ وہ عورتیں جو تمہارے گھروں میں آئیں ایسی دیکھی بھالی ہوں کہ گویا تمہاری اپنی ہی عزیز ہیں۔ اے نادان مسلمانوں ایک عرصہ تک اپنے خود ساختہ قوانین پر چلکر تو نتیجہ دیکھ ہی چکے ہو ذرہ خدا کے قانون پر بھی چلکر دیکھو کیا پھر بھی تمہارے گھروں میں عیش و آرام قلبی رہتا ہے یا نہیں کیا پھر بھی تمہارے گھروں سے عورتوں کو کوئی بھگا کر لیجاتا ہے روزانہ سنتے ہو کہ فلاں جگہ فلاں کی فلاں لڑکی کو بھگا کر لے گئی مگر تم ہو کہ پیلو تک نہیں بدلتے۔ ہر شہر میں واقعات پیش آتے ہیں مگر بیدار ہی نہیں ہوتے۔ کاش اب بھی سمجھو ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ سیالکوٹ سے ایک لڑکی کو سکھ بھگا کر لے گئی ساتھ ہی خبر آئی کہ ہندوستان میں بھی اب واقعہ ہوا ہے اور ان دو واقعات پر کیا بنا پر کونسا مہینہ سلامت جاتا ہے کہ اہل مسلمانوں کی عزت خاک میں نہیں ملائی جاتی۔ مگر سچ ہے کہ جبتک انسان خدا کے ساتھ نہ ہو وہ بھی اسکے ساتھ نہیں ہوتا اگر مسلمان اب بھی اپنی عورتوں کو اس زہریلے اثر سے بچالیں اور انکی کامل اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور انہیں دین کی طرف راغب کریں اور ان کے دلوں سے کیسے رسومات کے نقش کو مٹادیں جو ہندوؤں اور عیسائیوں کی صحبت سے منقش ہو گئے ہیں تو آئندہ نسلیں خود بخود دین کی طرف متوجہ ہونگی اور اسلام کی اتباع کا شوق انمیں پیدا ہوگا اور صحابہؓ کی سادگی جب پیدا ہوئی تو پھر کونسا ملک ہے جو انکے لئے بند ہو سکے اور کونسا دروازہ ہے جو انپر کھلے۔ حاکم محکوم کے دل خدا کے ہاتھوں میں ہیں اگر مسلمان اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں تو مسلمانوں کے حاکم اور محکوم خود بخود انکی ہمدردی اور فرمانبرداری پر تیار ہو جائیں گے۔ یہ وقت ہے کہ مسلمان کچھ کر کے دکھائیں دنیا کے ہر ایک کونہ میں انکو ذلت پہنچ رہی ہے اور یہی حالت رہی تو خدا جانے نتیجہ کیا ہے۔ کاش کہ

مسلمان قرآن شریف کے احکام کو مدّ نظر رکھیں جنکو اب وہ ہر ملک اور علاقہ میں
چھوڑتے جاتے ہیں اور جبتک کہ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں
اُن عورتوں کو بھی مت آنے دو جن پر پوری طرح سے بھروسہ نہ ہو اور تمہیں
اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ تمہاری عورتوں پر کوئی بُرا اثر نہ ڈالیں گی۔ مگر
ایک حصّہ مسلمانوں کا مردوں سے پردہ کرانے کا ہی مخالف ہے چنانچہ اُسکے
نتیجہ بھی یہ دیکھ چکے ہیں اور ہر روز دیکھتے ہیں مگر بقول کسے ع

"کچھ ایسے سو گئے ہیں سونیوالے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے"

خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے کہ مسلمان بیدار ہوں اور اپنے مذہبی احکام پر
چلکر دین و دنیا میں ترقیات حاصل کریں۔ آمین۔

مرزا محمود احمد

تبلیغ اسلام

ناظرین! حضرت صاحب کی وفات کے بعد میرے دل میں یہ خیال بہت دفعہ پیدا ہوا کہ آپ کے وجود باجود کے دنیا سے اٹھ جانے سے جہاں اور بہت سے تغیرات دنیا میں ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ وہاں ہر ایک احمدی کی کوششوں اور جد و جہد میں بھی ایک نمایاں تبدیلی ہونی چاہیے۔ چنانچہ یہ خیال طرح بطرح بڑھتا ہوا کہ آخر مجھے اس معاملہ کو جماعت کے سامنے پیش کرنیکا خیال پیدا ہوا جس کے لیے میں اسوقت قلم اٹھا رہا ہوں۔ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ حضرت صاحب کی وفات سے ہم پر بعض نئی ذمہ واریاں پڑی ہیں اور وہ کام جسکو وہ خدا کا برگزیدہ نبی کرتا تھا اب ہمارے سپرد ہوا ہے جس سے اب یہ بات ضروری اور لازمی ہو گئی ہے کہ ہم بھی اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کریں اور ایک خاص جوش ہمارے دلوں میں پیدا ہو۔ اور ہماری ہر قسم کی سستی اور کاہلی کافور ہو جائے اور ہمارے دل محبت الٰہی کی بیخود کرنیوالی شراب سے لبریز ہوں غرض کہ ہم میں ایک ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ اس برگزیدہ کی موت سے جو کمی ہم میں پیدا ہو گئی ہے اُسے خداوند تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے پورا کر دے اور ہماری حالت کو جاذب نصرت بنا دے۔ اور وہ مقصد جسکے پورا کرنیکے لیے ہم اس جماعت میں داخل ہوئے ہیں اسقدر عظیم الشان ہے کہ بغیر ایک فوق العادت جوش اور کامل ایمان کے پورا ہونا مشکل ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا دعویٰ کرنا گو بظاہر بہت آسان معلوم ہو لیکن غور سے دیکھو تو اسی کا نام دوسرے لفظوں میں اسلام ہے اور یہ

تب تک نہیں ہوتا کہ جب تک انسان دنیا ہی میں اپنے اوپر ایک موت وارد نہ کرلے اور اپنی تمام خواہشوں کو خدا کے لیے ہی نہ کردے۔ آدم سے لیکر ہمارے نبی کریمؐ تک تمام انبیاءؑ اس کام کے لیے آئے اور سخت جہاد اور کوشش سے انہوں نے اپنے مقصود کو پورا کیا۔ جب کبھی ایک انسان یا جماعت نے اس کام کو پورا کرنیکا ارادہ کیا ہے اور خدا نے انکو اس کام کے لیے چنا ہے تب ہی ایک سخت مخالفت اور عداوت کا سامنا ہوا ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں شیطان نے جو کچھ کیا اور جن راہوں سے انکو اس کام کے پورا کرنیکے لیے روکا وہ قرآن و احادیث سے ظاہر ہیں اور ہر ایک مسلمان اس سے واقف ہے پھر حضرت نوحؑ کے وقت میں جو جو رکاوٹیں پیش آئیں اور جن جن طریقوں سے انکے مخالفین نے انکے سلسلہ کو تباہ کرنا چاہا وہ سب پر ظاہر ہیں۔ پھر انکے بعد حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور انکے مریدین کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ مخفی نہیں اور سب کے آخر میں ہمارے ہادی اور رہنما خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کام کو پورا کرنے کا ارادہ کیا اور خدا تعالےٰ نے انکو حکم دیا کہ وہ اسے انجام دیں تو مخالفت اور شرارت کی حد ہوگئی کہ اور انکے اطراف کے لوگوں نے دس برس تک انکو وہ تکلیفیں دیں کہ الامان الامان یہاں تک کہ بنی ہاشم سمیت آپکو ایک پہاڑ میں تین سال تک محصور رہنا پڑا اور اہل مکہ سے ہر قسم کے تعلقات ٹوٹ گئے۔ اور آپکے ہاتھ کسی قسم کا سودا بیچنا یا آپ سے ہم کلام تک ہونا ممنوع قرار دیا گیا چنانچہ طائف کا واقعہ جس میں آنحضرتؐ پر پتھر برسائے گئے اور آپکا جسم مبارک لہولہان ہوگیا۔ اور آپکے پیچھے شریر اور بدمعاش آپ کو دکھ دینے کے لیے لگا دیے گئے ان تکالیف کی جو اس وقت کے بدمعاشوں کے ہاتھوں آپ کو پہنچیں ایک

مکمل مثال ہے۔ اسکے علاوہ وہ تکالیف جو آپکے صحابہؓ کو اس راہ میں پیش آئیں ایک سخت سے سخت دل والے انسان کو کنپا دینے کے لئے کافی ہیں۔ انکو پیٹا گیا اور لوٹا گیا اور بے عزت و بے حرمت کیا گیا اور ہر قسم کے عذاب دیئے گئے صرف اس لئے کہ انہوں نے اسلام کو اختیار کیا تھا اور اسکے پھیلانے کیلئے اپنی جانیں لگا دی تھیں وہ قتل کیے گئے اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور وطن سے بے وطن ہوئے انکے بچے اور انکی بیویاں انکی آنکھوں کے سامنے بے رحمی سے ماری گئیں اور یہ سب کچھ اسلئے ہوا کہ انہوں نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کیا کہ ہم خواہ کچھ ہو دنیا میں اسلام کی پاک تعلیم کو پھیلائیں گے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ یعنی ان سے دشمنی نہیں کی گئی مگر اس لئے کہ وہ خدائے عزیز وحمید پر ایمان لائے یعنی انہوں نے اسلام کی پیروی کی اور احادیث سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ کفار مکہ نے آپس میں مشورہ کر کے نبی کریم کو کہلا بھیجا کہ ہم آپ کی ہر ایک بات کو ماننے کے لئے تیار ہیں مگر ہمارے بتوں کی برائی نہ کی جائے اور اس معاملہ میں خاموشی اختیار کی جائے۔ مگر اس کا جواب نبی کریمؐ نے یہی دیا کہ دنیا کی کوئی خواہش یا لالچ مجھے تبلیغ اسلام سے نہیں روک سکتی۔ پس یہ تمام تکلیفیں جو نبی کریمؐ یا صحابہؓ کو دی گئی تھیں انکی اصل غرض یہی تھی کہ انکو اسلام کی تبلیغ سے روکا جائے اور دین سے ہٹا کر دنیا کی طرف متوجہ کیا جائے۔

پھر اس زمانہ میں ہی دیکھو کہ جب خدائے قادر نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس کام پر مامور کیا تو دنیا نے آپکے کیسا سلوک کیا۔ آپ وہی تھے کہ جنکو براہین احمدیہ کے شائع ہونے پر ہندوستان کے ہر گوشہ کے لوگوں نے مجدد قبول کر لیا تھا اور ہر ایک مسلمان کی آنکھیں آپ پر لگی ہوئی تھیں اور ہر ایک دل اس امید

سے پُر ہے تا کہ ایک دن یہ نئے عرفان کا ساقی شراب وحدت پلا کر تمام ہندوستان کو
نشۂ حقیقی میں مخمور کر دیگا۔ جبکہ جونہی خدائے تعالیٰ کی آواز نے آپ کے دل میں
پکار کر کہا کہ اُٹھ میں تجھے اسلام کی خدمت کے لیے مامور کرتا ہوں تو مسلمانوں اور
دیگر غیر قوموں کو ہدایت دے اور انکی آنکھوں کو کھول تا کہ بجائے ایک سیاہ
اور بدنما چہرہ کے انہیں اسلام کا نورانی چہرہ نظر آئے اور میں تجھے اس خدمت
کیلئے مسیح موعود کا عہدہ دیتا ہوں۔ بس پھر کیا تھا چار دانگ میں شور مچ گیا
کہ کافر ہے کافر۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ آپ کو دکھ دینے کیلئے
کیسی کیسی کوششیں کی گئی ہیں۔ کفر کا فتویٰ لگایا گیا گالیاں دی گئیں اور
آپ کی نسبت ایسے ایسے بیہودہ کلمے کہے گئے کہ ایک مولوی کی زبان سے
نکلے تو الگ ایک جنگلی بھی انکے بولتے ہوئے جھجک جائے۔ خطوں کے
ذریعہ اشتہاروں کے ذریعہ اخباروں کے ذریعہ اور کتابوں کے ذریعہ آپ پر
ایسی ایسی تہمتیں لگائی گئیں اور وہ وہ جھوٹ باندھے گئے کہ معاذ اللہ۔ پھر
زبانی تکلیفوں سے گذر کر عملی رنگ میں بھی کوئی کمی نہیں کی گئی۔ لدھیانہ کا فتنہ
اور دہلی کا ہنگامہ تو خیر شروع شروع میں تھا ۱۹۰۳ء میں جبکہ اس سلسلہ کو ایک
خاص ترقی اور رونق مل چکی تھی امرتسر میں وہاں کے بدمعاشوں نے پتھر
پھینکنے کی جرأت کی اور جہلم بلوہ کیا اس کے آپ میں سے بہت لوگ
چشمدید گواہ ہونگے۔ پھر اسکے علاوہ آپکے قتل کرنیکے منصوبے کئے گئے۔ اور قتل
کے مقدمے کئے گئے۔ خود بے انصافی کرکے انصاف کی عدالتوں سے عدل
چاہا گیا۔ گورنمنٹ کو بدظن کرنیکی کوشش کی گئی۔ اور ٹیکس کا مقدمہ کرکے مالی
نقصان کا ارادہ کیا۔ پھر آپ کی ذات کو چھوڑ کر آپکے متبعین سے بھی ایک
نہایت بُرا اور ذلیل سلوک کیا گیا۔ یہاں تک کہ انکی چوری اور انکی امانت میں

خیانت اور اُنکا قتل تک جائز رکھا گیا۔ اور آجکل کے علماء نے فتویٰ دے دیا
کہ ان لوگوں کی عورتیں تک نکال لینی جائز ہیں وہ گھروں سے نکالے گئے
اور اُنکا مال لوٹا گیا۔ اُنسے کلام تک کرنا ایک کبیرہ گناہ قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ
جو اُنکو سلام کرے وہ کافر اور جو اُنکو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر اور یہ سب کچھ اس
لیئے ہوا کہ انہوں نے مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی ہے کہ ہم
دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے یعنی اسلام کا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر اور قولاً ظاہر
کریں گے۔ چنانچہ دشمن یہاں تک ترقی کر گئے کہ حضرت مولوی سید
عبد اللطیف صاحب اور میاں عبد الرحمٰن کابلی اس راہ میں شہید کیے گئے۔
پس اے میرے دوستو یہ کام جو احمدی جماعت میں داخل ہو کر آپ نے اپنے ذمہ لیا ہے
کچھ چھوٹا سا کام نہیں اور یہ قطعاً گمان نہیں کرنا چاہیے کہ آرام اور آسائش
کے ساتھ یہ مدعا حاصل ہو جائیگا۔ بلکہ یاد رکھو کہ اس کام کے پورا کرنے کیلئے
طرح طرح کی مشکلات پیش آئیں گی اور مخالفت اور عداوت کا ایک دریا ہوگا
جو تمہاری طرف اُمڈا چلا آئیگا۔ تمہارے دوست دشمنوں سے بڑھکر تمہیں
ایذا دیں گے اور بہت ہونگے جنکو تم وفادار سمجھتے ہو لیکن جب وہ تمہاری
کوششیں اس امر کی طرف منتقل دیکھیں گے تو بے وفائی کرینگے اور جن سے
تمہیں خیر کی امید ہوگی اُن سے شر پہنچیگا ابتلاؤں کا اژدہا تمہاری طرف اپنا منہ
کھولکر بڑھیگا اور وہ جو سست اور کمزور ہوگا اُسکی خیر نہیں ہے۔ غرض کوئی
مصیبت نہ ہوگی جو تمہیں نہ پہنچے گی اور کوئی دُکھ نہ ہوگا جس کا تمہیں سامنا کرنا
پڑے۔ اور کوئی رنج نہ ہوگا جو تمہیں غمگین نہ کرے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی یہی
سنت ہے اور یہی وعدہ ہے کہ جبتک وہ کسی کو آزما نہیں لیتا اور کھوٹے اور
کھرے کو پرکھ نہیں لیتا اُسوقت تک اُسکو خدمت دین کے لائق نہیں بناتا

مومن ہونے کا معزز خطاب نہیں مل سکتا چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَحَسِبَ النَّاسُ
اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ۔ اور پھر
ایک اور جگہ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ
نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝
الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝
اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِکَ
ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ۔ پس اس کام کے لیے جو ہم نے اختیار کیا ہے ضرور ہے
کہ ہمیں تکالیف برداشت کرنی پڑیں اور مصیبتوں کا سامنا ہو اور اگر ہم اس
میں کامیاب ہوں اور اس امتحان میں پاس ہوں تو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میں تم پر درود بھیجوں گا اور میری رحمت تم پر نازل ہوگی۔ اور ضرور ہے کہ
تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو پس اس کام کو شروع کر کے اب ہمیں ہر وقت
تیار رہنا چاہیے کہ جو مصیبت اس راہ میں پیش آئے اُسے برداشت کریں
اور خدا سے دعا مانگتے رہیں کہ وہ ہمیں ثابت قدمی عطا فرمائے۔ اس موقعہ پر میں
استقدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب حضرت اقدس کے زمانہ میں بھی ہم یہی
کام کرتے تھے تو اُس وقت جو مشکلات پیش نہیں آئیں وہ اب کیوں آئیں گی سو
یاد رہے کہ نبی ایک والد کی طرح ہوتا ہے اور اسکی جماعت اُسکی اولاد کی طرح
ہوتی ہے پس جیسا اگر کسی شخص کے فوت ہونیکے بعد اسکے پس ماندگان کو
شروع شروع میں بہت سی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے ویسا ہی نبی کی وفات
کے بعد اُسکی جماعت کا ایک خاص امتحان لیا جاتا ہے اور چونکہ اُنپر ایک
نیا بوجھ آپڑتا ہے اس لیے اُس کام کی درمیانی رکاوٹوں کا دور کرنا بھی جو

پہلے نبی کے ذمہ تھا اب اُنکے ذمہ پڑ جاتا ہے۔ وہ بابرکت وجود جسکی وجہ سے وہ بہت سی بلاؤں سے بچ جاتے تھے وہ ان میں نہیں رہتا۔ اور وہ گریہ و زاری کی دعائیں اور وہ سوز و گداز کی پکار جو وہ ہر وقت کرتا تھا اب بند ہو جاتی ہے۔ اُسکے زمانہ میں دین کی کل خدمت اُسی کے ذمہ ہوتی ہے لیکن اُسکی وفات کے بعد وہ تمام قوم پر تقسیم ہو جاتی ہے اور ہر ایک شخص جماعت کے علاوہ بذات خود اُس کام کے کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے حضرت مسیح موعود کی زندگی پر تفرقی نظر ڈالکر دیکھو کہ ہم نے اُنکے زمانہ میں کیا کیا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر دین کی خدمت تھی وہ سب آپ ہی کرتے تھے۔ کیا مسلمان کیا عیسائی کیا آریہ کیا سکھ اور کیا یہودی تمام کے حملوں کا جواب آپ خود دیتے تھے اور جماعت کا اندرونی انتظام بھی آپ ہی کے سپرد تھا وہ کونسی خدمت تھی جو ہم بجالائے اور وہ کونسا کام تھا جو ہم نے کیا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد ہر ایک احمدی جماعت کے علاوہ بذات خود بھی اس کام کا ذمہ وار ہے پس اب اس کام کے کرنے کیلئے جوش بلکہ گریہ و زاری کرنی ہوگی اور خدا کے حضور میں عاجزی دکھلانی ہوگی اور جوش و استقلال سے کام لینا ہوگا اسی طرح مختلف قسم کی تکالیف اور دکھ بھی برداشت کرنے ہونگے۔ پس اس زمانہ کو اُس پہلے زمانہ کے مطابق سمجھنا ایک سخت غلطی ہے کیونکہ یہ ایک نیا دن ہے جو ہم پر چڑھا اور ایک نیا دکھ ہے جو ہم پر شروع ہوا اور ہر ایک دن اور ہر ایک زمانہ کی مصیبتیں اور دکھ نئے ہی پوشیدہ ہو سکتے ہیں پس جیسا کہ حضرتؑ صاحب کی وفات کے بعد ایک نیا کام ہمارے سپرد ہوا ہے ویسا ہی ہمیں ایک نئے جوش کے ساتھ اُسے شروع کرنا چاہیئے اور اُن تمام تکالیف کو اور فکروں اور دکھوں اور دردوں کو جو اس راہ میں پیش آئیں برداشت کرنا چاہیئے اور وہ رکاوٹیں جو اس راہ میں حائل ہوں

انہیں دُور کرنا چاہیئے تاکہ ہم خدا کی صلوٰۃ اور اُسکی رحمت کے حقدار ہوکر اپنے مطلب میں کامیاب ہوں۔ اور اُس فرض کو جو خدائے تعالیٰ نے ہمارے لیے مقرر کیا ہے پورا کریں جیسے فرض کا لفظ اسجگہ اسلیئے استعمال کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ بیعت لیتے وقت ہر ایک شخص سے اقرار لیتے تھے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا اور دوسرے آپنے اپنی وصیت میں ہر ایک احمدی کا فرض مقرر کیا ہے کہ وہ اسلام کا روشن چہرہ دنیا کو دکھائے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جسکے لیئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جبتک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد ملکر کام کرو" سو یہ وہ عام فرض ہے جو حضرت اقدسؑ نے تمام احمدیوں کا مقرر کیا ہے اور چونکہ تمام احمدیوں نے اس فرض کو پورا کرنیکا اقرار ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اور دوسری دفعہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے ہاتھ پر کیا ہے اسلیئے انہیں ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وعدہ خلافی نہ ہو کیونکہ جو شخص وعدہ خلافی کرتا ہے وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوتا ہے چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً یہ وہ عذاب ہے جو خلاف وعدہ کارروائی کرنیکے بدلہ میں خدائے تعالیٰ نے مقرر کیا ہے پس کون بیوقوف ہے جو لعنت خدا کو اپنے پر وارد کرے اور اس سے بڑھکر کون جاہل ہے جو اپنے آپ کو خود ہلاک کرے۔ فرض اب میں بتا چکا ہوں کہ ہمنے کس

کام کے کرنیکا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ کیسا مشکل ہے اور اسکے پورا کرنیکے لیے سخت سے
سخت مصیبتوں کا ہمیں سامنا کرنا پڑیگا۔ اور طرح طرح کے دکھ ہمیں برداشت کرنے
پڑینگے۔ اور بہت سی تکالیف ہونگی جو ہمیں اٹھانی پڑینگی۔ اور اس کام کو چھوڑنا بھی
ہمارے بس میں نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ ہمارا فرض مقرر کیا ہے اور اسکے نبی
نے اسکی ہمیں وصیت کی ہے اور اسکے توڑنیکا عذاب قرآن شریف نے ہمیں
بتا دیا ہے۔ پس اب ہمیں چاہیے کہ ایک خاص جوش اور ایمان کے ساتھ اس کام کو
چلائیں اور پورا کریں اور خدا سے مدد طلب کریں کہ اسکے فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا
تم یہ مت سمجھو کہ ابھی ہماری جماعت قلیل ہے ہم دنیا کو کیونکر اپنی بات منوا سکتے ہیں
بلکہ ہر وقت یہ مد نظر رکھو کہ خدا ظالم نہیں اسنے تمھاری طاقتوں سے زیادہ کام تمھارے
سپرد نہیں کیا جیسا کہ فرماتا ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا تو پس
ہم سے ہر ایک جو چھوٹا یا بڑا کمزور یا طاقتور سب کا فرض ہے کہ اس کام کی طرف ہمہ تن
لگ جائیں چنانچہ قرآن شریف میں جہاں بڑی عمر کے لوگوں کیلیے بعض انبیاءؑ کی
مثالیں بیان کی ہیں ان نوجوانوں کیلیے بھی نظیریں دی ہیں تاکہ وہ کچھ عذر نہ کریں
چنانچہ حضرت یوسفؑ نے بارہ برس کی عمر میں وہ کام کیا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی
ہے پھر اسمٰعیلؑ ہے کہ جب انکی عمر قریباً ۱۰ سال کی تھی تو اسوقت حضرت ابراہیمؑ نے
انکو فرمایا بیٹے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں جسکو سنکر آپ نے
بڑی دلیری سے فرمایا کہ خدا کی جو مرضی ہے کیجیے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا
ہے کہ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ
اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۔ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا
تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ حضرت اسمٰعیل نے اس چھوٹی سی
عمر میں اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی اور فوراً خدا کی مرضی پوری کرنیکے لیے تیار ہو گئے۔

پھر حضرت داؤدؑ نے بارہ برس کی عمر میں وہ کام کیا کہ حیرت اور سکتہ ہوتا ہے پھر حضرت عیسیٰؑ نے بھی جو کچھ کام ناصرہ اور اسکے گرد و نواح میں کیا وہ تینتیس برس کی عمر کے اندر ہی تھا ہمارے نبی کریمؐ نے بھی نوجوانی کی عمر میں حاجیوں کی خدمت اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لیے ایک انجمن بنا رکھی تھی یہ تو انبیاءؑ کا حال ہے دوسرے لوگوں میں بھی اسی قسم کی بہت سی نظیریں مل سکتی ہیں۔ حضرت علیؓ نے نوجوانی کی عمر میں ہجرت کے دن اپنی جان نبی کریمؐ کے بدلہ خطرہ میں ڈالکر ہمارے لیے ایک نیک نظیر قائم کر دی ہے اور آپ لوگوں میں سے بہت سے اس بات سے واقف ہونگے کہ بدر کی لڑائی میں چودہ چودہ برس کے دو لڑکے بھی شریک ہوئے تھے جنہوں نے ابوجہل جیسے کفار مکہ کے سردار کو پہچان کر جا پکڑا اور جو بوجہ ہتھیار کے پاس نہ ہونے کے ایک اور صحابی کی مدد سے اسکو قتل کیا۔ پس بیشمار نظیریں انبیاءؑ کی اصحاب کے تابعین کی ایسی مل سکتی ہیں کہ انہوں نے نوجوانی کی عمر میں اسلام کی خدمت کی اور اسکا روشن چہرہ دنیا کے سامنے کیا ۔ پس کیا وجہ کہ آجکل کے نوجوان اس کام سے پہلو تہی کریں اور اپنی مشغولیت کا عذر کریں کیا پہلے لوگوں میں مشغولیت نہیں ہوتی تھی کیا وہ ہمیشہ فارغ تھے؟ نہیں انکو بھی کام ہوتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے مگر ہم میں سستی ہے ورنہ ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں دو پیر ہیں دو آنکھیں ہیں دو کان ہیں ناک ہے اور منہ ہے جیسا کہ انکا تھا اور خدا نے ہمیں بھی انکی طرح دل دیا ہے کہ ہمت و استقلال سے کام کریں اور دماغ دیا ہے کہ تدبر و غور کریں۔ اور عقل دی ہے کہ سمجھیں اور فہم و ذکا دیا ہے کہ بات کی تہ کو پہنچیں پس اگر ہم اپنی طاقتوں کو ضائع کریں اور برمحل استعمال نہ کریں اور عقل و فہم سے کام نہ لیں تو یہ ہمارا اپنا قصور ہے اور ہم ہی اس کوتاہی کے ذمہ دار ہیں ہمارے پاس وہ سامان موجود ہیں جو پہلوں کے پاس نہ تھے اور دین کو پھیلانے کیلئے اگر

قدم کے اسباب مہیا ہیں کہ ہمارے بزرگ اُنکے واقف تک نہ تھے پس ہم کیوں اُنکے
پیچھے رہیں۔ خدا نے ہمیں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پر چلنے کا حکم دیا ہے
پس ضرور تھا کہ وہ ہمیں بھی وہی طاقتیں اور توفیقیں بخشتا سو اُس نے اپنے فضل
سے ہم کو وہ عنایت کی ہیں۔ ہاں اب یہ ہمارا فرض ہے کہ سُستی اور کاہلی کو
چھوڑیں اور اُس راستہ پر قدم ماریں جس پر ہم سے پہلے لوگ چلے۔ ہمارا پیارا
مسیح اپنی وصیت میں فرماتا ہے کہ "تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں
اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو اگر تم
پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کے منشا کے مطابق تمہیں
کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک برگزیدہ قوم ہو جاؤ گے" پس اے دوستو! جس کام
کے کرنے کا ہم نے ارادہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جانکر ہم نے وعدہ کیا
ہے وہ کوئی آسان نہیں بلکہ ایسا مشکل ہے کہ آدم سے لیکر حضرت خاتم النبیین تک اور آپ سے
لیکر حضرت مسیح موعود تک تمام انبیاء و اولیاء کرتے رہے ہیں اور اُنکی راہوں میں بڑے
بڑے مصیبتوں کے پہاڑ روک بنے ہیں اور اس کام کے کرنے کی وجہ سے طرح
طرح کی تکلیفیں انہیں برداشت کرنی پڑی ہیں لیکن پھر بھی ہمیشہ ان انبیاء
کے ساتھ ایک جماعت چھوٹوں بڑوں عورتوں اور مردوں کی ہوئی ہے کہ
جنہوں نے خدا کے منشاء کے ماتحت کام کیا ہے اور اسکو نبھایا ہے پس اب ہم
میں سے ہر ایک کا جو چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا بڑھا ہو یا نوجوان فرض ہے
کہ اس کام کو نیک نیتی سے پورا کرے اور خدا تعالیٰ سے انعام کا مستحق ہو
ہمارا امام ہمیں وصیت کر گیا ہے کہ تمہاری طاقتیں بھی میری ہی طرح ہیں اگر
کوشش اور ہمت کرو گے اور اپنی پاک طاقتوں کو ضائع نہ کرو گے تو تم بھی
اپنے مقصد میں کامیاب ہو گے اور خدا تعالیٰ کی برگزیدہ جماعت میں داخل

ہو جاؤ گے پس ہمت کرو اور استقامت دکھاؤ اور استقلال سے کام لو تو ضرور ہے کہ خدا کی مدد تمہارے شامل حال ہو اور تم اس مقصد میں کامیاب ہو مگر یاد رکھو کہ حوادثِ زمانہ کا مقابلہ کرنا ضروری ہے اور خدا کے لیے دکھ اور تکلیفیں اٹھانی لازمی ہیں پس جب تم اس امتحان میں پاس ہو جاؤ تو خدا کہتا ہے کہ میرا وعدہ اور رحمت تمہارے ساتھ ہوگی اور تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گے مگر وہ جو لغزش کھائیگا اور بزدلی دکھائیگا اور وعدہ پر ثابت قدم نہ رہیگا وہ ہلاک ہوگا اور ضرور ہلاک ہوگا پس بڑھو کہ تمہارے لیے میدان خالی ہے تم نے ارادہ کیا ہے کہ دین اسلام کو چہرۂ دنیا پر روشن کر کے ظاہر کرو اور یہ کام بغیر ایک عظیم الشان مجاہدہ کے نہیں ہو سکتا پھر بھی خدا تمہیں امید دلاتا ہے کہ استقلال اور ہمت سے کام کرو تو میں خود تمہیں مدد دونگا میں اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی وصیت میں سے وہ حصہ تمہیں سناؤں جو میرے اس مضمون سے متعلق ہے اور جسمیں آپ نے ہمیں بشرط ہمت و استقلال کامیابی کی امید دلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ "اور چاہیئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لیے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لیے تلخی کی زندگی اختیار کرو وہ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کریگا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیگا

خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر
اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اسکی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو
موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تلخی اُٹھا لوگے تو ایک
پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے
جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائینگے
لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقوی ایک ایسا
درخت ہے جسکو دل میں لگانا چاہیے وہی پانی جس سے تقوی پرورش پاتی ہے
تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے تقوی ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ
ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے انسان کو اس فضول سے کیا
فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعوی کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا دیکھو
میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا
کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جسکے تمام ارادے
خدا کے لیئے نہیں بلکہ کچھ خدا کیلئے اور کچھ دنیا کے لیئے پس اگر تم دنیا کی
ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث
ہیں اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے
ہو تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کریگا بلکہ تم اس حالت
میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے
جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک
کر کے خدا خوش ہوگا لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب
تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت
ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی

جو تمہارے گھر کی دیواروں میں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا اگر
تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی
محض خدا کیلئے ہو جائیگی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں
کروگے اور تعلق کو نہیں توڑوگے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں
کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں
اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو اگر
تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکوگے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں
کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں
بٹھاؤ اور اسکی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا کہ خدا بھی
عملی طور پر اپنا لطف و احسان تمپر ظاہر کرے کینہ وری سے پرہیز کرو اور
بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو
نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کیے جاؤ۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانیکا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے
پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اسکی طرف دنیا کو توجہ نہیں
وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں انکے لیے
موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں یہ مت خیال
کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردیگا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا
خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اسکی شاخیں
نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان
رکھے اور درمیان میں آنیوالے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا
بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں

صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کریگا اور بدبختی اسکو جہنم تک پہنچائیگی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اسکے لیے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کرینگے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کرینگی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیگی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اسکے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جنکا قدم صدق کا قدم ہے۔"

اس مضمون میں حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں وہ ترکیب بتائی ہے جس سے ہم اپنے مطلب میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ ہمت اور استقلال سے کام لیں اپنے اندر خالص دین کی محبت پیدا کریں نہ صرف قول سے بلکہ عمل سے ایمان کو مضبوط کریں ہماری زندگی ہماری موت سب خدا کے لیے ہو اور ہر ایک کام جو ہم کریں وہ خدا کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے ہو تکالیف کو اور مصیبتوں کو جو درمیان میں پیش آئیں برداشت کریں اور صبر سے کام لیں۔ اور نیکی اور تقویٰ ہر حالت میں ہمارے شامل حال ہو اور یہی وہ راہ ہے جس سے ہمیں کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔ پس چاہیے کہ اگر ہم اپنے مطلب میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان باتوں کا خیال رکھیں اور ان پر عمل کریں۔

اب میں اس بات پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں کہ زمانہ کی حالت کیا ہے اور ہمارے لیے کیا کیا کچھ کرنا ضروری ہے؟ سو دیکھنا چاہیے کہ انبیائے کرام کی

پیشگوئیوں اور آنحضرتؐ کے فرمودہ کے مطابق یہ زمانہ وہ ہے جو بڑا نازک ہے کیونکہ نور اور ہدایت کو چھوڑ کر رکن ظلمت و گمراہی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جدھر دیکھو دنیا طلبی کے منصوبے ہو رہے ہیں ہے دیکھو مال و زر کا دلدادہ ہر ایک ہے ایشیا یورپ افریقہ اور امریکہ کوئی بر اعظم نہیں جو اس بیماری سے بچا ہوا ہو۔ ہر ایک جگہ کے باشندے اسی فکر میں ہیں کہ دولت خواہ جائز طریقوں سے یا ناجائز سے چھوٹے بڑے بچے بوڑھے کمزور طاقتور جاہل عالم غرض دولت یاد ۔ اب سب کو یہی ایک دُھن ہے اور کسی طرف نظر نہیں۔ مذہب ایک ڈھکوسلہ سمجھا جا رہا ہے دین ایک فضول چیز خیال کیا جاتا ہے خدا اور اسکے رسولوں سے ہنسی کی جاتی ہے اور کتب الٰہیہ کی حقارت کیجاتی ہے اگر کسی مقدمہ میں دین کا چرچا ہے بھی تو وہ بھی دنیا کے کمانے میں ایک آڑ کا کام دے رہا ہے دنیا دین پر مقدم کی گئی ہے اور دین کو بالکل بھلا دیا گیا ہے خدا کا حق نہ صرف ادا نہیں کیا جاتا اور مخلوق پر بیجا ظلم ہو رہے ہیں وہ جو خالق تعالیٰ ہے مخلوق کے پیچھے چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ جو رزاق تعالیٰ ہے رزق کے پیچھے بھلا دیا گیا ہے بدیوں کا ایک طوفان ہے جو اُمڈا چلا آتا ہے اور شرارتوں کی ایک آندھی ہے جو دلوں کو تاریک کر رہی ہے آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھا نہیں جاتا کان ہیں مگر ان سے سُنا نہیں جاتا زبان ہے مگر اس سے کام نہیں لیا جاتا دل تو ہیں مگر زنگ آلودہ عقلیں تو ہیں مگر فرسودہ دنیا کو خدا کا شریک قرار دیا گیا ہے اور قیامت پر ایمان نہیں رہا ہر ایک شخص یہی خیال کرتا ہے کہ دنیا کے سوا اور کوئی عالم نہیں جو کچھ نیکی بدی ہے یہیں ہے اور آئندہ کوئی پُرسش نہیں۔ اسکے علاوہ انسان کی پرستش اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ الامان دنیا میں قریبًا چالیس کروڑ انسان ایک کمزور مخلوق کو خدا بنائے بیٹھا ہے کروڑوں روپیہ سالانہ اسکی اشاعت

کے لیے خرچ کیا جاتا ہے کہ خدا پرستوں کو دنیا کی اپج دیدہ لاکر انسان پرست بنایا جائے لاکھوں روپے گرجوں پر برباد کیے جاتے ہیں تو لاکھوں پادریوں پر ہزار ہا کتابیں اور اشتہار لاکھوں تعداد میں ہر سال مریم کے بیٹے کی خدائی منوانے کے لیے جہلا میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ اس زور شور سے جاری ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۔ خواہ عقل سے بعید ہو یا انسان اس مسئلہ کو سمجھ نہ سکے کہ خدا کے اس بیٹے کے کیا معنے مگر بہر حال اس جھوٹے عقیدہ کا آجکل اسقدر زور شور ہے کہ لاکھوں انسان گمراہ ہو گئے ہیں اور جو پشت ہا پشت سے مسلمان کہلاتے تھے آج وہ پکے دہریے عیسائی ہو گئے ہیں اُن اولیا کی اولاد جنہوں نے دنیا میں خدائے واحد کی پرستش پھیلائی تھی آج مریم کے بیٹے کو خدا کا بیٹا بنا رہی ہے غرضکہ دنیا کی بہت خدا کی ذات میں شرک اور دہریت کے خیالات نے دنیا اور اہل دنیا کو ناپاک کر رکھا ہے اور ان گناہوں کی وجہ سے ہر قسم کے گناہوں کا ایک سیلاب آ رہا ہے جس میں انسان غوطہ کھا رہا ہے۔ فسق و فجور کی کثرت ہے تو جھوٹ اور فریب کی زیادتی کسی کو کبر و نخوت گھن کی طرح کھا رہے ہیں تو کسی کو بے حیائی و بے شرمی نے تباہ کر رکھا ہے کوئی شہوات نفسانی کے پنجہ میں گرفتار ہے تو کوئی خواہشات شیطانی کے قبضہ میں ہے غرض بدی بدکاری نفس پرستی خودی خود بینی حسد بغض کینہ بدخواہی بیجا دشمنی بدکلامی بدنظری ظلم جور تعدی بے ادبی گستاخی بدخلقی تنگ ظرفی تحقیر جنگلی ہنسی چغل خوری بدگوئی غیبت ریا۔ فریب بطالی بخل بغاوت اور اسی قسم کے ہزاروں گند ہیں جو دنیا میں پھیل رہے ہیں اور اہل دنیا بالکل بے خبر سو رہے

ہیں اور نہیں جانتے کہ ہم امراض مہلکہ میں مبتلا ہیں۔ اور سخت تعجب کی بات ہے کہ باوجود اسقدر گناہوں اور بدکاریوں کے ایک دنیا ہے کہ اسلام جیسے پاک مذہب پر حملہ کر رہی ہے ہر ایک مذہب کا تیغ اسلام کی طرف پھرا ہوا ہے اور ہر ایک چاہتا ہے کہ کسی طرح اسے ہلاک کر دے۔ اسلام کے خدا کو جو کل نیک صفات سے متصف ہے اور کل طاقتیں اُسمیں پائی جاتی ہیں جو ازلی ابدی خدا ہے جو خالق ہے کل اشیاء کا جو مالک ہے ہر ایک ذرہ ذرہ کا جو رازق ہے ہر ایک چیز کا جو واحد ہے جو قادر مطلق ہے جسکا نہ کوئی بیٹا نہ باپ کوئی اور شریک۔ بُرا کہا جاتا ہے اور اُسی حقیقی معبود کے مقابلہ میں جھوٹے اور خود ساختہ معبود پیش کیے جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ جیسے پاک انسان اور خاتم النبیین کو جو کل نبیوں کا سردار ہے اور جسکا رتبہ کل مخلوق سے بڑا ہے جو مظہر ہے شان خدائی کا جسکے لیے زمین و آسمان پیدا کیا گیا۔ جسپر خدا تعالیٰ نے کمالات نبوت کو پورا کیا اور جسپر اعلیٰ اور مکمل دین نازل ہوا اور جسپر قرآن شریف جیسی جامع علوم کتاب اُتری ایسی گندی گالیاں دیجاتی ہیں اور ایسے بُرے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے کہ سنکر دل کانپ جاتا ہے۔ کوئی بُرا لفظ نہیں جو بدبخت انسانوں نے اُسکے لیے استعمال نہ کیا ہو کوئی گالی نہیں جو اُسے دیگئی ہو کوئی تہمت نہیں جو اُسپر نہ لگائی گئی ہو۔ وہ خیر البریہ نعوذ باللہ ایک ادنیٰ آدمی قرار دیا گیا جسنے کوئی گناہ دنیا کا نہیں چھوڑا اور وہ پاک وجود جس نے بدی اور بدکاری کا بیج دنیا سے نکال باہر کیا اُسے گناہوں کا پھیلانے والا سمجھا گیا وہ جس کے رحم کی کوئی حد نہیں جسکی مہربانیوں سے عرب کے وحشیوں کو رام کر لیا اُسے ظالم اور سخت گیر کہا جاتا ہے اور وہ جس نے دنیا میں علوم و فنون کا خزانہ کھولدیا نعوذ باللہ جہالت کا شائع کنندہ سمجھا جاتا ہے۔

قرآن پاک پر حملے کئے جاتے ہیں اور اسلام کی برائیاں ثابت کی جاتی ہیں۔ دن رات یہی کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح اسلام کو ہلاک کیا جائے اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے جان و مال سے قول و فعل سے اسلام کو ہلاک کرنے کی تدبیریں کی جاتی ہیں اسلام اور مسلمانوں کی ہلاکت کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا پادری ایک طرف اسلام کو ضعف پہنچانے کے لئے لگے ہوئے ہیں تو آریہ دوسری طرف۔ یہ وہ حالت ہے جو اسوقت تمام دنیا میں اسلام کی ہو رہی ہے اگر مذاہب کی ایک کشتی ہے جو اسوقت ہو رہی ہے اور ہر ایک مذہب تمام دوسرے مذاہب کو ہلاک کرنا چاہتا ہے مگر مسلمان ہیں کہ بالکل خواب غفلت میں بے سدھ پڑے ہوئے ہیں دنیا میں تمام مذاہب شرک کی تعلیم دیتے ہیں صرف یہی مذہب ہے جو توحید باری کا سبق دیتا ہے مگر اسکے پیرو بالکل بے پروا ہیں شرک نے توحید پر فتح پائی ہے اور کفر ایمان پر غالب ہے۔ ایک تو اسلام میں اندرونی دشمن ہی بہت سے پیدا ہوئے ہیں جو ہر قسم کے گناہوں کے مرتکب ہیں اور پھر بیرونی دشمنوں نے رہا سہا زور بھی توڑ دیا حضرت مسیح موعودؑ نے خدا کے فضل سے مامور ہو کر تمام مذاہب باطلہ کا رد کیا اور اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا رد کیا اور انہیں ہلاک کیا تیرہ سو (۱۳۰۰) سال کے بعد پھر اسلام اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ عیسائیت آریہ مت سکھ مذہب برہمو سماج یہودیت دہریت۔ ان تمام کے عقائد باطلہ کو توڑ کر رکھ دیا اور ثابت کر دیا کہ اسلام ہی ایک سچا اور پاک مذہب ہے۔ اسلام اور قرآن کی وہ خوبیاں بتائیں کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے اور اعدا نے دل ہار دیے۔ اب خدا کے فضل سے کوئی نہیں جو انکی بتائی ہوئی تدبیروں پر عمل کر کے ان مذاہب کے مقابلہ میں نیچا دکھے اب ہمارا یہ فرض ہے کہ گل مصالحہ تیار ہے اس سے عمارت کھڑی کر دیں جس

کام کو حضرت مسیح موعودؑ نے شروع کیا تھا اُسے ہم پورا کریں۔ جہاں جہاں مسلمان پائے جاتے ہیں ہم اُنکی کمزوریوں کے دُور کرنیکی کوشش کریں۔ اور دنیا کے ہر گوشہ میں نکلکر اسلام کی خوبیاں بتائیں اور اسکا چہرہ روشن کریں۔ ہمارا یہ عہد کرنا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے کام میں حتی الوسع مدد دینگے اور خدا کی پکار کا جواب دینگے۔ اور خدائے تعالےٰ جو اسوقت دنیا میں چاردانگ اسلام کا بول بالا کرنا چاہتا ہے ہم بھی اُنکی مدد سے اس کام کو کرینگے۔ ہمارا ہر ایک کام خدا کے لیے ہوگا۔ ہمارا چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا کھانا پینا کسی کام کا ارادہ کرنا یا کوئی کام شروع کرنا سب اسی کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ یہی وقت ہے کہ ہم اس کام کو پورے زور سے شروع کریں اور خدائے تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں کامیابی عطا کرے۔ ایک ادنیٰ ہنر کے سیکھنے یا سکھانے کیلئے ہمیں برسوں کوشش کرنی پڑتی ہے اور دن رات عرق ریزی کرنی پڑتی ہے تب جاکر اصل مدعا حاصل ہوتا ہے تو اسقدر بڑے کام کو شروع کرکے اگر ہم یہ چاہیں کہ چند دن یا مہینہ میں ختم ہوجائے تو یہ بعید از عقل بات ہے۔ اسوقت ہر ایک جگہ دنیا دین پر مقدم کی گئی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرکے دکھا دیں اور ایسا اثر کریں کہ ہر جگہ دین ہی مقدم کیا جائے جو کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں نیکوں کی اور شیطان کی آخری جنگ ہوگی اور شیطان اپنی کل فوجوں کے ساتھ حملہ کریگا اور اپنی ساری طاقت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں خرچ کریگا اور ہر ایک ذریعہ اُنکے برخلاف استعمال کریگا اور سب فریب جو وہ جانتا ہے کام میں لائیگا پس ایسے موقعہ پر مقابلہ بھی سخت ہونا چاہیئے اسلام کا پھیلانا معمولی بات نہیں ہمیں اپنا پورا زور خرچ کرنا ہوگا اور عاجزی سے الحاح

سے خدا کے حضور میں دعا کرنی ہوگی کہ وہ ہمیں کامیاب کرے۔ دیکھو حضرت مسیح موعود اس مقابلہ کے بارہ میں اپنی کتاب نصرت الحق میں لکھتے ہیں کہ

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دین احمد پر تبر — کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور انکے وہ وار
کونسی آنکھیں جو اسکو دیکھکر روتی نہیں — کونسے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج — اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک — کیا یہ شمس الدین نہاں ہو جائیگا اب کی بار
جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا — دل گھٹا جاتا ہے یا رب سخت ہے یہ کارزار
ہر نبی وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر — کر گئے وہ سب دعائیں باد و چشم اشکبار
اے خدا شیطاں پہ مجھکو فتح دے رحمت کے ساتھ — وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
جنگ یہ بڑھکر ہے جنگ روس اور جاپان سے — میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچکر — اے مری جاں کی پنہ فوج ملائک کو اتار
بستر راحت کہاں ان فکر کے ایام میں — غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبہائے تار
لشکر شیطاں کے نرغہ میں جہاں ہے گھر گیا — بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان کسقدر زور لگا رہا ہے کہ اسلام کا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر نہ ہو پس اسکے لئے ضروری ہے کہ ہم اول تو اپنے دلوں کو صاف کریں ہر ایک احمدی اپنے اندر ایک خاص امتیاز رکھتا ہو جو اسے دوسروں سے ممتاز کرے۔ ہمارے اندر نیکی کا بیج بو یا جائے۔ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور سوائے خدا کے اور کسی سے نہ ڈریں تقویٰ زہد ورع اور نیکی ہمارے ہر کام میں پائی جائے۔ اسلام کی محبت دلوں میں جاگزین ہو خدا کا شریک کسی کو نہ قرار دیں نہ قولاً نہ فعلاً۔ ہر ایک کام خدا کے لئے ہو۔ اور اسکے ارادہ کے ماتحت ہمارے ارادے ہوں اور جو اسکی مرضی ہو وہ ہماری مرضی ہو۔ غرضیکہ ہمارا نفس ہماری جان

ہماری خواہشات ہماری آرزوئیں سب دنیا کے لیے ہوں اور ہم ایسے ہو جائیں گویا کہ نہیں ہیں ہم ایک بیجان وجود کی طرح ہوں جو بغیر کسی کے ہلانے کے ہل بھی نہیں سکتا۔ ہر وقت ہمیں اپنی نیکی اور دوسروں کی بھلائی کی فکر ہو ہمارا اخلاق ہمارے عادات ہمارا چال چلن ہماری رفتار ہماری گفتار نیک ہوں تکبر و نخوت خودی و خود پسندی۔ حرص و آز لالچ اور دنیا طلبی ہم میں باقی نہ جائیں۔ غرضکہ اس کام کو کرنیکے لیے اول ضروری بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے نفسوں کو ٹھیک کریں اور نیکی اور تقوٰی اختیار کریں کیونکہ واعظ بے عمل کی بات اثر نہیں کرتی۔ اور وہ جو کہتا ہے اسکو کرتا نہیں اُسکی بات رائیگاں جاتی ہے۔ پھر ہمیں اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ لکھا ہے کہ اگر کسی کی بات سے کوئی شخص ہدایت پا جاوے تو اُس ہدایت پانیوالے کے اعمال کے ثواب کا ایک حصہ ناصح کو بھی ملتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دوستوں کو آشناؤں کو واقفوں کو رشتہ داروں کو ہر وقت یا جب کبھی مناسب موقعہ ہو نصیحت کرتے رہیں۔ اور انہیں نیکی اور تقوٰی کی ترغیب دیتے رہیں۔ پھر ہمیں ساتھ ہی دعاؤں کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے ایک دوسرے کے لیے دعائیں کرنے سے بہت فوائد میسر آتے۔ اور بہت سی مشکلات حل ہوتی ہیں اور بہت سے مطلب پورے ہوتے ہیں دعا ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے سخت سے سخت و مشکل کام انجام کو پہنچتا ہے اور جسکو انسان ناممکن سمجھتا ہے وہ ممکن ہو جاتا ہے اور وہ جسکے لیے دنیا کے سامان اور اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور امید ساتھ چھوڑ دیتی ہے دعا اُسے کامیاب کر دیتی ہے مگر ضروری ہے کہ دعا اپنی حد کو پہنچ جائے پھر ہمیں ایک دوسرے کی ہمدردی کرنی چاہیے کیونکہ ہمدردی سے بھی بہت سے کام نکل آتے ہیں ہر ایک انسان جو کام شروع کرتا ہے اُس میں خدا کے فضل سے

کامیاب ہوتا ہے کیونکہ کامل ہمدردی کا احساس پیدا ہوتی ہے کیونکہ جب انسان
میں قوت احساس پوری ہوتی ہے تو وہ دوسرے انسان کی تکلیف کو یا راحت کو
محسوس کر کے بہتر کو اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے اور جو شخص کسی اور کی تکلیف یا راحت کا
احساس کرتا ہے وہ اپنے کام کی اہمیت کو اور زیادہ سمجھ سکے گا پس ہمیں ہمدردی
کی قوت پیدا کرنی چاہیئے تاکہ ہم میں اپنے کاموں کا احساس پیدا ہو اور احساس سے
جوش اور عقیدت۔ پھر ایک اور بات ہے جس سے ہمیں ان مقاصد میں کامیابی ہو سکتی
ہے وہ یہ ہے کہ جو نیک ارادہ ہمارے دل میں پیدا ہو فوراً اسکو پورا کریں کیونکہ
اس سے نیکی کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور نیکیاں کرنے کی ترغیب ہوتی ہے اور
جسقدر نیکیاں ہوں اسیقدر بدی کا قلع قمع ہوتا ہے اگر کسی شخص کے دل میں کوئی
تجویز اسلام کی خدمت کی سوجھے اور وہ اس بات کا منتظر ہے کہ پھر کبھی کرینگے
تو ممکن ہے آئندہ زمانہ میں وہ اسباب مہیا نہ ہوں یا وہ بات ہی یاد نہ رہے یا وہ
دل ہی نہ رہے کیونکہ دل خدا کے اختیار میں ہیں وہ جس طرف چاہے پھیر دے
پس ہر وقت نیکیاں کرنے پر تیار رہنا چاہیئے۔ پھر جوش و استقلال کا مادہ پیدا کرنا
چاہیئے اور اس سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ جوش و استقلال کے بغیر کوئی کام نہیں
ہو سکتا جب انسان کے دل میں ایک بات کے کرنے کا جوش ہی نہیں تو وہ اسے
بے فائدہ سمجھکر یا تو چھوڑ دیگا یا آئندہ کے زمانوں پر ٹالتا جائیگا اور اگر جوش بھی
ہوگا تو استقلال کے بغیر کسی کام کا نہیں کیونکہ ایک کام کچھ مدت کر کے چھوڑ دینے
سے بہتر ہے کہ وہ کیا ہی نہ جائے۔ پھر قرآن و حدیث سے آگاہی ہونی چاہیئے کیونکہ
قرآن شریف علوم الٰہیہ کا سرچشمہ ہے جو اس سے ناواقف ہے وہ نہ تو خود علوم
الٰہیہ سے واقف ہو سکتا ہے نہ دوسروں کو واقف کر سکتا ہے پھر حدیث بھی
ان کی تشریح کرتی ہے جو کہ قرآن شریف میں مجملاً تحریر ہیں اسکے بعد ضرورت

اقدسؑ کی تحریروں سے واقفیت پیدا کرنی چاہیئے کیونکہ وہ کتابیں خدا کے ارادہ کے ماتحت اسی غرض سے لکھی گئی ہیں کہ تا کہ دین اسلام کا روشن چہرہ دنیا پر ظاہر ہو پس وہ کام جو خدا کے ارادہ کے ماتحت ہو وہ انسانی منصوبے بہت بہتر ہے پس جبکہ ہم نے بھی وہی کام شروع کیا ہے تو چاہیئے کہ ہم اُس علوم کے ذخیرہ سے اچھی طرح سے واقف ہوں اور ہر ایک بات جو نئی تحریر ہے ہمارے ذہن میں موجود ہو تا کہ ہمارے مقصد میں کامیابی ہو پھر ساتھ ساتھ جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا ہے علم اور خوش اخلاق ہو کیونکہ اس کے بغیر انسان کو تبلیغ دین کا موقعہ نہیں مل سکتا چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ یعنی اپنے گال لوگوں کے لیئے نہ پھلا یعنی اُن سے بدخلقی سے پیش نہ آ۔ پھر صبر کرنا بھی تبلیغ دین کے لیئے ضروری ہے کیونکہ جب تک مصیبتوں کی برداشت نہ ہو اور آزمائشوں پر صبر نہ ہو تو کامیابی مشکل تو کیا محال ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں پھر چاہیئے کہ ہم تحریر و تقریر میں پورے مشاق ہوں کیونکہ جب تک ہم اپنے خیالات کو اظہار اچھی طرح سے نہ کر سکیں تب تک کس طرح سے تبلیغ دین کر سکتے ہیں۔ پھر آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنا بھی ایک بڑا ضروری مسئلہ ہے کیونکہ جو کام جماعت سے ہو سکتے ہیں۔ وہ اکیلے اکیلے نہیں ہو سکتے اب میں مضمون کو ختم کر چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ لوگ سب ملکر شیطانی چیزوں کا بائیکاٹ کریں ہندوستان میں بہت لوگ سودیشی اور بائیکاٹ کے راگ گا رہے ہیں اور سوراجیہ کی خواہشیں بہتوں کے دلوں میں ولولہ پیدا کر رہی ہیں مگر ہم کو ان دنیاوی سلطنتوں سے کوئی تعلق نہیں یہ چونکہ حق ہے اگر مبارک ہوں ہم بھی حضرت

مسیح موعودؑ کی طرح ہی کہتے ہیں کہ آج گورنمنٹ ہند قیصر کو مبارک ہو مدام ہمیں
دین کی ترقی کی ضرورت ہے دین تباہ ہو رہا ہے ہم دنیا کو کیا کریں تمام انسان
دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس چند روزہ زندگی کے لئے خدا کو بھلا
بیٹھے ہیں اور شیطان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اُسکی فرمانبرداری کرتے
ہیں اُسکے خیالات پر چلتے ہیں ہمارے لئے میدان خالی ہے یہ وقت ہے
کہ ہم دین کی مدد کریں خدا سے مدد کے امیدوار ہوں پس چاہیئے کہ ہم بھی
اس وقت تمام شیطانی اعمال کو بائیکاٹ کریں ہماری سلطنت خدا کی اطاعت
ہے یہی ہماری خوشی ہے شیطانی تصرف سے ہمارا دین تباہ ہو رہا ہے اس
لئے اب وہی سودیشی کا نسخہ ہمیں بھی استعمال کرنا چاہیئے جبتک کہ شیطانی
چیزوں کا بائیکاٹ ہم اچھی طرح نہ کرینگے اس وقت تک کامیابی محال ہے دیکھو
دیکھو لوگ دنیا کے پیچھے اپنی جان و مال کی پروا نہیں کرتے تو کیا یہ ہمارے
لئے شرم کا موجب نہیں کہ ہم دین کے لئے کچھ کام کرنے سے ہچکچائیں یہ موقعہ
ہے چاہیئے کہ ہم اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ خدا نے ہم پر احسان کیا
ہے کہ ہم میں سے مسیح کو پیدا کیا اور ہمارے ملک کو اس سے بابرکت
کیا اگر وہ چاہتا تو فارس یا عرب میں اسے پیدا کرتا کیونکہ وہ اسلامی
ممالک ہیں لیکن اس نے اپنے فضل سے ہمیں چن لیا پس ہمیں
بھی چاہیئے کہ ہم بھی اپنے آپ کو اس کام کے لائق ثابت کریں وقت
گذرتا جاتا ہے اور ایک ایک لمحہ ایسا قیمتی ہے کہ پھر اس کا ملنا محال ہے
خدا کا نبی ہم میں آیا اور گذر بھی گیا۔ لیکن ہم نے کوئی ایسی تبدیلی نہیں کی
صحابہ کے کارنامے ہمارے لئے نظیر ہیں چاہیئے کہ جو وقت باقی رہ گیا ہے
اس میں ہم انکی پیروی کرکے ثواب دارین حاصل کریں ورنہ وقت کے

گذر جانے پر ہزار حسرت بھی یہ زمانہ واپس نہ آئیگا - اور بجائے ثواب کے الٹا عذاب ہوگا پس اے میرے دوستو! یہ وقت ہے کہ ہم کچھ کریں اور دین کی خدمت میں کچھ حصہ لیں کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور موت ہردم قریب ہو رہی ہے - ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ایک وعدہ کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرینگے اور دین اسلام کو پھیلائینگے اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ کے ہاتھ پر اس وعدہ کو دوہرایا اگر اب ہم سستی کرینگے تو وہ وعدہ خلافی ہوگی حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دفعہ بیعت کی نسبت فرمایا ہے کہ "جب کوئی اس عہد اور اقرار کو توڑیگا تو پھر عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی توہین کرتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کے حضور مجرم ٹھہرایا جاتا ہے اور سزا کے لائق ہے" (الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء)
اب اس دعا پر میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اپنی غریب نوازی سے کام لے کر اپنے خاص فضل سے احمدیوں کو توفیق دے کہ ہم نے جو عہد کیے ہیں انکو پورا کریں اور دین اسلام کے پھیلانے کا کام جو ہم نے شروع کیا ہے اس میں کامیاب ہوں - وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین -

(مرزا محمود احمد)

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابر کرم بحر سخا کچھ تو ادھر بھی

دنیا میں ایسے آدمیوں کی تعداد بکثرت موجود ہے جنکو تخیل بھی ہرگز نہیں کہ

جا سکتا کہ وہ نہیں دوروں میں ضرور تیز ہو لیکن ساتھ ہی تنگی ظرف اور تنگدلی بھی ہوتے ہیں
وسعت قلب علاوہ حوصلہ نہ ہونے کے باعث وہ ضرورتمندوں اور مانگنے والوں کی کثرت کو سکون
قلب اور تحمل کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے۔ دنیا میں پانچوں انگلیاں یکساں نہیں ہیں اسلئے بہت زیادہ ممکن ہے کہ ہماری جماعت میں بھی ایسے پست خیال شخصوں کی
کوئی تعداد موجود ہو جو یہ کہتے ہوں کہ ہم کہاں تک چندے ادا کریں ایک دو نہیں ہیں بلکہ
ضرورتیں سلسلہ کے متعلق آئے دن پیدا ہوتی رہتی ہیں اور ہم سے روز نئے
نئے چندے طلب کئے جاتے ہیں پس ایسا کہنے والے ہرگز یا خلاص دارین کو
بے حقیقت اور نصرت الٰہیہ کو کم قیمت سمجھتے ہیں ہرگز میرے مخاطب نہیں اور
ایسے پست ہمتوں کی جانب ہرگز میرا روئے سخن نہیں۔ میں اپنے اُن بہادر و
باہمت خدا کے نیک بندوں اور پیارے بھائیوں کی خدمت میں ملتمس
ہوں جن میں اکثر متوسط الحال اور غربا شامل ہیں کہ وہ اپنے گاڑھے پسینے بہا بہا
حاصل کی ہوئی کمائی میں سے جس طرح اور بہت سی دینی ضرورتوں کو پورا کرنے میں
بہت دکھا رہے ہیں اسی طرح اپنے قومی صدر مقام دارالامان کی لائبریری یعنی دارالکتب
احمدیہ کا بھی خیال رکھیں اور جب وہ گل اور ثمر پھیلنے پر آئیں تو پھر ادھر بھی کچھ بھیجیں گے
دارالکتب کیسی ضروری چیز ہے اور قوم کو اسکے شاندار بنانیکی کسقدر ضرورت ہے یہ بات ایک
مستقل رسالہ میں بیان کیجا سکتی ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ
نے دارالکتب احمدیہ کو اپنا شاندار کتب خانہ عطا فرمایا ہے۔ ایک معقول حصہ حضرت امیر
کے کتب خانہ کا لائبریری کے مکان میں آ چکا ہے لیکن مکان اور الماریوں کے نہ ہونیکی باعث
اب وہ حضرت امیر کے کتب خانہ پر قبضہ کیا جا سکتا ہے نہ حضرت نواب صاحب۔ سو ہر شخص کو یکا موقع
ہو کہ وہ حسب منشا اپنا کتب خانہ دارالکتب کو عطا فرماویں۔ مکان اور الماریاں وغیرہ سامان کیلئے
جس کی ضرورت ہے روپیہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ضرور فراہم ہو جائیگا۔ دیکھئے کون کون سی قوم

دارالکتب کے متعلق دریافت طلب بات ہو تو اس عاجز سے دریافت کریں۔ والسلام

انجمن تشحیذ الاذہان کے اغراض و مقاصد اور ضروری قواعد وغیرہ

(۱) اس انجمن کی غرض یہ ہے۔ کہ نوجوانان سلسلہ عالیہ احمدیہ کو تقریر و تحریر میں مشاق بنایا جاوے۔ اور اس غرض کو پورا کرنے کے لیے الف۔ پندرہ روزہ جلسے کئے جاویں۔ ب۔ ممبران کو بار بار تحریک کیجاوے کہ وہ مضامین لکھیں جو رسالہ تشحیذ الاذہان میں جو اس انجمن کے ماتحت ماہوار نکلتا ہے۔ درج کئے جاویں۔

(۲) ہر ایک احمدی نوجوان اس انجمن کا ممبر ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسکی عمر ۱۸ سے ۳۵ سال کے اندر اندر ہو۔

نوٹ۔ جو احباب ۳۵ سال سے زائد عمر کے ہوں۔ وہ اسکے معاون بن سکتے ہیں

(۳) ہر ایک ممبر کو ۴؍ ماہوار چندہ دینا پڑیگا۔ اور اس میں رسالہ مفت دیا جاویگا

(۴) ہر ایک ممبر کیلئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ کبھی کبھی رسالہ کیلئے مضمون لکھے

(۵) ہر ایک ممبر کو جو قادیان میں رہتے ہیں۔ پندرہ روزہ جلسوں میں لیکچر دینے ہوں گے۔ اور جو بیرونی ممبر ہیں۔ وہ اگر کسی جلسہ کے موقعہ پر تشریف لائیں۔ تو انکو بھی لیکچر دینا ہوگا۔

نوٹ۔ قاعدہ ۳، ۴، ۵ جیسا کہ ممبروں کے لیے ضروری ہے۔ ویسا ہی معاونوں کے لیے ضروری ہے۔

رسید زر بابت ماہ جمادی الاول

سنہ ۱۳۲۷ ہجری

۱۱۹ مولوی سکندر علی صاحب	قیمت رسالہ	عار
۵۹۵ محمد عبد اللہ صاحب	"	عہ
صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب چندہ ممبری		عار
۲۳۱ - نذیر محمد صاحب چپڑاسی	قیمت رسالہ	عار
۴۰۱ - امام بخش صاحب	"	عہ
۲۸۳ - کریم بخش صاحب	"	عار
۳۰۰ - سید بورے شاہ صاحب	"	عہ
۴۸۵ - عزیز بخش صاحب	"	عار
۳۹۲ - چودھری پیر اندتا صاحب	"	عار
۱۹۷ - حافظ غلام رسول صاحب	"	عار

محاسب

بقایا داران

جن اصحاب نے ابتک سالِ گذشتہ کی قیمت ادا نہیں کی یا جنکی طرف سابقہ بقایا ہے وہ مہربانی کرکے بہت جلد فرماویں ورنہ وی پی ارسال ہونگے۔ (مینجر)

(مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب چھپا۔)

جلد ۴

نمبر ۷

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

[illegible]

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (۲) دو روپیہ اور طلباء سے (۱) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ رجب ۱۳۲۷ ہجری | مطابق ماہ اگست ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

باجازت حافظ عبدالرحیم صاحب باہتمام مرزا برکت علی صاحب مینیجر [illegible] قادیان [illegible] شائع ہوا

التماس

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مع صاحبزادہ صاحب میرزا بشیر احمد صاحب۔ میر محمد اسحٰق صاحب و مولانا سید سرور شاہ صاحب سیر کے لیے سری نگر کشمیر تشریف لے گئے ہیں۔ امید ہے کہ آنجناب جلد اپنے سیر و سیاحت سے ناظرین رسالہ کو مسرور فرمائیں گے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان مورخہ ۱۵ جولائی [illegible] سے بوجہ تعطیلات موسم گرما ڈیڑھ ماہ کے لیے بند ہے۔ اکثر اصحاب اپنے اپنے مکان پر تشریف لے گئے ہیں۔ امید کیجاتی ہے کہ اس رسالہ کیلئے خریدار مہیا کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

حافظ عبد الرحیم صاحب مینیجر رسالہ ہذا بوجہ علالت طبع کے ڈیڑھ ماہ کی رخصت لیکر مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے ہیں۔ باوجود بیمار ہونیکے خریدار پیدا کرنیکے لیے کوشاں ہیں۔ رسالہ کی ترقی کا انکو خاص طور پر فکر رہتا ہے جزاہ اللہ احسن الجزا۔ خدا کرے کہ دیگر احباب کے دلوں میں بھی اس رسالہ کی نشو و نما کا جوش پیدا ہو مبران رسالہ سے ایک عرض۔ برادران چونکہ یہ رسالہ محض اسواسطے جاری کیا گیا ہے کہ نوجوانِ سلسلہ قلم کے ذریعے اپنے پاک مذہب مذہب اسلام کی اشاعت دنیا میں کریں۔ لہٰذا میں ان صاحبان سے جو کہ قلم اٹھانے میں دریغ کرتے ہیں ملتمس ہوں۔ کہ خدا کے کام ہو کر ہی رہتے ہیں۔ مگر مبارک ہیں وہی لوگ جو کہ ایسے وقت میں مدد دیتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر اجر پا لیتے ہیں اگر آپ لوگ سستی دکھائیں گے۔ تو وہ ذات کریم اور بہت سے اصحاب پیدا کر دیگا جو اسکے دین کی نصرت کرینگے اور ہر طرح کے انعامات کے وارث ہوں گے۔

بلغت ایں برزخ است [illegible] آسمان است ایں ہر حالت شور پیدا۔

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محمد بن قاسم فاتح ہند

خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب سے اکثر ناظرین واقف ہونگے کیونکہ آپ دارالکتب احمدیہ کے نائب افسر ہیں اور دور رسالت کے متعلق آپکے بعض مضامین رسالہ میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور آپ تشحیذ الاذہان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر ہیں۔ آپنے ناظرین تشحیذ الاذہان کو پہلے بھی ایک تاریخی مضمون سے دعوت دی ہے۔ جس سے ناظرین بہت محظوظ ہونگے۔ اس مضمون کو ذیل میں درج کرکے ناظرین کی خدمت میں یہ التماس کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اس کو خاص توجہ سے پڑھا جاوے۔ اس مختصر مضمون سے مندرجہ ذیل امور پر نہایت اچھی طرح روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ مسلمان فاتحوں نے ہندو مفتوحین سے کیسے کیسے سلوک کئے۔

۲۔ مسلمانوں نے کس طرح ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے دئے۔ حتیٰ کہ خزانہ کی کنجیاں تک ان کے حوالہ کر دیں۔

۳۔ مسلمانوں کو اپنے افسروں کی کیسی اطاعت کرنی چاہیئے۔

۴۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے سلوک کے عوض میں انسے کیسی غداری کی۔ اور بھلائی کا بدلہ برائی سے دیا۔ ایڈیٹر

دنیا کے مشہور و نامور فتحمندوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد حضرت خالد بن ولید۔ سعد بن وقاص۔ ابو عبیدہ و ابن جراح یا تیمور و محمد

وغیرہ کے نام جس طرح مشہور ہیں۔ اسی طرح طارق اور محمد بن قاسم کے نام بھی آسمان شہرت
کے ستارے بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ طارق اور محمد بن قاسم دونوں کے نام ساتھ
ساتھ اسواسطے بیان کیے گئے کہ ان دونوں کے حالات اور عادات وخصائل اور ڈھنگ
دشمنوں میں کسقدر مشابہت ہے۔ محمد بن قاسم ملک ایران وعراق وغیرہ کے
ویسرائے کا نائب تھا اور طارق شمالی افریقہ کے ویسرائے کا نائب۔ طارق
مراقش کے ساحل سے جہازی بحری میں سوار ہوکر اندلس پہنچا اور اپنی فتوحات سے
دنیا کو حیران کردیا۔ ادھر محمد بن قاسم نے فارس سے جہاز بری (اونٹ) پر روانہ
ہوکر ہندوستان میں طارق سے بھی بڑھکر کامیابیاں حاصل کیں۔ ۹۳ ہجری
نبوی مطابق ۷۱۲ء میں خلیفہ ولید بن عبدالملک نے دنیا کے نہایت نامور بدخو
کسقدر سخت گیر انسان یعنی حجاج کو اپنی وزارت کے عہدہ سے تبدیل کرکے
ممالک عراق کا ویسرائے مقرر کیا۔ حجاج کے ظلم وستم کی بڑی شہرت ہے اور
عموماً اسکا نام حقارت ہی سے لیا جاتا ہے مجھکو اس سے ایک سبق حاصل ہوا
وہ یہ کہ بیجا تشدد اور زیادتی انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ خوبیوں پر بھی پانی پھیر دیتی
ہے اور اس تشدد اور سخت گیری کے ایک عیب کے سامنے انسان کی بڑی
بڑی نیکیوں اور خوبیوں کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ حجاج وہ شخص ہے جسکی ایک
ادنیٰ سی توجہ کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام شام۔ ایشیائے کوچک۔ مصر۔ طرابلس۔ الجیریا
مراقش وغیرہ ممالک کی زبان آجتک عربی ہے۔ کسی ملک کی زبان کو بدل دینا
کوئی معمولی کام نہیں۔ ذرا آنکھیں بند کرکے سوچو اور غور کرو کہ حجاج کتنی بڑی شخصیت
کا کام تھا جسکے ایک معمولی سے اشارے نے بیسیوں ممالک کی مادری بولیوں کو
عربی سے تبدیل کردیا۔ میں جب حجاج کے اس قیمتی کام کا تصور کرتا ہوں تو دل
سے اسکے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ چونکہ اسوقت حجاج کی سوانح عمری لکھنا مقصود

نہیں ہے اسلئے اصل مدعا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حجاج کے ماتحت ایران کے
تمام صوبے اور شام۔ الجزیرہ۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ ترکستان وغیرہ تھے
اور خلیج فارس۔ بحر عرب اور بحر ہند کے تمام جزیروں میں بھی اُسکا حکم نافذ
تھا۔ ایران کے صوبوں میں سے صرف ایک صوبۂ فارس کا گورنر حجاج نے
اپنے داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم کو بنایا تھا۔ دنیا میں بہت ہی تھوڑی مثالیں
ایسی ملیں گی کہ ایک پندرہ برس کی عمر کا لڑکا فارس کا کامیاب گورنر اور دنیا کے
مشہور شہر شیراز کا بانی اور ملک ہندوستان کا فاتح ہو۔ محمد بن قاسم نے
نہایت کامیابی کے ساتھ فارس کا انتظام کیا اُسکی وسعت خیال۔ عالی حوصلگی
اور عقل و شعور کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اُسنے جو شہر آباد کیا اُسکے لیے
ایسا موزون مقام تجویز کیا اور ایسے باسلیقہ لوگوں کو آباد کیا کہ آجتک شیراز
کی خوش سلیقگی ضرب المثل کے طور پر بیان کیجاتی ہے اور شیراز کے محل وقوع
اور اُسکے دلچسپ سواد اور اُسکے شعب بوان کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔
اُسکی نیک نیتی کا ثبوت بھی اس سے ملتا ہے کہ شیراز کی شہرت و عظمت
آجتک لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہی ہے۔ دنیا میں شیخ سعدی اور حافظ اور
عرفی وغیرہ باکمالوں کے زندہ جاوید نام بھی شیراز کی شہرت و عظمت کا باعث
ہیں اور جبتک شیراز سے دنیا واقف رہے گی اُسوقت تک محمد بن قاسم کو
بھی نہ بھول سکے گی۔ یہ سب کچھ محمد بن قاسم کی نیک نیتی کا نتیجہ ہے سیلون
جسکو سرندیپ یا لنکا بھی کہتے ہیں وہاں ایک ہندو راجہ تھا وہ بھی حجاج
کا خراج گذار تھا۔ راجہ نے اپنے یہاں سے بہت سے تحائف و ہدایا کے ساتھ
آٹھ جہاز حجاج کی خدمت میں روانہ کیے۔ ان جہازوں میں بعض مسلمان
سوداگر بھی حج کے ارادہ سے تھے۔ یہ جہاز سیلون سے روانہ ہوکر جب کراچی

کے بندروں میں ہوتے ہوئے خلیج فارس کے راستہ بصرہ میں پہنچنا چاہتے تھے۔ جب کراچی کے قریب پہنچے تو وہاں سمندری قزاقوں نے اُن جہازوں کو گرفتار کر کے لوٹ لیا۔ اُس زمانہ میں سندھ۔ پنجاب۔ گجرات۔ راجپوتانہ وغیرہ ممالک کا ایک راجہ تھا جس کا نام داہر تھا اُسکی راجدھانی سکر بھکر کے قریب ایک شہر تھا جو آجکل زمین کی برابر ہو کر اہل عالم کی نگاہوں سے روپوش ہے۔ اس موقع پر جملہ معترضہ کے طور پر یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی راجہ داہر ہے جسنے جوتشیوں سے اپنی بہن مسماۃ بائی کی نسبت یہ سنکر کہ جو بائی کا شوہر ہوگا وہ سارے سندھ کا راجہ ہوگا اور آپکے پاس سندھ کی حکومت نہیں رہے گی خود ہی اپنی بہن سے شادی کرنے اور اسطرح خود ہی ملک سندھ کا راجہ بنے رہنے کی تدبیر کی ارکان سلطنت کو اس بد ارادہ سے اطلاع ہوئی تو انہوں نے راجہ داہر کو بہت سمجھایا اور اس فاسد ارادہ سے باز رکھنا چاہا لیکن

حاشیہ سلہ ہمنے ملکوں اور شہروں کے وہی نام لینے مناسب سمجھے ہیں جو اس زمانہ میں بولے جاتے ہیں۔ مثلاً سندھ اُس زمانہ میں تمام پنجاب۔ کشمیر۔ گجرات۔ مالوہ۔ راجپوتانہ مشرقی افغانستان۔ بلوچستان وغیرہ ممالک کے مجموعہ پر بولا جاتا تھا لیکن اس زمانہ میں سندھ ایک بہت چھوٹے سے قطعہ زمین کا نام ہے۔ اسی لیے ہمنے محمد بن قاسم کو بجائے فاتح سندھ کہنے کے فاتح ہند مضمون کی پیشانی پر لکھا ہے یا مثلاً اُس زمانہ میں کراچی کو دیبل کہتے تھے ہمنے کراچی لکھا ہے۔ یا اُس زمانہ میں نیرون ایک نہایت شاندار شہر ملک سندھ کا تھا جسکے خرابہ کے قریب ہی آجکل شہر حیدرآباد آباد ہے۔ پس بجائے نیرون کے ہمنے حیدرآباد لکھنا زیادہ مناسب سمجھا۔ اصغر اکبر۔

اور ہمچشموں میں فضیحت ہونے سے ڈرا لیکن بھلا راجہ جی کیوں ماننے لگے تھے۔ ایک رات چندر کی بابت حسب دستور اپنی چادر کا کونا اپنی حقیقی بہن بائی کی ساہی کے آنچل سے باندھ کر آگ کے گرد پھیرے پھرے اور دولہا دولہن تخت پر آبیٹھے۔ آمدم بر سر مطلب راجہ داہر کے پاس حجاج نے قاصد بھیجا کہ ہمارے جہاز اور مال جو لوٹ لیا گیا ہے ہمارے پاس بھیجدو۔ راجہ داہر نے عذر لنگ کرکے بات کو ٹال دیا اور حجاج کے پیغام کی کچھ زیادہ پروا نہ کی۔ حجاج نے اپنے داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل ثقفی کو اس مہم پر مامور کیا اور داہر کی گوشمالی کے لئے چھ ہزار فوج کے ساتھ شیراز سے سندھ کی جانب حملہ آور ہونیکا حکم دیا محمد بن قاسم جو ابھی تک صرف صوبہ فارس کا لفٹننٹ گورنر اور آئندہ فاتح ہند بننے والا تھا چھ ہزار فوج لیکر نہایت مستعدی سے سندھ کی جانب روانہ ہوا۔ کمان ہوتا ہوا۔ بلوچستان کے دشوار گذار راستہ کو طے کرکے ہر ایک سنگ راہ کو ہٹاتا قلعوں کو فتح کرتا ہوا۔ برق و باران کی مانند گرجتا اور برستا ہوا کراچی کے سامنے آموجود ہوا اور کالی گھٹا کی طرح چھا گیا۔ یعنی کراچی کا محاصرہ شروع کردیا۔ محمد بن قاسم کے ہمراہ سامان حرب میں پتھر پھینکنے اور قلعوں کو ڈھانیکے لیئے پانچ منجنیق تھے۔ جنمیں سے ایک خاص خلیفہ کے خاصہ کا اور سب سے بڑا تھا جسکو پانسو آدمی ملکر چلاتے اور گولہ اندازی کرتے تھے اس منجنیق کا نام عروسک تھا۔ محمد بن قاسم نے منجنیق مناسب مقاموں پر نصب کرکے لشکر قرینہ اور ترتیب سے اتار دیا۔ شہر کے اندر ایک بڑا بھاری مندر تھا اُسکے نہایت بلند گنبد پر ایک شاندار جھنڈا نصب تھا جسکا پھریرا بڑی آن بان کے ساتھ لہراتا تھا۔ محمد بن قاسم یہاں کا ذرا ذرا حال تیسرے روز

نہایت وضاحت کے ساتھ لکھکر حجاج کو بھیجتا تھا۔ چنانچہ اس جھنڈے کی بھی کیفیت لکھی گئی۔ ایک دن حجاج کا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ عروسک کے پایہ کو نیچا کر کے اُس جھنڈے کو نشانہ بنا کر اڑا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس جھنڈے کے ٹوٹتے ہی مخالفوں کا دل ٹوٹ گیا۔ ہندوؤں نے آخری مقابلہ کیا۔ اس شہر کا حاکم جو راجہ داہر کی طرف سے نائب السلطنت تھا شہر کو چھوڑ دیا پتا توڑ بھاگا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ مہاراج چھلاوا بنکر کہاں چلے گئے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ رعایا ہر طرح امن و امان سے رہی۔ محمد بن قاسم نے یہاں افواج اسلام کی ایک چھاؤنی مقرر کی ایک شاندار مسجد بنوائی اور ہت سے عرب ہمراہیوں کو ساتھ لیا بہت سوں کو یہاں چھوڑا کچھ نومسلموں اور ہندوؤں کو فوج میں بھرتی کیا اور مناسب جمعیت کے ساتھ نیرون یعنی حیدرآباد کی طرف بڑھا۔ اس شیر کی آمد آمد کی خبر سنکر حیدرآبادیوں نے پہلے ہی وفد بھیجے اور اظہار اطاعت کیا چنانچہ حیدرآباد کو ہر طرح امن و امان سے چھوڑ کر اور ایک مسجد بنا کر لشکر اسلام آگے بڑھا۔ یہاں پانی کی قلت پیاس اور گرمی کی شدت نے بہت ستایا۔ محمد بن قاسم نے نماز استسقا پڑھی۔ ابر آیا۔ برسا۔ اور جل تھل ایک ہو گئے۔ راجہ داہر نے جب اسلامی لشکر کی پیش قدمی اور فتوحات کے حالات سنے تو اسکے کان کھڑے ہوئے اور سامان جنگ فراہم کرنا شروع کیا۔ جوان بخت اور اولوالعزم سپہ سالار نے چلتے چلتے ایک اور بردباری یعنی محمد بن مصعب بن عبدالرحمن ثقفی کو کچھ دیگر ریاست سدوسان کی طرف بھیجا اور وہ کامیاب و بامراد سالماً غانماً واپس آیا۔ محمد بن قاسم نے دریائے مہران اترنے کا ارادہ کیا۔ راجہ داہر کا ایک ماتحت راجہ راسل تھا اُسنے مقابلہ کیا اور دریا کے عبور سے روکا۔ محمد بن قاسم بھلا

کاہے کو رکنے والا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ حریف اپنے تیروں کے حملے سے کسی طرح کشتیوں کو برابر نہیں ہونے دیتا اور پل کا بننا قریباً محال ہے تو یہ عجیب و غریب ترکیب کام میں لایا کہ تمام کشتیوں کو اپنی ہی جانب دریا کے کنارے کنارے ایک قطار میں مضبوط باندھکر بہاؤ کی جانب نیچے کے سرے کو کنارے مضبوط باندھ دیا اور اتنی لمبی قطار بنائی جو دریا کی چوڑائی کے برابر ہو۔ کشتیوں کی اس قطار میں تیر اندازوں کو بٹھا دیا اور ملاحوں کو حکم دیا کہ قطار کے اوپر کے سرے کو دریا کے عرض کی طرف بڑھائیں۔ کنارے سے قطار کا سرا ہٹنا ہی تھا کہ پانی کے بہاؤ نے مدد دی اور آناً فاناً دیکھتے ہی دیکھتے قطار کا سرا دریا کے دوسرے کنارے پر جا پہنچا اور فوراً پل تیار ہوگیا۔ فوج بڑی تیزی اور پھرتی سے دوسرے کنارے پر اترنی شروع ہوگئی۔ راسل اور اس کے ہمراہیوں سے سوائے اسکے کہ فرار کی عار گوارا کریں کچھ نہ ہوسکا۔ مسلمانوں نے دور تک ہندوؤں کا تعاقب کیا جو مقابلہ پر آیا اسکو دوسرے جہان میں پہنچا دیا۔ راجہ داہر کے پاس جو شخص اس شکست کی خبر لایا وہ راجہ داہر کا ایک روشناس اور درباری رئیس امیر تھا وہ راسل کے ہمراہ واقعہ الور میں نہ تھا بلکہ وہ ہر وقت داہر کے پاس بیٹھنے والے مصاحبوں میں تھا۔ اس نے اول شکست کا حال سنا اور داہر سے عرض کیا۔ داہر نے اس مصاحب کو فوراً مروا ڈالا (سبحان اللہ! کیا مردانگی ہے!!)۔

راجہ راسل نے نہایت ادب و عاجزی کے ساتھ محمد بن قاسم کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور فرمانبرداری و اطاعت کا اقرار کیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی درخواست کو منظور کر کے اپنے حلقہ بگوشوں میں داخل کر لیا۔ محمد بن قاسم آگے بڑھا۔ ادھر راجہ داہر سفید ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے بھاری لاؤ لشکر [illegible]

تزک و احتشام سے مقابلہ کے لیے نکلا میدان جنگ میں راجہ داہر نے ہاتھیوں کا قلعہ بنایا اور بڑے بڑے سورماؤں کو قرینہ سے سجایا۔ متواتر چار روز تک لڑائی جاری رہی انجام کار پانچویں روز عرب کے نوعمر سپہ سالار محمد بن قاسم کے اقبال نے ہندوستان کے مہاراجہ داہر کی سطوت و جبروت پر غلبہ پایا اور داہر کی شان و شوکت مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں روندی گئی۔ پانچویں دن کی جنگ و پیکار کی بڑی طولانی داستان ہے خلاصہ یہ ہے کہ داہر کوئی اعلیٰ درجہ کی بہادری نہیں دکھا سکا۔ جب دیکھا کہ اب جان پر آ ہی بنی ہے تو ہاتھی سے اتر کر ایک عرب کا مقابلہ کیا عرب نے تلوار کا ایک ہاتھ اس خوبصورتی کے ساتھ مہاراج کے سر پر لگایا کہ خود اور کھوپری کو بیچوں بیچ سے دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے تلوار سیدھی ناک تک پہنچی اور ایسی ناک کی سیدھ پہنچی کہ ناک کا ایک نتھنا ایک طرف دوسرا نتھنا دوسری طرف چھوڑ کر دونوں نتھنوں کے بیچ کی دیوار کو بھی دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ واقعہ بروز جمعرات بتاریخ ۱۰۔ رمضان المبارک سنہ ۹۳ ہجری مطابق ماہ جون سنہ ۷۱۲ء ہوا۔ راجہ کا بیٹا جے سنگھ جسکو اپنی بہادری پر بہت ہی گھمنڈ تھا اس نے اپنی بہادری کا ثبوت اس طرح دیا کہ اپنے باپ داہر کے مارے جانیکے بعد ترک وطن کر کے برہمن آباد کو بھاگ گیا۔ راجہ داہر کی بہن اور بیوی مسماۃ بائی نے جب اپنے بھائی اور خاوند داہر کے مارے جانیکی خبر سنی تو اول کسنے تھوڑی سی فوج کے ساتھ قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا اور پھر ستی ہو کر خاکستر بن گئی۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت کچھ مال و اسباب آیا قیدیوں میں بیش امرائے عظام کی لڑکیاں تھیں جن میں ایک مسماۃ سائی راجہ داہر کی بھانجی بھی تھی محمد بن قاسم نے ان معزز قیدیوں اور

مال غنیمت کے پانچویں حصہ کو لعب کے ہمراہ مع راجہ داہر کے دو لخت شدہ سر
اور تاج اور علم کے حجاج کی خدمت میں روانہ کیا۔ حجاج بہت خوش ہوا اور
اپنے خط کے ہمراہ اس سب سامان کو خلیفہ ولید بن عبد الملک کی خدمت میں
بھیجا راجہ داہر کی بھانجی کی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عباس کے ساتھ شادی
کرکے سرافرازی و عزت افزائی کی گئی۔ راجہ داہر کے مرنیکے بعد اسکے بیٹے
جے سنگھ نے برہمن آباد میں بھاگ کر پناہ لی تھی گئے وہاں اپنے بھائی اور
بھتیجے اور بھانجے کو جو سب صاحب لشکر و ملک تھے اپنی مدد کیلئے بلایا۔ محمد
بن قاسم عازم برہمن آباد ہوا۔ راستہ میں بھرور اور دھلیل کے دو قلعے سنگ راہ
ہوئے جنمیں سولہ سولہ ہزار فوج ہندوؤں کی تھی اسلامی فوج کے سپہ سالار
نے اپنی فوج کے دو حصے کیے ایک حصہ دن بھر لڑتا دوسرا رات کو مقابلہ
کرتا صبح دن رات برابر لڑائی جاری رہی۔ منجنیق کے ذریعہ سے قلعہ کی
دیواریں بھی شکستہ کی گئیں۔ دو مہینہ کی کشش و کوشش کے بعد دونوں
قلعے فتح ہوئے اور کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے۔ محمد بن قاسم برہمن آباد کی طرف
بڑھا۔ راجہ داہر کے وزیر سی ساکر نے پیام بھیجا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں مجھکو
جان کی امان دیجائے تو حاضر خدمت ہوں۔ محمد بن قاسم نے اسکو عزت و اکرام
کے ساتھ بلوایا۔ بتواضع پیش آیا اور اپنا وزیر بناکر تمام سفید و سیاہ کا اختیار
اسکو دیدیا۔ انتظام ملک میں اسکے مشورہ کو ضروری خیال کرتا اور اس کی
رائے پر عمل کرتا۔ محمد بن قاسم ملکوں کو فتح کرتا اور ہندوؤں کو ہی مفتوح ملک
کی حکومت اپنی طرف سے دیتا اور خراج مقرر کرتا ہوا برہمن آباد کے قریب
پہنچا۔ جے سنگھ تو محمد بن قاسم کے نام سے لرزتا تھا وہ اس شیر بیشۂ قتال کی
آمد کی خبر سنکر بھاگا اور کشمیر کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ لیکن باقی سولہ ہزار لڑنے

مع اپنی کثیر التعداد فوج کے مسلمانوں کا خوب مقابلہ کیا۔ انجام کار برہمن آباد [ست] پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ محمد بن قاسم جب شہر اور قلعہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ کسی شخص کو جو لڑنے کا ارادہ نہ کرے مت مارو۔ جو مقابلہ کرنیوالے اور لڑنیوالے ہندو گرفتار ہو کر محمد بن قاسم کے سامنے آئے اور اُنہوں نے فرمانبرداری کا اقرار کیا اُنکو بھی اس جوانمرد نے چھوڑ دیا اور کہا کہ جاؤ چین و آرام سے اپنے گھروں میں زندگی بسر کرو۔ محمد بن قاسم کے سامنے راجہ داہر کی دوسری لاڈلی بیوی رانی لاڈی اور لاڈی کی دو بیٹیاں اور راجہ داہر کی اور بھی کئی بیویاں اور بیٹیاں گرفتار ہو کر آئیں جو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ حجاج کی خدمت میں روانہ کی گئیں۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد کی حکومت بھی ایک برہمن کو سپرد کی اور ملک کا انتظام اسی طریقہ پر رکھا جیسا کہ ہندو راجہ کے زمانہ میں تھا۔ برہمنوں کی بڑی عزت کی گئی اور اُنکو بڑے بڑے

حاشیہ ست۔ دارائے ایران گشتاسپ کے عہد میں اُسکے ولیعہد بہمن نے ہندوستان میں اپنے نام پر ایک شہر بہمن آباد آباد کیا تھا۔ بہمن آباد سے اس کا نام برہمن آباد مشہور ہوا۔ اور یہی وہ شہر ہے جس پر اب مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ واضح ہو کہ ہندوستان کا تمام ملک مع قنوج کے ایرانیوں اور زابلستانیوں کی ماتحت اور ایک معمولی صوبہ تھا۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے راجے مہاراجے ایران و افغانستان کے بادشاہوں کی غلامی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ اسکے دلائل میں نے اس کتاب کے ایک باب میں ثبت کئے ہیں جو حضرت عالمگیر کے متعلق میں لکھ رہا ہوں۔ اور جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع ہو کر بہت سی غلط فہمیوں کے پردوں کی دھجیاں اڑا دیگی۔ احقر اکبر۔

عہدہ پر مامور کیا گیا۔ بہت سے برہمن مسلمانوں کا نیک برتاؤ دیکھکر گروہ در گروہ
محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب آپ کو خدا تعالیٰ
نے ترک دیا ہے ہم آپکی اس سے بھی زیادہ فرمانبرداری کرینگے جیسی کہ
راجہ داہر کی کرتے تھے۔ محمد بن قاسم نے انکی شرافت کی تعریف کی اور انکے
ہاتھوں میں سونے کے کڑے ڈالکر اور ہر ایک کو ایک گھوڑا دیکر رخصت
کیا۔ عام ہندوؤں پر صرف ۴۸ درم سالانہ کے حساب سے جزیہ مقرر کیا اور ہر قسم
کی تکلیف اور قرضداری سے آزاد کر دیا۔ ہندو تاجروں کو بلایا اور اس
جنگ وجدل کے زمانہ میں جسکا جو نقصان ہوا تھا سب انکو دیا اور رعایا کو
انواع واقسام کی مراعات روا رکھیں۔ برہمنوں کو نسلاً بعد نسل معزز عہدے
اور حقوق عطا کئے۔ برہمن لوگ جو پرگنات ودیہات کے عامل مقرر ہوئے
تھے وہ دیہات میں گئے اور انہوں نے وہاں عام باشندوں کو پیغام
دیئے کہ اب مسلمانوں کی حکومت ہو گئی ہے اگر تمکو مسلمانوں کی رعایا بنکر رہنا
منظور ہے تو رہو ورنہ مشرقی ہندوستان کے اضلاع میں جہاں ابھی تک
ہندوؤں کی حکومت باقی ہے چلے جاؤ تمکو کوئی نہ روکے گا لیکن کسی ایک
شخص نے بھی جانا قبول نہ کیا اور بخوشی بدستور سابق سب پاٹھ پوجا
میں مصروف رہے۔ مسلمانوں کے تسلط کے بعد بتخانے ہندوؤں کے
بے رونق ہو گئے تھے پجاری خود بخود ہی مسلمانوں کے خوف سے مندروں
میں پوجا پاٹ کرنے اور گھنٹے بجانے کیلئے نہیں جاتے تھے اور اسلئے برہمنوں
کی آمدنی میں کمی واقع ہو گئی تھی۔ ایک دن بہت سے برہمن جمع ہو کر محمد بن قاسم
کے دروازے پر آئے اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ "خدا تیرا اقبال ہمیشہ بنا رکھے
ہم لوگ مندروں کے پجاری ہیں۔ تو نے سب پر رحم کیا سوداگروں کا نقصال

دلوایا۔ بُت پرستوں کو ذمی بنا کر اپنے اپنے کاموں اور پیشوں میں لگا دیا۔ ایک مصیبت کے مارے ہم بیچارے رہ گئے ہیں ہم پر رحم کر اور ہمارے بتخانوں کی مرمت کا حکم دے اور اُنکی آبادی کی فکر کر۔ محمد بن قاسم نے حجاج کو خط لکھا کہ جن شہروں پر سخت حملے ہوئے ہیں ہندوؤں کے مندر وہاں خراب پڑے ہیں۔ اب ہندوؤں کو پھر اجرائے رسوم بُت پرستی کی اجازت دینا اور اُنکی مرمت کرنا۔ مندروں کی خود مرمت کرنا گویا بُت پرستی کا معاون ہونا ہے۔ اس معاملہ میں آپ کا کیا حکم ہے۔ اس خط کا جواب حجاج نے لکھا کہ جب ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا تو اُنکو رعایا کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ اب مندروں کی تعمیر اور رسومات کے اجرا کی اجازت دینا چاہیے اور ہندوؤں کے زمانۂ حکومت میں تین روپیہ سیکڑہ جو محاصل ملکی میں سے برہمنوں کو دیا جاتا تھا تم بھی خزانہ سے اُنکو برابر حسب دستور سابق دیا کرو۔ جب حجاج کا یہ حکم آیا تو محمد بن قاسم نے تمام امرا و رؤسا اور برہمنوں کو جمع کر کے سنا دیا اور اُس کی تعمیل کا حکم دیدیا۔ برہمنوں سے کہدیا کہ تمہارے مندر مثل عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادتخانوں اور مجوسیوں کے آتشکدوں کے ہیں اُنسے کچھ تعرض نہ ہوگا۔ جس طرح چاہو اپنے معبدوں کو بناؤ اور جس طرح چاہو اپنے معبودوں کی پرستش کرو۔ برہمن آباد کا عامل جس برہمن کو مقرر کیا تھا اُسکا لقب محمد بن قاسم نے رانا تجویز کیا تھا جو آجتک اسی نام سے اودے پور کے رئیسوں کا چلا آتا ہے۔ شاید راجپوت گزٹ کا ایڈیٹر تو خودکشی کرے کہ جو نام کسی راجپوت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ اور شان و شکوہ کا اظہار کر سکتا ہے وہ ایک عرب کی جوتیوں کا طفیل ہے۔ محمد بن قاسم راجپوتانہ، سندھ، گجرات، مالوہ، وغیرہ ملکوں پر تسلط کر کے آگے بڑھا۔ حجاج نے اپنے جوانمرد اور جوان بخت فتحمند اور فتح نصیب

نیکدل اور فرشتہ خصلت بھتیجے کو خدا کرکے تجھ کو ملک سندھ و ہند کے تمام سفید و سیاہ کا اختیار ہے ہر ایک بات میں مجھ سے اجازت لینا تیرا حزم و احتیاط ہے اور نہایت اچھی بات ہے لیکن فاصلہ چونکہ دور و دراز کا ہے اس لئے تو بغیر میری اجازت کے جو مناسب سمجھا کرے کیا کر۔ صرف اتنی بات کا خیال رکھنا کہ جو لوگ تیری اطاعت کریں ان پر تجھکو رحم و عنایت کرنا چاہیے لیکن جو سرکش اور متمرد ہوں انکو سزا دینا بھی ضروری ہے۔ محمد بن قاسم جب قوم سما کی طرف گیا تو وہ اُسکے استقبال کو ڈھول بجاتے اور گاتے ناچتے ہوئے آئے محمد بن قاسم نے پوچھا کہ یہ کیا غل ہے؟ چنانچہ اُسکو بتایا گیا کہ اس قوم کے یہاں یہ رواج ہے کہ جب نیا بادشاہ آتا ہے تو وہ اسی طرح شادیانے بجاتے ہوئے آتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے تیس دینار انکو انعام میں دیئے۔ قلعہ آلور کے سامنے محمد بن قاسم نے ایک مسجد بنائی۔ راجہ داہر کے بیٹوں نے ایک مرتبہ پھر جمع ہو کر اور بہت سے ہندوؤں کو اپنی مدد کے لیے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کا مقابلہ کیا لیکن حسب دستور قدیم مُنہ کی کھائی اور پیٹھ دکھائی مقام نوہانا اور سستھا فتح ہوئے وہاں کا راجہ جسکی نیوفی فرار ہوا۔ رعایا کو امان کا فرمان سنایا گیا۔ چند واجب القتل سپاہی محمد بن قاسم کے سامنے لائے گئے۔ جلاد حکم کا منتظر تھا۔ کہ ان قیدیوں میں سے ایک نے کہا کہ میں ایک تماشا دکھاتا ہوں جو کبھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ تمہارا حاکم میری اور میرے کنبہ کی جان بخشی کا وعدہ کرے چنانچہ محمد بن قاسم نے یہ عہد کیا اُسنے اپنی ڈاڑھی کے گل مونچھوں کو پھیلایا اور ہاتھوں کو گلے میں ڈال کر ناچنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ اُسنے ہم کو فریب دیا یہ واجب القتل ہے محمد بن قاسم نے کہا کہ نہیں جو وعدہ کیا جا چکا وہ اب ہرگز نہیں توڑا جا سکتا۔

وعدہ خلافی کرنا مکاری اور بے ایمانی ہے۔ مردوں کو بات کا پاس و لحاظ
رکھنا بھی تو نہایت ضروری ہے۔ پھر احتیاطاً یہ حال حجاج کو بھی لکھا گیا
اُسنے جواب میں لکھا کہ بیشک وعدہ کو پورا کرنا نہایت ضروری ہے چنانچہ
اُس شخص سے اور اُسکے بائیس واجب القتل رشتہ داروں سے کوئی تعرض
نہیں کیا گیا۔ یہاں داؤد بن اسد کو حاکم اور موسیٰ بن یعقوب کو مفتی مقرر
کیا یہ مقام دریائے بیاس کے جنوبی کنارہ پر آباد تھا۔ اسکے بعد شیلابت
سے قلعوں کے ایک قلعہ فتح ہوا جسکے حاکم کا نام راجہ گنگ تھا وہ راجہ
داہر کا رشتہ دار تھا جب قلعہ فتح ہوا اور راجہ گنگ گرفتار ہو کر آیا تو معلوم
ہوا کہ راجہ گنگ بڑا وزیر۔ متدین اور عالم فاضل شخص ہے محمد بن قاسم
نے اسکی بڑی عزت کی اور اپنی مہر اور خزانہ کی کنجیاں اُسکی سپرد کر کے اُس کو
سلطنت کے کاموں کا مشیر بنایا اور مبارک مشیر اُسکا خطاب مقرر ہوا۔ مبارک گنگ کو
اس طرف چھوڑ کر محمد بن قاسم بیاس کے پار اُترا اور ہندوؤں کے بہت سے
بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کو شکست دیتا قلعوں کو فتح کرتا ہوا برق و باد
کی طرح پنجاب کے ملکو نپر تصرف کرتا ہوا دور تک چلا گیا۔ حجاج کا خط آیا کہ جہاں
کوئی بہت قدیمی اور شاندار مقام ہو وہاں ایک مسجد بناؤ اور منبر پر خطبہ
پڑھواؤ۔ مجھکو تمھارے لشکر کے کاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جہاں
جاؤ گے فتح پاؤ گے۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے ملتان میں ایک جامع مسجد
بنوائی اور امیر داؤد و نظر بن ولید عمانی کو ملتان کا حاکم مقرر کیا۔ اب تمام مغربی
ہندوستان فتح کرنیکے بعد ایک قنوج کا راجہ ایسا رہ گیا تھا جسکا محمد
بن قاسم کو خیال تھا کہ کسی طرح جلد ہی اسکا بھی فیصلہ ہو اور اس طرح بنگالہ تک
تمام ملک پر مسلمانوں کا تسلط ہو۔ چنانچہ حجاج کی معرفت دربار خلافت

مہم قنوج کی منظوری منگائی گئی۔ محمد بن قاسم نے ابو حکیم شیبانی کو ایک شائستہ جمعیت کے ساتھ قنوج کی طرف روانہ کیا اور اسکو سمجھا دیا کہ اگر حاکم قنوج اسلام یا جزیہ کا دینا قبول کرے تو پھر اُس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائیگا۔ ابو الحکیم قنوج کی طرف روانہ ہوا اور محمد بن قاسم نے کشمیر کے ملک میں پہنچکر وہاں کا انتظام کیا اور جلد واپس آیا۔

قنوج میں اسوقت راجہ تھل رائے کا بیٹا ہرچند راج کرتا تھا۔ ابو الحکیم نے روانہ ہوکر مقام اودھاپور اور بقول بعض مقام اودے پور میں مقام کیا اور زید بن عمرو کلبی کو راجہ کے پاس مقام قنوج روانہ کیا۔ زید نے راجہ ہرچند والی قنوج کے دربار میں پہنچکر کہا کہ یا تو ہمارے خراج گذار بنو۔ یا اسلام قبول کرو ورنہ ہمارا سردار محمد بن قاسم جس نے سندھ سے کشمیر تک تمام راجاؤں کو شکست دیکر مطیع و منقاد بنالیا ہے تمہاری بھی اچھی طرح گوشمالی کریگا۔ ہرچند نے جواب دیا کہ اس ملک میں سولہ سو (۱۶۰۰) برس سے ہماری حکومت چلی آتی ہے کسی دشمن کا مقدور نہ ہوا کہ وہ اس طرف نظر بھر کر بھی دیکھ سکتا خیالات اور ارادوں سے ہمکو کیا خوف ہے۔ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اُس سے کہو کہ میدان جنگ میں ہمارا تمہارا خود فیصلہ ہو جاوے گا۔

یہ خبر محمد بن قاسم کے پاس پہنچائی گئی۔ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی تمام سرداروں اور سپہ سالاروں نے مارنے مرنے کا شوق ظاہر کیا چنانچہ محمد بن قاسم نے اعلان جنگ دیدیا اور بڑے پُر ہیبت طرز پر ہرچند کے پاس الٹی میٹم روانہ کیا۔ یہاں تو سامان و تیاریاں ہو رہی تھیں کہ وہاں عالم بالا میں محمد بن قاسم کی نسبت دوسری قسم کے احکام جاری ہوئے۔ محمد بن قاسم کی موت کے بیان میں اختلاف ہے بعض مورخ مثلاً صاحب چچ نامہ کہتا ہے کہ راجہ داہر کی دو بیٹیاں

جو راجہ داہر کی لونڈی کے بطن سے تھیں اور جن کو محمد بن قاسم نے حجاج کے پاس بھیجا تھا وہاں سے وہ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پاس بھیجی گئیں انہیں ایک کا نام پرمل دیوی اور دوسری کا نام سورج دیوی تھا اُن دونوں نے وہاں خلیفہ کے سامنے ایسا چلتر کھیلا اور محمد بن قاسم کی طرح شکایت کی کہ خلیفہ نے ناراض ہوکر حکم بھیجا کہ محمد بن قاسم کو جہاں ہمارا حکم پہنچے وہیں اپنے آپ کو گائے کی کھال میں سلوا کر دار الخلافہ تک پہنچا دے۔ محمد بن قاسم نے اسکی تعمیل کی اپنی بجائے دوسرے عرب سرداروں کو ہندوستان کا ملک سپرد کرکے اپنے آپ کو گائے کی کھال میں سلوا کر روانہ کرا دیا راستہ میں تیسرے ہی دن دم گھٹ کر راہی ملک بقا ہوا۔ جب محمد بن قاسم کی لاش کچھ لندہ گائے کی کھال میں لپٹا اور سلا ہوا پہنچا۔ تو راجہ داہر کی ان دونوں لڑکیوں کی چلتر بازی اور محمد بن قاسم کا بیگناہ ہونا خود ان لڑکیوں ہی کی زبانی پایۂ ثبوت کو پہنچا تو خلیفہ کو کمال افسوس ہوا لیکن اب کیا ہوتا تھا اور محمد بن قاسم کہاں واپس آسکتا تھا۔ اس مذکورۂ بالا واقعہ کی چونکہ اکثر صاحب النظر فنیوں نے تنقید کی ہے اور سوائے چچ نامہ کے اور کوئی معتبر کتاب اس واقعہ کی ذمہ وار نہیں اسی لیے ہمنے اس واقعہ کے بیان میں حد سے زیادہ اجمال و اختصار سے کام لیا ہے دوسرا بیان جو زیادہ قابل قبول اور صحت و راستی سے دوش بدوش ہے یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے چچا حجاج کا انتقال ہوگیا اور اُسکے آٹھ مہینے کے بعد ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک بھی اس عالم فانی سے عازم ملک بقا ہوا۔ محمد بن قاسم کے دونوں مربی یکے بعد دیگرے دنیا سے اُٹھ گئے تخت خلافت پر سلیمان نے جلوس فرمایا جو حجاج اور اُسکے تمام خاندان اور متوسلین کا جانی دشمن تھا۔ سلیمان کے

دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے حجاج تو باقی نہ تھا مگر بیچارہ محمد بن قاسم تھا اسی پر تمام نزلہ گرایا گیا۔ محمد بن قاسم کو بے خطا اور بلا قصور ولایت ہند و سندھ سے معزول کرکے اسکی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو مقرر کیا۔ یزید بن ابی کبشہ محمد بن قاسم کی معزولی اور اپنے تقرر کا حکم لیے اسوقت محمد بن قاسم کے لشکر میں پہنچا جبکہ وہ قنوج پر حملہ کرنے ہی والا تھا۔ محمد بن قاسم کو نئے خلیفہ کا حکم دکھایا گیا اسنے بلا چون و چرا اسکی تعمیل کی۔ یزید بن ابی کبشہ نے محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے مجرموں کی طرح ٹاٹ کے کپڑے پہنا کر اور ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیر و طوق ڈالکر معاویہ بن مہلب کی حراست میں خلیفہ کے پاس روانہ کیا۔ محمد بن قاسم شہر واسط[1] کے قیدخانہ میں محبوس کیا گیا اور انواع و اقسام کی سختیاں اور شدائد اس شیر بیشہ شجاعت پر روا رکھی گئیں قیدخانہ ہی میں چند روز کے بعد اس دار الابتلاء سے رہ گرائے عالم بقا ہوا۔

محمد بن قاسم کے ساتھ جسقدر شام و عرب کے مسلمانوں کی فوج آئی تھی اسکو راستہ کے دشوار گذار ہونے اور باربرداری کی کمی کے باعث بہت ہی قلیل سامان ہمراہ لانا پڑا چار چار آدمیوں کو ایک ایک اونٹ ہر قسم کا سامان رسد اور چھولداری وغیرہ ڈھونے کے لیے ملا تھا۔ اسلیے تمام فوج کے ہمراہ قسم کھانے کو کوئی عورت بھی نہیں آسکی تھی۔ اس ملک میں پہنچکر جب عربوں کو نہایت تیزی اور عجلت کے ساتھ فتوحات حاصل ہوئیں اور وہ چند ہی مہینوں میں ملکوں کے بادشاہ بن گئے تو انہوں نے ہندنیوں

حاشیہ [1] شہر واسط حجاج کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ اسی واسط کے قیدخانہ میں سلیمان نے حجاج کے تمام رشتہ داروں کو قید میں ڈالکر بڑی بڑی سختیوں سے ہلاک کیا۔ منہ

رجپوتنیوں سے شادیاں کیں۔ محمد بن قاسم کے بعد جب فتوحات کی رفتار رُک گئی اُدھر دو خلفشار پیدا ہو گئے پھر عربوں کے گھروں میں اکثر ہندو سالے سسروں کی آمد و رفت سے رفتہ رفتہ مفتوحوں کے دلوں سے فاتحوں کا رُعب بھی کم ہونے لگا علاوہ ازیں ایک سخت غلطی ابتدا ہی میں یہ ہو گئی تھی کہ عربوں نے برہمنوں کو تمام بڑے بڑے انتظامی عہدے دے دیئے تھے اور زمینوں کے مالک اور رعایا سے تعلق رکھنے والے زیادہ تر برہمن ہی تھے اور اس طرح مسلمان فاتحوں کے ساتھ ہندوؤں کی وفاداری اور ہمدردی کا تعلق صرف برہمنوں کے اختیار میں آ گیا تھا برہمنوں نے جب دیکھا کہ اب موقع بغاوت کے لیے مناسب ہے تو انہوں نے رعایا کو بھڑکانا اور آمادۂ فساد کرنا شروع کیا اور انجام کار رفتہ رفتہ یہی باعث ہوا مسلمانوں کی ان ابتدائی فتوحات کے اثر کے ہند سے زائل ہونے کا۔

مسلمانوں کی فتوحات اور اُنکے تنزل وغیرہ پر ریویو کرنا اسوقت میرا منشاء نہیں۔ صرف محمد بن قاسم کی داستان بطور خلاصہ سنانا منظور تھی سو وہ پوری ہو گئی۔ اب ناظرین کو خود ہی غور کرنا چاہیئے کہ اس پندرہ سولہ برس کے لڑکے کو خدا تعالیٰ نے کس قسم کا دل و دماغ عطا فرمایا تھا۔ اگر کسی مورخ سے کہا جائے کہ وہ محمد بن قاسم کی مانند کسی دوسرے لڑکے کو بھی پیش کرے تو بڑی ہی کوشش و تلاش سے اُسکو شاید کوئی دوسرا لڑکا ملے تو ملے ورنہ غالب گمان یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی نظیر دستیاب ہونی محالات سے ہے۔

ہمارے نوعمر بھائیوں کو اس بات پر خصوصیت سے توجہ فرمانی چاہیئے کہ یہ نوعمر ذی اقتدار و ذی اختیار فاتح اپنے افسر کی اطاعت و فرمانبرداری کر

کیسا ضروری سمجھتا تھا۔ حتیٰ کہ اُسنے اپنی جان بھی اسی کی نذر کردی۔ بھلا یزید بن ابی کبشہ کی کیا مجال تھی کہ وہ محمد بن قاسم کو ہندوستان سے بیدخل کرسکتا محمد بن قاسم اگر خود ہی خلیفہ کے حکم کی فرمانبرداری کو ضروری نہ سمجھتا تو بظاہر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ برسوں خلیفہ کو اپنی گرفتاری کے لیے حیران و پریشان کرسکتا تھا لیکن محمد بن قاسم پکا مسلمان اور جوان صالح تھا اُس نے بطیب خاطر ہر مصیبت کو برداشت کرنا قبول کرلیا لیکن خلیفہ کی نافرمانی کے ذلیل ترین عیب کو گوارا نہ کیا۔ اُسکی اسی نیک نیتی کا یہ نتیجہ ہے کہ آجتک ہزاروں خدا کے نیک بندے اُس کا نام اعزاز و اکرام سے لیتے ہیں اور امید ہے کہ قیامت تک اس زندہ جاوید جوان صالح کا نام آسمان شہرت کا روشن ستارہ بنا ہوا اہل نظر کی آنکھوں کو منور کرتا رہے گا۔ یہ موقع تھا کہ میں محمد بن قاسم کے حالات زندگی اور اُسکے خصائل و شمائل پر نتائج اخذ کرکے ایک مختصر نظر ڈالتا لیکن اس کام کو ناظرین کے دماغ و عقل پر ڈالنا مناسب معلوم ہوا۔ مضمون پیش نظر ہے ملاحظہ فرمائیں اور خود نتائج اخذ کریں والسلام

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

یکم جولائی ۱۹۰۹ء

پادری صاحبان غور فرماویں

ذیل کا مضمون معزز معاصر الحکم سے اقتباس کیا گیا ہے۔ اور الحکم میں اندر سے بحوالہ کتاب خدا اور اسکی کتاب مصنفہ جان مسٹوارٹ ہوس سے لیا گیا ہے۔ ہم اس مضمون کو کسی خاص ضرورت کے لیے درج کرتے ہوئے پادری صاحبان کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ذرا توجہ سے پڑھیں کہ یہ بزرگ کیا کہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بائبل کے متعلق عیسائیونکی رائے

۱۔ رائٹ آنریبل رچرڈ لیلر شیل صاحب ممبر پارلیمنٹ لکھتے ہیں:۔

"بائیبل میں بہت سے حصے ایسے زوردار طور پر بلکہ ایسے بے پردہ طریقہ پر لکھے ہوئے ہیں۔ کہ وہ بے تحاشا پڑھے جانیکے ہرگز لائق نہیں ہیں۔ عہد عتیق کے بعض حصوں کی ایک ایسی کھلی تصویر کھینچی گئی ہے۔ کہ کسی بھی نوجوان عورت کو ان حصوں پر غور کرنیکی اجازت نہیں ہونی چاہیئے میں یہ جرأت سے کہوں گا۔ کہ انکے بیان کی طرزات میں خیالاتِ فاسد کو اس زور سے ظاہر نہیں کیا گیا۔ نہ ہی شہوت بھرے معاملات کو ایسے کھلے طریقہ پر رکھا گیا ہے جیسا کہ عہد عتیق کے بعض حصوں میں دیکھا جاتا ہے بائبل میں اس قسم کے وحشیانہ بن کی کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ کہ جنکو پڑھکر انسانی فطرت کانپ اٹھتی ہے اس مقدس کتاب کے بعض حصوں میں اس قسم کے تواریخی واقعات یا کلمے

پائی جاتی ہیں۔ کہ جنکو ایک باعصمت عورت کے سامنے بغیر خوف پیدا کرنیکے نہیں پڑھا جا سکتا۔ کیا ایک عورت کو اپنے کمرے میں ایسی کتاب کے پڑھنے کی اجازت دینی چاہیئے۔ کہ جسکو وہ اپنے گھر میں سنتے ہوئے ہی کانپ اٹھتی ہو۔ کیا وہ ایسی باتوں کو پڑھ سکتی ہے۔ جنکو وہ منہ سے نکالنے کی نسبت مرجانا بہتر سمجھتی ہے۔

۲۔ سوپریم کورٹ آف وکٹوریہ کے جج جسٹس ہنٹلی وریس صاحب لکھتے ہیں :۔ "میں بلاخوف تردید کر سکتا ہوں کہ آج تک کسی بھی انگریزی مصنف نے اس فحش کا دسواں حصہ بھی اپنی فحش کتاب میں نہیں لکھا۔ جو کہ عہد عتیق میں دیکھا جاتا ہے۔ سکولوں میں جہاں بائبل پڑھائی جاتی ہے یہ ایک مشہور بات ہے کہ بچے اور آوارہ گرد لڑکے اپنا وقت کا بہت سا حصہ ان فحش اور گندی کہانیوں کو پڑھنے یا ورق گردانی میں گذارتے ہیں۔ جن سے کہ عہد عتیق بھرا پڑا ہے۔ فقرے کے فقرے اور فصلیں کی فصلیں ایسی ہیں۔ کہ جن کو کوئی ماں یا باپ اپنے لڑکے یا لڑکی کو پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا مگر جب کہ عیسائیت نے بائبل کو لیا ہے۔ اس وقت سے ہی عہد عتیق اسکا ایک بڑا حصہ چلا آتا ہے۔ اور لڑکوں کو تعلیم دیجاتی ہے۔ کہ اس کو خدا کا کلام سمجھیں حالانکہ ان کو اس کے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور جس کو وہ اس لئے چوری سے پڑھتے ہیں۔ تاکہ دوسرے لڑکے کہیں ان کو ایسی کتاب پڑھتا ہوا نہ دیکھ لیں اسکے علاوہ عہد عتیق کا ایک بڑا بھاری حصہ خونخواری بیرحمی اور وحشیانہ حالت سے بھرا پڑا ہے۔ بے شرمی۔ بد اخلاقی۔ فحش۔ انتقام خونخواری اور ظلم کے واقعات ایسے گڈمڈ پڑے ہیں۔ کہ اگر تم ایسی تمام فصلوں کو جن میں کہ وہ پائے جاتے ہیں۔ رد کرنے لگو۔ تو تمام کتاب میں سوائے تھوڑے سے حصے کے بہت کم باقی رہ جائیگا۔"

۳۔ امریکہ کے پادری ریورنڈ ہنٹری وارڈ بیچر صاحب کی رائے ہے۔ کہ بائبل کو ہرگز ہرگز نوجوان عورتوں کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیئے۔" اسی پادری وارڈ بیچر کے بارے میں مسٹر پارک گاڈون صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "ریورنڈ ہنٹری وارڈ بیچر صاحب کا بائبل کو اخلاقی تعلیم کے لحاظ سے رد کر دینا بائبل کے روسی ہونے کے بارے میں ایک ہی سند ہے۔ جیسا کہ ہربرٹ سپنسر۔ فریڈرک ہریسن ٹنڈل ہکسلے۔ ہیکل۔ کیمپل وغیرہ کی۔ جو کہ سب بائبل کی تعلیم کے خلاف تھے۔

۴۔ ریورنڈ کینن رچرڈس صاحب سوانسی واقع ویلز کے سکول بورڈ کو اس بات کی تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ "اگر تم کو اپنے بچوں کے اخلاق کا بچاؤ منظور ہے۔ تو خدا کے واسطے اُن کے ہاتھوں میں عہد عتیق مت دو۔"

۵۔ ۱۲۲۹ء میں کونسل آف ٹورس نے یہ قانون بنا دیا تھا۔ کہ "بائبل کی کوئی بھی کتاب کسی شخص کے ہاتھ میں نہ رہے۔ اگر کوئی اس کتاب کو پڑھتا ہوا دیکھا گیا۔ تو وہ زندہ آگ میں جلا دیا جاویگا۔" اس بات کا ذکر رڈل صاحب کی تاریخ پوپ کی جلد دوم میں موجود ہے۔

۶۔ رینک صاحب اپنی کتاب پوپ آف روم کی جلد اول صفحہ ۵۰۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ "بائبل کی بہت سی کتابوں کی ایک فہرست تیار کی گئی۔ اور پھر انکو ایک بڑے ڈھیر میں جمع کر کے آگ لگا دی گئی۔ یہ کتابیں کئی دنوں تک جلتی رہیں۔" یہی صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۶۰۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ "نہ صرف چھاپنے اور بیچنے والوں کو ہی بائبل کی ممنوعہ کتابوں کے چھاپنے اور بیچنے سے قانوناً منع کر دیا گیا تھا۔ بلکہ سب کو حکم تھا۔ کہ اس قسم کی کتابوں کے جلانے میں مدد دیں۔ چنانچہ ان کتابوں کے ڈھیر کے ڈھیر روم میں جلا کر تباہ کر دیئے گئے۔"

۷۔ کو سٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "خدا کا کلام اگر کتابت میں ہوتا۔ مگر بقول مردہ بولے کفن پھاڑے۔ اسکے لکھے جانیسے سب بھید کھل گیا۔"

۸۔ تھنڈنیس صاحب لکھتے ہیں "بائبل موم کی ناک ہے۔ جدھر چاہو پھیر لو۔ یہ ایک مردہ ہے۔ محض بیہودہ ہے۔ متروک و نا رد ہے۔ ایک مردہ قانون ہے۔ بائبل ملحدوں کا سکول ہے۔ ایک جنگل ہے جس میں پناہ گزین ہیں۔"

۹۔ چوتھی لیٹرن کونسل اور کونسل آف ٹرینٹ نے بائبل کے پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی۔ اور یہانتک ممانعت کر دی تھی۔ کہ خاص پوپ کی طرف سے اس بارے میں حکم جاری کئے گئے تھے کہ کوئی بائبل کا مطالعہ نہ کرے۔"

۱۰۔ پوپ انوسنٹ یازدہم نے ۱۶۸۷ء میں حکم دیدیا تھا۔ کہ جس شخص کے پاس بائبل موجود ہو۔ وہ اُس کو اپنے نزدیک کے پادری کو دیدے تاکہ وہ اُس کو آگ میں جلائے۔

۱۱۔ پوپ کلیمنٹ سیزدہم نے حکم دیدیا تھا۔ کہ جو کوئی بھی شخص بائبل کا اطالی ترجمہ پڑھے۔ اسکو کاٹھ مار دیا جاوے گا۔

۱۲۔ پوپ پائس ہفتم نے ۱۸۱۶ء میں کہا تھا۔ کہ "میں اس بات کو دیکھ کر کانپ رہا ہوں۔ کہ بائبل چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ بائبل کا اس طرح پھیلنا بڑا بھاری جرم ہے۔ اس سے مذہب کی اصلی بنیاد قطعی کھوکھلی ہو جائیگی۔ یہ ایک پلیگ ہے جسکی دوا اور بیخ کنی کرنی چاہیئے۔ یہ کسی بھی روح کے ایمان کو غارت کرنے کیلئے ایک نہایت ہی خطرناک زہر ہے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ بائبل کا مادری زبانوں میں ترجمہ کرنے سے فائدہ کی نسبت نقصان زیادہ پہنچا ہے۔"

۱۳۔ اسی پوپ نے ۱۸۱۹ء میں ایک فتویٰ جاری کیا تھا۔ جس میں اگر شخص

سکولوں میں بائبل کے تقسیم کرنے کے بارے میں لکھا تھا۔ کہ "یہ ایک قسم کے کانٹے بوئے جا رہے ہیں۔ بچوں کو خطرناک تعلیم دی جارہی ہے: اور یہ اُن کے بچپن پر ایک زہریلا اثر ڈالے گی"

۱۴۔ ۱۸۲۴ء میں لیو دوازدہم نے بائبل سوسائٹی کے بارے میں کہا تھا کہ "یہ ایک ایسی سوسائٹی ہے۔ جو کہ دنیا میں بائبل کو بکھیر رہی ہے۔ جو کہ شیطان کی کتاب ہے"

۱۵۔ گریگوری شانزدہم نے ۱۸۴۴ء میں ایک اعلان جاری کیا تھا۔ جس میں اس بات کی تاکید کی گئی تھی۔ کہ بائبل سوسائٹی جہاں جہاں ہو۔ جبراً بند کر دی جاوے اس کے ساتھ ہی اس نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ جس کے ہاتھ میں بائبل نظر آوے اس سے چھین لو۔



قرآن شریف اور بائیبل

رسالہ تشحیذ الاذہان کے جلد ۴ نمبر ۴ میں اس ہیڈنگ کے ماتحت ایک مضمون لکھ چکا ہوں جو رسالہ مسیحی تجلی کے مارچ ۱۹۰۹ء کے ایک آرٹیکل کا جواب تھا۔ اب میں پادری صاحب کے مضمون کے دوسرے حصہ (جو تجلی کے اپریل ۱۹۰۹ء کے پرچہ میں زیر عنوان "قرآن مصدق بائبل" چھپا ہے) کا جواب لکھنا چاہتا ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو مفید بنائے اور لوگوں کی ہدایت کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین۔

مصدق کے معنی پیشتر اسکے کہ میں اصل مضمون کی طرف رجوع کروں۔ اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں نے گذشتہ مضمون میں تصدیق کے معنے بتا دئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس مصدق کے معنے یہ ہونگے کہ سچے کو سچا ثابت کرنیوالا۔ اور جھوٹے کو جھوٹا ثابت کرنیوالا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کس طرح پر کرتا ہے۔ اسلئے ہم اسجگہ یہ بھی بتاتے ہیں۔ کہ کسطرح سچے کو سچ کر کے دکھاتا ہے اور جھوٹے کو جھوٹ ثابت کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ کتب انبیاء میں ایک حصہ تو آئندہ زمانہ کے متعلق پیشگوئی کے رنگ میں ہوتا ہے۔ تو جہاں جہاں توریت و انجیل میں ایک نبی کے آنیکی خبر دیگئی تھی۔ چنانچہ اسکی تصدیق تو قرآن کریم نے اس طرح کی کہ وہ نبی آگیا ہے۔ اور وہ سب پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

بقیہ حصہ کی اس طرح تصدیق کی۔ کہ جو جو عمدہ باتیں توریت و انجیل میں تھیں۔ وہ سب اخذ کر کے یہ ثابت کیا کہ یہ سچی ہیں۔ اور بقیہ کو چھوڑ کر

انکے محرف ہونے پر مہر کر دی۔ اور جو بہت ہی خراب باتیں شامل ہو گئی تھیں انکی تردید کر دی اور تردید کے ثبوت دیئے۔ تاکہ پھر اعتراض نہ ہو۔ کہ بلا ثبوت تردید کی گئی ہے۔ جیسا کہ تثلیث کا مسئلہ ہے۔ اور اسکی بڑے زور شور سے تردید کی ہے۔ اسقدر تمہید کے بعد ہم ناظرین کو اصل مضمون کی طرف لیجاتے ہیں۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں "لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ کتب مقدسہ سابقہ کی تعریف کرتے کرتے قرآن کا مُنہ سوکھتا ہے تو یہی خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ شائد اسکو معلوم تھا۔ کہ کوئی زمانہ آنیوالا ہے۔ جب میرے فدائی میری وصیت کے عین خلاف ان مقدس کتابوں کی تکذیب کرینگے"

ناظرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ قرآن شریف نے جہاں توریت و انجیل کی تصدیق کی ہے۔ وہاں یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ پادری تمہیں عجیب عجیب قسم کے دھوکے دینگے۔ اور تمہیں تصدیق کے معنے ہیر پھیر کر کے بتائیں گے۔ کہ تصدیق کے معنے یہ ہیں۔ کہ جس طرح اب توریت و انجیل موجود ہے۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُتری تھی۔ اور اس طرح عجیب عجیب دھوکوں میں ڈالکر تمسے یہ خواہش کرینگے۔ کہ تمام عیسائی ہو جاؤ۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ یہ سب جھوٹے ہیں۔ اصل ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر تاکید کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ اگر تم انکی چپڑی چُپڑی باتوں میں آگئے۔ تو یاد رکھنا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ولی اور مددگار نہ ملیگا۔ جیسا کہ فرمایا ولن[1] ترضیٰ عنک الیھود ولا النصٰرٰی حتّٰی تتبع ملتھم۔ قل ان ھدی اللہ ھو الھدٰی ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم ما لک من اللہ من ولی ولا نصیر

[1] اور ہرگز نہ راضی ہونگے تجھ سے یہود و نصاریٰ یہانتک کہ انکے دین کی تابعداری کرے کہدے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اور اگر تو انکی گری ہوئی خواہش کی تابعداری کریگا۔ بعد اسکے کہ تیرے پاس علم آگیا (تو اللہ تعالیٰ سے تیرا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا۔)

اگر قرآن شریف میں زیادہ تدبر کیا جاوے۔ تو پادریصاحبان کے حالات پر اور بھی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ یہ مثل انپر ہی صادق آئیگی "ہاتھی کے کھانیکے دانت اور اور دکھانیکے اور" کیونکہ وہ تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ اس غرض سے وہ بعض باتیں جو ہم نے انپر نازل کی ہیں ظاہر نہیں کرینگے۔ بلکہ انکو چھپائیں گے۔ جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ کہ وہ بعض باتیں جنکے ظاہر کرنے میں انکو مشکلات پڑتے ہیں چھپا لیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بائبل میں یہ پیشگوئی بیان فرمائی ہے۔ کہ ایک نبی آئیگا۔ اور وہ ایسا ایسا ہوگا۔ یہ اس پیشگوئی کو چھپانا چاہتے ہیں۔ پھر انمیں سے بعض ایسے بھی پڑھکر ہیں کہ وہ مشن کمپاونڈ میں نمازیں پڑھتے ہیں مگر اسکو ظاہر نہیں کر سکتے۔ ہاں ایک بات کو اسکی اصلی جگہ سے پھیر کر کچھ کا کچھ ضرور بیان کرینگے۔

پھر فرمایا۔ یہ اخفا کیوں کرینگے۔ یہ اسلیئے کہ خدائے تعالیٰ کتاب کو مخفی رکھکر اسکے عوض تھوڑی سی قیمت (تنخواہ وغیرہ) لیتے ہیں۔ پھر یاد رکھیں کہ جس طرح پر یہ لوگ جو کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ وہ اس آگ کے کھانیکو کس طرح برداشت کرتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ ان الذین[1] یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب ویشترون بہ ثمنا قلیلا اولئک ما یاکلون فی بطونہم الا النار ولا یکلمہم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدیٰ والعذاب بالمغفرۃ فما اصبرہم علی النار

[1] تحقیق جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے کتاب میں سے اتاری ہے اور خریدتے ہیں اسکے بدلے تھوڑی سی قیمت یہ لوگ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسے کلام نہ کریگا نہ انکو پاک کریگا۔ اور انکے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہی لوگ جو خریدتے ہیں ضلالت کو بدلے ہدایت کے

الغرض قرآن شریف نے خوب کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ کہ تم نے پادریوں کی اطاعت نہ کرنی۔ یہ کرتے کچھ ہیں اور کہتے کچھ ہیں۔ کہتے تو ہیں کہ انجیل میں حکم ہے کہ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری آگے کر دو۔ مگر عمل یہ ہے۔ کہ ذرا سی بات پر بدلہ لینے پر بلکہ اس سے بھی سخت سزا دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مصدق کا مطلب ہے۔ قرآن شریف کچھ کہتا ہے اور یہ کچھ بتاتے ہیں۔ جیسا کہ ناظرین آگے چلکر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اسکے بعد پادری صاحب نے پانچ آیتیں لکھکر یہ بات ثابت کی ہے۔ کہ قرآن کریم نے کتب سابقہ کو عزت سے یاد کیا ہے۔ اور جو کتاب عیسائیوں کے پاس تھی۔ اسکو کہیں ہادی کہیں رحمت کہیں بصیرت کہیں نور کہیں امام کہا ہے۔ ہم اس بات کی تصدیق کے لیے پہلے سے تیار ہیں۔ کہ قرآن کریم تعصب نہیں سکھاتا۔ بلکہ انصاف سکھاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی انصاف پسندی کا یہاں سے کیسا عمدہ ثبوت ملتا ہے۔ کہ اسنے کتب سابقہ کو بڑی عزت سے یاد کیا ہے۔ اور مختلف الفاظ میں انکی تعریف کی ہے۔ یہود یا عیسائیوں کی طرح یہ نہیں کہا۔ کہ جو کچھ ہیں ہم ہیں۔ باقی کچھ نہیں۔ بلکہ اصل حقیقت کھولکر بتا دیا۔ کہ یہ کتابیں ہم نے ہی اتاری تھیں انمیں نور ہدایت تھا۔ انکی عزت کرنی چاہیئے۔

موجودہ بائبل وہ نہیں ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے اتری تھی

لیکن اس امر کے ماننے کے لیے نہ ہم اب تیار ہیں۔ نہ پہلے کبھی تھے۔ کہ ان کتابوں کی تحریف کی گئی ہے۔ وہ یہی کتابیں ہیں۔ جو موجودہ زمانہ میں عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ ہم ظاہر دیکھتے ہیں کہ اول تو جس زبان میں یہ کتابیں اتری تھیں۔ اس زبان میں اصل کتابیں نہیں ملتیں جس سے مقابلہ ہو سکے۔

اسلئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ترجمہ کرنیوالوں نے اپنی طرف سے کیا کم وکاست کیا ہے۔
دوم۔ جن نبیوں پر یہ کتابیں اتری ہیں۔ انکی وفات کے بعد کے قصے انہیں میں درج ہیں۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہود ونصاریٰ نے ان کتابوں میں زیادتی تو ضرور کی ہے۔ کیونکہ جب وہ نبی فوت ہوئے تو انکے قصے داخل کیے گئے۔ ذکر وفات کے پہلے ہی کہدیا گیا کہ ایسا ہو۔ ایسا ہو۔ جو کبھی نہیں ہو سکتا۔
سوم۔ پھر بقول پادری صاحب کے۔ چوتھی صدی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب* مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا۔ تو اس صورت میں کس طرح ممکن ہے کہ چار سو سال کے بعد ایک کتاب ایسے رنگ میں لکھی جاوے کہ وہ بالکل حرف بحرف ضبط کیجا سکے۔ پھر بخت نصر کے زمانہ میں کتب مقدس ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلائی گئی حتیٰ کہ انکے پڑھنے والے بھی صفحہ ہستی پر نہیں چھوڑے گئے اس صورت میں اصل کتاب کا محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔
چہارم۔ انجیلیں مختلف مصنفوں کی ہیں۔ اور ہر ایک انجیل دوسری سے کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور رکھتی ہے۔ اسحالت میں پادری صاحب ہی بتائیں گے کہ اصل انجیل کونسی ہے۔
پنجم۔ کیا پادری صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ جو ایسی انجیلیں ہیں جو مجموعہ انجیل کے ساتھ شامل نہیں کیجاتیں۔ وہ صحیح ہیں یا غلط اگر صحیح ہیں۔ تو انکو درج کیوں نہیں کیا جاتا اور اگر نہیں تحریف زیادہ ہے۔ تو پھر اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ مروجہ انجیل سچی اور وہ جھوٹی ہیں۔

* چنانچہ پادری صاحب نے اپنے مضمون کے پہلے حصے میں ۱۹ مارچ کے پرچے کے صفحہ ۳ پر یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ چوتھی صدی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا ہے۔

ششم - ناظرین کو معلوم ہے۔ کہ بائبل ہمیشہ Revised ہوتی رہتی ہے جسکو ہم دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس میں ہمیشہ ترمیم ہوتی ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ جو ترجمہ پہلے پہل اردو میں شائع ہوا وہ اصل خدا تعالیٰ کے الفاظ تھے۔ یا جو گذشتہ سال شائع ہوا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے الفاظ ہیں کیونکہ مجھے پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور کے دفتر سے یہ اطلاع ملی تھی۔ کہ اسکا Revised یعنی ترمیم ہو چکی ہے۔ صرف چھپنی باقی ہے۔ غرضکہ انجیل ہر روز بدلتی رہتی ہے۔ اور پھر بھی کہا جاتا ہے۔ کہ یہ انجیل وہی انجیل ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اتری تھی۔ سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

ہفتم۔ کتب الٰہیہ کی تعلیم خلاف سنۃ اللہ نہیں ہوتی۔ مگر دیکھو سنۃ اللہ تو یہ ہے۔ کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے وہی سزا پاتا ہے۔ مگر انجیل کفارہ کی تعلیم دیتی ہے علیٰ ہذا القیاس تثلیث کی تعلیم سنۃ اللہ نا ثابت کرتی ہے کہ تین چیزیں اگر اکٹھی کیجاویں تو تین ہوتی ہیں۔ مگر عیسائی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ ایک ہوتی ہے۔

ہشتم۔ خدا تعالیٰ کتاب شرک کی تعلیم نہیں دیتی۔ مگر عیسائی صاحبان انجیل سے تثلیث کا ثبوت دیتے ہیں۔ جو فی الواقعہ شرک ہے۔ کیونکہ شرک کے معنے خدا تعالیٰ کے کاموں میں کسی کو شریک یا حصہ دار تسلیم کرنا سو عیسائی صاحبان فرماتے ہیں۔ کہ خدا کا بیٹا اور روح القدس خدا تعالیٰ کے کاموں میں حصہ دار ہے۔

نہم۔ کتاب اللہ کی تعلیم اخلاق حسنہ کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل نے اس بارے میں بہت سے سرٹیفکیٹ حاصل کئے ہیں۔ جیسا کہ ہم اسی رسالہ میں کسی جگہ "بائبل کے متعلق عیسائیوں کی رائے"

ے ہیڈنگ کے ماتحت دکھا چکے ہیں۔ کہ بائبل کی تعلیم کے بعض حصوں سے عقلمند پادری کیسی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

دہم۔ کسی پیغام کی تصحیح و تکذیب کے لئے اس امر پر بھی غور کیا جاتا ہے کہ پیغام لانیوالا کیسا ہے۔ اس سے ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا پیغام مخلوق تک پہنچائے۔ وہ کیسا اعلیٰ درجہ کا انسان ہونا چاہئے۔ مگر یسوع جسکے متعلق عیسائیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ اسپر انجیل اُتری ہے۔ انجیل سے معلوم (خدا سے دور) زانیہ عورتوں سے محبت رکھنے والا۔ اور شرابی تھا۔ پس اسپر اسکے پیغام کا بھی قیاس کرو

وتلك عشرة كاملة -

غرض ایک لمحہ کے لئے بھی ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ کہ قرآن کریم نے کتب سابقہ ان نسخوں کے متعلق فرمایا ہے۔ جو پادریوں کے پاس ہیں۔

اب ہم ان غلط فہمیوں کو دور کرتے ہیں۔ جو پادری صاحب نے آیات قرآن کریم کو پیش کر کے پبلک کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلی آیت جو پادری صاحب نے پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

(۱) ان هٰذا لفی الصحف الاولیٰ - میری سمجھ میں نہیں آیا کہ پادری صاحب کا اس آیت کے پیش کرنے سے کیا مطلب ہے۔ جب ہم اس آیت شریف کے سیاق و سباق کو دیکھتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہ فرمایا ہے۔ قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی بل تؤثرون الحیٰوة الدنیا والاٰخرة خیرٌ وابقیٰ ان هٰذا الخ یعنی کہ اس شخص نے فلاح پائی جس نے تزکیہ (پاکی) اختیار کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا۔ اور نماز پڑھی۔ بلکہ تم تو دنیا کی زندگی پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ آخرت بہتر اور

باقی رہنے والی ہے۔ یہ باتیں جو ہم کہتے ہیں۔ پہلے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ (وہ صحیفے کونسے) ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے یعنی اے وہ لوگو جو پہلی کتابوں کو جانتے ہو۔ تم کو کیا ہوگیا بار بار تم کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ فلاح کا ذریعہ تزکیہ نفس و تعظیم الامر اللہ ہے دنیا کو آخرت پر مقدم۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں میں بھی تم کو یہ باتیں سکھائیں بہت موٹی باتیں ہیں۔ مگر تم ہو کہ توجہ نہیں کرتے۔ شریف آدمی کا یہ کام ہے کہ ایک مرتبہ کا صرف اشارہ ہی کافی ہوتا ہے مگر تم ہو کہ پہلے تو صحف الاولیٰ ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے صحائف کے ذریعے اور اب پھر اس قرآن کریم جو کہ جامع و مکمل کتاب ہے اسکے ذریعہ اسکی بار بار تعلیم دیتے رہے ہیں۔ ہم کچھ خیال تک نہیں کرتے۔ خدا جانے پادری صاحب کو اس میں کونسی بات اپنے مفید مطلب ملی ہے! بات کیا ہوگی۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا کے مصداق بنکر آنکھیں بند کرکے اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ آگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

(۲) او لم تأتہم بینۃ ما فی الصحف الاولیٰ۔ سیاق سباق ملاکر پڑھیں تو اسکا ترجمہ نہایت صاف طور سے موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ پوچھتے ہیں کہ ہم کو عذاب کے نشان کیوں دکھلاتے وہ نشان کہ جس سے مخالفین ہلاک ہوجائیں۔ فرمایا کہ وہ بے وقوفو بینۃ (رسول من اللہ یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمہ) تو تمہارے پاس آگیا۔ کیا یہ ایمان لانیکو کافی نہیں ہلاکت کا نشان بھی آجائیگا وہ اسوقت آئیگا جب تم پر کامل طور سے اتمام حجت ہوجائیگی۔ اور اسوقت تم ہلاک ہوجاؤگے نشان سے کیا فائدہ اٹھاؤگے ہاں ایسے نشان تو مومنوں کے لیئے ازدیاد

ایمان کا باعث ہوا کرتے ہیں) پادری صاحب قرآن کو غور سے پڑھا کریں یا کسی سمجھدار سے سیکھ کر ترجمہ لکھوا لا کریں۔ ورنہ آئندہ اسی طرح ندامت اٹھانی پڑے گی۔

(۴) وانه لفی زبر الاولین۔ اور بیشک اس بات کا ذکر ہے۔ پہلی کتابوں میں۔ اگر ہم اس آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں۔ وانه لتنزیل رب العٰلمین نزل به الروح الامین علیٰ قلبك لتكون من المنذرین بلسان عربی مبین وانه لفی زبر الاولین۔ یہ ذکر ہے۔ کہ یہ قرآن شریف رب العالمین کی طرف سے اتارا گیا۔ اور یہ کہ ایک کتاب بدیں صفات نازل ہوگی اسکا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔ پادری صاحب نے اس آیت کریمہ کے یہ معنے کر کے کہ یہ "قرآن کریم پہلی کتابوں میں سارے کا سارا موجود ہے" یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ پس جب قرآن کریم پہلی کتب میں موجود ہے تو وہ کتب بھی قرآن سے افضل ہوئیں کیونکہ یہ قرآن انکا ایک جزو ہے۔ مگر پادری صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ کتب پیشین مختص القوم و مختص الزمان ہیں اور قرآن کریم تمام جہان کے لیے اور ہر زمانہ کیلئے ہے اور زبر الاولین صرف وعادی پر مشتمل ہیں اور یہ مکمل قرآن شریف ہر ایک دعوے کے ثبوت بھی رکھتا ہے۔ پس کیونکر یہ ہو سکتا ہے کہ کامل و مکمل قرآن کریم ناقص زبر میں سارے کا سارا موجود ہو۔ یہ معنے غلط ہیں۔ اور پادری صاحب اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ان ہرسہ مذکورہ بالا آیات میں جو یہ ذکر ہے۔ کہ یہ باتیں یا یہ نشانیاں پہلی کتابوں میں موجود ہیں۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ چونکہ یہ باتیں ان کتابوں میں موجود ہیں۔ اس لیے یہ سب کتابیں

بعینہٖ محفوظ ہیں۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ فلاں رسالہ میں ہمارا مضمون شائع ہوا ہے۔ تو اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا۔ کہ اس رسالہ کے سارے مضامین ہماری طرف سے ہیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ اور مضامین کے علاوہ ہمارا مضمون بھی ہے۔ اسی طرح اسجگہ بھی یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ موجودہ کتابیں بعینہٖ موجود ہیں۔ کیونکہ رطب یابس کی جو بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ نفی نہیں کی گئی بلکہ تحریف و تبدیل کا الزام تم پر لگا کر ثابت کیا ہے کہ اب قابل عمل قرآن کریم ہی ہے۔

(۲) فبعث اللّٰہ النبیّٖن مبشرین و منذرین ...... فیما اختلفوا فیہ (یعنی۔ پھر اللہ نے نبیوں کو اُٹھایا۔ جو خوشی اور ڈر کی خبر سنانے والے تھے۔ اور انکے ساتھ کتاب اُتاری سچ کے ساتھ۔ تاکہ لوگوں کے درمیان اس بات کا فیصلہ کریں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اسکے آگے فرمایا ہے۔ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ماجاءتھم البینات اور اس میں اختلاف نہیں کیا۔ مگر ان لوگوں نے۔ جنکو کتاب دی گئی۔ بعد اسکے کہ کھلے کھلے نشان آئے انکے پاس۔

پادری صاحب نے اس آیت سے یہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ بائبل کو الکتاب کہا گیا ہے۔ اگر ہم بقول پادری صاحب یہ تسلیم بھی کر لیں کہ الکتاب بائبل کو کہا گیا ہے۔ تو بھی کیا خرابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بھی تو الکتاب کہا ہے۔ علاوہ ازیں ہم کب نہیں مانتے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اُتری ہم تو کہتے ہیں اُتری لیکن اُترنے کے بعد اسمیں تحریف کی گئی ہے۔ کیا پادری صاحب فرمائیں گے۔ کہ جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ کتاب تھی۔ لیکن بعد میں تحریف ہوئی۔ تو انکو اس

آیت کریمہ کے پیش کرنیکا کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم نے کہیں بھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ وہ اب بھی محفوظ اور ویسی ہی الکتاب ہے۔

(۵) لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ اس آیت سے بھی پادری صاحب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ الکتاب واقعی اُتری اور میزان بھی تھی۔ لیکن اب نہ وہ الکتاب موجود ہے۔ اور نہ وہ میزان کی صفت اسمیں باقی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کہیں نہیں بتاتا۔ کہ اب بھی محفوظ ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر قرآن کریم نے پہلی کتابوں کو الکتاب۔ ہادی۔ رحمت بصیرت۔ نور۔ امام کے لفظ سے جو یاد کیا ہے۔ بیشک ایک وقت وہ ایسی ہی تھیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ کس طرح معلوم ہوا کہ ان کتابوں میں اب بھی یہ باتیں موجود ہیں۔ یہ تو ہم پہلے ہی مانتے ہیں۔ کہ یہ کتابیں ایسی تھیں۔ پھر نہ معلوم پادری صاحب کو اس تکلیف اٹھانیکی کیا ضرورت پیش آئی۔

اسکے بعد پادری صاحب نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ کہ بائبل ایک کتاب ہے جو ٹھیک طور پر فیھا کتب قیمہ کی مصداق ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ اسمیں ۶۶ کتابیں ہیں۔

اگر فیھا کتب قیمہ کے یہی معنے ہیں۔ تب تو بہت سی کتابیں ایسی ملیں گی۔ جو اس تعریف کی مصداق ہونگی۔ کیونکہ بہت سی کتابیں ایسی ہیں۔ جو مختلف جلدوں میں شائع ہوتی ہیں۔ ہاں اگر لفظ قیمہ کچھ معنے رکھتا ہے۔ تو پھر ایسی کتب اس تعریف کی مصداق نہیں ٹھہر سکتیں۔ ہم اس بات کے ماننے کے لیے تیار ہیں۔ کہ بائبل میں ۶۶ نہیں بلکہ ۶۶۰۰ کتابیں ہونگی

لیکن غور طلب امر یہ ہے۔ کہ آیا وہ قیمہ بھی ہیں کہ نہیں۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی عقلمند انسان دنیا میں اس امر کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ یہ کتابیں ویسی ہی محفوظ ہیں۔ جیسی کہ نازل ہوئیں۔ مخالفین کے علاوہ اسکے متبعین میں سے اکثر بھی تو اس بات کے قائل نہیں۔ تو جب ایک کتاب بھی محفوظ نہیں رہی۔ تو قیمہ سے کیا مطلب اگر آپ اس بات پر زور دیتے ہیں۔ تو ذرا سنئے عہدنامہ عتیق کہتا ہے۔ کہ اگر ذرا بھی تکلیف دے۔ تو اسکے عوض تکلیف دیجاوے۔ حتیٰ کہ کان کا کان تک کا بھی قصاص ضرور ہے۔ اسکے برخلاف عہدنامہ جدید لکھتا ہے۔ کہ کبھی کسی سے بدلہ نہ لو۔ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری اسکے سامنے کردو۔ اب فرمایئے پادری صاحب کہ کتاب قیمہ کی کونسی عبارت ہے۔

اے نادان سُن! کہ فیھا کتب قیمہ کی مصداق قرآن شریف کے علاوہ کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ اور ہر ایک سورت بجائے خود ایک کتاب ہے۔ اور کتاب بھی قیمہ ہے۔ جیسی اُتری تھی ویسی ہی محفوظ ہے۔ تو فیھا کتب قیمہ کی صفت والی کتاب صرف قرآن شریف ہی ہے۔

اسکے بعد پادری صاحب نے پانچ آیتیں اس مضمون کی پیش کی ہیں جنمیں یہ ذکر ہے۔ کہ قرآن کریم مصدق لما بین یدیہ ہے۔ پھر اسکے بعد لفظ بین یدیہ کے معنے "درمیان دونوں ہاتھوں اسکے کے" بیان کرکے اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم اس بائبل کا مصدق ہے۔ جو عیسائیوں کے ہاتھ میں موجود ہے۔

اسکے جواب میں ہم صرف یہی بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم تو خود تسلیم کرتے

ہیں۔ کہ اسی بائبل کی تصدیق کرتی ہے۔ ہاں تصدیق کے معنے وہ نہیں جو آپ کرتے ہیں۔ بلکہ اسکے وہ معنے ہیں جو ہم شروع مضمون میں بیان کرچکے ہیں۔ یعنی سچے کو سچا کر دکھانیوالی اور جھوٹے کو جھوٹا ثابت کرنے والی۔

اسکے بعد پادریصاحبنے پھر چار آیتیں مضمون مندرجہ بالا کی تائید کی میں جسپر ہم کافی بحث کرچکے ہیں۔ اسکے بعد پادریصاحبنے ایک فضول سی بحث کی ہے۔ یعنی یہ کہ مصدقاً لما معہم سے مراد یہودی ہیں۔ یا نصاریٰ بھی نصاریٰ کو مخاطب ثابت کرنیکے لیے آیت یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل پیش کی ہے۔ اور عندھم کو بین یدیہ کا مترادف ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہو ہو۔ ہمیں اس سے بحث نہیں لفظ مصدق پر ذرا غور فرماویں سب کچھ حل ہوجائیگا۔

پھر پادریصاحبنے سات آیتیں نقل کی ہیں۔ جن سے وہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف نے کتب سابقہ کو نور ہدی للناس وغیرہ ذکر کیا ہے۔ مگر پادریصاحب کو یہ خیال نہیں آیا کہ یہاں کسی آیت کیساتھ مابین یدیہ یا اس کا مترادف کوئی لفظ نہیں آیا سوا نمبر ۷ کی آیت کے جسکے متعلق الگ طور پر عرض کرونگا۔

یہ ایک خوبی ہے۔ کہ قرآن شریف نے اس بارہ میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اسکے آنیوالا قادر مطلق جانتا تھا۔ کہ دجال پادری ان آیات کو پیش کرکے مسلمانوں کو دھوکا دینگے۔ وہ احتیاط جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جہاں صرف تصدیق مراد ہے۔ وہاں بین یدیہ اور اسکے بعض مترادف لفظ استعمال کیئے ہیں اور جہاں اور تعریفی

لفظ بیان کیے ہیں۔ وہاں یہ نہیں فرمایا۔ کہ موجودہ بائبل ایسی ہے۔ بلکہ وہاں یہ فرمایا ہے۔ کہ ہم نے ایسی ایسی کتابیں اُتاری تھیں۔ جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ جو پادری صاحب نے پیش کی ہیں۔

آیت نمبر ۱۵ جسکی تفصیل کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ حسب ذیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ ثم یتولون من بعد ذٰلک وما اولئک بالمؤمنین۔ یہ ایک الگ آیت ہے۔ جسکا یہ مطلب ہے۔ کہ یہودی تجھے کیوں حاکم بنائیں۔ جبکہ ان کے پاس توریت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ سو ہم مانتے ہیں۔ کہ توریت میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ لیکن اُنکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے علاوہ زیادتی بھی موجود ہے۔ اور بعض احکام بدل بھی دیئے گئے ہیں۔

اسکے بعد ایک الگ آیت شروع ہوتی ہے۔ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور الخ سو یہ بات خوب سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ اسجگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے توریت اُتاری جو ہدایت اور نور ہے وغیرہ وغیرہ ان دو آیتوں کو ایک آیت کے رنگ میں پیش کرکے لوگوں کو دھوکا دینے سے کیا فائدہ ہے۔ یہاں تو رکوع بھی بدل جاتا ہے پھر ایک آیت کس طرح رہی۔ غرض یہ دو علیحدہ علیحدہ آیات ہیں۔ جنکا مطلب الگ الگ ہے۔ پادری صاحب نے انکو لوگوں کی دھوکا دہی کے لیے ایک آیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ تاکہ وہ عندھم التوراۃ والی آیت میں ہدایت اور نور ثابت کرسکیں۔ جو انکی طاقت سے بالاتر ہے۔

اسکے بعد پادری صاحب نے یہ فرمایا ہے۔ کہ قرآن شریف میں خود قرآن شریف

کی نسبت دوسری کتابوں کی زیادہ تعریف ہے۔ اور مقابلہ میں یہ دکھایا ہے کہ قرآن شریف کو صرف تفصیل لکل شیئ و ھدی و رحمۃ القوم یؤمنون فرمایا ہے۔ اور پرانی کتابوں کو اسکے علاوہ تماما علی الذی احسن فرمایا ہے۔ پیشتر اسکے کہ ہم اس اعتراض کا جواب دیں پہلے کچھ ایسی تعریفیں قرآن کریم کی پیش کرتے ہیں جو اور کتابوں میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) لاریب فیہ (اس میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے)

(۲) انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس (توریت کو تو صرف یہودیوں میں حکم کرنیکے لئے اتارا ہے۔ اور قرآن شریف کے عام لوگوں پر حکم کے لئے)

(۳) انہ لقرآن کریم ؁ فی کتٰب مکنون ؁ لا یمسہ الا المطھرون ؁ تنزیل من رب العٰلمین ؁ بیشک یہ قرآن کریم (معزز) ہے چھپی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اسکو پاکوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔ (یعنی پاکوں کے سوا اسکے مطالب کو نہیں پاسکتا)۔ وہ ایسے صحیفوں میں ہیں۔ جو کرم ہیں۔ وہ رفعت والے اور پاکیزگی والے۔ جو نیکوکار و بزرگ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔

(۵) انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (ہمنے ذکر کو اتارا ہے۔ اور ہم ہی محافظ ہیں) گویا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے۔

(۶) بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو لوح میں محفوظ ہے۔ گویا کہ قرآن کریم کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں جو کسی اور کتاب کے لئے نہیں۔

لاریب فیہ۔ انزلنا الیک الکتاب بالحق۔ قرآن کریم۔ فی کتاب مکنون

۲ (م) فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ

لا یمسہ الا المطھرون۔ تنزیل من رب العالمین۔ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ۔ بایدی سفرۃ کرام بررۃ۔ انا انزلناہ لحافظون الذکر۔ قرآن مجید۔ فی لوح محفوظ۔ بلسان عربی مبین۔ (یعنی کسی گنگی زبان میں نہیں بلکہ عربی زبان میں ہے۔ جو کھول کھولکر بیان کرتی ہے)

اب پادری صاحب فرمائیں۔ کہ ان پندرہ صفات کے مقابل پر اگر ایک ایسی صفت توریت کی بیان کر دی جو قرآن کریم کے ساتھ شامل نہیں کی گئی۔ تو کیا ہوا۔ اگر پندرہ صفات مذکورہ بالا میں ایک کو اسکے عوض الگ کر دیں تو بھی چودہ دعوے پادری صاحب کے ذمہ ہے۔ کیوں پادری صاحب!

اسکے بعد پادری صاحب نے صحف مکرمہ کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔ کہ وہ کونسی کتاب ہے۔ جسکی یہ تعریف ہے۔ کیوں پادری صاحب فرمائیے تو سہی کہ اس سورت شریف میں کہیں توریت یا انجیل کا لفظ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم کا ایک واقعہ پیش کر کے فرماتا ہے۔ کہ یہ تذکرہ ہے۔ جو چاہے اس کو نصیحت پکڑے۔ یہ تذکرہ (نصیحت کی بات) ہے جو ایک ایسے صحیفے میں ہے جو مکرمہ ...... ہے۔ پادری صاحب فرما فرمائیں تو سہی کہ قرآن کریم کے علاوہ یہاں تذکرہ کا کہاں ذکر ہے۔ تعجب ہے ایک بات کو تذکرہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور پادری صاحب کسی اور آیت کو پیش کر کے تذکرہ فرماتے ہیں۔ کاش کہ پادری صاحب غور فرماویں۔

الغرض پادری صاحب نے اپنے مضمون میں دو باتوں پر زور دیا ہے۔ کہ اول تو قرآن کریم کتب سابقہ کا مصدق ہے۔ دوسرے قرآن کریم نے کتب مقدسہ کی بہت تعریف کی ہے۔ سو ہم بڑی خوشی سے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ واقعی قرآن کریم بائبل کا مصدق ہے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ یہ کتابیں جب اتریں۔ اسوقت انمیں ہدایت و نور تھا۔ اور یہ امام۔ تماما علی الذی احسن وغیرہ تعریفات کی مصداق تھیں۔ لیکن نہ اب وہ کتابیں دنیا میں موجود ہیں۔ نہ اس تعریف کی مستحق ہیں۔

عبدالرحیم

ریویو

اظہار حق | شیخ محمد یوسف صاحب نو مسلم سابق سورن سنگھ سکھ کی تصنیف ہے۔ عمدہ سفید کاغذ اور ریویو آف ریلیجنز کی تقطیع پر قریباً دو سو صفحہ کی کتاب لکھائی چھپائی خاصی قیمت ۱۲ کے علاوہ محصول ڈاک ہے یہ کتاب صدر انجمن احمدیہ قادیان بکڈپو سے طلب کرنی چاہیئے۔ شیخ صاحب موصوف کوئی معمولی سکھ نہ تھے بلکہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے شیخ محمد یوسف صاحب کی برابر سکھ مذہب سے واقف اور سکھوں کی مذہبی کتابوں پر ایسی وسیع نظر رکھنے والے تمام پنجاب میں شائد دو چار ہی سکھ نکل سکتے ہیں۔ اس کتاب میں شیخ صاحب نے صرف ستند جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب ہی سے استدلال کیا ہے اور بدلائل ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب پکے مسلمان اور ہندوؤں سے اور ہندو دھرم مذہب سے سخت متنفر تھے۔ اس کتاب کے دس ابواب ہیں جنکے مضامین اس طرح ہیں۔ وید وغیرہ کے متعلق باوا نانک جی کی رائے۔ جنیو وغیرہ کی رسم کے متعلق باوا صاحب کے ارشادات۔ پرمیشور کے اوتار لینے کے متعلق باوا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ اسلام کے متعلق باوا جی کا عقیدہ وغیرہ وغیرہ سکھوں کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کا سکون قلب کے ساتھ مطالعہ کریں اور غور فرمائیں کہ انکے مذہب کا ایک عالم شخص کیا کہتا ہے اور کس عمدگی اور خوبی کے ساتھ اصلیت و حقیقت کو پیش کر رہا ہے ہمارے مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کی پنجاب کے تمام اضلاع میں خصوصیت سے اشاعت کریں اور اپنے سکھ دوستوں کو منگا کر دیں

منیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اشتہار دینے والے اصحاب کے لیئے

ایک نادر موقعہ

یہ تجویز کی گئی ہے کہ تشحیذ الاذہان ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۹ء کا کوئی ایک پرچہ پانچہزار شائع کیا جاوے۔ لہذا وہ تمام اصحاب جو اس پرچہ میں اشتہار چھپوانا چاہتے ہیں وہ مجھ سے خط و کتابت کرکے شرح اشتہارات وغیرہ کا فیصلہ کریں۔ میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ آئندہ پرچہ کی اشاعت تک انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی بتا دوں گا کہ کس ماہ کا پرچہ پانچہزار شائع ہوگا۔ اشتہار دینے والے اصحاب اس طرف توجہ فرمائیں۔

مینجر

اجرت اشتہارات حسب ذیل ہے	
پورا صفحہ	عہ
نصف صفحہ	لعہ
چوتھائی صفحہ	عہ
فی سطر	عہ
تقسیم ضمیمہ کروائی	ار فی سیکڑہ

نوٹ:۔ چونکہ سابقہ عہدیداران فی الحال کل رخصت پر چلے گئے ہیں اسلئے ہم اپنے ناظرین سے التماس کرتے ہیں کہ وہ ہر قسم کی خط و کتابت وغیرہ بغیر کسی عہدہ دار کا نام لکھنے کے اسکے عہدہ پر بھیجا کریں۔

مینجر

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب چھپا

جلد ۴ نمبر ۹

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے عیہ ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ | فہرست مضامین | مطابق ماہ ستمبر ۱۹۰۹ء

ایڈیٹر
محمد حسین از چھاونی لاہور
محمد شاہ نواز
عبد الرحمن حاجی پور

باہتمام حافظ عبد الرحیم صاحب منیجر ۱۲ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ کو ضیاء الاسلام پریس قادیان سے شائع ہوا

شکریہ معاونین

ایک چٹھی کے ذریعہ میں نے اپنے بعض دوستوں کو اس الکتاب احمدیہ کی مالی حالت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ان میں سے بہت سے دوستوں نے اس الکتاب کو روپیہ بھیجکر مدد کی ہے جیسا کہ آپ مندرجہ ذیل فہرست سے معلوم ہو سکتا ہے میں ان احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دینی کام میں حصہ لینے کی زیادہ توفیق دے۔ آمین۔

مرزا محمود احمد۔

فہرست معاونین معہ رقم چندہ جسب ذیل ہے

(۱) میاں محمد حسین خان صاحب عہ
(۲) منشی محمد وزیر خان صاحب سوتی باری عہ
(۳) منشی نظام الدین صاحب کورٹ انسپکٹر صہ
(۴) شیخ غلام حیدر صاحب انسپکٹر پولیس۔ صہ
(۵) منشی ابو الحمید صاحب رجسٹرار حیدر آباد دکن صہ
(۶) ڈاکٹر یعقوب خان صاحب وٹرنری اسسٹنٹ صہ
(۷) منشی محمد عجب خان صاحب تحصیلدار صہ
(۸) جماعت پشاور صہ
(۹) سید امیر علی شاہ صاحب صہ
(۱۰) میاں دولت خان صاحب صہ
(۱۱) میر حامد شاہ صاحب صہ
(۱۲) منشی برکت علی صاحب صہ
(۱۳) شیخ مظفر الدین صاحب انسپکٹر پولیس صہ
(۱۴) منشی محمد خان صاحب ذیلدار سے
(۱۵) سیٹھ اسمٰعیل آدم جی صاحب بمبئی فی
(۱۶) منشی عنایت اللہ خان صاحب انسپکٹر پولیس عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ماہِ رمضان

ماہِ رمضان کیا بلحاظ اس کے کہ خدا تعالیٰ نے اِسے دوسرے مہینوں کو زیادہ معزز کیا ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ اِس میں دعاؤں کا زیادہ موقعہ ملتا ہے کیا بلحاظ اس کے کہ اِس میں ہر ایک مسلمانوں کو ایک مجاہدہ کرنا پڑتا ہے کیا بلحاظ اس کے کہ کمزور سے کمزور انسان کو بھی اِس کی بدولت شب بیداری سے کچھ نہ کچھ حصہ مل رہتا ہے کیا بلحاظ اس کے کہ اِس میں بحکم اللہ جلشانہٗ کچھ نہ کچھ سخاوت کرنی ہی پڑتی ہے اور کیا بلحاظ اس کے کہ اس ماہ میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور اللہ کی رحمتیں کثرت سے نازل ہوتی ہیں۔ ایک مبارک اور نہایت ہی مبارک مہینہ ہے۔ بس مبارک ہے وہ جو اس مہینہ سے فائدہ اُٹھائے اور جب اس مبارک مہینہ کو رخصت کرے تو اس میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو چکی ہو۔ کیا خدا تعالےٰ کو کسی کو بھوکا رکھنے میں کچھ فائدہ ہے۔ کیا اگر ہم سارا دن بھوکے رہیں اور کھانے پینے سے پرہیز کریں تو خدا تعالےٰ کی بادشاہی میں ترقی ہو جاتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں اس کی طاقت نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ کیونکہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو ہر ایک نقص سے پاک ہے اُس کی طاقت کو کوئی زوال نہیں کیونکہ وہ ازلی ابدی ہے اور اس کی طاقت میں کوئی ترقی نہیں کیونکہ اس سے اوپر اور کوئی چیز نہیں

پس یاد رکھو کہ ہمارے روزہ رکھنے سے خدا تعالےٰ کو کوئی فائدہ نہیں ہیں وہ بات جس کے لیے روزہ فرض کیا گیا ہے ہماری اپنی پاکیزگی ہے۔ خدا تعالےٰ چونکہ رحیم ہے اس لیے اُس نے اپنے بندون کو پاک کرنے ...... اور گناہوں سے بچانے کے لیے کچھ علاج مقرر فرمائے ہیں جن میں سے ایک روزہ بھی ہو ایک امیر اپنے فاقہ کش بھائی کی مصیبت کو کس طرح سمجھ سکتا ہے مگر روزہ کیونکہ روزہ ...... اس کو بھوک اور پیاس کی تکلیف کا دکھ بتائیگا۔ ایک متکبر کس طرح اپنی بے بسی پر واقف ہو سکتا ہے مگر روزے کیونکہ روزہ رکھنے سے اُسے معلوم ہوگا۔ کہ وہ زندگی کے ہر ایک لمحہ میں مختلف چیزون کا محتاج ہے جیسے روزہ کے وقت بھوک اور پیاس اس کو ستاتی ہیں ایسا ہی اس کے غریب ہمسایہ کو کہ امیر اور اُس میں کچھ فرق نہیں ہے روزہ کی بدولت انسان نفسانی خواہشات سے محفوظ رہتا ہے اور ترش کلامی سے بچا رہتا ہے روزہ کی بدولت انسان میں سخاوت کا مادّہ پیدا ہوتا ہے روزہ کی بدولت انسان میں ہمت و استقلال کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ روزہ کی بدولت انسان کو اپنے نفس پر قابو حاصل ہو سکتا ہے غرض اگر انسان سچے دل سے اور روزہ کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے روزہ رکھے تو رمضان کا مہینہ اس کی عمر کے تمام سالون کو گناہون سے پاک کر دیتا ہے پس اس وقت میری اس مضمون سے یہ غرض ہے کہ میرے دوست و احباب اس مہینہ کو ضائع نہ ہونے دین۔ جہان تک ہو سکے اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ سحری کے وقت اُٹھنا پڑتا ہی ہے اگر اس وقت خلوص دل سے دعائیں کرین تو ضرور ہے کہ خدا تعالےٰ ان پر خاص طور سے رحم کرے اور ان کے دکھون اور تکلیفون کو دور کرے کیا ہم کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے یا کیا ہمارے مرنے کے بعد ہمارے اعمال کا کوئی محاسبہ نہیں ہونا۔ پس جبکہ نہ تو ہم اس دنیائے فانی میں ہمیشہ رہینگے

اور نہ ہمارے اعمال بھلائے جائینگے تو کیا ہمارے لیے موقعہ نہیں کہ اس دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھ کر جو وقت اور موقعہ ملے اُسے غنیمت سمجھیں۔ پس اے میرے دوستو جو اس مضمون کو پڑھتے ہو خود دعاؤں میں لگ جاؤ اور اپنے دوستوں کو یہ مضمون سنا کر انہیں تحریک کرو کہ وہ بھی اپنے وقتوں کا نیک استعمال کریں کیا تم سمجھتے ہو کہ مسیح پر ایمان لانے سے تم خدا کے عذابوں سے بچ گئے۔ نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اور بھی پھنس گئے ہو۔ کیونکہ پہلے تو تم ناواقفی کے حیلہ سے بچ سکتے تھے مگر اب خدا کی حجت تم پر قایم ہو چکی ہے اور تم خدا کے حضور میں مجرم قرار دیئے جا چکے ہو پس اگر آپ ہی عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو دنیا کے لیے دین سے غافل مت ہو۔ اور گناہوں میں مت پھنسو کیونکہ گناہ انسانی دلکو زنگ آلودہ کر دیتے ہیں اور جس کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے وہ ہدایت سے دور ہو جاتا ہے۔ تم اپنے اعمال کو اس طرح درست کرو کہ دوسروں کو تمہاری وجہ سے ٹھوکر نہ لگے ایسا نہ ہو کہ لوگ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور عذر پیش کریں کہ وہ جماعت جو تو نے قایم کی تھی اس کے اعمال ایسے گندے تھے کہ ہمیں اس میں داخل ہونے سے نفرت پیدا ہوتی تھی۔ اور ہمیں تیرا چہرہ اُن میں نظر نہ آتا تھا کیونکہ وہ گناہوں میں گرفتار تھے۔ اور شیطان اُن کے دلوں میں حکومت کرتا تھا۔ پس خدا کے عذاب سے ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ فرشتے تمہارا نام اُن لوگوں میں لکھدیں۔ جو دنیا کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ کیونکہ دل سے نکلی ہوئی دعائیں ضایع نہیں جاتیں۔ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ مضطر کی دعا سنیگا۔ اور خدا اپنے وعدوں کا جھوٹا نہیں اپنے دلوں میں ایک اضطرار پیدا کرو جو عرش کو ہلا دے اور تمہارے دل خدا کی محبت سے پُر ہو جائیں۔ کیونکہ محبت سے بھرے ہوئے دل خدا تعالےٰ کے خزانہ ہوتے ہیں اور کون ہے جو اپنے خزانہ کو تباہ کریگا۔ پس اگر چاہتے ہو کہ آئندہ اسے عذابوں

سے محفوظ رہو تو اپنے دلوں کو پاک کرو اور خدا کی محبت میں سرشار ہو جاؤ۔ قبل اس کے کہ خدا کی طرف سے تم پر موت وارد ہو تم اپنے نفسوں کو مارو کیونکہ خدا کسی انسان پر دو موتیں وارد نہیں کرتا۔ دیکھو زمانہ نازک ہے وحدت پیدا کرو کیونکہ جو بھیڑ اکیلی ہوتی ہے اُسے بھیڑیا لیجاتا ہے اگر تمہارے دلوں میں پھوٹ ہوگی اور تم روحانی طور سے اکیلے ہو جاؤ گے تو یاد رکھو کہ شیطان تمہارے دلوں کو اچک لیجائیگا۔ اور روحانی طور سے تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ میرے دلوں میں تمہارے لیے ایک درد ہے اور بڑا درد ہے جس کا خدا کے سوا اور کوئی عالم نہیں اور اس لیے میں مجبور ہوں کہ تمہیں تمہاری بھلائی کی طرف بلاؤں۔ اور نیکی کے طریق تم پر ظاہر کروں اور اس خیر خواہی کے جوش کو اس بات نے اور بھی دوبالا کر دیا کہ میں رسالہ تشحیذ الاذہان کے لیے ابھی میں سے ایک مضمون تلاش کر رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ ملا جو میری ایک دعا تھی جو میں نے پچھلے رمضان میں کی تھی مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ کروں نہ معلوم کس کی دعا سنی جائے۔ اور خدا کا فضل کس وقت ہماری جماعت پر ایک خاص رنگ میں نازل ہو۔ میں اپنا درد دل ظاہر کرنے کے لیے اس دعا کو یہاں نقل ہی کر دیتا ہوں کہ شاید کسی سعید الفطرت کے دل میں جوش پیدا ہو اور وہ اپنے رب کے حضور میں اپنے لیے اور جماعت احمدیہ کے لیے دعاؤں میں لگ جائے۔ جو کہ میری اصل غرض ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اے میرے مالک میرے قادر خدا میرے پیارے میرے مولےٰ میرے رہنما۔ اے خالق ارض و سما۔ اے متصرف آب و ہوا۔ اے وہ خدا جس نے آدم سے لیکر حضرت مسیح تک لاکھوں ہادیوں اور کروڑوں رہنماؤں کو دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اے وہ علی و کبیر جس نے آنحضرت جیسا عظیم الشان

رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمان جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نور کے پیدا کرنے والے اے ظلمات کے مٹانے والے تیرے حضور میں ہاں صرف تیرے ہی حضور میں محمد ساز ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے کہ میری صدا سن اور قبول کر کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرات دلائی ہے کہ میں تیرے آگے کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں میں کچھ نہ تھا تو نے مجھے بنایا میں عدم میں تھا تو نے مجھے وجود میں لایا میری پرورش کے لیے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبرگیری کے لیے انسان کو پیدا کیا جب میں اپنی ضروریات کو بیان تک نہ کر سکتا تھا۔ تو بھی وہ انسان مقرر کیے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان ہاں اے میری جان تو نے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور میں عزت سے دیکھا جاتا تھا اس لیے مقرر کیا کہ وہ مجھ سے بے سمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لیے تیرے دربار میں سفارش کرے اور تیرے رحم کو میرے لیے حاصل کرے میں گنہگار تھا تو نے ستاری سے کام لیا میں خطاکار تھا تو نے غفاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دکھ میں میرا ساتھ دیا جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تو نے میری مدد کی اور جب کبھی میں گرا چاہنے لگا۔ تو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تو نے چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دور جانے کے تو میرے قریب ہوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا۔ مگر تو نے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جان والدین اور عزیز و اقربا اور دوست و غمگسار مدد سے قاصر ہوتے ہیں تو نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہوا۔ تو تو نے مجھے خوش کیا میں افسردہ دل ہوا تو تو نے مجھے شگفتہ کیا۔ میں رویا تو تو نے مجھے ہنسایا کوئی ہوگا جو فراق میں تڑپتا ہو

مجھے تو تو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تو نے مجھ سے وعدے کئے اور پورے کئے اور کبھی نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ میں نے بھی تجھ سے وعدے کئے اور توڑے مگر تو نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا میں نہیں سمجھتا کہ مجھ سا گنہگار کوئی اور بھی ہو اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ مہربان تو کسی اور گنہگار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا جب میں تیرے حضور میں گڑگڑایا اور زاری کی تو نے میری آواز سنی اور قبول کی میں نہیں جانتا کہ تو نے کبھی میری اضطرار کی دعا رد کی ہو پس اے میرے خدا میں نہایت درد دل سے اور سچی تڑپ کے ساتھ تیرے حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں۔ اور عرض کرتا ہوں کہ میری دعا کو سن اور میری پکار کو پہنچ اے میرے قدوس خدا میری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اُسے ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں۔ تو مجھے ان سے کیا تعلق جب تک ان کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں۔ مجھے ان سے کیا غرض۔ سو اے میرے رب اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت کو جوش میں لا۔ اور ان کو پاک کر دے صحابہ کا سا جوش و خروش اُن میں پیدا ہو۔ اور وہ تیرے دین کے لیے بیقرار ہو جائیں اُن کے اعمال اُن کے اقوال سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریم پر فدا تیرے مسیح کی دعائیں اُن کے حق میں قبول ہوں۔ اور اس کی پاک اور سچی تعلیم ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اے میرے خدا میری قوم کو تمام ابتلاؤں اور دکھوں سے بچا اور ہر قسم کی مصیبتوں سے اُنہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تو نے پسند کر لی ہو اور یہ ایک گروہ ہو جس کو تو ..... اپنے لیے مخصوص کرے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ

رہیں اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک کر مبارک کر آمین ثم آمین۔ یارب العالمین اس کے بعد میں اپنے لیے اپنے بھائیوں کے لیے اپنی والدہ کے لیے اپنی ہمشیرون کے لیے اپنے دوستون کے لیے اور ان لوگون کے لیے جن کے نام نیچے لکھتا ہوں دعا کرتا ہوں اور نہایت عاجزی سے دعا کرتا ہون کہ ہم کو دین دنیا میں مبارک کر نیک کر۔ پاک کر۔ اپنے لیے جن سے ہدایت کا پھیلانیوالا بنا۔ اسلام کا خادم بنا۔ اور صحت و پاک عمر عطا فرما۔ ہم اسلام پر مرین اور تو ہماری وفات کے وقت ہم پر خوش ہو اور ہماری عمر تیری ناراضگی سے پاک ہو۔ پھر میں خاص طور سے خلیفہ وقت کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب اُن کے علم و فضل میں ترقی دے اُن کو اپنے کام میں کامیاب کر۔ اور ہم کو ان کے دکھوں سے بچا۔ اُن کی تدابیر میں برکت ڈال۔ اور اُن راہوں پر چلا جو اسلام کی ہوں۔

چودہری فتح محمد صاحب۔ سید ولی اللہ شاہ صاحب چودہری ضیاء الدین صاحب۔ عبدالرحمن۔ غلام حسین۔ قاضی محمد عالم صاحب۔ عبدالمجید خان صاحب ماسٹر محمد شریف صاحب۔ شیخ عبدالرحیم صاحب۔ شیخ عبدالرحمن صاحب شاوی صاحب۔ میاں دین محمد صاحب۔ میرزا یوسف علی صاحب۔ عبدالرحمن کاغانی صاحب میاں محمد یوسف۔ میاں عبدالغنی۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب سید شیر شاہ صاحب۔ سید محمد علی شاہ صاحب۔ ماسٹر شیر علی صاحب۔ مولوی فضل الدین صاحب۔ قاضی ظہور الدین اکمل صاحب۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب میاں ظفر حق۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ میاں ظفر قیوم صاحب عبدالرحیم صاحب

یہ نام اُن لوگوں کے ہیں کہ یا تو انہوں نے مجھے اس وقت خاص طور سے

دعا کے لیے کہا یا مجھ سے خاص طور سے محبت رکھتے ہیں۔ اور تھے۔

میری اس دعا کو اس جگہ نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ شاید کوئی نیک روح فائدہ اُٹھائے اور اس مبارک مہینہ میں خاص طور سے جماعت احمدیہ اور اسلام کی ترقی کے لیے دعاؤں میں لگ جائے۔ میں آخر میں پھر اپنے احباب پر زور دیتا ہوں کہ اس وقت کو ضائع مت کرو۔ رات کو خدا کے حضور چلاؤ۔ اور دن کو صدقہ کرو۔ یہ ایک ایسی پکی تحریر ہے کہ اگر تم میں سے ایک جماعت سچے دل سے ایسا کرنے والی نکل آئے تو خدا اپنے پاک کلام میں کامیابی کا وعدہ دیتا ہے۔ پس کون بدبخت ہے جسکو خدا کے وعدوں پر اعتبار نہ ہو خدا کرے کہ ہم لوگوں میں وحدت پیدا ہو اور ہم کو نیک اعمال اور دعاؤں کی توفیق ملے۔ اور ظلمت کے دن دور ہو کر اسلام کا نورانی چہرہ پھر دنیا پر ظاہر ہو۔ آمین یا رب العظیم

خاکسار

مرزا محمود احمد

کیا جناب مسیح موعود علیہ السلام عقلی علم کے زور سے لوگون کو مُرید کرتے ہیں؟

انسانی ہستی کا بھی عجیب حال ہے۔ یہ کبھی اور کسی صورت میں بھی دوسرون پر بے جا نکتہ چینی کرنے سے باز نہیں آتی۔ جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان کے ساتھ خصوصیت سے اِن کو کچھ ایسی کد اور عناد رہا ہے کہ جان بوجھ کر ان کو ستایا اور دل کھول کر ستایا دکھ دیے تکلیفیں دیں اُن کی غریب جماعت پر طرح طرح کے ظلم کے ستم کئے شرارتیں کیں اور انبیاء علیہم السلام کے طرح طرح کے نام رکھے کبھی تو اُن کو وہ کا فدا رہنا یا کبھی مفتری علی اللہ۔ کبھی کذاب مکار کبھی ساحر و جادوگر۔ غرضکہ جو کچھ بھی بن آیا کیا اور ان کامون کے کرنے سے باز نہ آئے یہان تک کہ غضب خداوندی نے ان کا خانہ خراب کر دیا ان کو بھسم کر دیا۔ وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی ہی نہ ہوئے تھے۔ بُرے کامون کا نتیجہ تو بُرا ہوتا ہے مگر آیندہ کے لیے کم از کم یہ نظارے یادگار باعث عبرت ہیں اور ضرور ہیں مگر کس سے کہیں اور کس کے بیان کریں بیان تو یہ حالت ہے کہ میرزا جی کے برخلاف جو کچھ بھی کہہ لو کر لو سب کچھ جائز اور موجب صواب ہے وہ کیون؟ اس لیے کہ میرزا جی کے پاس بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ کچھ تھوڑا سا عقلی علم جانتے ہیں اور اسی کی زور سے لوگون کو اپنے پھندے میں پھانستے ہیں عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے میرزا جی کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں دانا اور عقلمند ان سے کوسون دور رہتے ہیں اور ان کے طرف یا ان کے کتابون کی طرف التفات کرنا ہی گناہ عظیم یقین کرتے ہیں۔

پہلے تو ہم جب ان واقعات کو قرآن شریف میں پڑھا کرتے تھے جو انبیا کے منکرین ان سے کرتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں نیز ان کتابوں کے وہ بیانات جہاں انبیاء اور اولیاء کے کروڑوں معجزے اور کراماتیں ذکر کی گئی ہیں اور ساتھ اس کے یہ بھی پڑھا کرتے تھے کہ منکروں نے باوجود ایسے ایسے معجزے اور کراماتیں دیکھنے کے بھی خدا کے راستبازوں کو نہیں مانا انہوں نے ان معجزوں کو دیکھکر کبھی تو ان کو جھوٹا کہنا کبھی مکار و فریبی اور کبھی ساحر شاعر اور جادوگر تو ہمارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور دل پر عجیب ہی کیفیت طاری ہوتی تھی بلکہ سچ پوچھو تو بعض وقت ہم مبہوت ہو کر رہ جاتے تھے عقل کام نہیں کرتی تھی دماغ چکر کھا جاتا تھا کیونکہ معجزوں کی کثرت ہمارے ہوش پران کر دیتی ہے پر کیا کریں کوئی نمونہ سامنے نہ تھا اس لئے خاموش ہو جاتے تھے۔ اور کوئی حرف زبان سے نہ نکالتے تھے۔ اور کر بھی کیا سکتے تھے کچھ بھی کیا سکتے تھے چونکہ ہمارا یہی اعتقاد تھا کہ راستبازوں کا زمانہ تو گذر گیا ہے اور اب کوئی ایسا آدمی تو آویگا ہی نہیں کہ جس کے ذریعہ ان باتوں کی تصدیق ہو سکے۔ گو یہ مانتے تھے کہ مسیح اور مہدی آوینگے لیکن مسیح کی نسبت تو یہ اعتقاد تھا کہ وہ آسمان پر سے ٹپ سے اتر پڑینگے اور مہدی کے ساتھ ملکر جنگ دجال پر کمربستہ ہو جاوینگے اس لئے ممکن نہیں کہ کوئی ان ہر دو صاحبان کا انکار کرے ان کو جادوگر بتائے ساحر شاعر کہے یا سفلی علم کے زور سے اپنے کام نکالنے والا ان کا نام رکھے گویا اس اعتقاد میں کسی ایسے وجود کی امید تو رکھنا ہی باطل ہے کہ کسی انبیاء کا نمونہ کسی وقت ملاحظہ میں آویگا۔ یا ان گذشتہ انبیاء کی تصدیق کا کوئی سین نظر آویگا۔ اس لئے ہمارا ایسے ایسے معجزے کتابوں میں پڑھکر اور ان کے انکار کرنے والوں کا حال پڑھکر حیران ہو جانا کوئی بھی جائے تعجب نہ تھی۔

خدا کی شان ہے! جوئندہ یابندہ کیا ہی سچ جناب حضرت مسیح علیہ السلام کا قول باوجود محرف اور مبدل ہونے کے ان ہی انجیلوں میں ملتا ہے کہ جو کھٹکھٹائیگا اس کے لیئے کھولا جاویگا۔ چونکہ ہمکو سچ اور جھوٹ کے جانچنے کی تمنا تو ہے ہی اور یہ تو چاہتے ہی تھے۔ کہ کوئی ایسا نمونہ ہمارے سامنے آتا کہ جس کے ذریعہ ان تمام باتوں کی اصل حقیقت معلوم ہوتی اور یہ راز سربستہ ہمارے لیئے کھل جاتا تو کیا اچھا ہوتا۔ ہم چھوٹی عمر میں جب کبھی مہدی اور مسیح کے آنے کا (جو ہر مسلمان بچہ کو گویا گھٹی میں اعتقاداً پلایا جاتا ہے) ذکر خیر سنتے تھے تو دل تو یہی کرتا تھا کہ بار خدایا ہم کو وہ پیارا چہرہ ضرور دکھلا دینا بلکہ اکثر دفعہ دعائیں بھی مانگ لیا کرتے تھے لڑکپن کی امنگیں بھی عجیب ہوتی ہیں خدا کی شان اور اس کے مہربان اور لطف کی کیسی قدر کریں اور کس طرح شکر ادا کریں کہ اس نے آخر وہ ہمکو دکھلا بھی دیا اور ملا بھی دیا اور اس کا گرویدہ بھی کر دیا اور یوں وہ بچپن کی دعائیں جوانی کی عمر میں آ آ کر قبول ہوئیں مگر خدا کا یہ شکر ہے کہ ابھی عمر بہت لمبی نہ ہوئی تھی کہ ہمکو اس کے حلقہ بگوش ہونے کا فخر ملا اور یہ احسان ہمپر جناب ڈاکٹر حکیم شیخ نور محمد صاحب منشی عالم مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور کا ہے کہ جن کے ذریعہ ہم نے اس نور کو پایا کہ جو دنیا کو روشن کرنے کو بیٹھا اور گندے اور بوسیدہ عقاید کو دور کرنے کے لیئے خدا نے آسمان سے اوتارا ہے یہ وہی نور ہے کہ جو دنیا میں میرزا غلام احمد قادیانی نام رکھتا ہے۔ اور خدا کی طرف سے مسیح موعود۔ مہدی معہود۔ امام وقت۔ مجدد۔ مرسل یزدانی وغیرہ لقب رکھتا ہے جو انبیاء کی شکل وصورت اور سیرت میں بھیجا گیا ہے جس کے آنے سے عقدے وا ہوئے بات جو جھگڑا بنایا گیا تھا اس کی کیفیت معلوم ہوئی۔ خواہ مخواہ مسیح اسرائیلی کو آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھا

رکھا تھا اور اس کے آنے کی امیدیں باندھی جاتی تھیں اور اس کا آنا ایسا ہیبت ناک طریقے پر پیش کیا جاتا تھا اور اس کو ایسا خونخوار اور مردم آزار بیان کیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ الامان والحفیظ!

اس مسیح موعود نے آکر نہ صرف گندے اور بوسیدہ عقیدوں کا ہی قلع قمع کیا بلکہ ہر ایک بات کی حقیقت سمجھائی کیا سنہ کہ جو حقیقتاً درست تھی اس کا مطلب سمجھایا اور باقی ردی باتوں کو یا عقاید کو کوڑے کرکٹ کی طرح دور دفعان کر دیا اور یوں جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا کا ایک عجیب سین دکھلایا سین کیا دکھلایا؟ بلکہ اصل پوچھو تو دنیا کے ایک کثیر حصہ کو تار دیا۔ باوجودیکہ قرآن شریف میں ایک جگہ لا اکراہ فی الدین ہے اور دوسری جگہ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ الحسنۃ و جادلہم بالتی ھی احسن وغیرہ پھر بھی اس عقیدے کو باعث فخر گردانا و مانا گیا تھا اور مسیح اور مہدی بجبر مسلمان کرینگے ورنہ قتل کر دینگے جو مسلمان ہونے سے انکار کریگا۔ مگر اس مسیح نے آکر ہر ایک ایسی بات اور عقیدہ کو صاف کیا جس میں کہ اختلاف کیا جاتا تھا

ایمان کی بات تو یہی ہے خدا کو منہ دکھلانا ہے کہ اس نے جو بات کبھی جو کام کیا صاف کیا مگر دنیا کی عقل کے ساتھ ہماری عقل مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ ہم ایسے عقل کے اندھے ہو سکتے ہیں کہ بدیہیات کو چھوڑ کر وہ بات تسلیم کر لیں کہ جو آؤٹ ڈیٹڈ ہو کر خراب ہو رہی ہو کڑوی ہو اور بدذائقہ ہو۔ ہم نے علم اگرچہ تھوڑا بہت پڑھا ہے تو کھرا اور کھوٹا پرکھنے کے لیے نہ یہ کہ کھرے کو کھوٹا اور کھوٹے کو کھرا کہنے کے لیے مگر دنیا پرست مادی دنیا کے کیڑے رات دن دنیا پرستی کے اخبارات پڑھنے میں مشغول رہنا اچھا سمجھتے ہیں مگر خدا کے پیارے

مسیح کے چھوٹے سے چھوٹے رسالے کو بھی زہر ہلاہل یقین کر کے اس سے ایسے دور بھاگتے ہیں کہ جیسے بندوق سے گولی یا کمان سے تیر۔ بات تو بالکل صاف ہے کوئی پیچ دار ہے نہیں عقل میں آجاتی ہے دماغ اس کی صداقت کو پرکھ سکتا ہے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنا بھلے مانسوں کا تو شیوہ ہے ہی۔ پھر ایک راست باز کو ماننا۔ دوسرے کا انکار کرنا اس کی بات کو خطرے میں ڈالنا عقلمندی کا خاکہ اڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم نے تو جہاں تک غور کیا ہے عقل کو چراغ ہاتھ میں لیکر دیکھا ہے پچھلے انبیاء کی لائف وسیرت کے علاوہ اور حضرت نبی کریم رؤف الرحیم صلعم کی لائف وسیرت کے خصوصاً اوراق کو الٹ کر مطالعہ کیا ہے تو یہی کھلا ہے کہ میرزا جی کی پاکیزہ لائف وسیرت میں اور ان کی سیرت میں رائی کے دانہ کے برابر بھی فرق نہیں ہے اور یہ وہ بات ہو کہ اس کو معمولی نظر سے دیکھنا ایمانداری کی بیقدری کرنا اور بے ایمانی کی قدرو منزلت کرنا ہے۔ مگر آج کل کے لوگوں کی حالت عجیب طرح کی ہے۔ کہ میرزا جی کی کتابوں کو تو پڑھتے نہیں آپ کے پاک لائف کا مطالعہ کرتے نہیں آپ کی تعلیم پر نظر تعمق سے غور کرتے نہیں اور وہ بات کہہ اٹھتے ہیں کہ جو نہ صرف چھوٹا منہ بڑی بات ہونی کی مصداق ہو بلکہ صریحاً ظلم اور حقیقتاً بے ایمانی پر دلیل ہو

یہ بات تو کہدینی آسان ہے کہ میرزا جی کو سفلی علم آتا ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو پھانستے ہیں مگر اس سفلی علم کے حال اور اثر کو تو کم سے کم ملاحظہ کرنا چاہئے تھا کہ برخلاف دوسرے سفلی عملوں کے یہ کیوں ایسا بلا کا اور غضب کا ہے کہ عقل کے پتلوں اور علم کے دریاؤں پر بھی اثر کرتا ہے آج تک تو یہی تجربہ رہا ہے کہ سفلی علم ہمیشہ کم عقلوں۔ بے شعوروں۔ کندہ ناتراشوں جاہل مطلقوں۔ دین سے بے بہروں پر اثر کرتا رہا ہے۔ مگر ان سب کے

برخلاف میرزا جی کے سفلی علم نے بڑی بڑے عالموں - مولویوں - تاجروں -
امیروں - رئیسوں - اور تحصیلداروں اور دین داروں پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے
اور ان کو ایسا لٹو کر دیا ہے کہ جان سے مال سے ہر ایک طرح سے حاضر
ہیں کسی طرح کا عذر نہیں کرتے کوئی حیلہ بہانہ نہیں کرتے اور نہ جان کی پرواہ
کہ وہ نہ جائے اور نہ عزت کی پرواہ ہے کہ وہ نہ جاتی رہے - یہ سفلی علم ہے تو
ضرور قابل غور اس کی پڑتال تو ضرور کرنی چاہیے - کیونکہ آج تک کا تجربہ
شاہد ہے کہ سفلی علم کا اثر کثرت جہلا پر پڑا کرتا ہے چنانچہ غور سے دیکھو تو
اور فرزانگی کی عینک نہیں بلکہ دوربین لگا کر دیکھ لو کہ ایسے عملوں کے قائل
معقول ایسے ہی لوگ رہا کرتے ہیں کہ جو دیوی دیوتاؤں - قبروں - تعزیوں
قندیلوں کے پجاری ہوں - خدا کے بیٹے اور بیٹیاں ماننے والے ہوں اور
بالآخر خدا کو (نعوذ باللہ) ایک کنواری کے شکم سے پیدا ہونے اور پھر سارے
جہان کے گناہوں کے بوجھ کا گٹھڑ اپنے گردن پر لاد کر صلیب پر مر جانے کے
قائل ہوں جیسے کہ انجیلوں میں یسوع کا سب سے بڑا معجزہ یہی ذکر کیا گیا ہے
کہ وہ دیو نکالا کرتا تھا جسکو عیسائی لوگ بڑے فخر سے بیان کیا کرتے ہیں -
چنانچہ ایک دفعہ شالا مار باغ کو جاتے ہوئے راستے میں ہمکو ایک صاحب
مل گئے جنکا نام مسٹر گرین ،، تھا جو ریلوے میں ملازم تھے جب مذکور میں ہو گئے
چونکہ وہاں میلہ کا دن تھا ہر ایک قسم کے آدمی موجود تھے ایک جگہ پر دھوم ہو رہی
تھی یعنی دیو نکالا ہو رہا تھا اور چند ایک مسٹنڈے اس پر مست ہو کر جھوم رہے تھے
صاحب موصوف دیکھکر سخت متعجب ہوئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ جانتے ہو
یہ کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ ایسا کر رہے ہیں ؟ میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ
بنے ہوئے ہیں اور صرف دکھلاوے کے لئے یہ بات ہے کیونکہ ان کی

صورتوں شکلوں سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نہ تو سخن شناس ہیں اور نہ سخن فہم ہیں بلکہ جاہل مطلق کندہ ناتراش ہیں جو غزلیں قوال گا رہے ہیں ان کا نہ تو یہ مطلب سمجھتے ہیں اور نہ ان کے معانی سے یہ آگاہ ہیں۔ مگر صاحب موصوف نے ہمارے اس معقول بات کو تسلیم نہیں کیا اور صاف کہا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ ہندوؤں کا اثر ہے ہمارا خیال اسی وقت انجیل کیطرف پلٹ گیا اور ہم نے یقین کر لیا کہ باوجودیکہ یہ مغربی فلسفہ کا واقف ہے مگر پھر بھی انجیلی تعلیم نے اس پر ایسا اثر کیا ہے کہ دیوتوں کا خیال اس کے دل سے دور نہیں ہوا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں کی عقل ایسی گند ہو گئی ہے کہ وہ کسی حق کی بات کو سمجھ نہیں سکتے باوجودیکہ دنیوی علوم میں بڑی پایہ کا رکھتے ہیں کلیں ایجاد کرتے ہیں عجیب عجیب ایجادوں کے موجب ہیں مگر دینی معاملہ میں وہی مرغ کی ایک ٹانگ والا معاملہ ہے چنانچہ ابھی چند روز ہوئے کہ ایک ڈاکٹر صاحب سے جو پادری بھی ہیں جو اپنے آپ کو اصل باشندہ فلسطین کا ظاہر کرتے تھے ہم سے ملاقات ہوئے اور یہ موقعہ ان کی کوٹھی پر ملاقات کا تھا جو موتی دروازہ کے پاس ہے ہم نے پادری صاحب سے کہا کہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا کس طرح ایک عورت کے پیٹ میں داخل ہو کر انسانی جون یعنی شکل میں پیدا ہوا تو اس کا پادری صاحب نے یہی جواب دیا کہ میں ایسی بات نہیں سمجھا سکتا کیونکہ خدا غیر محدود ہے اور ہم محدود اس پر ہم نے کہا کہ اسی لئے تو یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ جب انسانی ہستی محدود ہے اور خدا تعالٰے غیر محدود ہے تو وہ کیسے ایک عورت کے رحم میں سما گیا پادری صاحب اس پر بڑے سٹ پٹائے اور کہنے لگے کہ میں خدا کی نسبت کچھ نہیں بیان کر سکتا اور نہ یہ جرأت رکھتا ہوں کہ یوں کہوں کہ خدا نے ایسا کیوں کیا خدا کی نسبت جو بات ہے وہ عقل سے بالاتر ہے اس لیے الوہیت کے متعلق

کوئی سوال ہم سے نہ کرو۔ ہم نے کہا اچھا یہ تو سمجھاؤ کہ مسیح کی نسبت ہم کیا ایمان رکھیں۔ پادری صاحب نے کہ یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ وہ خداوند خدا جو ازلی ابدی ہے جو رحیم کریم ہے اور ایک گناہ کا بدلا لیا کرتا ہے اور بغیر بدلے کے نہیں بخشتا وہی مسیح کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوا تاکہ دنیا کو گناہوں سے نجات دیوے چنانچہ اس نے مصلوب ہوکر دنیا کے گناہوں کو اس طرح بخش دیا۔ ہم نے کہا کہ یہ تو فرمائیے کہ جو شخص ہندو بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا نے کرشن یا رام چندر کا اوتار لیا اور اسطرح وہ کرشن یا رام چندر کو خدا مانتا ہے تو اس کے لیے کیا ضرورت ہے کہ کسی اور خدا کو مانے۔ پادری صاحب اس پر بہت ہی جھنجھلائے اور کہنے لگے کہ تم نہیں جانتے کہ کرشن چھوکریوں کو بغل میں رکھتا تھا اور نہانے والی عورتوں کے کپڑے اٹھا کر درختوں پر چڑھ جاتا تھا۔ پس جب وہ گناہگار تھا تو وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے ہم نے کہا کہ یہودی مسیح کے جس قدر عیب بیان کرتے ہیں وہ کرشن کے عیبوں سے بہت زیادہ ہیں اول تو مخالف معاند کی بات جو مخالفانہ رنگ میں ہو قابل اعتبار کم ہوا کرتی ہے اس لیے ممکن ہے کہ کرشن جی مہاراج کے مخالفوں نے کرشن جی کے عیب ایسے بیان کئے ہوں اور وہ فی الحقیقت ایسے عیوب سے پاک ہوں دوم یہ کہ اگر مطلق عیبوں کو ہی گن کر گناہگار بنا دیا کرتے ہو۔ تو مسیح کے عیب اس قدر یہودی بیان کرتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی پادری صاحب بولے کہ مسیح کا کوئی عیب کسی نے بیان نہیں کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ نے کوئی ایسی کتاب پڑھی نہیں ہے اس لیے آپ کو خبر نہیں ورنہ مسیح کے کروڑوں عیب یہودیوں نے پیش کئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ تو فرمایئے کہ آپ نے جو ہسپتال کھولا ہے تو اس میں آپ نے یہی شیوہ اختیار کیا ہے کہ جو بیمار آپ کے پاس آتا ہے اسی کو آپ دوا دیتے ہیں۔ مثلاً کوئی سر کے درد والا آجاوے۔ یا دوسرے بیماری کا تو اسی کو دوا دیجئے

دکہ اس کے عوض کسی اور کو استعمال کرا دینگے۔ پادری صاحب سے کہا کہ مریض کو ہی دوا دی جاتی ہے دوسرے کو دینے سے مریض کیونکر اچھا ہو سکتا ہے؟ ہم نے کہا یہی تو بات ہے کہ ہمارے سر میں درد ہونے سے کسی دوسرے کے سر پر تبر مارنے سے کچھ نہیں بنتا۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ کفارہ مسیح کا عقیدہ باطل ہے بتلائے کہ ہم کیا مانیں؟ پادری صاحب بڑے گبھرائے اور کہنے لگے کہ میں پادری نہیں ہوں تمکو اگر کچھ سمجھنا ہے تو کسی پادری کے پاس جاؤ اور بہتر یہ ہے کہ تم خداوند سے دعا کرو۔ ولیم! ہم جب پہلے خدا کی نسبت تمہارے طرح لڑا جھگڑا کرتا تھا تو ہماری ایسی حالت ہو گئی تھی کہ ہم بہت مدت تک دہریہ رہا تھا اور خدا کو ہم بالکل بھول گیا تھا۔ پھر ایک مدت یہ حال رہنے کے بعد ہم نے بہت دعا کی۔ تو وحدت کا خیال دور ہوا تب سے ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ کبھی یہ نہ کہیں گے کہ اے خدا تو نے یہ کیوں کیا یا فلاں کام یوں کرنا چاہیئے تھا۔ پھر کہا کہ ہم اب دوسرا کام کرنا چاہتے ہیں زیادہ ہم تمکو نہیں دے سکتے۔ تم گرجے میں آیا کرو وہاں کا لیکچر سنا کرو اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لایا کرو۔

یہ ہے ان لوگوں کا ایمان اور اعتقاد! دوسروں پر اعتراض کرنا ان لوگوں کو خوب آتا ہے اور جب اپنے سر پر پڑتی ہے تو قافیہ تنگ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بڑا مشن میں پادری تھا ایک دن ماربل آرچ میں بیوریلی چیپل میں لیکچر دے رہا تھا میں نے بھی جا کر کچھ سنا تھا اس کے بعد تیسرے روز مجھکو راستے میں ملگیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ ہی اتوار کی شام کو ماربل کے گرجے میں لیکچر دے رہے تھے کہنے لگا کہ ولی! کہ تم وہاں تھا؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ میں بھی وہاں تھا۔ اس پر بے ساختہ کہنے لگا کہ ولی! لوگ دنیا کی باتوں کی طرف بہت توجہ کرتے ہیں پر خدا کی باتیں نہیں سنتے۔ ہمارے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ کوئی بڑا سمجھدار

پادری ہوگا۔ چلو اس کی ذرا نبض تو دیکھیں کہ کتنے پانی میں ہے۔ جب اس کے بنگلے پر گئے تو ہم نے اس سے پہلے دریافت کیا تھا کہ آپ پادری ہیں؟ اس نے کہا تھا کہ ہاں ہم نے پوچھا تھا کہ کسی مشن سے آپ کا تعلق ہے تو بولا تھا کہ نہیں بلکہ ہم مشن کا کام وعظ وغیرہ مفت کرتے ہیں مگر جب اس کے باتوں اور اعتراضوں پر ہم نے جرح کی تو اس نے پادری ہونے سے انکار کر دیا بلکہ یہی کہہ دیا تھا کہ میں اس بارہ میں تم سے اب بات نہیں کروں گا صرف تم ہی دعا کرو حالانکہ اس سے پہلے کہتا تھا وہاں بہت سے لوگوں کو لاؤ تاکہ وہ خدا کے کلام کو سمجھیں۔ ہم کو تو یہ افسوس رہ گیا کہ ہم نے دل کھول کر اس پر اعتراض نہ کئے بلکہ ہر ایک دربی زبان سے کہا یہ کرتے رہے کہ قرار نہ ہو جائے مگر ایک سچے خدا کے قائل کے نزدیک مصنوعی خدا کے ماننے والے کی کیا دال گل سکتی ہے آخر الامر ہم کو وہاں سو بے نیل مرام واپس ہونا پڑا۔ یہ حال تو ہے تا آج کل کے عیسائیوں کا کہ لیکچر دیتے ہیں تو اوٹ پٹانگ ادہر ادہر کی زٹلیں ٹھوک دیتے ہیں مگر انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے کے عیسائی متی لوقا مرقس وغیرہ ہی اسی عقل و خرد کے آدمی تھے کہ ہمیں تو ان کو دیو نکالنے کا معجزہ بڑا بھاری معجزہ نظر آیا جس کو تمام کس کے عیسائی فخریہ بیان کیا کرتے ہیں اور ان کے دوسرے بھائی اس پر مضحکہ اڑاتے ہیں۔ برخلاف اس کے مرزا جی کے مرید ایسی باتیں نہ تو بیان کرتے ہیں اور نہ مرزا جی ایسا کوئی معجزہ کبھی دکھلانے کا دعویٰ کیا تھا۔ بلکہ بیان جو بات ہے معقول ہے جو بول ہے عقل و خرد سے بھرپور ہے یا عقل کا پتلا ہے دہ لغویات کا ذخیرہ نہیں ہو اور اسی لیے مرزا جی کے حلقہ بگوش علم دوست اور علم سے آشنا بلکہ علم اور عمل کو تو بجا نہیں ہے اہوئے ہیں۔ مگر باوجود ایسی کارروائی کے مرزا جی کو سفلی علم کا عالم کہا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی کا سفلی علم عمدہ اور اعلیٰ

ہے جو ایسوں کا قافیہ تنگ کرتا ہے ایسوں کو ہی مبہوت کرکے حلقہ بگوش کردیتا ہے اور پھر اس سے زیادہ مزہ یہ کہ آج تک تو سفلی علم کا اثر یہی ظاہر ہوتا رہا ہے کہ وہ خدا سے دور و مہجور کر دیتا رہا ہے اور شیطان کے پھندے میں پھنسا رہتا رہا ہے مگر میرزا جی کا سفلی علم غضب ہے کس بلا کا ہے کہ جس پر اس کا اثر پڑ جاتا ہے اس کا سینہ خدا کی محبت اور چاہت اور الفت سے بھر جاتا ہے۔ واہ رے سفلی علم تیری کیا بات ہے ہم تو ایسے سفلی علم کو ہزار بار سلام کرنے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو تیار ہیں کہ جس سے خدا ملتا ہے خدا کی یاد ایسی آتی ہے کہ پھر بھولتی ہی نہیں ہے۔ میرزا جی کے سفلی علم کا سایہ پڑا اور فی الحقیقت وہ آپ کے رنگ سے رنگین ہوگیا تو پھر اس پر شیطان حملہ کرنے سے ایسا بھاگتا ہے کہ لاحول سے۔

پھر میرزا جی کے سفلی علم کا ایک یہ بھی اثر ہے کہ اس نے تمام کے تمام ایسے لوگ میرزا جی کے حلقہ بگوش کر دیئے ہیں کہ جن کو شروع سے حق کی تلاش تھی وہ خدا کو ملنا چاہتے تھے ان کے دل میں اسی کی تڑپ اس محبوب ازل سے ملنے کی تھی اور وہ سچ مچ اس کے بننا چاہتے تھے کہ جس کے ارادے اور مرضی سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور جس کے ارادہ اور حکم سے وہ اس دار ناپائدار کو چھوڑ کر اس کے حضور میں حاضر ہونگے۔ انہیں حضرات کو میرزا جی کے سفلی علم نے اپنی طرف کھینچا ہے اس کے علاوہ دنیا پرستوں۔ مادی دنیا کے کیڑے۔ شہوت پرستوں۔ خدا کو بھولنے والوں کو ہرگز اپنے طرف نہیں کھینچا۔

سفلی علم والے جنتر منتر اور تعویذ گنڈوں کے گرویدہ ..... ہوتے ہیں برخلاف اس کے میرزا جی کا سفلی علم جنتر منتر۔ اور تعویذ گنڈوں سے بیزار کرتا ہے اور دعا کو ہی ایک اعلے ذریعہ سمجھاتا ہے مگر دعا بھی کیسی جو درد دل سے کہی جائے جس سے دل گداز ہو جائے۔ سینہ محبت اور یقین سے بھر جائے

خدا تعالے پر پکا ایمان ہو اس کی رضا پر راضی ہو۔ پھر سفلی علم کے شیدا نماز روزہ سے
غفلت کرنا کیا معنے اس کے نزدیک جانا ہی نہیں چاہتے برخلاف اس کے میرزا
جی کا سفلی علم تعلیم دیتا ہے کہ نماز پڑھو تو ایسی پڑھو جیسا کہ نماز پڑھنے کا حق ہے۔ نماز میں
جو کچھ پڑھتے ہو اس کو سمجھ کر پڑھو اور نماز آہستہ آہستہ اور خشوع و خضوع سے پڑھو
ایسے ہی روزے بھی رکھو جیسا کہ حق ہے روزے رکھنے کا وغیرہ۔ میرزا جی کا سفلی علم
برخلاف دوسرے سفلی علموں کے یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالے کو اپنی ذات و صفات
میں یکتا جانو اسکو بے مثل مانو اسی کو اصل فائدہ دینے والا اور مدد کرنے والا مانو
خالق حقیقی جانو نہ صرف جسموں کا خالق بلکہ روحوں کا بھی خالق مانو تمام صفتوں سے موصوف
اور تمام عیوب سے مبرا مانو اس کی بادشاہی کو ہمیشہ کی بادشاہی سمجھو اس سے کوئی چیز
پوشیدہ نہ جانو اس کو نقصوں کمزوریوں سے بری مانو اس کو اپنے سے بالکل نزدیک
سمجھو اس کے سیدھے رستے نہیں مت تلاش کرو۔ وہ کیونکر تکلیفوں مصیبتوں سے وہی
بچاتا ہے ہر ایک طرح کی نعمتیں وہی عطا کرتا ہے اعمال صالحہ کی اس سے توفیق
ملتی ہے صدہا تمام عیبوں اور گناہوں کی کجیوں سے شرارتوں سے اسی کی مدد سے بچ سکتے
ہیں وہ خلوص دل سے نیکی کرنے والوں کی قدر کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ نیکی کی توفیق
دیتا ہے جو اس کی طرف ایک قدم اٹھائے وہ اس کی طرف دو قدم اٹھاتا ہے۔ اور
جو اس سے تیز چلے تو وہ اس سے زیادہ تیزی سے اس کی طرف رحمت کرتا ہے اور
اسی طرح ہوتے ہوتے یہاں تک ہو جاتا ہے کہ اس کا طالب صادق اور سچا عاشق
بندہ اس کے عشق و محبت میں ایسا کھو جاتا ہے اور ایسا دیوانہ وار ہو جاتا ہے کہ پھر
بدون اس کے اسکو ایک منٹ بھی چین نہیں پڑتی۔ خواہ وہ بھوکا مر جائے خواہ پیاس
سے ہلاک ہو جائے مگر یار ازل کا پیوند نہیں چھوڑتا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ عشق
کی دو ہی چیزیں ہیں۔ یا تو حسن یا احسان۔ خدا تعالے کے حسن کی نسبت تو وہ پہلے

ہی زبان سے آتا ہے کہ وہ تمام معشوقوں سے خوبصورتی میں زیادہ ہے ایسا کہ غزال
ہی خوبی رکھتا ہے اور تمام بدیوں اور عیبوں سے مبرا و منزہ ہے پر اس کے احسان
اس کو ایسا از خود رفتہ کر دیتے ہیں کہ اس کو سوائے اس کے کوئی بھاتا ہی نہیں۔
اور نہ کوئی اس کے خطرے میں آتا ہے اور وہ محبوب ازل اپنا پیارا اور چمکتا ہوا چہرہ
اس طرح پر اس کو دکھاتا ہے کہ تمام دنیا و مافیہا کو بھول جاتا ہے اور جوش الفت میں
ایسا بے خود ہو جاتا ہے کہ پکار اٹھتا ہے کہ ؎

کہتے ہیں جوشِ الفت یکساں نہیں ہے رہتا
دل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے۔

اور کبھی ان مصائب اور تکالیف کو جو یار ازل کی محبت کے سبب سے نااہلوں
کی طرف سے اسپر وارد ہوتی ہیں دیکھکر یوں کہہ اٹھتا ہے کہ ؎

دلبر کی راہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہشیار ساری دنیا ایک باؤلا یہی ہے

یعنی محبت اور چاہت محبوب ازل نے ہمارے رگ و ریشہ پر ایسا اثر کیا ہے
کہ کوئی تکلیف اور کوئی دکھ کوئی مصیبت ہمکو اس محبت سے ہٹا نہیں سکتی گویا کہ
ہم ایسے محبت میں آختہ ہیں کہ ساری دنیا کے نزدیک ایک طرح کے باؤلے
ہیں پھر ساتھ ہی اس کے یہ بھی اس کی ہمدردی بنی نوع انسان کے ساتھ کمال کو
پہونچی ہوئی ہے اور نہیں چاہتی ہے کہ یہ دنیا اس بات سے کہیں دھوکا نہ کھا جاوے
اور ہمکو کسی اور طرح کا باؤلا نہ سمجھے یوں گویا ہوتا ہے کہ اصل بات ہمارے
باؤلے ہونے کی یہ ہے کہ ؎

دل کرکے پارہ پارہ چاہوں میں ایک نظارہ
دیوانہ مت کہو تم عقلِ رسا یہی ہے

یعنی جیسے کہ موسےٰ کلیم اللہ کا طور خدا کی جلال کو دیکھکر تاب نہ لا سکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اسی طرح ہمارا دل بھی اسوقت طور ہے جسپر خدائی تجلی ہو کر اسکو پارہ پارہ کر کے اپنی قدرت نمائی دکھا رہا ہے اور جب تک یہ پارہ پارہ نہ ہوگا تب تک خدا کی محبت اور الفت سے یہ معمور نہ ہوگا جب یہ دنیا کی محبت اور الفت سے پاک و صاف ہو گیا تو پھر خدا کی اصل محبت وچاہت اس کے رگ و ریشہ میں ایسی پیوست ہو گئی کہ پھر کسی کا نکالے سے بھی نہ نکلیگی لہو دل کا پارہ پارہ کرنا ہی اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ اب ہم دنیا کے نہیں رہے بلکہ اسی کے ہوگئے کہ جس کے در پر ہم نے اپنا دل قربان کر دیا اور کسی وقت محبت مولا میں ایسا از خود ہو جاتا ہے کہ چلا اٹھتا ہے کہ سے مشت غبار اپنا تیرے لیے اڑایا ◆ جب سے سنا کہ شرط مہر و وفا یہی ہے ◆ اگر شغل علم کے ایسے ہی نظارے ہوا کرتے ہیں تو ایسا شغل علم ہرگز ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس سے منہ چرایا جاوے یا غفلت کی جاوے۔ کیونکہ سے جس نے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا ◆ راتیں نہیں جتنی گذریں اب دن چڑھا یہی ہے ◆ پر کیوں نہ ہم اور دوسرے حق بین اور طالب حق اس شغل علم کے پھندے میں پھنسیں ؟ ایمان کی بات تو یہی ہے کہ ایسا شغل علم ہرگز ایسا نہیں کہ اس سے اغماض کیا جاوے یا اس سے کنارہ کشی کی جاوے بلکہ یہ تو ایسا ہے کہ اسپر تو لٹو ہی ہو جانا چاہیے بیان! خدا تمہارے مل جانے دعائیں سنینگے جواب دینگے اپنی مرضی سے آگاہی بخشینگے اور بالآخر اپنے کلام سے مشرف فرمانے لگے اس سے بڑھکر اور کیا دولت چاہیے! پس میرزا جی کا شغل علم ضرور قابل غور ہے اس سے کنارہ کشی ہرگز روا نہیں ہے چونکہ ہم اسپر ابھی اور کچھ کہنا چاہتے ہیں پس میں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرزا جی کے شغل علم نے خدا کے کلام پر کیا اثر ڈالا ہے اس لیے سردست اس حصہ کو ختم کرتے ہیں جو صرف اس بات پر مبنی ہے کہ صرف طالبان حق اور عالموں پر ہی اس شغل علم کا اثر پڑا ہے ◆

ہر فرعونے را موسیٰؑ

اگرچہ یہ چار لفظوں کا چھوٹا سا مقولہ ہر خاص و عام کی زبان زد ہونے کے باعث کمال شہرت حاصل کر چکا ہے۔ مگر اس کو پوشیدہ راز سے جو اس کے مضمون سے ظاہر ہوتے ہیں ہر کس و ناکس واقف ہو کر وہ نتائج نہیں نکال سکتے جو دریل قرآن پاک کی تعلیم ہے۔ اور اس کے ایک زبردست اصول کی تشریح کا ایک معتبر اور فارسی زبان کے کسی ماہر نے اس طرح موزون کیا ہے قرآن مجید میں اس کے متعلق جو ارشادات ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ فرعونؔ اور موسیٰؑ دو شخص تھے جو خداوند جل کی مخلوق تھے۔ پہلا شخص ایک بادشاہ تھا جو اپنی بادشاہی کے زعم میں اس قدر خدا سے دور جا پڑا کہ خدا آفرینندہ کی ذات کا منکر ہو کر خود خدائی کا دعویدار ہوا اور مخلوق خدا کو سخت دھوکا دینے کا باعث ہوا +

دوسرا شخص ایک نادار گھر میں پیدا ہو کر خدا کا اس درجے فرمانبردار ہوا کہ مخلوق سے دور مگر خدا کے نزدیک جا پہونچا اور خدا نے اسے پیغمبر منتخب کیا جو ہزارہا مخلوق خدا کی ہدایت کا موجب ہوا۔ دوسرے لفظوں میں خدائی باغی (فرعون) واس کے لشکر کے مقابلہ میں خداوند عالی کی لازوال گورنمنٹ سے ایک سچا وفادار جرنیل (موسےؑ) حق کے اظہار اور اس باغی کے زد و کوب کے واسطے مامور ہوا۔ باغی کے ساتھ اگرچہ بیشمار دنیوی لشکر تھے مگر اس فرستادہ خدا کے ساتھ صرف مدد خدا تھی نتیجہ اس جنگ کا حق کی فتح ہوا یعنی خدا کے وفادار جرنیل کے ذریعہ باغی (فرعون) معہ اپنے بیشمار لشکروں کے دریا میں غرق ہوا۔ اور اس چند روزہ خدائی کا ایسا خاتمہ ہمیشہ کے لیے ہو گیا کہ آج ہر فرد بشر اس

ستقرا سند جو عنوان کو ایک زبردست دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ جامع فقرہ
اس واقعہ عظیم الشان کی جانب اشارہ کرنے کے علاوہ اپنے اندر بیشمار مجموعہ نصایح
رکھتا ہے یعنی خدا پیدا کنندہ مخلوقات سے بڑھکر کوئی طاقت زبردست نہیں
ہے اور اس کا مخالف سخت سزا و ذلت پاتا ہے اور جو اس کا فرمانبردار ہو کر موسیٰ
کی طرح باطل کے مقابل میں اظہار حق کرتا ہے نمایاں فتح اور ہمیشگی زندگی میں بیں
انتہا انعام و اکرام ہوتے ہیں حاصل کرتا ہے اور جب اس واقعہ کو اور بھی بیجا کر
ہر ایک خدا کے فرستادہ کے عہد سے مطابق کرتے ہیں تو ایسی خدائی سلطنت
کا ایک زبردست اصول پاکر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جب سے کہ دنیا کی ابتدا
ہوئی اس کے برخلاف آج تک کبھی نہیں ہوا جب کبھی دنیا کی حالت (فرعون)
صفت ہوئی اور خدا کے قایم کردہ اصولوں میں رخنہ اندازی سے کام لیا گیا وہیں
(موسیٰ) صفت پیدا ہوکر فرعونیت کا بیڑا غرق کرتا ہوا۔ اور خدا تک پہنچنے کا نمونہ
دکھلا کر حق کو باطل پر غالب کر دکھلاتا ہے ایک اور نقطہ جو اس سے دیری سمجھ میں آتا
ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا فرستادہ حق کے اظہار میں کبھی کسی سے نہ ڈرنے والا
اور اپنے مشن ماموریت پر غیر معمولی استقامت دکھلانے والا ہوتا ہے یعنی
اس کے مقابلہ کتنا ہی عظیم لشکر کیوں نہ ہو ان پر خدا کی مدد سے فتح حاصل کرکے
کامیاب ہو جاتا ہے جو اس کی آئندہ زندگی میں روشن اور زبردست دلیل (وہ
منجانب اللہ ہونے کی قرار پا جاتی ہے اور یہی ایک زبردست معیار خدا کے
مرسلوں کے شناخت کریگا اس چھوٹے سے فقرے پر غور کرنے سے معلوم
ہوتا ہے اسی بنا پر ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلعم کو بھی
خدا نے مثیل موسیٰ قرار دیکر قرآن مجید میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے انا ارسلنا
الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا یعنی ہم نے بھیجا

کہ موسیٰ فرعون پر رسول کر کے بھیجے گئے تھے ایسا ہی آپ دنیا کے لیے اُس وقت رسول ہو کر آئے جب دنیا کی حالت اس وقت بالکل فرعون کی مثیل ہو رہی تھی اس میں پیشگوئی تھی کہ آپ کو بھی موسیٰ کی طرح دنیا فرعون صفت پر فتح عظیم حاصل ہوگی اور کہ آپ اور آپ کے متبعین کو ہر مقابلے پر خدائی نصرت حاصل ہو کر غلبہ ملیگا۔ اور کہ جس طرح موسوی شریعت کی تائید و تابعداری میں بیشمار نبی اور رسول آتے رہے اسی طرح آنحضرت خاتم النبیین اسلام کی اُمت میں بیشک ان فرد وقتاً فوقتاً دین (جو خاتم الادیان ہے) کی تجدید کیواسطے نبوت اور رسالت کا جامہ پہنکر اور اس میں رنگین ہو کر آوینگے اور جب وعدہ اس دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر کے دکھلا دینگے۔ یہ آنحضرت نبی جو کہ افضل انبیاء ہے اس کی متبعین خیر الامم ثابت ہونگے اور اس اسرائیلی سلسلے سے مثل اپنے آقا کے بدرجہا افضل ہونگے جس کی تائید میں حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ایک زبردست دلیل ہے۔ الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخالفین پر جب ارشاد الٰہی وہ کامیابی حاصل ہوئی کہ جس کی نظیر سوائے آپ کے وجود کہیں نظر نہیں آتی آپ نے حق کے اعلان میں تمام انبیاء سے بڑھکر مصائب و شدائد کے مقابلے میں استقامت دکھلائی اور تنہائی کے عالم میں عظیم لشکر فرعونی کا مقابلہ کیا اور نصرت الٰہی ہمیشہ مددگار و معاون رہی اور اپنی پاک زندگی میں اپنے تابعداروں کا پاک نمونہ چھوڑ گئے آپ کے بعد حسب وعدہ الٰہی خلفاء راشدین و اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ مختلف اطراف دنیا میں دین حق (اسلام) کی روشنی پھیلائی گئی اور ہر صدی پر دین کی تجدید اور حفاظت میں دینی مرسلان ربانی و مامورانِ یزدانی کے ذریعہ ہوتی رہی اور دین اسلام کی دشمنوں پر غالب ہوتا رہا موسوی شریعت کا آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سبتے جو خدا کی طرف سے اور نبی تھے اگرچہ ان پر انجیل نازل ہوئی تھی مگر وہ بھی
توریت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بانی شریعت کے تابع اور تصدیق میں تھی۔
یہودیوں کے عقاید جو وہ سینکڑوں سال کے دراز زمانہ گزر جانے کے باعث بگڑ گئے
تھے ان کو درست کرنے اور دوسری، اعتقادی غلطیوں کے دور کرنے کیواسطے
اور آنیوالے آخری پیغمبر خاتم النبیین کی بشارت دینے کو مبعوث ہوئے تھے۔ اسی
طرح ہمارے افضل الانبیاء خیر الرسل آخر زمان نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مثیل موسیٰ)
کا آخری خلیفہ چودہویں صدی میں (مثیل عیسیٰ) مسیح موعود و مہدی معہود (اگرچہ
اسلام اور اس کے بانی اور فرقان حمید کی تائید و تصدیق اور مسلمانوں کے اندرونی
اعتقادی غلطیاں دور کرنے، اسلام کو زندہ اور واجب العمل ثابت کرنے اور
دیگر مذاہب باطلہ پر حجت قایم کرنے کے واسطے اور قیامت تک دین اسلام
اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور زندہ اور قابل پیروی ثابت کرنے کے واسطے
دربار الٰہی سے مامور ہو کر آنا مقدر تھا جس کا حدیثوں میں بوجہ عدو رجہ کی مماثلت
روحانی اور زمانے کے مسیح ابن مریم کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ جو وہ بھی اپنے
آقا کی طرح تمام انبیاء کا خلاصہ اور خدا کا جری (خاتم الخلفاء) ہونا ضروری تھا۔
جو وہ بھی اپنے ہزار نشانوں کے ساتھ وقت معینہ پر خدا سے مامور ہوا۔ اور
اپنے فرایض بتمام و کمال اور دین اسلام کی خدمت بجا کر کل دشمنوں کو نیچا دکھلا چکا
ہے کہ خدا کا ایک مامور نصرت الٰہی سے سب پر کیونکر کامیاب ہو سکتا ہے
اس پاک مرد کی خدمات اس قدر ہیں کہ ایک سعید فطرت انسان کی تسلی کرنے
کے واسطے کافی سے زیادہ ہیں۔ نیکی مجسم انسان مسیح موعود و مہدی معہود جناب مرزا غلام احمد
قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے (بیشمار رحمتیں نازل ہوں اس برگزیدہ و مقدس پر)
بڑی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس موسیٰ صفت موعود کو پایا اور اس کے

[illegible]

۲- موسیٰ جون صفت دنیا کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح عظیم پا چکا ہو اور مخالفین کے بیشمار لشکر کو اپنے مولا کی طرح مقابلہ کر کے

فرمانبردار ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے اس کا حامی و ناصر ہو بڑے بدبخت وہ لوگ ہیں جو اس کی نہ صرف منکر ہوئے بلکہ مکذب ہوئے۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دیوے۔ آمین۔ والسلام۔

اطلاع

(۱) جن خریداروں کی طرف بقایا ہے۔ وہ بہت جلد بقایا صاف کر کے ممنون فرماویں۔ کیونکہ سال کا خاتمہ ہے۔ اور روپے کی سخت ضرورت ہے۔

(۲) انجمن تشحیذ الاذہان کا چوتھا سالانہ جلسہ بہت قریب آرہا ہے۔ اس لئے تمام ممبران کی خدمت میں عرض ہے کہ جو احباب اس دفعہ جلسہ میں کسی مضمون پر کوئی لیکچر دینا چاہیں۔ وہ فی الفور سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان کو اطلاع دیں: تاکہ جلدی پروگرام شائع ہو کر ایسی تمام اطلاعیں ۵۔ شوال سے پہلے پہلے بھیجدیں + سکرٹری

رد فرقہ چکڑالوی

اس وقت چکڑالوی فرقہ کا پرچہ "اشاعت القرآن" نمبر ۳ جلد ۲ کا وہ مضمون ہمارے سامنے ہے جو کسی منشی محمد رمضان نے بڑے غیظ و غضب میں اخبار "میونسپل گزٹ صدائے ہند" مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۹ء کے اس مضمون پر جو زیر سرخی "تبدیل مذہب قدیم اہل اسلام" ایک سنی مسلمان کی طرف سے شائع ہوا تھا تردیداً لکھا قبل اس کے کہ ہم اس پر کوئی رائے زنی کریں اور فیصلہ دیں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ منشی محمد رمضان نے باوجود دعویٰ اہل القرآن ہونے کے نص قرآنی کی صاف اور ظاہر طور پر خلاف ورزی کیا ہے جس کی کہ سختی کے ساتھ ممانعت ہے یعنی منشی محمد رمضان نے بجائے کسی جواب دینے کے سخت دشنام دہی سے کام لیا ہے۔ کما قال عز و جل ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ (پ۷) قرآن کریم جس کو اہل القرآن اپنا عامل ہونا بیان کرتے ہیں یہاں تک سب و شتم سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں گالی دینے سے حالانکہ شرک ایسی چیز ہے کہ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء (پ۵) پھر ان الشرک لظلم عظیم۔

ایسی درشت زبانی اور گندہ دہنی سے آپ یا کوئی اور اپنے مذہب کو سچا یا قدیم ہرگز ثابت نہیں کر سکتا بلکہ کوئی عقلمند آپ کے ایسے کارنامے دیکھ کر آپ کی طرف کبھی بھی التفات نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ محمد رمضان صاحب نے کیا۔ پھر طرہ

یہ ہے نہ گالیاں دیکر اور اپنا بخار بے جا طور پر نکالکر صاحب مضمون اس معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں اور پھر معاف ہی کر دیتے ہیں اور بدلہ نہیں لینا چاہتے بہ خوش ؛

جس مضمون پر راقم مضمون نے اپنی تیزی طبع کا ثبوت دیا ہے یا بالفاظ دیگر "اشاعت القرآن" زہر اگلا ہے اس میں بجائے اس کے کہ کوئی تائیدی ثبوت ہوتا کئی صفحات فضول گالیاں میں شائع کئے ہیں ۔

"حنفی مسلمان" نے صرف یہ لکھا تھا کہ وہ قدیمی طریقہ مذہب بزرگانہ کو علانیہ ترک کر کے خیرباد کہا یا جس پر غالباً نام نہاد اہل القرآن کے جوشیلے پیرو نے اپنے آپ کو از خود رفتہ کر دیا ۔ اور جو کچھ زبان اور قلم کے سامنے آیا ۔ سوا اس کا عذر کرنے پر مجبور ہوا لیکن اگر وہ فی الحقیقت اہل القرآن ہاں بلکہ اہل التقوی واہل المغفرۃ (مدثر ع ۲) ہوتے اور ان کی نظر قرآن شریف پر ہوتی اور قرآن ہی ان کا دستور العمل ہوتا تو اس کا جواب ٹھنڈے دل سے قرآن شریف میں ہی ڈھونڈتے اور اپنا مذہب قدیمی ثابت کر کے اپنے مخالف کو ساکت کرتے لیکن بجائے اس کے کہ وہ کوئی متانت اور سنجیدگی سے دیتے خواہ وہ کیسا ہی ہوتا ۔ انہوں سخت اور غلط رویہ اختیار کر کے اپنی حقیقت کا ثبوت دیا ۔

مجھے کچھ عرصہ سے اسی فرقہ "اہل الذکر و القرآن" کی نسبت سننے کا اتفاق ہوا ہے اور تعارف ہی ہے فرقہ مذکور زیر لواء مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اپنے زعم فاسد میں صرف آیات بینات قرآن کریم کو ہی مانتے ہیں ۔ علاوہ قرآن شریف کے تمام احادیث ۔ سنت ۔ فقہ ۔ تعامل وغیرہ کو خواہ کیسی ہی صحیح مرفوع اور متصل ہو صرف رد ہی نہیں بلکہ حقیر سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ قرآن کریم

میں ہی جا بجا آیات اور احکام ہیں جن سے حدیث سنت اور اسوہ کا پتہ چلتا ہے جو موضوع اسلام میں بطور اختصار ایک جگہ محض آیات دی جاتی ہیں جن سے ان سب کا پتہ چلتا ہے اور جن سے شیخ چکڑالوی کا انکو غیر اللہ کہنا غلط ٹھہرتا ہے :-

۱- اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔

۲- قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (پ۷)

۳- من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ الآیۃ (بقرہ)

۴- قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ (آل عمران)

۵- آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ الآیۃ (نساء)

۶- وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (نساء)

۷- یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول الآیۃ (نساء)

۸- فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

۹- وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا (احزاب)

۱۰- لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیراً (احزاب ۱۹)

۱۱- یایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ (حجرات)

۱۲- والذین آمنوا وعملوا الصالحات وآمنوا بما نزل علی محمد و

ہو یطن من ربہم کفر عنہم سیاٰتہم (محمد)

۱۳- وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا (حشر)

۱۴- محمد الرسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینہم (فتح)

۱۵- یاایہا الذین اٰمنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول (مجادلہ)

۱۶- کلما القی فیہا فوج سألہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلٰی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء (ملک)

تعجب کا مقام ہے کہ کیوں اس فرقہ کو سنت و حدیث نبوی اور اسوۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس قدر بغض یا نفرت ہے اور کیوں قرآن شریف میں اس قدر کھینچا تانی کرکے اصل مقصد سے دور جانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے اپنے طریق عمل اور عبادت کو مثل طریق عمل و عبادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ثابت کرتے ہیں اور جدید تراشیدہ نماز جو اس نماز سے اس وقت تمام مسلمان پڑھتے ہیں اور سلسلہ تعامل سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم ہی اسی طرح پڑھتے تھے کس طرح سے آنحضرت تک اور دیگر انبیاء تک پہونچاتے ہیں ان بیہودہ اختلافات سے واضح اور اظہر ہے کہ یہ فرقہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے سخت متنفر ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو والذین معہٗ اشداء (الآیۃ) کے معنے جیسا کہ صدر ناسخ عقاید اہل القرآن والذکر" میں ذکر کیا گیا ہو یعنی" اور جو صاحب ان کے پورے پورے تابعدار ہوں" کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں "تابعداری" سوائے اس کے اور ہم کس طرح حاصل کر سکتے کہ ہم ان کے اقوال افعال اور احکام پر پورے پورے پابند ہوں - اور یہ پابندی تعامل یا علم تاریخ سے ہی حاصل کر سکتے ہیں ●

تعالیٰ اور حدیث کی صحت کی تائید میں آیت ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم (ﷺ) پوری پوری دلیل ہے جس سے ان کی صحت کا پتہ چلتا ہے۔ پھر احادیث جن کے جمع کرنے اور صحت میں متقدمین نے صد ہا جگہ کی سر توڑ کوششیں کی ہیں معہذا احادیث کی صحت کے پرکھنے کے لئے ایک بڑا محکم معیار بنایا گیا ہے کہ وہ قرآن شریف سے معارض نہ ہو۔ پھر جبکہ ہر ایک بات جو قرآن شریف سے معارض نہ ہو اس کے ان کے ماننے میں ہمیں کوئی عذر نہیں ہو تا ہماری دینی خواہشات نفسانی بھی جو مخالف قرآن شریف نہ ہوں اُن پر چلنے میں ہم پر کوئی گرفت نہیں تو پھر کیا وجہ کہ احادیث جو بڑے بڑے دیانتدار اور دیندار لوگوں کا جن کو امام مانا گیا ہے مجموعہ ذخیرہ ہے جنہوں نے محض صداقت ہ؎ کی تلاش کے لئے اور ایک ایک حدیث کے لئے کئی کئی سو کوس کے سفر پیادہ پا بھی کئے اور جنہوں نے بہت تھوڑا سا بھی کسی حدیث میں شک دیکھ کر اس کو ترک کر دیا اور ان میں سے جن جن چیزوں کو پورا پورا اعتماد تھا اور پھر ان کو اتقاء کی راہ سے علیحدہ علیحدہ تقسیم میں منقسم کر دیا اور جن کا ثبوت ہمکو قرآن شریف اور تعامل سے ملتا ہے کیونکر ایک ناکارہ چیز کی طرح چھوڑ دیں اور ان کی اس قدر محنت اور تکلیف کا ذرہ بھر بھی خیال نہ کریں۔ خذ ما صفا ودع ما کدر ایک عام مقولہ ہے۔ وان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ الایۃ

اگر معتقدان اہل القرآن کو ان کے گرو صاحب کی طرف سے ہدایت نہ ملے۔ تو وہ کس طرح سے قرآنی احکام پر عمل درآمد کر سکتے ہیں

ہ؎۔ صداقت احادیث پر مفصل بحث حضرت معظم قبلہ مولوی محمد علی صاحب نے ریویو ۱۹۰۲ء میں فرمائی ہے اسکو دیکھو (ریویو آف ریلیجنز اردو جلد ۱ نمبر ۸ صفحہ ۲۸۰ تا ۳۱۰)

جبکہ کوئی مسلمان بھی اس جدید طریق پر عامل اور پابند نہیں ہے ؟ اگر وہ اس کی اشاعت کرنا چاہیں تو کس طرح ان لوگوں کو جو ان سے دور فاصلہ پر ہیں پنجم اس طریق سے مستفید کر سکتے ہیں ؟ اور اپنے بعد اس کے قیام کی کیا تجویز کی گئی ہے ؟ جواب اغلباً وہی ہوگا جو ظاہر ہے ؟ اور جس طریق پر عمل درآمد ہے یعنی اول مولوی چکڑالوی صاحب کے طریق عمل کو دیکھکر۔

دویم پرچہ اشاعت القرآن اور دیگر کتب (یا واعظ وغیرہ) سے

سویم تعامل اور مولوی صاحب کے مواعظ یا کتب وغیرہ۔ مگر ہم ان سے دریافت کرتے ہیں جبکہ اپنے واسطے انہوں نے کو طریقہ قایم رکھنے کا ارادہ کیا ہے تو پھر کیا وجہ کہ اس طریقہ سے یعنی حدیث وسنت نبوی سے اس قدر بغض رکھتے ہیں ؟ اگر مولوی عبداللہ صاحب کے بعد ان کے اقوال اور افعال کا ذخیرہ باقی نہ رہیگا یا مثل حدیث وسنت کے ترک کر دیا جاوے گا تو جو کچھ وہ اس وقت کر رہے ہیں یہ عبث نہیں ہے تو ان سے اور کیا فائدہ ہے ؟ ان کے پاس پوری پوری تابعداری کے لیے کونسا عہدنامہ عقاید ہے۔ اگر وہ کہیں کہ ہمارے عہدنامے میں تو صرف آیات بینات قرآنی ہی ہیں اور آنحضرت (صلعم) کی تابعداری کے لیے بھی قرآن شریف ہی کافی ہے تب ہم ان کے عہدنامہ عقاید سے وما ینطق عن الھویٰ پیش کرکے ان کو "انسانی قربانگاہ کی کھنی" والے مضمون کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ بھلا یہ تو فرماویں کہ وہ ڈاناما والا قصہ قرآن شریف کے خلاف کہاں سے آئیں اور یہ باتیں کیوں خلاف قرآن کریم لکھیں اگر ان کا علم تاریخ پر کچھ بھی بھروسہ ہے اور جس بھروسے سے یہ قصہ آپنے اشاعت القرآن میں لکھا ہے یعنی "یونانی لوگ اپنی مشہور ومعروف دیوی ڈاناما ای پر ہر سال

ہزاروں بچوں کو لاکر نہایت بیباکی و دلیری سے ذبح کر ڈالا کرتے تھے اور اپنے اعتقاد میں اس امر کو بڑا ہی کار ثواب اور نہایت ہی عظیم الشان مذہبی فرض کا ادا کرنا سمجھتے تھے اس ڈراما کے متفرقات اور شہدات وغیرہ کی نسبت صدہا روایات و حکایات بھی قدیمی رومیوں یونانیوں کی حدیثی کتابوں میں اس بڑی ہیں الخ "

تو کیا وجہ ہے کہ تاریخ کی ایسی کتابوں اور یونانیوں کی حدیثوں اور روایات کو آپ مانتے ہیں۔ مگر...... احادیث کو ایک ناکارہ چیز کی طرح نہایت بیباکی سے ترک کرتے ہیں۔ کیا وہ کلام نبوی اور سنت جسکو بڑے اولو العزم صحابہ نے وہ صحابہ جو سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہتے تھے اور آپکی ازواج مطہرات تابعین اور تبع تابعین نے نہایت دیانت سے جمع کیا اور محفوظ رکھکر ہم تک پہونچایا جنکی نسبت اس نبی کے پیارے منہ سے نکلے ہوے الفاظ یوں ہے۔ علیکم بسنتی و سنت خلفاء الراشدین المهدیین اس طرح ردی کی طرح پھینک دیں جس طرح ساری نے بچھڑے کی محبت میں اللہ تعالے کے احکام کو پھینک دیا تھا اور اس کے مقابلہ میں آپ یونانیوں اور رومیوں کی حدیثوں کو تو آپ مانیں لیکن مسلمانوں کی مانی ہوئی حدیثوں کو چھوڑ کر دوسروں کو بھی گمراہ کریں ؎

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

کیا اسوۃ الرسول غیر اللہ ہو سکتا ہے جس کا ذکر خود کلام اللہ میں آیا؟ ! ان اہل الذکر و القرآن صاحب فرماویں کہ انہوں نے داڑھی بڑہائی اور بیچیں کترائی کہاں سے سیکھیں گو میں جانتا ہوں مولوی صاحب تاویلوں کے سمندر میں بڑے بھارے غوطہ زن ہیں اور رکیک تاویلات سے تنکے کو پہاڑ اور مچھر کو

باتیں ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں تاہم ان کو آیت یا بہ نص لا تأخذ
طیتی و لا ببراہی سے کسی طرح مستنبط نہیں نکل سکتیں۔ اگر گستاخی نہ
ہو تو میں مزید بران زیر ناف بالوں کی نسبت دریافت کرتا ہوں۔ ذرا کوشش
کریں اور بلین بہی چہانگیں۔ کیونکہ بڑے بڑے بال ہونگے۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولوی چکڑالوی سے ہم مختصراً دریافت کرتے ہیں کہ وہ فرماویں کہ یہ قرآن شریف
مصحف جسکو وہ اپنا دستور العمل ہونا اور منجانب اللہ ہونا بہی بیان فرماتے ہیں۔
انہوں نے کس طرح مان لیا کہ یہ وہی قرآن شریف ہے۔ پہر ضرور یہ اللہ تعالیٰ
کا کلام ہے اور آنحضرت صلعم پر ہی بہی نازل ہوا۔ پہر کس طرح انہوں نے اس
کو قابل ٹھہرایا۔ حالانکہ ایسی بہت سی کتب ہیں جن کے الہامی اور منجانب ہونیکا
دعویٰ کیا گیا ہے اور بعض کو خود قرآن شریف بہی مانتا ہے۔ پہر قرآن شریف سے
ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ موجود صورت میں نازل نہیں ہوا بلکہ سورہ علق اول
اور مدثر کو پڑہکر دیکہیں جن سے صاف پتہ ملتا ہے کہ یہ شروع میں نازل ہوئیں
اگر حدیث کو تو آپ مانتے نہیں اور اس کا ثبوت آپ کو احادیث سے ہی
مجموعہ میں ملیگا جس سے پتہ ملیگا کہ آیات اس طرح اور فلان فلان موقعہ پر
نازل ہوئیں اور شان نزول دیکہتے آپ کو اس کے سمجہنے میں پوری پوری
مدد ملیگی۔

دوسرے اسی ضمن میں ان سے یہ بہی سوال ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو کیونکر جانتے ہیں کس طریق سے ان کو آنحضرت کا اور پہران کی
پیروی کا پتہ ملتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب سنت اللہ ہے جب بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کو کچھ بھی علم نہیں ہوتا وہ اپنے بھلے اور برے کو کچھ نہیں سکتا۔ اس کے سامنے اگر آگ کی انگاری رکھدی جاوے تو وہ اٹھا کر اُس کو منہ کو لے جاویگا۔ پھر جب وہ کچھ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کو اپنے ضرر ظاہری کی تمیز ہو جاتی ہے لیکن جب اس کی عمر بڑھنے پر پہونچتی ہے تو ایک عرب کا بچہ عربی ایک انگریز کا انگریزی ایسا ہی ایک ہندوستانی کا بچہ اپنی زبان بولنا سیکھ جاتا ہے اور جب وہ اس عمر سے اور بڑا ہوتا ہے تو ہمارے خاندان میں روزمرہ آنکھ ہے ہر ایک اپنے اپنے رواج و رسوم اور عادات کا پابند ہو جاتا ہے یہ کیونکر اور کس طرح سے؟

اگر بچہ کے سامنے قرآن شریف رکھدیا جاوے اور الگ ایک مکان میں بند کر دیا جاوے تو کیا وہ بچہ قرآن شریف کو پڑھنے اور اس پر عمل درآمد کرنے لگیگا! اور کیا وہ آپ کی نماز کی طرح نماز شروع کر دیگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جبکہ ہم یہ قانون دیکھتے ہیں کہ شروع سے ہم بغیر سکھائے کوئی کام نہیں کر سکتے خواہ ہم دیکھکر سیکھ جاویں۔ یا ہمکو بتایا جاوے تو جب ہم یہ جانتے ہیں کس طرح اس کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں۔

ہم قرآن شریف میں نہیں پاتے کہ حلال کی اجازت دیتے ہوئے ہمکو یہ بھی ساتھ بتا دیا ہو کہ گوشت کو بھون کر اور بگھار کر کھایا ہو۔ گیہوں کو پیس کر اور روٹی پکا کر کھایا کرو۔ پھل کو درخت پر پک جانے پر کھایا کرو۔ دودھ کو کچا ہی پی لیا کرو وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ ہمارے لیے بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔ کہ ہم قرآن شریف میں نہ تو کہیں دیکھتے ہیں اور سنت اور اسوہ حاملہ پر بوجہ عزالعد ہونے کے چل نہیں سکتے تو کس طرح سے زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالے نے

تو کلوا من الطیبٰت (بقرہ ۲) فرمایا۔ شیخ چکڑالوی صاحب قرآن شریف کے علاوہ سب کو غیر احمد سمجھتے ہیں پھر عام تمدن اور بود و باش کے لیے بھی اور ہر ایک امر کے لیے ہم کو قرآن شریف ہی ٹٹولنا چاہیے اگر قرآن شریف میں سے نہ ملے تو بھی اس کی آیات کو الٹ پلٹ کرکے ضرور اسی سے ہی اپنی مقصد براری کرنی چاہیے حتیٰ کہ بول چال کے لیے بھی قرآنی الفاظ ہی ہونے چاہییں یعنی زبان بھی عربی ہو اور وہ بھی قرآن شریف ہی تک محدود ہو۔ غور کا مقام ہے کہ جب ان دنیاوی معاملات میں ہم اپنے ماں باپ کے دیکھا دیکھی اور ان کی سنت اور اسوہ پر ہر ایک کام کرتے ہیں۔ اور اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور آرام و آسائش کے سامان مہیا کرتے ہیں تو پھر دینی معاملات کے لیے بھی ہمارے لیے کوئی رہنما ہونا چاہیے جس کی دیکھا دیکھی ہم دین کے مستقیم راہ پر چل سکیں اور اس کا نمونہ دیکھ کر عمل کریں اگر ایسا نہیں یا اگر ہے تو اس کا طریق عمل حدیث اور اسوہ ہمارے لیے نہیں تو اس کا وجود ہی بیٹھو ہے پھر (نعوذ باللہ من ذالک) دین عبث ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیے ہم کو کئی مقتدا دیے کیا یہ خیال وہم و گمان میں بھی آ سکتا ہے۔ کہ دین (عبادت) کے لیے جو ہمارے پیدا کرنے کی علت غائی ہے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات) اس کو محض ایک کتاب دیکر ہم پر سامان غضب کا سامان بنا رکھا ہوا در کوئی رہنما نہ رکھا ہو۔ ایسا ہونا بڑا مشکل ہے اور اس طرف سے ہر ایک مولوی صاحب چکڑالوی کی طرح اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہی الگ بنا بیٹھے چہ جائیکہ اب بھی باوجودیکہ سب مسلمان (سوائے فرقہ چکڑالوی بالخصوص) اللہ کے رسول اور اس کی منہ بولے ہوئے احکام اور سنت کو مانتے ہیں۔ بہت سے فرقہ بن گئے

ہیں لیکن کوئی فرقہ بھی اس نام نہاد اہل القرآن کی طرح گمراہی کی طرف نہیں لے جاتا میں جو رسول کا کفر (معناً) پایا جاتا ہو۔ اب شیخ چکڑالوی صاحب سے ایک امر دریافت طلب ہے کہ آیا وہ نماز علیٰ جنوبہم بھی ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ یہ قرآنی حکم ہے چاہیئے کہ سجدہ کے بعد کوئی رکن لیٹنا بھی نماز میں مقرر کریں کہ فرمایا تبارک وتعالےٰ نے فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم (۱۰ المحصنٰت) قیام اور قعود تو ان کی نماز میں ہو جاتا ہے مگر لیٹنا نہیں اس لیے یہ ترمیم بھی کرلیں تو پوری پوری پابندی احکام قرآنی کی ہو جائیگی۔

ہماری تقریر بالا سے ثابت ہے کہ ان کا کوئی طریق عمل آنحضرت صلعم تک نہیں پہونچتا۔ بلکہ صرف مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی تک ہی رہ جاتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ فرقہ کسی حالت میں بھی قدیمی نہیں ہے۔ بلکہ چند سالوں سے شیخ صاحب چکڑالوی کے نئے خیالات کا آئینہ ہے۔

اب ہم محمد رمضان صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ مہربانی فرماکر مفصل طور پر دلائل ساطعہ وبراہین قاطعہ سے اپنا مذہب قدیم سے ثابت کریں اور اپنی نماز کو آنحضرت اور دیگر انبیاء علیہم السلام تک بتدریج بہم پہونچاویں تا کہ "تحفۂ مسلمان" کا پورا پورا جواب ہو سکے۔ ورنہ اپنے زعم میں تو فرعون نے خدائی کا بھی دعویٰ کر دیا تھا اور فبہت الذی کفر کے بعد بھی اپنے آپ کو خدا ہی کہلوا رہا تھا۔ کل حزب بما لدیہم فرحون (پ۱۸) اہل القرآن کا یہ فخر کرنا کہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اب عوام میں قرآن شریف کی طرف توجہ ہو گئی ہے بالکل بے سود ہے۔ ابھی شیخ صاحب کا

نام ونشان ہی نہ تہا کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اسلام کی صداقت میں سنہ ۱۸۸۰ء سے براہین احمدیہ اور دیگر کتب شائع فرمائیں جن میں مخالفین اسلام کو قرآن شریف سے ہی ساکت کیا گیا ہے اور قرآن شریف کو کامل اور اکمل کتاب ثابت فرمایا گیا ہے جس سے ملک ہند اور دیگر ممالک کو بیدار کیا اور قرآن شریف کا سچائی نورانی چہرہ دکھا کر اس کی طرف متوجہ کیا حضرت موصوف کی سعی اور کوشش سے آج چلا کہ احمدی قرآن شریف کا فدائی اور اسیر حال ہے اور تمام دنیا کو قرآن شریف کی طرف خاص توجہ ہو گئی ہے ۔

ہم آپ کی خدمات کو اگر کچھ ہی ہوں رد نہیں کرینگے کیونکہ ہماری دلی خواہش ہے کہ کسی طرح سے قرآن شریف کی تبلیغ کل دنیا میں ہو جاوے ۔ مگر محض ڈینگ مارنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا آپ فرماویں کہ کونسی آپ نے قرآن شریف کی خدمت ادا کی اور کیا اسلام کو فائدہ پہونچایا یا کونسی جماعت ابدال کی پیدا کی جسکو قرآن شریف سکھایا اور اس پر عامل بنایا ہو ۔ یا کونسا حفاظت یا اشاعت القرآن کا کام کیا مخالفوں کو کونسا قرآن شریف کا ثبوت دیا حفاظت پر ۔ کونسا آرٹیکل لکھو مخالفین اسلام کی کونسی نکتہ چینیوں کا جواب لکھا ۔ اگر کچھ خامہ فرسائی کی بھی تو وہ ازکار قربانی پر جو مضمون لکھا گویا وقت گذاری کی خاطر پر تو آپنے زمین و آسماں کے قلابے ہی ملا دیئے ۔ کیوں نہ ہو ۔ نکالنا جو قرآن شریف سے ہوا کیونکہ اہل القرآن جو ہوئے

اشاعت القرآن کا نام سنکر میں خوش ہوا تھا اور شکر بجا لایا تھا ۔ لیکن آہ صد آہ یہ دیکھکر کہ پرچہ اور فرقہ صدر جہ کی افراط تفریط کے عذاب میں گرفتار ہے سخت صدمہ ہوا ۔ کہ یہ بھی اسلام کو کہا جانے والا کیڑا ہے اور مثل شیعہ

معتزلہ کا یہ فرقہ بھی احادیث نبوی سے بغض رکہنے والا ہے اور یہ بھی ویسے ہی ایک تھیلی کے بٹے ہیں۔

اب ہم اپنے مضمون کو دعا سے ختم کرتے ہیں اللهم اهدنا فیمن هدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فیمن تولیت وبارك لنا فیما اعطیت وقنا شر ما قضیت فانك تقضی ولا یقضی علیك انه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت۔ اللهم اید الاسلام والمسلمین بالامام الحکم العادل اللهم انصر من نصر دین محمد واخذل من خذل دین محمد اللهم انا نعوذ بك من همزات الشیطن ونفخه ونفثه واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسوله محمد وعلی اله واصحابه واهل بیته واهل طاعته وخلفائه اجمعین برحمتك یا ارحم الرحمین۔ آمین

احقر الناس کمترین خلائق محب الرحمٰن احمدی الحنفی عنہ
ماچھی پور از سمرالہ ضلع لدھیانہ

تصحیح۔

رسالہ نمبر ۸ کے صفحات بجائے ۵ ؟ صفحات ۲۲۴ سے ۲۵۰ تک ۳۲۲ ہیں۔ احباب اپنے اپنے رسالوں کو درست کرلیں۔

مینیجر

رسیدات زر بابت ماہ شعبان ۱۳۲۷ھ ہجری

ابو المجید صاحب حیدرآباد وقیمت رسالہ	[illegible]	ابو المجید صاحب صدر آباد چندہ دار الکتب	[illegible]
۴۲۹ ـ امام الدین صاحب	عمر	ڈاکٹر محبوب خان صاحب	[illegible]
۵ ـ منشی عزالدین صاحب	[illegible]	عنایت اللہ صاحب انسپکٹر	[illegible]
شیخ نظام الدین صاحب کورٹ انسپکٹر چندہ		انسپیں آدم	[illegible]
دار الکتب احمدیہ	[illegible]	۶۶ محمد تقی صاحب قیمت رسالہ	[illegible]
شیخ غلام حیدر انسپکٹر پولیس	[illegible]	[illegible] چندہ دار الکتب احمدیہ	[illegible]
۲۳۴ محمد علیخان ـ قیمت رسالہ	[illegible]	امیر شاہ صاحب	[illegible]
بابو عبد الحق صاحب چندہ ممبری	[illegible]	میاں عبد الکریم صاحب ـ قیمت رسالہ	[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اشتہار دینے والے اصحاب کے لئے

ایک نادر موقعہ

ہمارا ارادہ ہے۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان کا پرچہ پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا جاوے اور بہت سے لوگوں میں نمونہ کے طور پر مفت تقسیم کیا جاوے۔ اس لیے جو اصحاب اس رسالہ میں اپنے اشتہارات چھپوانا چاہیں۔ وہ بہت جلدی منیجر تشحیذ الاذہان کو اطلاع دیں۔

یاد رہے کہ یہ رسالہ چار لاکھ کی جماعت کا مذہبی آرگن ہونے کی وجہ سے اشتہارات کے لیے خاص طور پر مفید ہو سکتا ہے۔

شرح اشتہارات حسب ذیل ہے

پورا صفحہ کے لیے	[illegible]
نصف صفحہ کے لیے	[illegible]
چوتھائی صفحہ کے لیے	[illegible]
فی سطر ” ”	[illegible]

نوٹ۔ رسالہ ۱۸×۲۲ پر چھپتا ہے۔

منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

[illegible]

مطبع میگزین میں باہتمام منیجر صاحب کے چھپا

جلد ۷ — نمبر ۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے بحساب دو روپیہ اور طلباء سے (عمہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ شعبان ۱۳۳۰ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ اگست و ستمبر ۱۹۱۲ء

باہتمام حافظ عبد الرحیم صاحب مینیجر ماہ شعبان ۱۳۳۰ ہجری کو قادیان دار الامان سے شائع ہوا

رسیدات بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ١٣٢٧ھ

مولوی گلاب الدین صاحب	قاضی عبداللہ صاحب چندہ ممبری
مولوی محمد علی صاحب	ماسٹر عبدالرحیم صاحب
سی سی حسین کاکا صاحب	میاں احمد الدین صاحب زرگر
منشی عبدالعزیز صاحب	میاں نور احمد صاحب
میاں عبدالرشید صاحب	میاں نور محمد صاحب
منشی گلاب دین صاحب	سکندر عثمان صاحب
ابوبکر محمد جمال صاحب	بابو نور محمد صاحب
ظہیر الدین صاحب	میراں بخش صاحب
شیخ عبدالرحمان صاحب	ماسٹر عبدالعزیز صاحب چندہ ممبری
ابو نیاز محمد چندہ ممبری [illegible]	چوہدری محمد عبداللہ صاحب
حکیم محمد الدین صاحب	محمد قبول میر منشی چندہ لائبریری
منشی محمد بخش صاحب ٹیچر	محمد شفیق صاحب
محمد حسین خان صاحب چندہ دار الکتب	بابو فقیر علی صاحب
خواجہ عبدالاحد صاحب	

رسیدات بابت ماہ رجب ١٣٢٧ھ

منشی گلاب الدین صاحب	بابو نور الہی صاحب چندہ ممبری
میاں پیل محمد صاحب	ماسٹر شیر محمد صاحب
بابو محمد شفیع صاحب	جیون شاہ صاحب
بابو نور الدین صاحب	میاں قطب الدین صاحب
شکر اسحاق صاحب	

بقایاداران غور فرماویں ، جن صاحبوں نے ابھی تک قیمت ادا نہیں کی وہ ماہ رمضان کا پرچہ وی پی کیا جاویگا ، امید ہے کہ صاحبان وی پی کو واپس کر کے دفتر [illegible] نقصان نہ پہنچاویں [illegible] وصول کر لیں تا اول ہو [illegible] شعبان تک [illegible]

کاتب کی غلطی کی وجہ سے ۴۸۵ کی جگہ ۱۸۵ لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دو نقطوں کے درمیان خط مستقیم ایک ہوتا ہے

ہم ایک ایسے زمانہ میں بستے ہیں جو علم - سائنس - معلومات - ایجادات - اختراعات اور تحقیقات کا زمانہ ہے ہی نہیں بلکہ سب سے بڑھکر کانگرس جینیوا اور حُبّ القوم کا زمانہ ہے ہر قوم اپنی ترقی اور اصلاح و فلاح کی فکر میں ہے ہر مذہب اور ہر ایک فرقہ اپنی ہستی کے قیام مخالف کی پستی اور اپنی تعداد کے بڑھانے کی دھن میں لگا ہوا ہے چونکہ ہمارا تعلق مذہبی دنیا سے ہے لہذا ہم اسی عالم کی سیر کرتے ہیں۔ اس منظر میں ہمیں مختلف ایکٹر دکھائی دیتے ہیں۔ ہر ایک بڑے زور سے اپنے دعاوی کو راست اور مخالف کو جھوٹا بتا رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے ستیات ناستی پرو دھرم راستی سے بڑھکر کوئی دین نہیں۔ دوسرا کہتا ہے است کو تیاگنا اور ست کا گرہن کرنا آریوں کا دھرم ہے تیسرا کہتا ہے "ہم خداوند مسیح کے نام سے دنیا میں راستی پھیلاتے ہیں" ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا سچائی آگئی اور جھوٹ نابود ہوگیا۔ درحقیقت جھوٹ اس قابل ہی تھا کہ ختم ہو جاتا۔ ان الدین عند الله الاسلام اللہ کے نزدیک مذہب حقہ اسلام ہے

وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب دعاوی ہیں جنکو کھینچ تان کر ہر ایک شخص اپنا مطلب پیدا کرتا ہے اب طالب حق اس منظر کو دیکھکر حیران اور پریشان ہے کہ کس کو سچا اور کسکو جھوٹا کہے۔ چونکہ کسی دعویٰ کا بلا دلیل ثبوت نہیں ہوتا اور کھرے اور کھوٹے کی پرکھ کیلئے کسی کسوٹی کا ہونا لازم ہے اسلئے ہم ان دعاوی کو ذرا تفصیل کے ساتھ شکراور اور تنقیح قائم کرکے ایک خاص معیار پر کستے ہیں اور صحیح صحیح کر رکھتے ہیں۔

درمیان مذاہب کی دو قسمیں ہیں۔ اول ہستی باری تعالیٰ کے قائل معہ علاوہ ذات باری تعالیٰ مگر ہمارا روئے سخن پہلے ان لوگوں کی طرف ہے جو وجود باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ انکے دعاوی اور انکی جرح حسب ذیل ہے۔

یہودی (۱) ہمارا مذہب قدیمی (۲) ہماری کتاب اول (۳) سب نبی بنی اسرائیل کی برگزیدہ قوم میں سے آئے (۴) اسلام اور عیسائیت کا مخزن و منبع یہودیت ہے (۵) پس اگر کوئی مذہب راست ہے تو یہودیت ہے۔

جرح (۱) دقیانوسی خیالات اور بیسویں صدی میں (۲) تمہارے جتنے فرقے اتنی توراتیں ایمان تو طالمود پر اور دعویٰ خدا کی کتاب کا (۳) سب نہیں تو بہت سے ضرور آئے اور بنی اسرائیل کی قوم میں آئے اور بعض نبی کے لیے آئے ہم تو عالمگیر مذہب کی تلاش میں ہیں (۴) تم نے اصل کو چھوڑ دیا دوسروں نے لیلیا تمہاری کتابوں میں رسول اللہ احمد کی پیشگوئیاں موجود اور تم ابتک منتظر (۵) تمپر غضب الٰہی کے آثار موجود جھوٹوں کا انجام تمہارے وجود سے ظاہر ہو چہ پھر زمین تمہارے قدم رکھنے کو نہیں مارے مارے پھرو۔ تمہارا مذہب دین حقہ کیونکر اور سب کے لیے کسطرح ہو سکتا ہے۔

عیسائی (۱) انبیل کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح آیا (۲) وہ خود خدا اور خدا کا

اکلوتا بیٹا (۳) باپ بیٹا اور روح القدس تین اور ایک (۴) خداوند یسوع بے باپ پیدا ہوا (۵) دنیا کے گناہوں کے بدلے پھانسی پائی اور کفارہ ہوئے (۶) وعظ اور نصیحت سے ہمارا مذہب دنیا میں پھیلا پھیلتا ہے اور پھیلیگا (۷) ہم کل دنیا کے مالک ہیں (۸) ہرگز خداوند یسوع پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں ہو سکتی (۹) ایک سچائی کی روح ہے۔

جرح (۱) جس طرح بائبل کی پیشگوئیوں کے مطابق شمعون ایل مسیح آیا اسی طرح فارقلیط احمد وہ بھی سچائی کی روح کرنے کو یہ تخر بختر سوار فاران پر آتو الا ماننا پڑیگا (۲) بیگنا. سوتا. مریں کھاتا اُٹھ لئے کرتا انسانوں کی طرح رو رو دعائیں کرتا ہوا کمزور انسان جو اپنے تئیں نیک بھی نہیں کہتا کہیں خدا ہو سکتا ہے (۳) پھر خدا کا بیٹا ایک مسیح ہی نہیں بائبل کے رو سے تو بہیوں خدا کے بیٹے اسرائیل خدا کا پلا بیٹا اور پھر خدا کی بیٹیاں بھی اب مسیح میں کیا خصوصیت بلکہ عیسائی بھی نہیں سمجھتے پادری لوگ نا حق مجھ سے کہنے لگے اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ خیر یہ کوئی خاص حساب ہوگا جو بعض پادری ابھی تک ہیں اور وہ بھی خاص خاص لوگوں کے لیے محفوظ ہوگا (۴) کیا آدم بے باپ اور ماں پیدا نہیں ہوا کیا ہر روز کروڑوں کیڑے مکوڑے بے باپ ماں نہیں پیدا ہو جاتے ہو کیا ہندو بھی بعض لوگوں کے بے باپ پیدا ہونیکے قائل نہیں پھر یسوع میں کیا خصوصیت اول تو بے باپ پیدا ہونے کا ثبوت ہی محال (۵) زید کے سر میں درد اور بکر کو دوائی پلانا یہ خوب منطق ہے اگر ہو کر پادری صاحبان وعظ کریں جو چاہو سو کرو کوئی گناہ نہیں یسوع پر ڈالا ہے اس نے اس مسئلے کو خوب سمجھائے (۶) غلط چین بسلی اور صلیبی جنگوں میں کیا کیا تھا ایک دن یروشلم کے ستر ہزار مسلمان محض مذہب کے

• جیلوں کے ... باپ کا پیدا ہونا

پرتنع ہوئے محکمہ تنقیقات کے نظام سے تو عیسائی بھی کانپتے ہیں ہم یہاں تو
عیسائیت کی اشاعت محض بنگلوں تک ہی محدود پاتے ہیں اور افریقہ
میں اسلام نے ناک میں دم کر چھوڑا ہے آئندہ علم خدا کو (۷) فتوحات تو کچھ اور ہی پیشگوئی
کر رہے ہیں (۸) بطریق اعظم کنٹربری تو فرماتے ہیں انگلستان کو عیسائیت
کہو یا دہریت ہے اب اس سے اور دنیا کا اندازہ کر لو (۹) یسوع بیچارہ
تو اسرائیل کی بھیڑوں کی طرف ہی آنکھ دھرے کرتا ہے تم خواہ مخواہ اس کو
عالم کا نجات دہندہ بناتے ہو ہم اسرائیلی نہیں اور ہم کو ایک عالمگیر مذہب
کی ضرورت ہے محض دعاوی سے کام نہیں چلتا۔

آریہ۔ (۱) پوتر وید کی دھرم دنیا کے شروع سے ہے (۲) ہمارا دھرم
سناتن اور ہماری کتاب سب سے پہلی کتاب ہے (۳) وید نے تمام علوم سکھائے
ریل ڈاک تار برقی۔ ہوائی جہاز وغیرہ تمام ایجادات کا ذکر وید میں ہے (۴)
ایشور شکتیمان تو ہے مگر اس عالم کو پیدا نہیں کیا یہ تو یونہی چلا آ رہا ہے ایشور
جیو پرکرتی تینوں انادی ہیں (۵) نیوگ کرنا ورش ودھی کے لیے مفید اور سنتان
کی اُتپتی کے لیے مناسب ہے (۶) وید مقدس دوسری کتابوں کی طرح خالی
معاملات کا ذکر نہیں کرتا (۷) آریہ ورت امریکہ وغیرہ تمام ملکوں میں رائج تھا (۸)
بھارت ورش ہمارا اور ہم بھارت ماتا کے سپوت ہیں ہم کل دنیا کو وید کے
دھرم کے نیچے لائیں گے۔

جواب (۱) حاضرین دنیا ترقی کر گئی اب دھوتی چھوڑ پتلون پہننے لگ گئے
پتھر کے ہتھیار اور سوم رس چھوڑ کر آپ ریوالور اور برانڈی کا استعمال کرنے
لگے اب گنگا جی شوجی کی لٹا سے نکلا نہ ہوگی دنیا کی کل قومیں فکر میں لگ
ہو گئیں اس کا دودھ پتہ چلا لیتے۔ جان نہیں شروع کی کتاب اگر ہوتی

بھی تو پتے کے دودھ کی طرح شروع میں ہی سناسب تھی اب اس بڑھیا کو کل کے پاس گنگا مائی کا ایسا اشنان کرائیں کہ سورگ باش ہو جائے"

(۲) وہم سناتن کے لیے آپ اور سناتن دھرمی فیصلہ کریں سب سے پہلی بات کے لیے ہم تو پکو نامہ وخشور کا حوالہ دیتے ہیں امید کہ آپ ذیل کے آگے بھی چند صفر پڑھکر حیران ہونگے کہ یہ تو چاہیے پرمیشر (۱) نکلے جا بابو اور ہم سینکڑوں نراد دیانندی سن کو بلا ڈکار نگلجاتے ہیں اب آپ اور زندگی فیصلہ کریں پھر بات جو

(۳) خوب بھی اور آتش پرستوں کی کتابیں کہتی ہیں کہ وہ ہمیشہ والے پیاس زرتشت کے شاگرد ہوئے اور شاگردی سے فیض پا کر دیو رہا اور زرتشت کی تعلیم پر عمل کر کے پہلے ہی جاگنی منتر ہے بدستم کا منتر بنایا پھر علیم کا مرزا قبل گھرمن ژند سے اسکے بید دیانندی ناویل کے مطابق رلیہ جیسے کریانی سے ریل ترا ترم سے تار برقی پیتر رہتا ہے پوسٹ آفس اور ایجاد کی (ہموار) سے ایرو پلین ہوائی جہاز کا پتہ ضرور لگتا ہے جو کہ جاری کی پیٹی ہوئی پرریلوے اسٹیشن ہونگے اور ماڈ ریلوے کا تو نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ ستی کی لکڑی ہے ہمارے دوست سردار جبر سنگھ تو مسلم خوب سمجھتے ہیں کہ پر آپ اور زرتشت میں فرق کرے اُسے انعام جب سب کچھ خود ہی ہوا اور چلتا ہے تو ایشور کس بلا کا نام ہے اسکی کیا ضرورت ہے اُسے ایکطرف تو نیکیتمان کہتے ہو اور دوسری طرف نکما اور بے اختیار ثابت کرتے ہو یہ نکیتماں دیانندی پرمیشر تو شہنشاہ ایڈورڈ کے برابر بھی طاقت نہیں رکھتا بادشاہ اور نہیں تو خطاب دیکا اور پالیمنٹ کو برطرف تو کر سکتا ہے بہلے سناہو! یہ شدھ بہتین ابیاخ دیانند کا چلا نام گے نزاد و بریت کا اثر ہے جس میں تم پہنسا ہو اور ایسا نہ ہو کہ جیو اور برکرتی اس طرح پر میشر کو تمیں اور چارلس اور عبد الحمید اور محمد علی

کی قسمت میں شریک کر دیں۔

(۵) میرے خیال میں لنگوٹ بند سنیاسی سرسوتی جی نے اپنے ہم جنس مجردوں کے لیے ایک نسخہ نکالا ہے اور تم دھوکہ میں آ گئے ہو انسان فطرتاً ایک شیشی یعنی ایک عورت کے لئے زیادہ خاوند رکھنے والا نہیں یہ تو کتوں اور سوروں کا کام ہے پھر رانی دروپدی کی طرح پانچ پر کفایت نہیں گیارہ تک ترقی ہوئی ہے شاید .... بائی کے گروجی کے ساتھ اس وقت گیارہ ہی چھند رہو نگے ہاں ایک اور بات سمجھ نہیں آتی میرے نیوگی کا نام اگنی کیوں ہے زیادہ حرارت تو پہلے نیوگی میں ہوتی خیر ہم پوچھ لیں گے اصل غرض تو ہتر لینا ہے۔ (۶) گنگا جمنا کے کنارے جھونپڑوں میں رہنے والوں کو کیا ضرورت کہ خانگی معاملات کا ذکر کریں جو انکو ضرورت تھی وہ گائے اور بھیڑوں کی تعریف بادلوں کی مہا اندر کو سلام اگنی کی پوجا فصلوں کی نگہبانی اسے وہ خوب بر منتر میں بیان کرتے ہیں مگر آپ غلط کہتے ہیں وہاں تو وید کی کا سنا پر بہت کی ستائش سوم لتا کی خوبیاں دشمنوں کی تباہی جنگوں کی کیفیت کا جا بجا ذکر ہے اور مختلف ٹوٹے پھوٹے قصے میاں بیوی کا جنگ وغیرہ ذکر ہے ہم آپکے کہنے سے یہ بھی مان لیتے ہیں کہ خانگی معاملات کا ذکر نہیں تو کیا یہ کتاب گرہستی لوگوں کے لیے نہیں جو عالمگیر آسمانی کتاب ہوگی اس میں گھر کا ضرور ذکر ہونا چاہیئے ان سب مہاشے داڑھی مونچھ منڈوا لنگوٹ باندھ پترا جلین تو شاید خانگی معاملات کی ضرورت نہ ہو (۷) امریکہ کیا مریخ میں بھی حکومت تھی چاند کی پہاڑیاں دراصل آپ رشیوں کے استھان اور دریا ندی جھیلوں کے کنڈ ہیں خسیں ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کو ابھی تک سوائے ہندوستان کے اور کہیں وید کا

کوئی نسخہ نہیں ملتا اور ویدوں کا ترجمہ بھی اس سے تعامل خالی ہے (۹) اس میں کیا شک
ہے کہ تم بھارت آ کے بہت پہلے سے وحشی تم میں لٹے اور جیسے ایک آدمی
اور شاید سنگھ بوس اور دھینگرا بھی خفیہ طور پر شامل ہوں کر شاہ ماتو دیانند
کا ساتھی ہی ہے اور پھر تمہارے گرو کی تعلیم کہ وید کے دشمنوں سے ملک کا
صفایا لازم ہے تم کیوں سنتے آخر کی بات نہ ہو گر ہم پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں
کی شکر گزاری کرو گے تو اے تو عرصہ ہوا کوئی کچھ نہ بنے گا اگر تم انگریزوں نے تم کو
پرورش کیا سانپ نہ بنو تم اپنے پولیٹکل مذہب میں ہندوؤں کو تو جذب کرو گے
کیونکہ اسلام کے اثر سے بت پرستی کا خاتمہ ہو چکا ہے مگر غیر ملکوں کا ایک خوب
ہے اور تم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ دیانند تو کیا اگر وید کے وہ بے شمار
مصنف جن کے نام حاشیہ پر درج ہیں سب کے سب لوٹ آویں تو بھی
تم کامیاب نہیں ہو سکتے (۱۰) آپ نے جگہ جگہ ہماری کتاب کا لفظ استعمال
کیا ہے تمہارے پاس کونسی کتاب ہے وید تو ایک نہیں چار کتابیں ہیں
اور انکے زمانہ تصنیف میں برسوں کا فرق زبان کا فرق پھر ہر ایک کے واضع
مختلف اور ہر منتر پر برہمنوں کا تصرف اور اور ویدوں میں مسلمانوں
کا دخل جیسا کہ الام الو رسول محمد سوم کم بر شے سے ظاہر ہے پھر وہ
عالمگیر کتاب کہاں اور کسکا نام اوپس کوئی بات قابل سماعت نہیں اور
تمہارا دعوے لغو اور فضول گوئی ہے تمہاری کتاب نے دعالمگیر ہونیکا
دعوے نہیں کیا۔

مسلمان (۱) ہمارا نبی موعود وقت پر تمام آسمانی کتابوں کی پیشگوئیوں
کے مطابق آیا (۲) بخلاف دوسرے انبیاء کے تمام دنیا کی طرف آنیکا
دعوے کیا (۳) خداوند کریم کی ذات اور صفات پر جو قرآن کریم نے بحث

کی ہے کسی دوسری کتاب میں نہیں (۴) انسانی فطرت کے ہر پہلو کو مدنظر رکھا (۵) شرک اور بت پرستی کی جڑ کو کاٹا (۶) ایک عالمگیر شریعت دی جو ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے یکساں ہے اور ہر صدی میں مجدد تازہ نشانات کیساتھ آتے ہیں (۷) اخوت، مساوات اور حریت کو کامل طور پر سکھایا ہے جسکا مذہب کا خلاصہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں کر دیا ہے (۹) ہمارا نبی ایک زندہ اور تاریخی نبی ہے لہذا ہے یہ سارے اصول ہیں کوئی اپیچ ہیچ نہیں (۱۰) قرآن جو دعوے کرتا ہے اسکی دلیل دیتا ہے الحمد اسکے تمام مظہر سلامت ہیں نبی مسلمانوں کی سلامت کہ سلامت اور قرآن سلامت۔

| ہمارا قیاس | جسقدر پہلے مذاہب کے اونٹ پٹانگ ایک بڑے دعاوی سن کر مجھکو افسوس ہوا اب اسی قدر ان بلند پایہ دلائل دعووں سے راحت ہوئی اور امید کرتا ہوں کہ آپ کو بھی ان میں ضرور فرق ہو جائیگا چونکہ دو نقطوں کے درمیان ایک ہی خط مستقیم ہوتا ہے اسلئے ان تمام مذاہب میں ایک ضرور حق پر ہو گا اور چونکہ مسلمان کے دعاوی کے ساتھ زبردست دلائل ہیں اسلئے ہم انکے خلاف کسی قسم کی جرح نہیں کر سکتے ہاں مختصر طور پر انکے دلائل پر ریویو کرتے ہیں۔

| ریویو نمبر ۱ | ان اہل ہنود عیسائیوں اور دیگر مذاہب کی کتابوں میں کلکی اوتار و فارقلیط وغیرہ نبی کی پیشگوئیاں بعلامات موجود ہیں اور کلکی پران و انجیل اور تورات وغیرہ سے اور نیز ابتدا ان ویدوں سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے اور دیانند جیسا دشمن اسلام بھی ایسی عبارتوں کی موجودگی کا قائل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں نے نبوت کا دعوے کیا تھا کیوں؟ موعود وقت مقدار (۲) قل

انی رسول اللہ الیکم جمیعاً کہ میں تم تمام انسانوں کی طرف رسول کرکے بھیجا گیا ہوں (۳) سورۃ فاتحہ میں ہی اللہ تعالے اپنا ایک ذاتی اور چار صفاتی نام بتلاتا ہے فرماتا ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین اللہ ذاتی اور رب رحمن رحیم مالک وغیرہ صفاتی نام ہیں اسطرح قرآن کریم میں رنگ میں اللہ تعالے انسانوں سے پیش آتا ہے اسی طرح ۹۹ صفاتی نام ظاہر فرماتا ہے کیا کوئی اور کتاب اس طرح ایک ہی ذاتی نام پیش کرتی ہے ہرگز نہیں (۴) بیشک سوسائٹی کے قواعد مثل مجلس میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرو بیوی بچوں سے تعلق مثل عاشروھن حاکم و محکوم کا رشتہ مثلاً اطاعت اولوالامر مشکلات کا علاج مثل کثرت انعدم والطلاق تزکیہ نفس مثل روزہ نماز وغیرہ سخاوت مثل زکوٰۃ رشتہ داروں اور بنی نوع سے سلوک مثلاً ذوالقربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل۔ یعنے عزیزوں مسکینوں اور مسافروں سے سلوک وغیرہ وغیرہ اور یہ کہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا اللہ کسی کو اسکی طاقت سے بڑھکر تکلیف نہیں دیتا وضو اور جماعت سے صفائی اور یکجہتی سکھاتی ہے حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کرکے بعض جانور حرام کردیا۔

(۵) اسکے گرد عرب ایران اور ہند اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کا وجود ہے اور پروٹسٹنٹ کب بنے؟ آریوں اور برہموں نے بت پرستی ہندی اسلام کو دیکھکر اور قرآن سے متاثر ہوکر (۶) عیسائیت نے مختلف رنگوں میں اسلام پر حملے کئے مگر یہ بجائے تنزل کے روز افزوں ترقی کرتا گیا سلطنت دہی بلا سے دور استی کا زیج تو موجود ہے لوتھر کا ریفارم کرتے وقت بتوں کا گرجوں سے نکلوا دینا تھا کا بت پرستی کا کھنڈن کرنا اور مسلمانوں کی طرح

ایک قومی سلام یعنی نعمتے بنانا اور ہفتہ وار جمع ہو کر لیکچر کرنے یہ اسلام کے
السلام علیکم اور جمعہ کے خطبہ کی نقل نہیں تو اور کیا ہے ان مصلح لوگوں کا
اسلام کی نقل کرنا اس مذہب کے عالمگیر ہونیکی دلیل ہے اور اس زمانہ مین
حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے وجود باجود نے اسلام کے زندہ
مذہب ہونے کا اور ثبوت دیدیا آتھم اور لیکھرام کی موت و غلبہ اعظم مذاہب
کی کامیابی وغیرہ بے شمار نشانات اس زمانہ میں ظاہر ہوئے (۷) فرنچ جمہوریت
نے جو الفاظ بشکل تمام بنائے انکی اصلیت اسلام نے سکہائی اخوت انما
المومنون اخوۃ سب مسلمان بھائی مین (ب) مساوات حضرت عمر رض جیسے
جلیل القدر انسان کا غلام کو سوار کرنا اور خود اسکی جگہ پیدل چلنا (ج) حریت
لا اکراہ فی الدین دین مین جبر نہیں اور صحابہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور لوگونکا آزادی سے کہدینا ہم نہیں مانتے دلیل لاؤ۔
(۸) انسان کی جسمانی اور روحانی ہر دو حالتوں کو مدنظر رکھکر ایک طرف
حقوق اللہ اور دوسری طرف حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی ہے اور اُنکی
احکام کو محمد رسول اللہ پورا کرتے اور نمونہ بنکر دکھاتے ہیں جو ہر مذہب
میں مفقود ہے (۹) ہر ایک نبی کی زندگی مین بناوٹی حالات کی ایزادی ہوتی
ہے اور انکے واقعات زندگی کا صحیح پتہ نہیں چلتا بعض لوگ یہی کہتے
مین کرشن اور مسیح ایک تھے بعض کہتے ہیں بدھ اور مسیح ایک تھے کوئی
کہتا ہے یسوع کوئی شخص دنیا میں ہوا ہی نہیں مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ
محمد رسول اللہ صلعم کا وجود بھی کسی احتمال کا باعث ہے اور تاریخی اور زندہ
نبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۰) جس مذہب کو جنگل اور صحرا کے بدوی اور بغداد اور غرناطہ کے پروفیسر

اور عالم یکساں خلوص اور محبت سے مان رہے ہیں اس کی سادگی اور عام فہم ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے یہاں کوئی ذہن میں ایک اور ایک تین نہیں ہیں نہ ہی کسی آیت سے مرہم کا جھگڑا ہے سیدھے سادھے اور صاف احکام ہیں اور ایک خدا کو منوایا گیا ہے سادہ دلائل دئے گئے ہیں خلا تم اپنے بنائے ہوئے بتوں کو کیونکر خدا مان سکتے ہو وہ تمہارے نفع اور ضرر کے مالک نہیں (۸) انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہم نے یہ قرآن اتارا ہم اسکے محافظ ہیں (۹) قل فاتوا بسورۃ ... ان کنتم صادقین دلیل (۱۰) اگر تم سچے ہو تو فاتو بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم وسیلا ایسی ایک صورت تو بنا لاؤ جاؤ اپنے حمایتیوں کو بھی جمع کر لو فان لم تفعلوا ولن تفعلوا تم ہرگز ہرگز نہ بنا سکو گے ابتک قرآن ان دعاوی میں سچا ہے اور سچا رہیگا۔

(۱۲) کیا ہی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گرفتار کئے گئے اور صلیب پر لٹکائے جائیں اور حضرت عمرؓ اور علیؓ جیسے شجاع شہید کئے جائیں اور اس امن کے زمانہ میں لیکھرام جیسے لوگ گھر کے اندر قتل ہوں اور دشمنوں کے نرغہ میں ایک بے یار و مددگار انسان محفوظ رہے جیسا اس نے فرمایا تھا واللہ یعصمک من الناس ہم تجھکو انسانوں کے شر سے محفوظ رکھینگے۔ بدھ گیا گنگا اکی دوار کاشی کاشی جی مجمن ناتھ بیت المقدس۔ پیرٹرا سو ق سب غیر لوگوں کے ہاتھ میں آئیں اور وہ جگہ مبارک یعنے مکہ معظمہ اور وہ موعودہ باغ یعنے فلسطین مسلمانوں کے ہاتھ میں ہی رہے اور پھر وید میں بقول دیانند برہمنوں اور مسلمانوں کا تصرف ہو اور انجیلیں ساٹھ میں سے چار منتخب ہوں اور پھر بھی بد قسمتی سے ان میں اختلاف اور قرآن سینہ بسینہ لاکھوں حفاظ کے یاد ہو اور ہر ایک نقطہ اور شوشہ تک محفوظ ہو۔

ہماری کسوٹی یا معیار

الغرض ہم اب تمام مذاہب کے دعاوی ۔ جرح اور ریویو سے فارغ ہو کر ایک خاص معیار مقرر کرتے ہیں اور طالب حق کی تسلی کے لیے ان تمام ادیان کو اس پر ہکہ کر دیکھینگے اور پھر آخری فیصلہ دینگے ہم نے تا حال جرح کے موقعہ پر جرح اور خوبیوں کے موقعہ پر اعتراف کیا ہے اب ہم علانیہ معیار مقرر کر کے اپنا ہی کہ سنا دیں گے کسی مذہب کی سچائی کے لیے ہم مندرجہ ذیل امور پیش کرتے ہیں اور اسکو ہم ہر جگہ دیکھینگے اور جانچ پڑتال کرینگے۔

چونکہ ہم اور ہمارا جسم دو ہیں اور تصوف کی اصطلاح میں جسم سواری اور روح سوار ہستی یا جسم گھر اور روح گھر والا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ روح کا تعلق نور سے اور اعلیٰ ہستی سے ہے اور اسکی غذا عبادت اور قربت الٰہی ہے اور جسم کا تعلق عالم سفلی سے اور اسکی غذا سفلی اشیاء ہیں۔ یا یوں کہو کہ ہم آسمانی ہیں اور ہمارا جسم زمینی ہے اور ہم آسمانی اور زمینی دونوں ہیں پس مذہب ایسا ہونا چاہیئے جو ان دونوں حالتوں پر ہر طرح سے اور ہر پہلو سے پورے اطمینان کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے یعنی حق اللہ اور حق العباد کو بھی اور کر حقیت بیان کرتا ہے اول: حق سے ہماری مراد یہ ہے (۱) یہ مذہب ذات باری کی نسبت کیا تعلیم دیتا ہے (۲) صفات باری کو کس طرح بیان کرتا ہے (۳) عبادت کا کیا طرز ہے (۴) روحانیت کو اس میں کہاں تک دخل ہے (۵) اسکے ساتھ زندہ نشان ہیں (۶) معجزات کی اسکے نزدیک کیا حقیقت ہے (۷) دعاؤں کی قبولیت کا کہاں تک اقرار ہے (۸) نجات کا انحصار محض اعمال صالحہ پر رکھتا ہے یا فضل کو بھی کوئی

دخل ہے (۹) خدا کے فرشتوں کو کیا سمجھتا ہے (۱۰) تخلیق عالم پر کیا کہتا ہے (۱۱) حشر نشر کی نسبت اسکا کیا اعتراض ہے (۱۲) الہام الٰہی کی کب کس طرح اور کیوں ضرورت سمجھتا ہے۔ دوم حق العباد سے ہماری یہ مراد ہے کہ وہ مذہب باپ بیٹے میاں بیوی عزیز و اقارب کے کیا تعلقات بتاتا ہے (۲) حاکم و محکوم آقا و نوکر میں کیا رشتہ رکھتا ہے (۳) انسانوں کو متحد اور متفق کرنے کے لیے کونسے وسائل سکھلاتا ہے (۴) پیر اور مرید کو کس طرح چلنے کی ہدایت فرماتا ہے۔ (۵) امن اور جنگ میں کس طرح زندگی گزارنے کا ارشاد ہے (۶) دوستوں اور واقفوں سے ملتے وقت کن آداب کا لحاظ کراتا ہے (۷) مدعی مدعا علیہ اور منصف کے کیا فرائض بتلاتا ہے (۸) تجارت۔ حرفت۔ صنعت اور طالب علمی میں کن احکام کے ماتحت چلاتا ہے (۹) وراثت کا کیا قانون ہے اور اسے پاک بنانے کی کہاں تک ہدایت ہے (۱۰) مرد و عورت کے کیا حقوق ہیں اور ان میں کیا فرق ہے (۱۱) اکل و شرب کے کیا احکام ہیں (۱۲) حفظان صحت کا کہاں تک خیال رکھا گیا ہے۔

ہم اپنا محاکمہ لکھنے سے پہلے معزز ناظرین کی خدمت میں تمام مذاہب کے دعاوی بلا جرح اور ریویو چھپنے کی درخواست کرتے ہیں اور پھر تکلیف دیتے ہیں اور سردست خود اس معیار پر کس کر دیکھیں اول تو فیصلہ ظاہر ہو ورنہ ہمارے ناظرین محاکمہ اور آخری فیصلہ کا انتظار کریں جس کے لیے ہم تشحیذ کے اگلے نمبر کی تاریخ ڈالتے ہیں وما توفیقی الا باللہ۔

خاکسار عبدالرحیم مدرس تعلیم الاسلام

شہزادہ امن کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن ٭ زلزلہ کیا اس جہان سے کوچ کر جانیکے دن
وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکارینگے مجھے ٭ اب تو تھوڑے رہگئے دجّال کہلانیکے دن

آہ! ان اشعار کو پڑھکر لوگوں نے ہنسی کی خدا کے غضب کا خوف نہ کیا اللہ کی طرف بلانیوالے کو نفرت کی نظر سے دیکھا عذاب الٰہی کو معمولی واقعات خیال کیا زلزلہ کے لفظ پر ہنسی اوڑائی ۴۔ اپریل کے خوفناک منظر سے کچھ فائدہ اٹھایا پروفیسر اوموری نے جو کہا اسے آمنا وصدقنا کہکر مان لیا مگر ایک مامور من اللہ کے الفاظ کی باوجود تجربہ پرواہ نہ کی کبھی کسی نے اشتہار دیا کوئی زلزلہ نہیں آئیگا کہیں گورنمنٹ کو اکسایا کہ یہ شخص سنسنی پھیلا کر امن عامہ میں مخل ہوتا ہے مگر سچا خدا کا کلام تھا پھر ہبا آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی* زلزلہ کا ایک اور دھکا* اور یہ سلسلہ متتبعا الی اوقاتہ کے تحت جاری رہا اور زلزلوں اور اسکے ہم مشربوں کو پشیمان ہونا پڑا۔

ہم نے اگرچہ ساری عمر توفی کے معنے سنے صحابہ کرام کے معنے سنے صحابہ کرام کے پردرد اشعار پڑھے حضرت بلال کی آہ وزاری کا ہمیں علم تھا۔ خلیفہ رض اوّل کا قد خلت من قبلہ الرسل پڑھنا ہم سنتے تھے ہمیں کبھی یہ موقع نہ دیا کہ ہم اس زلزلہ اور کوچ کر جانیکے دنوں کو اپنی طرف منسوب کریں حتّٰی کہ وفات خیز زلزلہ جو ۴۔ اپریل کے زلزلہ سے کئی گنا بڑھکر تھا ہمکو ۲۶ مئی کو لاہور میں محسوس ہوا اللہ ہمارا پیارا آقا پیارا امام ہمکو صبر اور رضائے الٰہی پر راضی ہونیکی تعلیم دینے کے لیے کوچ کر گیا۔ زلزلہ کا بڑا دھکا لگا مگر سکینت الٰہی فوراً

نورالدین کے وجود میں ظاہر ہوئی اور اسکو اپنی حفاظت میں لے لیا پس تو زلزلہ کا حصہ تھا جو ہمارے متعلق تھا اور اگرچہ اس دن ہم سب پر اداسی چھا گئی مگر خدا نے مومنوں کیساتھ ہو کر اور تسکین دی اس طرح اسکے منہ کی باتیں پوری ہوئیں۔

میرا اس واقعہ کے درمیان لانے سے کیا مطلب ہے؟ میں بتلانا چاہتا ہوں کہ کلام الٰہی ایسے ظاہری اور باطنی دونوں معنوں میں پورا ہوا کرتا ہے اور جب کوئی بشیر و نذیر دنیا میں آتا ہے تو اسکا انکار زمین اور زمینی بردوں کے تزلزل اور عذاب کا باعث ہوتا ہے اور ظاہری زمین کے علاوہ مذہبی پولیٹیکل تمدنی تجارتی غرض ہر عالم میں زلزلہ آتا ہے آسمانی کتابوں نے آخری زمانہ میں زلزلوں کی پیشگوئیاں کی ہیں مسیح کی آمد ثانی کے نشان زلزلے اور مری رکھے گئے ہیں قرآن کریم خود اذا زلزلت الارض زلزالها فرما کر قیامت کا نشان دیتا ہے اور حضرت مسیح موعود نے زلزلہ کا الہام ہونے سے پہلے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف عالموں کے زلزلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور دلیل بموجب اصول کہ دشمنان خدا اور شیاطین کی سرکوبی کے لیے نبی آتے ہیں انکے وجود سے جہاں اس گروہ میں ہلچل مچتی ہے تو دوسری طرف ملائک کا گروہ بھی انکا سر کچلنے کے لیے تیار ہوتا ہے ہر طرح ہر عالم میں ایک تزلزل واقع ہوجاتا ہے۔

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے وجود کے ساتھ ہی مختلف کی ہر قوم اور ہر مذہب میں بیداری کے نشان ظاہر ہوئے انجمنیں اور چاروں طرف ملک کی سبھائیں اور سوسائٹیاں بن گئیں اور قوم قوم اور ملک ملک کا شور اور نعرہ بلند ہونے لگا ہزاروں سال کی گری ہوئی ہندو قوم نے بت پرستی پتھر پرستی پہاڑ پرستی درخت پرستی نباتات پرستی دریا پرستی نقوش و طلا پرستی جنگل پرستی

مکان پرستی دریا پرستی آتش پرستی قبر پرستی آبی پرستی اسپ پرستی خدا پرستی
دولت پرستی ہتھیار پرستی گھوڑے پرستی اور ستی وغیرہ رسومات قبیحہ کو حرام
کرکے لا الٰہ الا اللہ . . . کہنا شروع کر دیا گیا یہ ایک زلزلہ نہیں تو
اور کیا تھا پھر مذہبی مباحثات کی وہ گرم بازاری کہ جس کی نظیر ہندوستان میں
دکھائی نہیں دیتی اور آریہ سماج میں اب ظاہر ہو جو حال آگیا جس کا باعث
نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں دینا ہے کتوں ساکھر نامہ تحریر کیا ہے
الغرض آپ کا وجود جیسا کہ بشیر و نذیر تھا ویسے ہی اس سے بہتیروں نے
فائدہ اٹھایا اور بہتیرے پکڑے گئے آپ کی آمد بھی ایک زلزلے سے ہوئی
اور روانگی بھی زلزلے سے۔

ہم سنا کرتے تھے کہ جب کوئی بڑی روح دنیا سے جاتی ہے تو اس
عالم میں ایک تغیر پیدا ہو جاتا ہے اب مسیح سے بڑھ کر کونسی روح ہو سکتی تھی
اسلئے ضرور تغیر پیدا ہوا اور بڑا تغیر ہوا اور پھر وہ سب تغیر اسی طرح ہوا جس طرح
رسول کی زبان پر اللہ نے فرمایا تھا میرا بیان پر یا جوج ماجوج یا روس جاپان
کے جنگ کی طرف اشارہ نہیں کیونکہ اسکا تعلق حضور والا کی زندگی سے ہے
بلکہ میں تو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ حضور کی وفات کے بعد دنیا میں کیا تغیر آیا۔
یا بہ دیگر الفاظ کیا زلزلہ آیا۔

یہ بے محل نہ ہوگا اگر میں یہاں پر حضور کی اس پیشگوئی کا اندراج کردوں
جو ۴-اپریل ۱۹۰۵ء کو یورپ اور امریکہ میں ڈوئی کے حق میں خدائی فیصلہ کے
ساتھ شائع کیگئی تھی۔

حضور نے فرمایا "یاد رکھو کہ خدا تعالے نے مجھے عام زلازل کی خبر دی ہے
یقین جان لو کہ جس طرح میری پہلی پیشگوئی کے مطابق امریکہ یورپ و ایشیا

میں زلزلے آتے ہیں اسی طرح مختلف مقامات میں ان کا وقوع ہوگا اور ان میں سے بعض ایسے ہونگے کہ دنیا کی تاریخ میں انکی نظیر نہ ملیگی اور اسقدر تباہی ہوگی کہ قیامت کا دن یاد آجائیگا" اسے یورپ نہ تو محفوظ ہوگا اور نہ اسے ایشیا اور نہ جزائر کے رہنے والو! تم محفوظ ہوگے اسدن کوئی خود ساختہ خدا تمکو نہ بچا سکیگا میں شہروں کو گرتے ہوئے اور آباد گلیوں کو ویران ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں" اس ملک کی باری قریب آتی جاتی ہے نوح کے دن تم اپنی آنکھوں سے دیکھوگے اور لوط کی زمین کا نقشہ تمہاری آنکھوں کے سامنے کھنچ جائیگا"

"یورپ اور دوسرے عیسائی ممالک میں ایک قسم کی وبا پڑیگی جو بہت سخت ہوگی" دوستو خدا کے لئے انصاف کرو اور دیکھو اس خدا کے فرستادہ کی وفات کیساتھ ہی زلزلہ نے کس طرح ظاہری معنوں میں پورا ہونا شروع کردیا پوپ کے گھر عیسائیت کے مرکز اٹلی میں زلزلہ آیا اور بقول پوپ کے الفاظ میں بے نظیر زلزلہ آیا" اور مسینا کو تباہ کرگیا اور ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ تباہ کیا اور وہ بربادی ہوئی کہ قیامت یاد آگئی (۲) ایران اور ایشیا کوچک میں زلزلہ آیا (۳) اب دیکھیئے اخبار وکیل کس طرح حال کے اور واقعہ کا اظہار کررہا ہے وکیل ہرتسر ۲۰ جولائی" افسوس ہے کہ زلزلے روز بروز شدت اختیار کرتے جاتے ہیں اور ہر حصہ دنیا میں انکی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہے چند مہینے قبل فرانس میں جانیں اور مکان زلزلہ کے باعث تباہ اور برباد ہوچکے ہیں اب ہیگ دارالسلطنت ہالینڈ میں ایک مراسلہ بدیں مضمون شائع ہوا ہے کہ مقام کوانچی علاقہ الاہائی بڑانگ جزیرہ سوماٹرا میں ۳۔ جون کی شب کو زلزلے سے بہت سخت جھٹکے محسوس ہوئے اور بہت جانیں تلف ہوئیں

مکان تباہ ہوئے (۳) ابھی وکیلوں ہی میں ہی ہوگا کہ پنجاب کے مختلف مقامات پر زلزلہ محسوس ہوا اور یونان کے جنوب میں سخت زلزلہ آیا اور ہمارے لکھتے لکھتے کمیکو پر خطرناک زلزلہ آنیکی خبر آئی یہ تو ہوئی ظاہری زلازل کی کیفیت اور جزائر مثل سسلی سوماٹرا کے رہنے والوں کی تباہی اب دیکھئے سمن میں نیاں جلیں اس ملک کی بربادی آئی اور حیدرآباد میں طوفان نوح کا نقشہ دیکھا گیا اب ہم دوسرے عالموں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اور دکھلاتے ہیں کہ ہیں مسیح کے فرمودہ کے مطابق زمین کیساتھ زمین والوں میں بھی زلزلہ آیا ہے اور چونکہ مسیح اور مہدی کا بڑا تعلق مسلمانوں کے ساتھ تھا اسلئے یہ پولیٹکل زلزلے مسلمان ممالک میں محسوس ہوتے ہیں۔

اب ہم انکو بھی تفصیل وار لکھتے ہیں موجودہ اسلامی سلطنتیں مراکو سے ہندوستان تک پھیلی ہوئی ہیں اور سب میں ہم پولیٹکل زلازل دیکھتے ہیں (۱) مولوی عبدالعزیز والئے مراکو تخت سے اوتارا گیا اور مولوی حفیظ اسکا جانشین ہوا اور ابھی تک سپین اور فرانس سے اور علاوہ ازیں اندرونی معاملات میں کش مکش جاری ہے (۲) مصر آزادی کے لیئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے جیسا کہ سرالڈن گورسٹ کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصری لوگ ان پارلیمنٹ کے خواہاں ہیں۔

(۳) ہندوستان کی مسلم لیگ کی اور کوششیں اور ریفارم اسکیم کی منظوری ہماری آنکھوں کے سامنے ہے (۴) ٹرکش پارلیمنٹ اور عبدالحمید کی قسمت ہم سے پوشیدہ نہیں ہاں اس موقعہ پر یہ ضروری اور اشد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مرسل یزدانی کے ان الفاظ کو ضرور درج کردیں جس کی روح ان تمام انقلابات کا باعث ہے آپ فرماتے ہیں ؎ سلطان روم

کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کسی طرح سے اسکے ارکان سلطنت
کی بھی حالت نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کا نتیجہ اچھا نہیں ہے سبحان اللہ
کہ کلام الٰہی کس طرح پورا ہوا اور نہ وہ سلطان اور نہ ارکان سلطنت یہ چاشنی اور
دو قید کا شکر کوئی فائدہ اٹھائے اور حسین کا بھی سایہ قسمت نہ بنے مفصل لکھا
ہوا اشتہار زیر عنوان ایک تازہ نشان ۱۳ مئی ۱۹۰۶ء

(۵) حضور والا کو ایک الہام ہوا تھا "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" یہ کس طرح
پورا ہوا اور کس صفائی سے خدا کی کلام کی سچائی ظاہر ہوئی اور کس طرح سے مذاق
اور ہنسی کرنے والے خیرہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت کس طرح واضح
ہوا اسکا اظہار اخبار بین الظرف پر سلطنت ایران کے تازہ واقعات سے
بخوبی ہو سکتا ہے شاہ کا پارلیمنٹ کو اڑانا قوم پرستوں کے مطالبات اور
جنگ بختیاریوں کا ایران کو فتح کر لینا اور شاہ کا روسی سفارتخانہ میں پناہ لینا
بدقسمت کسریٰ کا آخر کار تخت سے اتارا جانا اور کسریٰ سے اور ایوان کسریٰ کا ہمیشہ
کے لئے صفایا ہو کر ایوان مجلس میں تلاطم ہو جانا تزلزل نہیں تو اور کیا ہے سبحان اللہ
واہ کیا سماں اور تزلزل ہوگا جب کسریٰ اسکے بچے اسکے حرم ایوان شاہی کو
خالی کرتے اور روسی سفارت کو جاتے ہونگے کیا کوئی انسان اس صفائی
سے ان واقعات کی طرف اشارہ تک بھی کر سکتا ہے یہ زندہ خدا کا کلام منقول
(ملاحظہ ہو صاحبزادہ محمود احمد کا اشتہار زیر عنوان تازہ نشان)

یہ ذکر تو عالم اسلام کا ہے مگر جیسا کہ فرمایا گیا اور نہ یورپ اور نہ ایشیا
خطرات سے محفوظ ہے ایشیا اور ایشیا والوں کے قریب تو یورپ کے
خوف کے مارے لرز رہے ہیں اور یورپ و امریکہ کو ایک طرف اسلام
کی روز افزوں ترقی کا خطرہ ہے تو دوسری طرف سے زرد خطرہ"

"اور میں اسلام کا بہت درد رکھتا ہے اور یہ ضرور آئیگا کہ خون کی زبان چلیگی کیونکہ فرسودہ عقل نہیں سکتا۔

پھر ہیضہ روس تک تو پہونچ گیا ہے اور یورپ میں طاعون کی اموات ہو چکی ہیں اب اگر باقی ہے تو وعید الٰہی کا مکمل طور پر ظہور کاش کہ لوگ فائدہ اٹھائیں اور جس طرح کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے "توبہ کریں تا کہ بچائے جائیں" جو آج توبہ نہیں کرتا وہ کاٹا جائیگا" اور خدا کو اس کی کچھ پرواہ نہ ہوگی۔ دوستو! ان واقعات سے ہماری کیا غرض ہے؟ کیا ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہلاک ہوں؟ کیا حضرت مسیح الثقلین کا یہ منشا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ "دنیا میں ایک نذیر آیا دنیا نے اسے قبول نہیں کیا' مگر خدا اسکی بڑے زور سے تائید کریگا اور کر رہا ہے" یہ عذاب کیوں آیا؟ ماموریت کے انکار اور لوگوں کی بداعمالی سے اور یقیناً اسکا انجام بہتری ہے۔

ہم تو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ انکار کا مزا تو اٹھایا اب اقرار سے بھی تجربتاً فائدہ اٹھا دیکھیں اور وقت ہے سنبھل جائیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح یہ الہامات پورے ہوئے ہیں اسی طرح ؎

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے ❊ اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اس حضرت مسیح کی طرح ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہماری قوم تو سمجھ جائے مرسل من اللہ کا انکار اور کفر چھوڑ دے اور تفرق چھوڑ کر متحد ہو جائے کیونکہ اب وقت ہے مسلمانو! خدا کے نشانوں سے فائدہ اٹھاؤ مسیح و مہدی کو تسلیم کرو تم نجات پاؤ گے ٹرکی اور ایران سے ہند اور افغانستان فائدہ اٹھائے کیونکہ آخر الذکر کے لیے خوفناک پیشگوئی ہے "ریاست کابل میں پچاسی ہزار آدمی مریں گے" ایک بیگناہ سید شہید کیا جا چکا ہے اسکا خون ضرور رنگ لائیگا۔ ہم اپنے

مضمون کو حضرت اقدس علیہ السلام کی اس دعا پر ختم کرتے ہیں جو آپ نے ڈوئی کے چیلنج کے آخر میں کی ہے واضح ہو کہ ہم نے اس دعا کو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے اور بہت سا اختصار کر دیا ہے۔

دُعا

اے قادر اور کامل خدا فیصلہ کر تو جو ہمیشہ اپنے نیک بندوں سے کلام کرتا ہے اور کرتا رہیگا۔ اے پیارے آقا ان لوگوں کو مخلوق پرستی کی قید سے آزاد کر اور ان الفاظ کو پورا کر جو تیرے نبیوں نے ان آخری ایام کے متعلق فرمائے ہوئے ہیں۔

اے رحیم مولا۔ ان زخمی لوگوں کو ان کانٹوں میں سے نکال جن میں یہ جا پڑے ہیں اور ان کی پیاس کو حقیقی نجات کے چشمہ سے بجھا دے کیونکہ سچی نجات تیری محبت اور معرفت ہے۔

اے رحیم و کریم مالک۔ ان پر رحم کر اور انکی آنکھیں کھول۔ اے قادر مطلق ذو الجلال ہر ایک چیز تیرے ہاتھ میں ہے ان لوگوں کو نجات دے اے سمیع و بصیر آقا میری دعا کو سن لے اور ان پر اپنے جلال کی روشنی ڈال تاکہ وہ تیرا پیارا نشان دیکھ سکیں۔

اے جہانوں کے صاحب تو ہر چیز پر قادر ہے ان لوگوں کو اس طرح تباہ نہ کیجو جس طرح نوح کی قوم تباہ ہوئی ان پر رحم فرما اور انکے دلوں کو سچائی کے لئے کھولدے کیونکہ ہر ایک قفل کی کلید تیرے ہاتھ ہے میں تیرے منہ کی پناہ چاہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ تو وہ تمام وعدے پورے کریگا جو تیرے

کلام ہیں کیونکہ تو سچا خدا ہے۔
اے مہربان آقا اس زمین پر جس کو سناہشت ہے تصرف تیرے بندوں کو انسان پرستی کی غلطیوں سے نجات پاتے دیکھنا سونی کریم اس لیے مجھکو یہ برداشت عنایت فرما۔ اور اس نسل کے مردوں عورتوں کو اپنے بچوں کے دل کھولدے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ وہ سچائی سے دور ہیں۔
اے رحمن و رحیم میری دعا سن لے کیونکہ تو زمین و آسمان کا مالک ہے۔
آمین ثم آمین

تبرا بازغور سے پڑھیں

پاکوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا یہ کتوں سا کھوٹا ستم زندگی ہے ناظرین! ہیے اس عنوان سے یہ نہ سمجھیں کہ میں کسی ستیھٹ برزبان آریہ یا آریہ سماج کا ذکر کرتا ہوں یا کسی مغضوب یہود کا ذکر کرونگا اور شاید آپکو یہ خیال ہو جائے کہ پھر آریہ یا یہودی نہیں تو مثال دجال عیسائی ہوگا نہیں نہیں میری مراد تو عیسائیوں کے چھوٹے بھائی سگ زادہ برادر شقال اہل اسلام فرقہ شیعہ سے ہے عیسائیوں کے چھوٹے بھائی اسلئے کہ جس طرح عیسائیت نے کفارہ مسیح پر ایمان لانا اور عشائے ربانی میں مسیح کا گوشت اور خون کھانا بھی باعث نجات سمجھ رکھا ہے اسی طرح اس فرقہ نے حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور ماتم حسینؓ میں آنسو بہانا ہی جنت کے داخلہ کے لیے کافی سمجھ لیا ہے اگر عیسائیت نے تمام انبیاء کو نشانہ اور جھوٹے اور کہنگار کہا تو رافضیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برسوں کے بعد تیارکی ہوئی

صحابہ کی جماعت پر تبرّا اور لعنت کی تلوار چلائی ہے اگر مسیحی حضرت مریم سے
نسے خدا کی ماں سمجھکر دعا مانگتا ہے تو شیعہ بھی سید الشہدا کی ماں کے آگے
سر جھکانے میں کمی نہیں کرتا اگر عیسائیت نے خداوند مسیح کے نام پر عبد مسیح
نام رکھا تو شیعوں نے عبد اللہ اور عبد الرحمٰن چھوڑ کر عبد الحسین بنانا فخر سمجھا
استغفر اللہ یہ یقینی امر ہے کہ جو بدکار عورت ہوتی ہے وہ دوسری نیک عورتوں
کو گالیاں دیکر اپنا پردہ ڈھکنا چاہتی ہے یہی حال آریوں عیسائیوں اور
شیعوں کا ہے مگر ع

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

آریہ سماج کی پردہ دری کے لیے دھرم پال کی خودکشی اور طوفان کا حوالہ
کافی معلوم ہوتا ہے اور عیسائیت کے لیے لاتر کریسیزم اور انسائیکلوپیڈیا
ببلکا ...... کافی ہیں یہ اسلئے کہ انکے مصنف خود آریہ یا عیسائی
ہیں اب ہم شیعوں کی طرف رخ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم آپ کے صحابہ اور
آپکے ازواج کی ہتک نے انکی کہانتک نوبت پہنچائی ہے صدیقی انصاف
شیعوں کو سوائے فاروقی رعب سے ان آنکھیہ بازو کما پانا نکلے عثمانی سطوت
سے یہ خانہ نشین بنے اور اپنی ماں کی بیکسی بہادری اور اعلیٰ قابلیت کے سامنے
بڑے شیعوں کو دم دبانی پڑی خود بدترین فرد کہیں یہ انکی برخورداری اور
سعادتمندی ہے۔ غضب تو ہے کہ جسکی خاطر یہ "سب اور لعن" ہے
اور جس کی نسبت اللہ تعالےٰ کہتا ہے ان اللہ وملئکتہ یصلون
علی النبی یا ایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ان کے
نام کو رفضی آرگن شیعہ بھی محض محمد صاحب لکھا جاتا ہے کیوں نہ ہو
ع زبان پہ وہی آتا ہے جو دل میں اپنے ہوتا ہے "اس گستاخی اور گندہ

زبانی کا کیا نتیجہ ہوا۔ اسلام سے دور ہو گئے اگر کوئی مذہب رہ گیا تو محض تبرا بازی
سینہ کوبی کی تعزیہ داری عید غدیر کی قوال شرم حرکات سود خواری قبر پرستی متعہ
سفلانی ریش تقیہ یا دغابازی منافقت (انتہیٰ) دین سے بے پروائی الخ
ان سب باتوں کا اقرار شیعہ دوست نہ کریں گے تاہم بعض وہ خود تسلیم کر لیں گے
جنہیں ہم انکے مذہبی ارگن شیعہ سے نقل کرتے ہیں ہاں یہ واضح ہو کہ جس طرح
نقال کو اپنی نوحش کلان کا احساس تک بھی نہیں ہوتا اسی طرح شیعوں کو
اب پتہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہیں کتابوں میں کیا ہے اور ہمارے
اعمال کیا ہیں اس رسالہ میں بھی جو کچھ لکھا ہے وہ ایک سنی نے جو نو شیعہ
ہے لکھا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ تا حال اس میں پرانی غیرت ہے افسوس
کہ چند سال بعد یہ جاتی رہے گی جو کہ تبرا بازی کا یقینی نتیجہ ہے صاحب موصوف
اس طرح لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو رسالہ شیعہ نمبر ۹ جلد ۲)

(۱) شیعہ لوگ منجملہ دیگر بداعمالیوں کے فضیلت وقت نماز کو بھی نہایت
بیدردی سے لا پرواہی سے فضول باتوں میں بلا وجہ غارت اور اکارت کر دیا
کرتے ہیں (۲) زمانہ قیام لکھنؤ کے میں نے فہرست شیعوں کی بدعات میں تیار کی
تھی جو صاف صاف اور خلاف سنت ہیں جو اپنے تھے (۳) دو شیعہ طلبہ زادوں
کے اس سوال پر کہ کیا مغرب کا وقت ہو گیا فرماتے ہیں یہ لڑکے مسلمان
کیا مسلمانوں کے مولوی کے بیٹے ہیں اور ما شاء اللہ خود پڑھے لکھے ہوشیار
ہو کر ابھی تک نہیں جانتے کہ مغرب کا وقت کب ہوتا ہے کبھی اپنے والدین
یا کسی دیگر اشخاص (شیعہ) کو ٹھیک وقت فضیلت مغرب کی نماز پڑھتے
ہی نہ دیکھا ہو گا۔ نہ کبھی خود پڑھنے کا اتفاق ہوا ہو گا؛

(۴) ایک اور شیعہ خاندان کے صاحبزادہ کا ذکر کرتے ہیں کہ کلام درود نماز

وضو کرنا نہیں جانتا مگر ہاں مرثیہ سلام رباعیاں وغیرہ بہت یاد ہیں اور خوب پڑھتا ہے یہ تعلیم ہے شیعہ مذہب کے لوگوں کی (۵) ایک مسجد میں مجلس اور سوز خوانی ہوئی اور وہ بھی مغرب کے وقت اور اول تو خانہ خدا میں مجلس امام حسین کے بہانہ راگ گایا گیا وہ بھی عین نماز کے وقت سب چلے گئے ایک نے بھی نماز نہ پڑھی (آخر مومنین ٹھہرے کیوں نہ ہو) آپ ایسا ہی ایک اور مجلس ناچارہ کا ذکر فرماتے ہیں اور خاکسار راقم بھی اسکا شاہد ہے (۶) دنیا میں کوئی شیعہ فضیلت کے وقت نماز پڑھنے والا نہیں ہو نگے میں نے آج تک کسی کو بھی ایک ہی اسکا پابندی کرنیوالا دیکھا گیا "افسوس کرتے ہی نہیں سنا (۷) نماز میں مونچھوں پر ہاتھ پھیرے جاتے ہیں کچھ نہ کچھ شغل چلا جاتا ہے (۸) گلا اٹھا کر اس میں تصرف کیا (۹) شیعوں کی ان باتوں سے تعجب ہوا کرتا تھا اب دیکھتے دیکھتے کچھ سادات ہو گئی ہے پہلا قیاس سارا صحیح نکلا۔

(۹) آداب مسجد و جماعت سے تو میرے نزدیک عموماً شیعہ ناواقف ہی نظر آتے ہیں یا گستاخی سے ان امور کی پرواہ نہیں کرتے اول تو جمعہ اور جماعت انکے ہاں ہوتی ہی بہت کم ہے اگر اتفاق سے کہیں ہوئی بھی تو کثرت سے باتیں کرتے ہیں (۱۰) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو شاید ہی کوئی جماعت شیعوں کی سیدھی کھڑی ہو ہو آگے پیچھے ضرور ہوتے ہیں اور سلسلہ سخن بھی بدستور جاری رہتا ہے (۱۱) سنیوں کی نسبت فرماتے ہیں اپنا نماز روزہ کس مستعدی اور سرگرمی کیساتھ بجا لاتے ہیں اور اوقات نماز کی کس سختی سے پابندی کرتے ہیں کہ واجب مستحب اور سنت ایک کو بھی نہیں چھوڑتے (۱۲) لکھنؤ میں جو شیعوں کا دارالامارۃ ہے اس کثرت سے ڈاڑھی منڈانیکا رواج ہے کہ وہاں کے حجاموں کو خط بنانا نہیں آتا بارہا مجھے ہندو مسلمانوں کی تمیز اور شناخت میں

دشواری پیش آیا کرتی تھی کاش کہ شیعہ صاحبان اب بھی دین کی طرف توجہ کریں اور جس کے گریبان میں ہزاروں حیلے ہیں۔ اسکی حلقہ بگوشی اختیار کریں تو اس عذاب سے نجات ملے اعاذ اللہ منہ نتیجہ ہے سب پاکوں کی ہتک کرنا الی آخرہ فاعتبروا یااولی الابصار

تثلیث

ناظرین کو معلوم ہے کہ آج جو شخص مذہبی مناظرہ کے میدان کارزار میں قدم رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تثلیث کیا چیز ہے تثلیث کو عیسائی مختلف رنگوں میں پیش کر کے مخلوق الہی کو دھوکہ دیکر اپنے فرض اور جہالت کو پورا کرتے ہیں کبھی تو کہتے ہیں کہ بائبل مقدس میں توحید اور توحید میں تین اقانیم مانتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ ہم تثلیث نہیں مانتے بلکہ تثلیث فی التوحید مانتے ہیں غرض لفظ تثلیث کو مختلف رنگوں میں پیش کرتے ہیں۔

تاریخ تثلیث اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب عیسوی دراصل خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا تھا اور جو مذاہب خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں وہ سب توحید پر مبنی ہوتے ہیں علی ہذا القیاس۔ مذہب عیسوی کی بنا بھی توحید پر تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام توحید کو تسلیم کرتے تھے اور آپکے خلیفہ بھی توحید کے قائل تھے بعدہٗ عیسائیوں کی مذہبی مجلس قائم ہوئی جو مذہبی امور کو سرانجام دیتی تھی۔

ایک دفعہ اس مجلس کو ایک مشکل پیش آئی وہ یہ کہ مذہب عیسائیت

کی اشاعت کرتے وقت یونانیوں نے کہا کہ ہم تو تین دیوتا تسلیم کرتے ہیں اگر تم تین بات کو مذہب میں ایزاد کرو تو ہم تمہارے مذہب کی اطاعت کے لیے تیار ہیں اس بات نے عیسائی صاحبان کو بہت مشکل میں ڈالا اور مذکورہ بالا مجلس کو یہ خیال ہوا کر قلیل سی تبدیلی کر دیجاوے تو کوئی ہرج نہیں ہوگا۔

تثلیث مسیح کے سوا تین سو سال بعد ایزاد ہوئی

چنانچہ اسی غرض کے لیے ایک میٹنگ (مجلس اجتماع) میں بمقام شہر نیقیہ منعقد ہوئی ملاحظہ ہو حروب صلیبیہ مولفہ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز صفحہ ۱۱ ، اصل عبارت یہ ہے سلجوقی بادشاہوں نے شہر نیقیہ کو اپنا دار السلطنت قرار دیا جہاں مسیحی دنیا کی اس پہلی عام کونسل نے اجلاس کیا تھا جس میں مذہب کیتھولک مسئلہ تثلیث و توحید سے وابستہ کیا گیا تھا"

اس عبارت کے خاتمہ پر مولوی عبد الحلیم صاحب شرر اپنی طرف سے ایک نوٹ کے صفحے کے نیچے درج کرتے ہیں جسکو ہم بعینہٖ یہاں پر لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے اسی نیقیہ کی کونسل نے جو حضرت مسیح کے سوا تین سو برس بعد منعقد ہوئی تھی توحید کو مٹا کے تثلیث و توحید کی بنیاد ڈالی اور مسیحیوں کو مشرک بنایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیشتر عیسائیوں میں تثلیث نہ تھی جن عیسائیوں نے اس موقع پر تثلیث نہ قبول کی مردود قرار دئے گئے۔

اس نوٹ کے درج کرنیکے بعد کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں رہی اس سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ تثلیث مسیح کے سوا تین سو سال بعد جب

سلہ یہ کتاب ایک انگریزی کتاب ہسٹری آف ماڈرن ہسٹری کی جلد کرو سیڈس کا ترجمہ ہے جو ایک عیسائی مورخ سر جارج ڈبلیو کاکس ایم اے کی تصنیف ہے۔

عیسوی کیساتھ ایزاد کیگئی ہے۔

مسئلہ تثلیث کی حقیقت اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ کسی مذہب میں بانئے مذہب کے سوا تین سو سال بعد شامل کیا جاوے وہ کس رتبہ کا ہو سکتا ہے خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مسئلہ مذہب کی جزو ثابت کیا جاوے اور وہ مسئلہ بھی بانئے مذہب کی منشا کے خلاف ہو میں یہ باتیں بلا دلیل نہیں کہتا بلکہ میں کہتا ہوں کہ مسیحی لوگ جن آیات سے تثلیث ثابت کرتے ہیں وہ ہرگز تثلیث کی تعلیم نہیں دیتیں بلکہ انکا منشا کچھ اور ہے۔

آیات انجیل متعلقہ تثلیث اگر پادری صاحبان ان تمام آیات کو پیش کریں جن سے وہ تثلیث ثابت کرتے ہیں تو ہم انکو بتا دینگے کہ ان آیات کا اصل مدعا کیا ہے یہ سوال کہ ہمیں کیا حق ہے کہ ہم پادریوں کی رائے کے خلاف انجیل کی آیات کا ترجمہ کریں بظاہر ایک نمونہ طلب ہے مگر در اصل پادری صاحبان نے یہ حق ہمیں خود عنایت فرمایا ہے کیونکہ جب انکے نزدیک قرآن کریم کا ترجمہ اپنی منشا کے مطابق کرکے اسکا مطلب اپنی منشا کے مطابق بیان کرنا جائز ہے تو کیا وجہ کہ ہم انجیل کی آیات کا مطلب بیان کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔

الغرض تثلیث کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو مسیح کی منشا کیخلاف اس سے سوا تین سو سال بعد مذہب مسیحی کیساتھ شامل کیا ہے اور یہ امر تاریخ دان پبلک کے نظر سے مخفی نہیں ہے۔

توحید و تثلیث میں فرق تثلیث کی اس مختصر سی تاریخ بیان کرنیکے بعد ہم توحید اور تثلیث کا فرق بتانا چاہتے ہیں توحید کے معنے ہیں خدا تعالےٰ کو ایک ماننا غرض توحید و تثلیث میں وہی فرق ہے جو ایک اور تین میں ہوتا ہے۔

مسئلہ تثلیث میں عیسائیوں کی مشکلات

عیسائیوں کا مذہب تو توحید کی تعلیم دیتا تھا مگر جیسا کہ اوپر ذکر کر آیا ہوں کسی ضرورت کی وجہ سے مذہب مسیحی میں تثلیث ایزاد کر لی جس سے مسیحیوں کو یہ مشکل پڑی کہ اگر وہ یہ کہیں کہ ہم توحید کے قائل ہیں تو ایک بڑی جماعت ہاتھ سے جاتی ہے اور اگر کہیں کہ ہم تثلیث کے معتقد ہیں تو اصل مذہب کے جواب ملتا ہے کیونکہ اصل مذہب تو توحید کی تعلیم دیتا تھا مسیحی صاحبان اس مشکل میں پڑ کر بہت پریشان ہوئے اور تملائے کہ یہ تو بڑی مشکل پیش آئی آخر بڑی سوچ کے بعد یہ راہ نکالی گئی کہ ہم نہ تو تثلیث کے قائل ہیں اور نہ توحید کے بلکہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قائل ہیں جن پادریوں سے یہ راہ نکالی تھی وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ تو اپنی پہلی بات سے بھی زیادہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ پہلے تو صرف یہی بات تھی کہ توحید ہے یا تثلیث ہی سہی یہ ایک ایسی بات تھی جو ہر ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا تھا کہ تثلیث کیا چیز ہے بلکہ ایک بڑا گروہ تو پہلے سے ہی قائل تھا۔

توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید

لیکن توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید نے تو اور مشکلات میں ڈال دیا سب سے پہلی مشکل جو پیش آئی وہ یہ تھی کہ اس مسئلہ کو کوئی فرد بشر سمجھ ہی نہیں سکتا کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ باپ بیٹا۔ روح القدس یہ تین چیزیں ہیں ایک کس طرح ہو سکتی ہیں کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ حساب جاننے والا طالب علم بھی اس بات سے واقف ہے کہ ۱+۱+۱ برابر ہوتے ہیں ۳ کے نہ ایک کے اب مسیحی مذہب کے مدبرین نے خیال کیا کہ یہ مسئلہ تو انسانی عقل کے بالاتر ہے اسلئے دلائل سے اس مسئلہ کو صاف کیا جاوے

دلائل تثلیث

مگر افسوس کہ ان لوگوں کو دلائل بھی نہ مل سکے پھر ان مسیحی مدبرین نے کوشش کی کہ تثلیث کی نظیریں تلاش کی جاویں اور مخلوق کے کہانے

ہ تقریریں پیش کر کے اُنکے دل فتح کیے جاویں مگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی
کیونکہ ایسے تقاریر جنکا پبلک کے سامنے پیش کرنے پیش کرنا مفید تھا
کیونکہ اس سے مسیحیوں کی عقل پر اور بھی روشنی پڑتی ہے۔

تقاریر تثلیث | چند تقریریں ہم نے بھی سنی ہیں جنکو ہم پبلک کے سامنے پیش
کر کے مسیحی صاحبان کی عقل و فہم اور انکے علم کی داد لینی چاہتے ہیں۔

(۱) ایک بھی تقریر جو ہم نے سنی تھی یہ تھی کہ کولمبس ٹرینیڈاد میں پہونچا تو
اس نے دیکھا کہ پہاڑ کی تین چوٹیاں ہیں آپ [illegible] رہ گیا فوراً چلا اُٹھے کہ تثلیث
صحیح ہے اس ناعاقبت اندیش کیا ہے اگر کوئی یہ سوال کرتا کہ جن پہاڑوں
کی کم و زیادہ چوٹیاں ہیں وہ کیا ثابت کرتی ہیں کیا اس طریقہ سے تثنیہ تربیع
وغیرہ بھی جائز اور صحیح ہیں کہ نہیں۔

(۲) اس کے بعد یہ ایک تقریر سنی وہ یہ کہ ایک چھتری ہوتی ہے اس میں
ایک گولائی ہوتی ہے ایک اسکا طول ہوتا ہے اور اسکی موٹائی اسلیئے تثلیث
فی التوحید صحیح ہے پادری صاحب اسبات کا کیا جواب دیتے ہونگے چھتری
کا ایک رنگ بھی ہوتا ہے تو کیا تربیع جائز ہوئی پھر ایک صنعت بھی ہوتی
ہے تو کیا تخمیس بھی جائز ہے۔

(۳) اس کے بعد یہ سنا کہ اگر ایک انسان ہاتھ پھیلا کر سیدھا کھڑا ہو
جائے تو تثلیث کی شکل بنجاتی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ تثلیث کا
مسئلہ انسانی فطرت کے مطابق ہے مگر کہیں یہ نہیں سوچا کہ اگر انسان جیسا
کہ پیدا کیا گیا ہے سیدھا کھڑا ہو جائے تو توحید ثابت ہوتی ہے اگر تثلیث
کی شکل بنانے کے لیئے ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو تو کیا وجہ کہ کسی دوسرے کے خیال
کے مطابق کسی اور قسم کی شکل بنانے کے لیئے دو ٹانگیں نہ پھیلائے اس شکل کو

پادری صاحب کیا کہینگے یہ کہ انکی تثلیث کا پچھلا حصہ دو حصوں پر تقسیم ہوجائیگا۔
(۴) اسکے بعد مین نے ایک اور دلیل سنی ہے وہ یہ کہ جب لیمپ روشن کیا جاوے تو تین قسم کی روشنی ہوتی ہے ایک چمنی کے جوف کے اندر دوسری چمنی کی ہوائی مین تیسری چمنی سے باہر اس دلیل کی تائید مین ایک مسیحی ڈاکٹر برخوردار خان سول سرجن چمبہ نے قرآن کریم کی ایک آیت پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور اس غرض کے لیے قریباً چھ صفحہ کا مضمون مسیحی تجلی مین درج کر دیا ہے جسکو ہم ذرا تفصیل کیساتھ بیان کرنا چاہتے ہین۔

رسالہ مسیحی تجلی سے ہمارے ناظرین مین سے کوئی ناآشنا ہوگا اس کے جون ۱۹۰۹ء کے پرچہ صفحہ ۲۰۹ پر ایک سرخی ہے ثالوث مقدس کی توحید اس سرخی کے ماتحت یہ بات دکھانے کی کوشش کیگئی ہے جو حسب ذیل ہے۔
اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ترجمہ اللہ آسمانون اور زمین کا نور ہے اسکے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق مین چراغ ہو اور چراغ شیشے مین ہو اور شیشہ گویا تارے کی مانند ہو چراغ روشن کیا جاتا ہے اس مبارک درخت زیتون سے جو نہ مشرق کی طرف کا ہے اور نہ مغرب کی طرف کا قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی دے اگرچہ آگ نے اُسے نہ چھوا ہو نور پر نور ہے اللہ تعالے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالے لوگوں کیلیے مثالین

بیان کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ ہر ایک شے کو جانتا ہے (سورہ النور رکوع ۵)

آیت کا مطلب پیشتر اسکے کہ ہم ڈاکٹر برخوردار کی مضمون کو دیکھیں ہم چاہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب ناظرین کے گوش گذار کر دیں تاکہ آیندہ مضمون آیت کریمہ کے مطالب پر بحث کرنیکی ضرورت نہ رہے۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ کو زمین و آسمان کا نور بتایا گیا ہے پھر بتایا گیا ہے کہ وہ معمولی نور کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے نور کی مثال وہ نور ہوسکتا ہے جو اعلےٰ درجہ کا ہو جس سے عمدہ نور ناممکن ہو پھر انسان کو سمجھانیکے لیے عمدہ ترین نور کی صفت بیان کی ہے کہ وہ اس چراغ کے نور کی طرح ہو سکتا ہو جو طاق میں رکھا ہوا ہے اور وہ چراغ بھی شیشے کے اندر ہو اور شیشہ بھی کوئی معمولی نہ ہو بلکہ وہ شیشہ چمکتے ہوئے ستارہ کی مانند ہو پھر اس چراغ میں جو تیل ہو وہ بھی معمولی نہ ہو بلکہ زیتون کے درخت کا ہو اور زیتون کا بھی معمولی درخت نہیں ہونا چاہیئے بلکہ وہ درخت مبارک ہو اور اس سا کوئی درخت مشرق و مغرب میں اور کہیں نہ مل سکتا ہو پھر وہ تیل ایسا ہے کہ اس کو آگ لگانیکی ضرورت نہیں بلکہ خود بخود وہ جل پڑے الغرض مختصر پیرایہ میں سمجھایا گیا ہے کہ ایسے پاک ترین نور کی طرح خدا تعالیٰ کی ذات تمام خوبیوں سے متصف اور تمام برائیوں سے منزہ ہے

مسیحی ڈاکٹر صاحب نے اس مثال سے فائدہ اٹھاکر دلیل مذکورہ عنبر ۲ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں نور کا ایک حصہ شیشہ کی چمنی کے جوف کے اندر ہے دوسرا حصہ چمنی کی صفائی کے اندر ہے تیسرا حصہ چمنی کے باہر گویا ڈاکٹر صاحب اس سے تثلیث فی التوحید ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر انکو یہ ہوش نہیں آیا کہ اس مثال میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لیمپ یا چراغ طاق کے اندر ہوگا تو اس

صورت میں چار یا پانچ قسم کا نور ہوگا (۱) چمنی کے جوف کے اندر کا (۲) چمنی کی موٹائی کے اندر کا (۳) چمنی کے باہر کا جو طاق کے اندر ہے (۴) چمنی کے باہر کا ایسا نور جو طاق ہی میں نہیں بلکہ مکان کو روشن کرتا ہے (۵) وہ نور جو چمنی میں سے ہو کر باہر نہیں آتا بلکہ اوپر رستہ باہر نکلتا ہے جس کا کچھ حصہ نیچے کی طرف سے جو خود لیمپ پر پڑا کرتا ہے اور کچھ حصہ چمنی کے اوپر کی طرف سے باہر جاتا ہے۔

الغرض ڈاکٹر صاحب کی بات پر خیال کرکے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس سے تثلیث فی التوحید ہی نہیں ثابت ہوتی بلکہ تربیع یا تخمیس فی التوحید ثابت ہوتی ہے جس کے سننے کے لیے ڈاکٹر صاحب کسی طرح بھی تیار معلوم نہیں ہوتے ہیں گو اس چمنی کے جوف کے اندر والے نور کا نام.... باپ رکھیں (جو کسی سے مصنوع ہو اور نہ مخلوق نہ مولود) میرا خیال تھا کہ تثلیث سے صرف پادری صاحب کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ پادری صاحبان کے علاوہ بعض اور مسیحی اصحاب بھی اس جال میں پھنسے ہوئے ہیں گیا ڈاکٹر صاحب نہیں جانتے کہ اس روشنی کے لیے تیل کی بڑی سخت ضرورت ہے جس آیت کو ڈاکٹر صاحب نے اپنے دعوے کے لیے پیش کیا ہے کیا اب اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں وہاں تو لکھا ہے کہ یہ روشنی بھی ایسی چیز زیتون سے حاصل کی جاوے ۔ اور پھر زیتون کی بڑی تعریف کی گئی ہے معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو کونسی مشکل پیش آئی جس کی بنا پر وہ اس وقت عقل کو جواب دیتے ہوئے دعوے کرتے ہیں کہ نور یا روشنی جو لیمپ کے اندر ہوتی ہے وہ خود بخود ہوتی ہے میں امید کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب ذرا تشریح فرمائینگے۔

پھر ڈاکٹر صاحب تشریح فرماتے ہیں چمنی کی موٹائی کے اندر والے نور کا نام رکھیں بیٹا (جیسا صرف باپ ہی سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق) یہ کیسی بیہودہ بات ہے اگر ہم غور کریں تو اس بات کو خوب سمجھ سکتے ہیں کہ وہ روشنی جو چمنی کے جوف کے اندر ہے

اور وہ جو چینی کی سٹائی کے اندر ہے ایک ہی ہے کیونکہ اگر ہم چینی ہی ایک کو دور کرنا چاہیں تو دونوں نہیں بلکہ تینوں نور یکدم موقوف ہو جاوینگے حالانکہ باپ بیٹے میں نہیں پایا جاتا کبھی باپ رہتا ہے کبھی بیٹا ضرور نہیں کہ دونوں یکدم مر جائیں انکی کثر کے خیال کے مطابق ہم باپ بیٹا مان لیں تو کیا وجہ ہے کہ تیل کو جس سے شمعی پیدا ہوتی ہے خدا کی ماں کہا جاوے یا اسکو کسی خدا کی بیوی تصور کر کے کیوں اسکے بیٹا نہ پیدا کیا جاوے۔

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ چمنی کے باہر والے نور کا نام لکھیں روح القدس ہے جو باپ اور بیٹے سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود۔ بلکہ صادر ہے کیوں ڈاکٹر صاحب جبکہ چمنی کے جوف کے اندر والے نور کا وہ نور بیٹا ہو سکتا ہے جو چمنی کی موٹائی کے اندر ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکا بیٹا وہ نور نہ ہو سکے جو چمنی کے باہر ہے اس طرح پر خدا کو روح القدس کا دادا گرانڈ فادر کیوں نہ تصور کیا جاوے

ڈاکٹر صاحب کے بقیہ مضمون کو ابھی ہم چھوڑتے ہیں کیونکہ وہ تو آئندہ بحث میں آئیگا اسجگہ ہم اس تخیل پر فقط اکتفا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی عبارت جو میں نے تین جگہ خطوط کے اندر دکھائی ہے اس میں ڈاکٹر صاحب چار الفاظ بیان فرماتے ہیں۔ مخلوق۔ مصنوع۔ مولود۔ صادر۔ معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو ان الفاظ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جو موٹی بات ہے کہ تیل سے روشنی بنائی گئی ہے باقی جو نسبت چمنی کے جوف کے اندر کی روشنی کو چمنی کی موٹائی والی سے ہے وہی اس سے روح القدس سے ہر دو پر ایک لفظ آ سکتا ہے۔ الگ استعمال کی کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ صادر کا لفظ استعمال کر دیا مصنوع کا خلاصہ یہ کہ اگر ڈاکٹر صاحب والی مثال

پر غور کیا جاوے تو نتیجہ حسب ذیل نکلتا ہے۔

(۱) سیرج کا مصنوع ہے کیونکہ اسکے لیے تیل اور لیمپ وغیرہ کی ضرورت ہے بہتر یہ ہوگا کہ ہم اسکی ماں تصور کریں کیونکہ تیل سے روشنی حاصل ہوتی ہے

(۲) مسیح کے متعلق ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ وہ خدا کی ماں کا پوتا ہے کیونکہ چمنی کی صفائی والی روشنی چمنی کے جوف کے اندر کی روشنی سے پیدا ہوا ہے جسکی اصل جڑ تیل ہے۔

(۳) روح القدس کے متعلق ہمیں ماننا پڑیگا کہ وہ مسیح کا بیٹا یا خدا کا پوتا ہے کیونکہ باہر کا نور چمنی کی صفائی کے اندر کے نور کا بیٹا ہے اگر وہ چمنی کے جوف کے اندر کے نور کا پوتا ہے

(۴) مسیحی لوگوں کے متعلق ہمیں یہ عقیدہ رکھنا پڑیگا کہ وہ روح القدس کے بیٹے مسیح کے پوتے خدا کے پرپوتے ہیں کیونکہ مکان کے اندر کا نور چمنی کے اندر والے نور سے ہے۔

الغرض یہ فضول باتیں ہیں ایسی باتوں سے کچھ ثابت نہ ہوسکا اب میں اپنی منطقی بحث کو ختم کرتا ہوں اسبات کا بھی اظہار کر دیتا ہوں کہ ان چار نظائر کے علاوہ کوئی اور نظیر نہیں سنی جب سنونگا تو پھر دیکھا جاویگا۔

اقانیم ثلاثہ پر بحث | اب ہم ان تین کو لینا چاہتے ہیں کہ جن تین وجودوں سے تثلیث بنی ہے ان پر اختصار کیساتھ بحث کیجاوے سو یاد رہے کہ اقانیم ثلاثہ یہ تین ہیں (۱) باپ خدا (۲) بیٹا خدا (۳) روح القدس خدا جن میں سے ہر ایک کے متعلق ہم آگے کچھ لکھینگے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ؕ

(۱) خدا باپ

مسیحی خدا کو رب کہتے ہیں

خدا تعالیٰ نے جسکو تمام دنیا خدا سمجھتی ہے اور مسلمان اسکو رب العالمین اور رحمٰن اور رحیم کہتے ہیں۔ مسیحی صاحبان اسکو باپ (Father) کے نام سے موسوم کرتے ہیں جیسا اکثر جگہ دعاؤں میں ہوتا ہے اے ہمارے آسمانی باپ وغیرہ وغیرہ غرض مسیحی لوگ رب کو باپ کہتے ہیں۔

اب اور رب میں فرق

رب کے معنے ہیں پالنے والا پرورش کرنیوالا اور کسی چیز کو آہستہ آہستہ پرورش کرکے اسکو اسکے کمال پر پہونچانا۔ رب کا کام ہے گویا رب کی یہی صفت ہے جو انسان کو ہر حالت اور ہر جگہ میں پرورش کرتی ہے۔

اب کے معنے باپ کے ہیں باپ کا کام یہ ہوتا ہے کہ جبتک اسکی اولاد اسکے سامنے ہو اسکے لیے آسایش کے اسباب مہیا کرنا گویا کہ اب کا کام رب سے بہت ہی ادنیٰ درجہ کا ہوتا ہے بلکہ بالفاظ دیگر اب کے کام کو رب کے کام سے کوئی نسبت نہیں۔

ایک بچہ بیمار ہوتا ہے باپ کا سایہ اسکے سر سے جاتا رہتا ہے تو وہ یتیم کہلاتا ہے لیکن رب ایک ایسی ذات ہے جس کے سایہ عاطفت کے نیچے انسان کو ساری عمر گزارنی پڑتی ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ جوان ایسے مشکلات میں پڑجاتا ہے کہ باپ خود اسکے ساتھ پریشان ہوجاتا ہے مگر کچھ نہیں کرسکتا۔ لیکن رب ہر حالات میں پرورش کرسکتا ہے اور ان مشکلات سے رہائی بخشتا ہے

اسلام اور خودکشی

بعض وقت انسان ایسے مشکلات میں پڑجاتا ہے کہ خودکشی کرنے پر تیار ہوجاتا ہے ایسی حالت میں وہ شخص جو رب پر ایمان رکھتا ہے ہرگز اس امر پر راضی نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا تعالیٰ سے اپنی مشکلات کے حل کیلئے

دعا کرے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خودکشی کو حرام کر دیا ہے اور ایسا کرنے سے صاف بتایا ہے کہ عسر و یسر میں انسان رب کی طرف توجہ کرے نہ کہ خودکشی کیلئے تیار ہو جائے۔

الغرض ایک انسان جو ذرا بھی عقل رکھتا ہو صرف اسی بات کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان لوگ کیا خدا پیش کرتے ہیں اور مسیحیوں کا خدا کسی طرح اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) بیٹا خدا

مسیحی لوگ بیٹا خدا کو دوسرے لفظوں میں یسوع مسیح کہتے ہیں اس جگہ ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسیح کو دو رنگوں میں پیش کرینگے ایک وہ مسیح جس کو قرآن نے پیش کیا ہے۔ اور دوسرے جسکو انجیل نے پیش کیا ہے۔

قرآن کریم کا مسیح

اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ مسیح ابن مریم اللہ تعالے کے رسول تھے وہ انجیل لیکر بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے آئے تھے یہودی لوگ آپکو (نعوذ باللہ) حرامزادہ کہتے تھے قرآن کریم نے انکی تکذیب کی اور فرمایا کہ وہ اور رسولوں کی طرح ایک رسول تھے لیکن عیسائی مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اسلئے اس عقیدہ کی بڑے زور سے تغلیط کرتا ہوا بہت مضبوط دلائل دیتا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (ترجمہ) پیدا کرنیوالا ہے آسمانوں اور زمین کا کس طرح اسکا بیٹا ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسکی بیوی نہ ہو اور اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر ایک چیز کے جاننے والا ہے یعنے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بغیر ماں کے بیٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ بیٹا تو وہی ہوتا ہے جسکو کوئی جنو

جب جننے والی ہی نہیں تو بیٹے کے کیا معنے ؟

ڈاکٹر پرفوسد نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جیسے چینی کی مٹھائی کے اندر والے نور کو ضرورت نہیں ہے کہ چینی کے اندر کے نور کیساتھ کوئی میلو کرے اسی طرح مسیح کو بھی ضرورت نہیں ڈاکٹر صاحب کو خیال نہیں آیا کہ اسکو کوئی بیٹا نہیں کہتا پھر بھی اپنے مثال پر غور کرین تو معلوم کرینگے کہ خود چینی اور اسکے اندر کے نور سے وہ نور پیدا ہوا ہے جو اسکی مٹھائی کے اندر ہے واہ ڈاکٹر صاحب خوب کہا آپنے کبھی ڈاکٹری داستان میں ایسی مثال دیکھی ہے کہ ماں کے بغیر کوئی لڑکا ہو جائے۔ فتدبر

(۲) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ الآیۃ

ترجمہ۔ بیشک کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ وہی ابن مریم ہے کہدے اللہ تعالے سے کون کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ ارادہ کرے یہ کہ ہلاک کر دے مسیح کو الخ یعنی اگر مسیح کچھ اختیار رکھتا ہے تو ضروری ہوگا اسکو اختیار ہو حالانکہ مسیح کو بھی اختیار نہیں ہو کہ وہ اپنے ہلاکت ہونے سے بچالے اگر خدا اسکو ہلاک کرنا چاہے یہ ایک ایسی دلیل ہو جسکا جواب نہیں مل سکا ڈاکٹر صاحب نے لیمپ مثال کے مطابق اسکا جواب دیا گر یہ اسکو یہان درج کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ جب انکی اصل مثال ٹھیک نہیں ہے تو اسکے سب نتائج غلط ہو جاتے ہیں۔

(۳) كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ترجمہ وہ دونوں (مسیح اور مسیح کی ماں) کھانا کھاتے تھے اس آیت شریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا تعالے کا کام نہیں ہو کہ وہ کھائے اور اسکے لیے مثال کی جگہ بھی نہ مانو اسطرح خدا ہم کہتے ہیں یعنی محتاج ہے کہ خاک کے پتلے اور کہ لیمپ اسکو اٹھا رکھے گر خدا خود قائم ہے تو یہ مثال غلط ہے اسکیو انجا

ضروری نہ تھا جو ڈاکٹر صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ ہم نے تو اس نور کو بیان کیا تھا جو
ہمیشہ کی منادی کے اندر ہو گریبان آپ نے ورق ہی کو چھپنی پر چسپاں کرتے ہیں اور اکثر
مذاہب تحریف کلام کرنا اور لوگوں کو [illegible] آپ تو فخر ہی ختم ہو۔

مسیح اور انجیل ایسی طوالت کے لحاظ سے اس بحث کو یہاں تک ختم کر کے ناظرین کے سامنے
مسیحی انجیل کا نقشہ پیش کرتا ہوں ناظرین غور فرماویں کہ انجیل مسیح کے متعلق کیا کہتی ہے
(۱) انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ فاحشہ عورتیں مسیح کے پاس آیا کرتی تھیں چنانچہ لکھا ہے
کہ ایک فاحشہ عورت نے اسکے پاؤں اپنے آنسوؤں سے دھوئے اور پھر اپنے سر کے بال لٹکے
پاؤں پونچھے اور پھر اسی عورت نے یسوع کے سر پر عطر ملا جو وہ سنگ مرمر کے عطردان
میں لائی تھی اور اس امر کو لوگوں نے برا بھی کہا بعضوں نے تو یہ بھی کہدیا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو
پہچانتا کہ یہ کیسی عورت ہے (دیکھو متی ۲۶: ۶ تا ۹، مرقس ۱۴: ۳، لوقا ۷: ۳۷-۳۹، یوحنا ۱۱: ۲) اب ناظرین خود
انصاف کریں کہ جس بزرگ کے متعلق [illegible] ایسے برے خیالات ہوں گے وہ آدمی
کیسا ہوگا پھر بھی نہیں۔ (۲) بلکہ انجیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یسوع اس بدکار اور
فاحشہ عورت اور اسکی بہن کو پیار بھی کرتا تھا (یوحنا ۱۱: ۵) ناظرین خود انصاف فرماویں
کہ فاحشہ عورتوں کو محبت رکھنے والا انسان خدا کا بیٹا بننے کا کہاں تک مستحق ہے (۳)
مسیحیوں کے اعتقاد کے مطابق یسوع ملعون تھا ملعون کے معنے ہیں خدا سے دور جس پر لعنت کیگئی
ہو ایسا انسان خدا کا بیٹا تو کجا اسکا مقرب اور ادنی درجہ کا مومن بھی نہیں ہو سکتا۔
الغرض یسوع مسیح نہ خدا کا بیٹا ہونے کے قابل تھا اور نہ ہی وہ خدا ہونے کے قابل تھا۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

(۳) روح القدس خدا

اب ہم مسیحی صاحبان کے تیسرے خدا کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں جسے وہ
روح القدس کہتے ہیں۔

روح القدس کے معنے کلام الہی کی اصطلاح سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کلام کو کہتے ہیں*

* جیسا کہ فرمایا وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا (۲) یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی
ہے الہام ہے روح القدس کے معنے ہیں پاک اس روح القدس کے معنے ہمارے کلام پاک کے معنے میں بزرگ

اسکی گیا ہے۔ انجیل میں اس لفظ کے معنے کر دیا ۔ اعتقاد در اصل یوحنا کی انجیل سے ہی معلوم ہوتا ہے جہاں پر
کہ لکھا ہے ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی
آدمیوں کا نور تھا۔ حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے یوحنا [illegible]
معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی کلام سے روح القدس کے بھی معنے کرتے ہیں مگر ہم کو قرآن کریم اور
انجیل کی رو سے روح القدس کے معنے کلام کے سوا ہوتے ہیں اسلئے ہم دوسری جگہ اسکے معنی بھی کرینگے
یہ امر قابل غور ہے کہ آیا کلام خدا ہو سکتا ہے میرے فہم میں ہی نہیں آسکتا کہ کلام بھی
خدا ہو سکتا ہے ہاں البتہ عیسائی صاحبان کے ذمہ یہ فرض ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ اگر کلام خدا
بننے کی مستحق ہے تو پھر عناصر آگ پانی ہوا وغیرہ کیوں خدا نہیں بن سکتے کلام کے بغیر انسان
زندہ رہ سکتا ہے مگر ہوا کے سوا تو انسان زندہ بھی نہیں رہ سکتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہوا حق ہو
کہ وہ خدا بنائی جاوے۔ غرض عیسائیوں کی ہر شے خدا کا مختصر الفاظ میں ذکر کیا
ہے ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ان میں سے کونسا خدا اس لائق ہے کہ اسکو خدا
تسلیم کیا جاوے میرے نزدیک ان میں سے ایک بھی نہیں جنکو میں خدا کہہ سکوں۔

رد تثلیث اب ہم تثلیث کے رد میں ایک دو دلائل بیان کر کے اس مضمون کو ختم کرتے
ہیں (اول) کون نہیں جانتا کہ ۱+۱+۱ برابر ہوتے ہیں تین کے اسکو کون نادان ہے
جو کہہ سکے ۱+۱+۱ برابر ۱ کے ہیں ایک عیسائی صاحبان اسکا جواب یہ کہکر ٹالدیتے ہیں کہ ہم تین الگ
الگ خدا تسلیم نہیں کرتے بلکہ توحید میں تین اقانیم مانتے ہیں: لیکن یہ [illegible] سمجھ میں
نہیں آسکتا کہ باپ خدا الگ بیٹا الگ اور روح القدس پھر تعجب ہے کہ تین چیزیں
ایک طرح ہو سکتی ہیں کیا خدا بھی تین چیزوں کا [illegible] "نعوذ باللہ من ذالک"

* یہ ترجمہ [illegible] ایک انسان [illegible] نہیں ہو سکتا اس ایک فقرہ میں ماضی اور حال کو ایسی
طور پر [illegible] کیا گیا ہے کبھی نہیں [illegible] ماضی میں ہو اور حال میں ہو اگر یہی
حالت خود تھا [illegible] ہو تو آخر میں روشن کرتا تھا چاہیئے گویا حالت روشن کرتا ہے بجائے

ہو تو بہتر ہے چاہیئے غرض شروع [illegible] ایک ہی [illegible] جیسے چاہیں مگر عیسائی صاحبان کی عقل الٹی [illegible]
[illegible]

(دوم) کیا عیسائی صاحبان بتا سکتے ہیں۔ کہ
(۱) پہلے خدا تھا یا بیٹا (۲) بیٹا کب پیدا ہوا خدا کیساتھ یا خدا کے بعد اگر خدا کے بعد تو
کیا مخلوق سے پہلے یا بعد (۳) آسمان اور زمین اور مخلوقات کس نے پیدا کئے باپ نے یا بیٹے
نے یا دونوں نے اگر دونوں نے تو خدا نے کونسا حصہ پیدا کیا اور بیٹے نے کونسا اور کیا
روح القدس بھی شامل تھی اگر نہیں تو کیوں (۴) روح القدس کب پیدا ہوئی بیٹے کے بعد
یا پہلے اور ابتدائے آفرینش مخلوقات کے پہلے یا پیچھے اور روح القدس کیا چیز ہے اور جب
خدا کا بیٹا مریم بتول کے پیٹ میں تھا تو تثلیث کے کون کون سے اقنوم تھے کیا تثلیث
کا حکم مسیحی مذہب سے پہلے بھی کسی مذہب کو خدا تعالے کی طرف سے دیا گیا تھا اگر دیا گیا تھا تو کس
کس مذہب کو (۵) تثلیث کا مسئلہ رائج ہونے سے پہلے لوگ کس طرح نجات پاتے تھے
(۶) کیا خدا کے بیٹے کو مخلوق ذلیل کر کے سولی پر چڑھا سکتی ہے (۷) مسیح کا ایک رشتہ
مریم علیہا السلام کے ساتھ ہے اور وہی رشتہ خدا تعالے کیساتھ ہے یعنے دونوں میں سے
ہر ایک کا بیٹا کہلا سکتا ہے تو خدا تعالے اور حضرت مریم کے درمیان کیا رشتہ ہے کیا حضرت
مریم بھی تثلیث کا ایک اقنوم ہیں اگر اقنوم ہیں تو چہارم اقانیم میں سے کون خارج ہوگا
(۸) کیا کسی مجرم کی جگہ دوسرے کو سزا دینا انصاف ہے دیکھو شرع کاملہ

میں امید رکھتا ہوں کہ ایڈیٹر صاحب تجلی یا انکا کوئی نائب ضرور ان سوالات کا جواب دیکر
مجھے ممنون فرمائینگے۔

خلاصہ مضمون | اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور ناظرین کی خدمت میں عرض کرتے
ہیں کہ تین خدا ماننا یہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے جو انہوں نے بانیٔ دین مسیح کے سو تین سو سال بعد
اپنے مذہب کیساتھ شامل کیا ہے اور شک نہیں کہ مسیحی صاحبان کے پاس ایک دلیل
بھی نہیں جو آخر پر ہم نے مسیحی صاحبان پر دس سوال کئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے
سوالات کے جواب آئے تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر ہم لکھینگے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ونختم

دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ عبدالرحیم

لوکل خبریں

حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر بزرگان ملت اپنے اپنے کام میں معروف ہیں اور سب خیریت سے ہیں۔

خاندان رسالت بخیر و خوبی ہے۔ صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بمعہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب میر محمد اسحاق صاحب اور مولوی سید سرور شاہ صاحب کشمیر کی سیر کر کے ۲۳۔ اگست ۱۹۰۹ء کو خیر و عافیت کیساتھ قادیان دارالامان میں واپس تشریف لے آئے ہیں۔

حافظ عبدالرحیم صاحب مہتمم مدرسہ بھی اپنی بیماری کی رخصت پوری کر کے ۲۰ اگست کو واپس قادیان دارالامان میں آ گئے ہیں اور اپنا کام شروع کر دیا ہے دیگر صاحبان جو مدرسہ سے تعلق رکھتے تھے اور مدرسہ میں موسمی تعطیلات ہونے کی وجہ سے گھر چلے گئے تھے واپس تشریف لے آئے ہیں اور سب صاحبان نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا ہے۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول موسمی تعطیلات کے بعد یکم ستمبر ۱۹۰۹ء کو کھل گیا ہے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب یکم ستمبر ۱۹۰۹ء سے سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس مقرر ہوئے ہیں۔

بارش کثرت سے ہو رہی ہے قادیان دارالامان ایک جزیرہ بنا ہوا ہے راستہ میں کثرت سے پانی چل رہا ہے۔

میگزین نے پھر اپنا پریس جاری کیا ہے اور گزشتہ رسالہ اسکا اپنے مطبع میں چھپا ہے رسالہ تشحیذ الاذہان بھی مدت سے کوشش کر رہا ہے کہ اپنے پریس میں چھپا کرے کیونکہ اسکی چھپوائی کی بہت بری حالت ہو رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد انکے پریس کیلئے انتظام کیا جاویگا کیونکہ اپنے پریس کے سوا چھپوائی کی تکلیف رفع ہونی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

(مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی ایڈیٹر کے چھپا)

نمبر ۱۰
جلد ۴

بالمعروف وینہون عن المنکر

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے دو روپیہ اور طلبا سے [illegible] ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ شوال ۱۳۲۷ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۰۹ء

اسسٹنٹ ایڈیٹر
شیخ عبدالرحمن صاحب (سابق لاہوری)
خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب
اسسٹنٹ ایڈیٹر
سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان
ایڈیٹر

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب [illegible] ماہ شوال ۱۳۲۷ ہجری کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کفارہ

کفارہ کے معنے ۔ کفارہ ۔ کفر سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں ڈھانکنا ۔ یا کسی چیز پر پردہ ڈالنا ۔ کفارہ بھی اسی لفظ سے نکلا ہے ۔ اور کفار جمع ہے کافر کی کافر کہتے ہیں کسان کو کیونکہ وہ زمین میں غلہ ڈالکر ڈھانک دیتا ہے ۔ اسی طرح کافر منکر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سچائی پر پردہ ڈالتا ہے ۔ غرض کفارہ کے معنے ہوئے ڈھانکنے کی چیز اور اس جگہ ہم کفارہ کے خاص معنوں پر بحث کرتے ہیں یعنی گناہ کا کفارہ یا وہ چیز جو گناہ کو ڈھانک سکتی ہے

اقسام کفارہ ۔ کفارہ کی دو قسمیں ہیں اور ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ اگر کسی انسان نے کوئی بدی یا گناہ کیا ہو تو اس کے عوض کوئی ایسی نیکی کر دے جو اس کے پہلے گناہ کا کفارہ ہو جاوے ۔ مثلاً ایک شخص خدا تعالےٰ کی نافرمانی کر کے اس کو ناراض کرے لیکن جب اسکو سمجھ آجاوے کہ اس کا یہ کام بدی تھا ۔ تو آئندہ کے لیے اس بدی سے توبہ کرے ۔ اور اس کے عوض نیکیوں میں ترقی کرے اور یہانتک ترقی کرے ۔ کہ گویا اس نے خدا کو راضی کر لیا ۔ تو ایسی حالت میں ہم یہ کہینگے ۔ کہ اس کی نیکیاں اس کی بدیوں کا کفارہ ہو گئیں ۔ یا کہ اس نے

کبھی بدی کی ہی نہیں۔ اس مسئلہ کو دنیا کے اکثر مذاہب مانتے ہیں اور یہ فطرت کے بھی مطابق ہے۔

دوسری قسم کفارہ کی وہ ہے۔ کہ ایک انسان گناہ کرے اور اس کے عوض میں کسی اور کو سزا دی جاوے۔ یہ کفارہ اس قسم کا ہے۔ کہ اس کو عقلاً تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ اقتصر و انصاف و نیز راحت ہی اس قسم کا کفارہ مسیحیوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ یسوع تین دن دوزخ میں رہکر اپنے متبعین کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا ہے اس جگہ ہم اسی کفارہ پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مسیحی کفارہ

تمہید۔ مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ انسان ضرور گناہ کرے۔ کیونکہ یہ گناہ انسان کو آدم علیہ السلام سے ورثہ میں پہونچا ہے۔

دوسری طرف ان کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ خدا تعالے جو رحمن و رحیم ہے۔ وہ کسی انسان کے گناہ نہیں بخش سکتا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرے تو اس کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ مندرجہ بالا ہر دو اعتقادات کی بنا پر مسیحی صاحبان اس نتیجہ پر پہونچے ہیں۔ کہ نجات کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ یہ لازمی امر ہے کہ ہر ایک انسان گناہ کرے اور پھر یہ بھی ضروری بات ہے۔ کہ اس کے گناہ بخشے نہ جاویں۔ اس صورت میں نجات ناممکن ہے۔ تب مسیحی صاحبان نے بعد غور و فکر کے یہ بات نکالی کہ ہم یقین کریں کہ یسوع مسیح جو خدا کا بیٹا تھا۔ بنی نوع کا کفارہ بننے کے لیے تین دن

دوزخ میں مارا +

تردید کفارہ - مندرجہ بالا ایک ایسا عقیدہ ہے جو مذہب مسیحی کو نجات دلانیوالا ثابت کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اگر عقلمند انسان اس میں غور کرے۔ تو وہ اس کو عقل سے کوسوں دور پائیگا

گناہ انسان کو ورثہ میں ملتا ہے مسیحی صاحبان نے یہ تو کہدیا کہ انسان کو گناہ ورثہ میں ملا ہے۔ لیکن اگر ان سے یہ دریافت کیا جاوے۔ کہ اس کے لیے آپ کے پاس کیا ثبوت ہیں تو یا تو وہ بالکل خاموش رہینگے یا کوئی اس قسم کی دلیل پیش کرینگے جو تثلیث کے ثبوت کے لیے پیش کیجاتی ہیں -

یہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آدم کو اس کے گناہ کی یہ سزا ملی تھی کہ وہ روٹی کما کر کہائے اور حوا تکلیف سے بچے جنے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام آدمی اپنی روٹی کما کر کہاتے ہیں اور تمام عورتیں تکلیف سے بچے جنتی ہیں تو معلوم ہوا۔ کہ یہ گناہ کی سزا ہے اس حالت میں گناہ بھی ہونا چاہیے جس کی یہ سزا ہے اس لیے یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک انسان گناہ کرتا ہے اور یہ گناہ اس کو ورثہ میں ملا ہے -

اب ہم مسیحی صاحبان کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ برائے مہربانی وہ یہ بتائیں کہ جس کو انجیل میں بار بار ابن آدم کے نام سے یاد کیا گیا ہے کیا اس نے کبھی کوئی گناہ کیا تھا یا نہیں۔ اگر کیا ہے۔ تو وہ کیا تھا۔ اگر نہیں کیا تو وہ ابن آدم کس طرح کہلا سکتا ہے + علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ کہ جنکو روٹی

کے لیے ذرا بھی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ تو کیا ان کو گناہ ورثہ میں نہیں ملا۔ مثال کے طور پر ہم اس زمانے کے گدی نشینوں کو پیش کرتے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنی روٹی کے لیے کوئی محنت کرتے ہیں اسی طرح آج کل کے زمانے کے بہت سے سادہوؤں کو ان کے ڈیرہ پر روٹی تیار کرکے پہونچائی جاتی ہے۔

الغرض جب گناہ کی یہی نشانی ہے کہ انسان محنت سے روٹی کمائے۔ تو جب یہ لوگ جن کو ہم مثال کے طور پر پیش کر چکے ہیں محنت کرکے روٹی نہیں کماتے تو کیا اس کے معنے یہ ہونگے کہ وہ کبھی گناہ نہیں کرتے اگر مسیحی صاحبان کے پاس گناہ کو ورثہ ثابت کرنے کے لیے مندرجہ بالا دلیل کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو۔ تو پیش کریں۔ ورنہ ان کا دعوے خارج ہو جائیگا۔

جب ہم انجیل پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہ اس کے برخلاف گواہی دیتی ہے چنانچہ لکھا ہے پر اگر تم اس کے معنے جانتے۔ کہ میں قربانی کو نہیں بلکہ رحم کو چاہتا ہوں۔ تو تم بےگناہوں کو گنہگار نہ ٹھہراتے" دیکھو متی باب ۱۲ آیت ۶ و ۷۔

ان آیات سے صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ بےگناہ بھی ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ بےگناہوں کو گنہگار کہتے ہیں۔ انہوں نے یسوع کے آنے کی غرض کو ہی نہیں سمجھا۔ اگر پادری صاحبان ان آیات پر غور فرماویں۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ کے لیے اس عقیدہ سے باز آجاویں۔ کہ گناہ ورثہ میں ملا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خدا تعالیٰ گناہ معاف کر سکتا ہے ۔ دوسرا عقیدہ پادری صاحبان کا یہ ہے۔ کہ انسان کے گناہوں کو خدا تعالیٰ معاف نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے اس کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ اس عقیدہ پر مجھے بہت تعجب آیا کرتا ہے۔ کیونکہ ایک معمولی استاد اپنے شاگرد کے ایک باپ اپنے بیٹے کے اور ایک مجسٹریٹ اپنے پیش آمدہ ملزم کے گناہ معاف کر سکتا ہے بلکہ اگر ایسا نہ کرے تو ظالم کہلاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کسی صورت میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر کبھی ایسا کرے بھی تو بجائے رحیم کریم کے ظالم کہلاتا ہے۔ گویا کہ خدا تعالیٰ کو معمولی انسان کے برابر بھی طاقت نہیں ہے۔ تم ہیں سے ہائے انصاف کرنیوالے کدھر گئے۔

علاوہ ازیں جب ہم انجیل پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ کہتی ہے۔ کہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں چنانچہ لکھا ہے "اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ لوگوں کا ہر طرح کا گناہ اور کفر معاف کیا جائیگا۔ مگر وہ کفر جو روح کے حق میں ہو سو لوگوں کو معاف نہ ہوگا۔ جو کوئی ابن آدم کے حق میں برا کہے اسے معاف ہو سکیگا۔ پر جو روح قدس کے حق میں برا کہے اسے ہرگز معاف نہ ہوگا" دیکھو متی باب ۱۲ آیت ۳۱، ۳۲، ۳۳ کیوں جی صاحبان آپ کی انجیل شریف نے تو اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا۔ یہاں تو کفارہ کا کوئی ذکر نہیں پھر آپ کیا فرماتے ہیں؟

پھر دیکھو انجیل میں لکھا ہے "اس لیے کہ اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ بخشیگا" متی باب ۶ آیت ۱۴ و ۱۵ دیکھو ۔ یہاں تو کفارہ کے عقیدہ پر اور بھی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ کے معاف کرانے کے لیے پیشتر

نہین کہ کفارہ پر ایمان لاؤ۔ بلکہ اپنے بھائیون کے گناہون کو معاف کرنے سے ہی تمہارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔

اب ہم دو باتون کا فیصلہ کر چکے ہیں یعنی یہ کہ کوئی ضروری نہیں ہو کہ ہر ایک انسان گناہ کرے۔ اور یہ کہ خدا تعالےٰ قصور یا گناہ معاف کر سکتا ہے۔ اس سے اس کے انصاف میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ باقی رہی یہ بات کہ ہم مسیح کو خدا کا بیٹا کہیں۔ اور پھر یہ تسلیم کرین کہ اسی کے ذریعہ گناہ بخشے جاتے ہیں سو سب سے پہلے یسوع مسیح کے خدا کا بیٹا ہونیکے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

یسوع ابن اللہ - اگرچہ بارہا یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا نہ تھا۔ پر چونکہ اس مضمون کے ساتھ یہ امر وابستہ ہے۔ اس لیے مختصر طور پر بیان کچھ لکھنا بھی ضروری ہے۔ انجیل میں لکھا ہے "تب یسوع نے اسے کہا اے شیطان دور ہو۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اس اکیلے کی بندگی کر" (متی باب ۴ آیت ۱۰)۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا ایک ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا۔ تو ضرور اس آیت میں شامل کر لیا جاتا۔ اور اس اکیلے کے نام سے یاد نہ کیا جاتا۔ غرض تثلیث کا عقیدہ اس آیت کے بالکل خلاف ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ یسوع کو خدا کا بیٹا کیون کہتے تھے۔ سو اس کے لیے متی باب ۵ کی آیت ۹ ملاحظہ ہو۔ وہان لکھا ہے۔ "مبارک وے جو صلح کرواتے ہیں۔ کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلاوینگے" اس صورت میں ہر ایک جو صلح کراوے خدا کا فرزند کہلاتا ہے۔ انہی معنون میں یسوع

کو خدا کا فرزند کہا گیا ہے۔ پر مسیحی صاحبان نے خدا تعالیٰ کے کلام کے مفہوم کو نہ سمجھا۔ بلکہ اس کے ظاہری معنے سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ انجیل میں کئی جگہ لکھا ہے کہ نیک لوگ خدا کے فرزند کہلاتے ہیں۔

جب ہم یسوع مسیح کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہ ہمیں اس آیت کے مطابق بھی خدا کا فرزند معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ انجیل کہتی ہے اور دیکھو ایک نے آ کے اس سے کہا۔ اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اس نے اسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے" (متی باب ۱۹ آیت ۱۶ و ۱۷)۔ کیوں مسیحی صاحبان آپ کیا فرماتے ہیں۔ یسوع تو اپنے آپ کو نیک ہونا بھی ظاہر نہیں کرتا۔ آپ اس کو کس طرح خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

ایک اور آیت میں پیش کرنی چاہتا ہوں۔ جو صاف طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ موجودہ مسیحیوں کا یسوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ مسیحی لوگ ہر طرف خداوند خداوند کا نعرہ بلند کرتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کو اس دن پتہ لگیگا۔ جب وہ یسوع مسیح سے اجر چاہینگے۔ تو وہ صاف کہیگا تمہارا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے مجھ سے دور ہو جاؤ۔ اصل الفاظ انجیل کے یہ ہیں۔ "اس دن بہتیرے مجھے کہینگے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیوؤں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سی کرامات ظاہر نہیں کیں۔ اور اس وقت میں ان سے صاف کہونگا۔ کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو (متی باب ۷ آیت ۲۱ و ۲۳)۔ پادری صاحبان کے لیے یہ سرٹیفیکیٹ بہت عمدہ ہے لے

پادری صاحبان سچ سچ بتاوین۔ کہ کیا اب بھی آپ یسوع کو خداوند اور خدا کا بیٹا کہینگے۔

پھر دیکھو اگر وہ واقعی خدا کا بیٹا تھا۔ اور وہ فدیہ بننے کے لیے ہی آیا تھا۔ تو موت سے کیون ڈرتا ہے۔ دیکھو انجیل مین لکھا ہے۔ "وہ دعا مانگتے ہوے کہا۔ کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجاوے" (متی باب ۲۶ آیت ۳۹) یہان یہ کمزور طور پر دعا کی گئی ہے۔ بلکہ آگے چلکر کہتا ہے۔ اے خدا تو ایسا چاہے۔ تو کردے سو تیری خواہش نہیں ہے۔ یہ اس لیے کہتا ہے۔ کہ ابھی یسوع کو اپنی موت کا یقین نہیں ہے اور جب موت کا یقین آیا ہے۔ تو "یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا۔ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا" (متی باب ۲۷ آ ۴۶)۔ اگر خدا کا بیٹا ہوتا۔ تو اس طرح دشمن کے ہاتھ مین نہ چھوڑا جاتا۔ کہ وہ اس کی اس طرح ہتک کرین۔ یا اگر وہ خدا کا بیٹا تھا۔ اور وہ جانتا تھا۔ کہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ وہ اسی غرض کے لیے آیا تھا۔ تو اس طرح شور و غل نہ کرتا فاعتبروا یا اولی الالباب۔

مین اب یسوع مسیح کے خدا کا بیٹا ہونیکو یہان تک ہی چھوڑتا ہون۔ اگر خدا تعالے نے توفیق دی۔ تو پھر کبھی کچھ عرض کرون گا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ ناظرین بیتیجہ خود نکال لین۔ کہ جب یسوع خدا کا بیٹا ہی نہیں تو کفارہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب آدم کا ایک بیٹا یا انسان اپنے گناہ نہیں اُٹھا سکتا۔ تو وہ تمام جہان کے گناہ کس طرح اُٹھا سکتا ہے٭

اب ہم مجموعی طور پر کفارہ کی تردید میں کچھ دلائل لکھنا چاہتے ہیں سب سے پہلے ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جو لوگ یسوع سے پہلے دنیا میں آ چکے تھے۔ ان کے لیے نجات کی کیا صورت تھی۔ کیا اس وقت بھی کفارہ تھا۔ یا مسیح کے کفارہ میں گناہ پیشگی بخشدیے جاتے تھے۔

۲ - پھر مسیحی صاحبان سے یہ دریافت کرنا چاہیے۔ کہ کفارہ پر ایمان لانے سے کیا صرف وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جو انسان نے ایمان لانے سے پہلے کیے تھے۔ یا ہمیشہ کے لیے معافی کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔

۳ - ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ ہم نے بقول مسیحی صاحبان کے گناہ آدم کا ورثہ ثابت کرنے کے لیے یہ بتایا تھا۔ کہ انسان محنت سے روٹی کما کر کھاتا ہے۔ یہ سزا ہے جو آدم علیہ السلام کو گناہ کے عوض دی گئی تھی۔ اور جب یہ سزا ہر ایک انسان برداشت کرتا ہے۔ تو لازمی ہے کہ اس نے گناہ کیے ہوں۔ اب ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے کے بعد آپ لوگ محنت کی روٹی کھاتے ہیں۔ یا محنت سے۔ اگر محنت سے تو پھر ہم مانتے آپ میں کیا فرق ہے۔

۴ - اسی طرح ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے گھروں میں بچہ کی پیدائش کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفارہ کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۵ - مسیحی صاحبان یہ بات پیش کرتے ہیں۔ کہ گناہ معاف کرنے سے خدا تعالیٰ کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ گرجاہان انجیل میں یہ

بتایا گیا ہے۔ کہ وہ اپنا فضل بندون پر یکسان کرتا ہے۔ کم و بیش
وہان انصاف ذرہ بھی نظر نہیں آتا۔ کیا مسیحی صاحبان نے غور نہیں کیا۔ اگر
نہیں کیا تو ہم توجہ دلاتے ہیں۔ انجیل میں لکھا ہے۔

کیونکہ آسمانی بادشاہت اس صاحب خانہ کی مانند ہے۔ جو تڑکے
باہر نکلا تاکہ اپنے انگورستان میں مزدور لگائے۔ اور اس نے مزدورون
کا ایک ایک دینار روزینہ مقرر کرکے انہیں اپنے انگورستان میں بھیجا۔
اور اس نے پہر دن چڑہے باہر جاکے اورون کو بازار میں بیکار کھڑے
دیکھا۔ اور ان سے کہا۔ تم بھی انگورستان میں جاؤ۔ اور جو کچھ واجبی ہے
تمہیں دونگا۔ سو وے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کو باہر
جاکر ویسا ہی کیا۔ ایک گھنٹہ دن رہے پھر باہر جاکر اورون کو بیکار کھڑے
دیکھا۔ اور ان سے کہا تم کیون یہان تمام دن بیکار کھڑے رہتے ہو۔ انہون
نے اس سے کہا۔ اس لیے کہ کسی نے ہمکو مزدوری پر نہیں رکھا۔ اس نے
انہیں کہا۔ تم بھی انگورستان میں جاؤ۔ اور جو کچھ واجبی ہے۔ سو پاؤگے جب
شام ہوئی۔ انگورستان کے مالک نے اپنے کارندہ سے کہا۔ مزدورون
کو بلا۔ اور پچھلون سے لیکے پہلون تک ان کی مزدوری دے جب وے جنہون
نے گھنٹہ بھر کام کیا تھا۔ آئے ایک ایک دینار پایا جب اگلے آئے انہیں
یہ گمان تھا کہ ہم زیادہ پاوینگے۔ پر انہون نے بھی ایک ایک دینار پایا جب
انہون نے یہ پایا تو گھر کے مالک پر کڑکڑا کے کہا ان پچھلون نے ایک
ہی گھنٹہ کا کام کیا اور تو نے انہیں ہمارے برابر کردیا جنہون نے تمام دن
کی محنت اور دھوپ سہی۔ اس نے ان میں سے ایک کو جواب میں کہا
اے میان میں تیری بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تو نے ایک دینار پر

مجھ سے اقرار نہیں کیا۔ تو اپنا لے اور چلا جا۔ میں جتنا تجھے دیتا ہوں
پچھلے کو بھی دونگا۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کروں
متی باب ۲۰ آیت ۱۔ ۱۵

کیوں مسیحی صاحبان آپ اسی انصاف پر فخر کرتے ہیں۔ جانے
دو یہاں تو انصاف میں کچھ بھی نہیں ہے اور وہاں انصاف رہتا ہی
نہیں خدا تعالے جو چاہے کرے کیونکہ یہ اس کا اختیار ہے جسے چاہے بخشدے
اور جسے چاہے سزا دے۔ مندرجہ بالا آیتوں کے آخری حصے سے بھی
یہی معلوم ہوتا ہے۔ ذرا عقل انسان کی ضرورت ہے۔

۶۔ جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں۔ خدا تعالے نے جسے چاہے
بخشدے۔ اس کا ثبوت بھی ہم انجیل سے پیش کر چکے ہیں۔ جہاں لکھا ہے
روح کے گناہ کے سوا سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ پھر اس صورت
میں کفارہ کی کیا ضرورت ہے۔

۷۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخری
(کوئی بوجھ اٹھانیوالا۔ دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا) تو یسوع جو
معمولی انسان تھا کس طرح دوسروں کے گناہوں کو اٹھا سکتا ہے۔ اگر
ایک گھوڑے کے پیچھے ایک گاڑی لگا دی جائے جس میں سو من بوجھ
لدا ہوا ہو۔ تو کیا وہ کھینچ لیگا ہرگز نہیں۔ ہاں چار پانچ گھوڑے بخوبی
کھینچ سکتے ہیں۔

۸۔ میں نے ایک دفعہ ایک مسیحی پادری صاحب پر یہی اعتراض
کیا تھا۔ تو اس نے مجھے جواب میں کہا تھا۔ کہ کیا یہ جائز نہیں ہے۔ کہ کسی
ملزم کا جرمانہ ہم ادا کریں۔ اسی طرح اگر خدا کے بیٹے نے اپنے آپ

کو مخلوق کے گناہوں کے جرمانہ میں پیش کیا۔ تو کیا برائی ہے۔ میں نے
اس سے کہا تھا۔ کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ مگر اول تو یسوع صاحب خدا
کے بیٹے ہی نہیں ہماری طرح کے آدمی ہیں وہ کس طرح گناہوں کو اٹھا
سکتے ہیں۔ اس کی مثال تو یہ ہوگی۔ کہ ایک انسان کے پاس کھانے
کو روٹی تک نہیں ہے۔ باین ہمہ وہ لوگوں کو کہتا ہے۔ کہ دنیا میں جتنے
لوگوں پر جرمانے ہونگے میں ادا کرونگا۔ جب یسوع بشر ہے وہ اپنے
گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ تو دوسروں کے گناہ کس طرح اٹھا سکیگا۔

۹۔ خدا تعالےٰ کو کیا ضرورت تھی۔ کہ وہ اپنے بیٹے کو بھیج
کر اسطرح اس کی ہتک کرواتا۔ جب کہ وہ گناہ بخش سکتا ہے کیونکہ
وہ ہمیں انجیل میں کہتا ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے گناہ بخشدو۔ جب ہم
بخش سکتے ہیں۔ وہ تو ضرور بخش سکتا ہوگا۔

۱۰۔ مسیح صلیب پر مرا نہیں گیا۔ بلکہ زندہ اتار لیا گیا۔ اس کے دلائل
کو میں مضمون کی طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہوں۔ ہاں جس کو ضرورت
ہے۔ وہ کتاب مسیح ہندوستان میں از مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ دیکھ لے۔ تو جب اس کا مرنا ہی ثابت
نہیں ہے۔ تو پھر اس کا تین دن دوزخ میں رہنا اور پھر گناہوں کا کفارہ
ہو جانا سب بیہودہ عقیدہ بن جاتا ہے۔

بالاخر ہم اپنے مضمون کو ختم کرتے ہوئے۔ مسیحی صاحبان
کو جو کہ خداوند (خداوند) کو خداوند (خداوند) یسوع مسیح کا نعرہ بلند کرتے
پھرتے ہیں یہ بتا دیتے ہیں۔ کہ ان کو یسوع سے کوئی تعلق نہیں ہے
کیونکہ وہ قیامت کے دن آپ سے صاف کہدیگا۔ میں تم سے

کبھی واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور رہو۔ مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے فضل ہیں۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ناپاک عقیدوں سے محفوظ رکھا ہے اس لئے مسیحی صاحبان کا فرض ہے۔ کہ اگر وہ نجات پانا چاہتے ہیں۔ تو وہ اسلام کے پیرو ہو جاویں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق آپ کے یسوع مسیح نے بھی پیشگوئیاں کی ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو پھر کسی وقت میں ان کو بیان کروں گا۔

اسلام کا کوئی اصول ایسا نہیں ہے۔ جس کی بنا پر اس کا پیرو خدا تعالیٰ کے حضور میں شرمندہ ہو سکے۔ اور اسلام پر ایسا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جو خود اعتراض کرنے والے کے مذہب پر نہ پڑتا ہو اسلام سے زیادہ مستحکم اور پاک مذہب دنیا میں کبھی نہیں مل سکتا۔ بلکہ اگر ہم کوشش کریں۔ کہ اس جیسا بھی کوئی مذہب مل جاوے۔ تو بھی ہمیں ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ لقد جاءت رسل ربنا بالحق

عبد الرحیم اسسٹنٹ ایڈیٹر

ویدون کی تعداد

ناظرین ہمارے ناظرین شیخ عبدالرحمن صاحب نومسلم سابق لاہوری سے واقف ہونگے۔ آپ کی طرف سے ہمیں ارین اسی سال کے نمبر ۳ میں ایک نوٹ بجواب مضمون آریہ سماج جالندھر کیا بھارت اسلام کا خیر ہے۔ ملا ہوا تھا۔ اب آپ ایک مختصر سے نوٹ میں یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ پنڈت دیانند صاحب صرف تین ویدون کے قائل تھے۔ یہ مختصر سا مضمون بعینہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

ویدون کی تعداد میں ہمیشہ سے یہ بحث چلی آتی ہے۔ کہ آیا ان کی تعداد میں سے چار مگر ہم ناظرین کی دلچسپی کے لیے یہاں ستیارتھ پرکاش (مطبوعہ مطبع کشن چند کپور لاہور سمت ۱۹۶۷ بکرمی کے تیسرے باب صفحہ ۵۶ سطر ۱۴ سے لیکر صفحہ ۵۷ کی سطر تین تک) سے کچھ عبارت اقتباس کر کے درج کرتے ہیں جس سے بخوبی واضح ہو جاویگا۔ سوامی دیانند صاحب بھی چارون ویدون کے قائل نہ تھے بلکہ صرف تین ہی کے تھے اور وہ عبارت یہ ہے۔

وہ بعد ازان پانچویں یا آٹھویں برس سے لڑکے۔ لڑکون کی درسگاہ

میں اور لڑکیاں لڑکیوں کی درسگاہ میں جاویں اور مندرجہ ذیل قاعدہ کے مطابق تعلیم پانا شروع کریں۔

آٹھ برس کی عمر کا ہو کر ایک ایک وید معہ انگ و اپانگ میں بارہ بارہ برس لگا کر (۳×۱۲) ۳۶ برس یعنی ۴۴ برس کی عمر تک برہمچرج کرے یا اٹھارہ برس کی تعلیم اور ۳۶ برس کی عمر تک یا نو برس یا جب تک علم کامل طور پر حاصل نہ کرے تب تک برہمچرج رکھے۔

اب اس مندرجہ بالا عبارت سے صاف پتہ لگتا ہے کہ سوامی دیانند کا ایمان تین ہی ویدوں پر تھا۔ کیونکہ انہوں نے ویدوں کے پڑھنے کی ابتدا کو ۸ برس کی عمر میں رکھا ہے اور پھر ہر ایک وید کے لئے بارہ بارہ برس صرف کرنے کے لیے حکم فرمایا ہے اور برہمچرج کی میعاد بھی ۴۴ برس کی عمر تک قرار دی ہے جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ جبکہ ہر وید کے پڑھنے میں بارہ برس خرچ کرنے ہیں اور آٹھ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کرکے ۴۴ برس کی عمر تک تعلیم کو ختم کر دینا ہے۔ تو پھر درمیانی عرصہ کل ۳۶ سال ہی بنتے ہیں جو کہ بارہ سال فی وید کے حساب سے تین ہی ویدوں پر خرچ ہو سکتے ہیں۔ ہماری تشریح کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خود سوامی صاحب نے ۱۲ کو ۳ سے ضرب دیکر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ تین ہی ویدوں کا پڑھنا ضروری ہے۔ شاید کوئی جوشیلا آریہ یہاں جوش میں آکر یہ جواب دے کہ ستیارتھ پرکاش میں اور کئی جگہ پر ویدوں کی تعداد کو چار بتایا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم اس کو مان ہی لیں کہ وید چار ہی ہیں۔ تو پھر کم از کم اتنی بات تو سوامی جی کی اس عبارت سے ضرور نکل آتی ہے کہ سوامی صاحب چاروں ویدوں کے پڑھنے

کو ضروری نہیں قرار دیتے ضروری قرار دیا تو کیا بلکہ چوتھے ویدوں کا پڑھنا
ہی لغو یقین کرتے ہیں اگر وہ اس کو لغو یقین نہ کرتے تو پھر کم از کم اس کے
پڑھنے کی طرف اشارہ ہی کر دیتے یعنی کم از کم اتنا ہی لکھ دیتے کہ تین
ویدوں کو پڑھکر اگر دل چاہے تو چوتھا بھی پڑھ لینا۔ گر انہوں نے تو اتنا
بھی نہیں کہا جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ان کو چوتھے وید پر بالکل ایمان
نہ تھا۔ گو انہوں نے قوم کے ڈر سے یا شاید اس خوف سے کہ مبادا لوگ
مجھ پر بد اعتقاد نہ ہو جاویں۔ اپنی کتاب میں بعض جگہ ویدوں کی تعداد کو چار
ہی بتایا ہے۔ مگر جہاں کہیں اشارہ کیا ہے وہاں وہ تین کے ہی قائل
نظر آتے ہیں جیسا کہ اسی ستیارتھ پرکاش کے باب چھٹے صفحہ ۱۸۰ سطر
۱۹ میں جہاں انہوں نے حکومت کے متعلق ضروری باتوں کا ذکر کیا ہے۔
ایسے کھلے کھلے الفاظ میں ویدوں کے تین ہونے کا اقرار کیا ہے جس
سے کسی دانشمند کو انکار نہیں ہو سکتا۔ آپ فرماتے ہیں "اور جس
سبھا (انجمن) میں رگوید۔ یجروید۔ سام وید کے جاننے والے تین
سبھاسد (ممبر) ہو کر آئین باندھیں اس سبھا کی آئین کو کوئی نہ توڑے"
کیا ایسی کھلی کھلی عبارت کے ہوتے ہوئے بھی کوئی آریہ اس بات
سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ سوامی صاحب چوتھے وید یعنی اتھروید
کو ہرگز اس قابل نہ سمجھتے تھے۔ کہ اس کو پڑھا جاوے اور اس پر عمل درآمد
کیا جاوے۔ ہاں وہ آدمی جس کو بے جا تعصب نے اندھا کر رکھا ہو
یہاں بھی کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اتھروید میں سلطنت کے متعلق
احکام کا ذکر نہ ہو۔ اس واسطے ایسے آدمی کے لیے جو شاہی سبھا کا ممبر
ہو۔ کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اتھروید ہی پڑھا ہوا ہو۔ اور اسی لیے

سوامی صاحب نے ایسے آدمی کے لیے اس وید کے عالم ہونیکی قید نہیں لگائی۔

یاد رہے کہ جب ہم اس عبارت کو اس عبارت کے ساتھ ملاکر دیکھتے ہیں جس میں سوامی صاحب نے حصول تعلیم کے طریق بتائے ہیں اور جس کو ہم پہلے درج بھی کر آئے ہیں کہ ہر ایک وید کے پڑھنے میں بارہ برس صرف کر کے کل ۳۶ برس تک تعلیم پورا کرو۔ پھر اس تاویل کو کوئی عقلمند بھی سوائے بیہودہ اور لغو اور لچر کہنے کے اور کوئی وقعت نہیں دے سکتا۔

دوسرے اگر ہم فرض کے طور پر ان بھی لیں کہ اتھر وید کے عالم ہونیکی قید اسواسطے نہیں لگائی کہ اس میں ملکی امور کے متعلق کوئی ہدایات نہیں تو پھر ہم یہ پوچھتے ہیں۔ کہ وہ آدمی جو اس شاہی سبھا کے ممبر ہونگے کیا ان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ نجات حاصل کرنیکی کوشش کریں کیونکہ تمہارے اعتقاد کے مطابق انسان نجات نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ وہ تمام ویدوں کا علم پوری طرح سے حاصل نہ کرے۔ ہمیں حیرانی ہوتی ہے کہ ادھر تو آریہ خود اپنے اعتقاد کے مطابق ہر ایک کے لیے چاروں ویدوں کا عالم ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور بغیر اس کے نجات محال قرار دیتے ہیں۔ اور ادھر ایسے آدمیوں کے لیے (یعنی شاہی سبھا کے ممبروں کے لیے) جن کے لیے چاروں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ صرف تین ہی ویدوں کے عالم ہونیکی شرط لگاتے ہیں "ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا" "ایں اختلاف چہ معنی دارد"

ہم نے اپنے مضمون کو اس شخص کی کتاب سے ثابت

کیا ہے جس کی نسبت تمام آریہ تسلیم کرتے ہیں کہ ویدوں کی سچی فہرست اور سچا گیان اس زمانہ میں اسی کو حاصل تھا۔ اور بس

اور یہ اگر کسی شخص نے اس زمانے میں ویدوں کی سچی تحقیق و تفتیش کی ہے تو ایک شخص تھا اب ایسے محقق آدمی کا خیال جو وہ ویدوں کی نسبت رکھتا تھا۔ ہم نے آپ لوگوں کے آگے رکھ دیا ہے آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں اب اس کے بعد بھی اگر کوئی آریہ یہ دعوے کرے کہ وید چار ہیں تو اس کی بات بالکل ردی میں پھینک دینے کے لائق ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کی طرف التفات بھی کیا جاوے

والسلام۔

(خاکسار شیخ عبد الرحمٰن از قادیان)

ضروری عرض

گذشتہ سے پیوستہ رسالہ میں یہ عرض کی گئی تھی۔ کہ چونکہ سال عنقریب ختم ہونیوالا ہے۔ اور روپے کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے آئندہ پرچہ وی پی ہوگا۔ اور پھر بذریعہ کارڈ کے خریدار صاحبان کی خدمت میں اطلاع دی گئی تھی۔ اور وی پی کے لئے بھی لکھا گیا تھا۔ چنانچہ گذشتہ پرچہ بقایا داران کے نام وی پی بھیجا گیا۔ مگر بہت سے دوستوں نے بلاوجہ وی پی واپس کر دئے ہیں کاش کہ وہ پہلے اطلاع دیدیا کریں۔ کہ وی پی وصول نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کی وجہ بھی بتادیا کریں۔ تاکہ دفتر کا نقصان نہ ہوا کرے جن لوگوں کو وی پی نہیں گئے اور انکی طرف بقایا ہے ان کی طرف آئندہ پرچہ وی پی ہوگا (مینیجر)

ایک استفسار اور اسکا جواب

سید عبد العلیم صاحب احمدی مدرس مدرسہ ہونگیر ضلع حیدرآباد دکن نے ایک استفسار جواب کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ استفسار جواب کے لیے خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی کے سپرد کیا جن سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کے مضامین پہلے اس رسالہ میں چھپتے رہے ہیں۔ خانصاحب مذکور نے جواب لکھکر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کیا۔ جس سے حضور بہت خوش ہوئے۔ ہم فائدہ عام کے لیے اس استفسار کو مع جواب ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اسسٹنٹ (ایڈیٹر)

استفسار

اکثر علماء کوٹ پتلون پہننے کو ناجائز بتلاتے ہیں۔ اور دلیل میں من تشبہ بقوم فہو منہم پیش کرتے ہیں۔ اس لیے التماس ہے۔ کہ کوٹ پتلون ملاکر یا صرف کوٹ یا صرف پتلون پہننا جائز ہے یا ناجائز۔ اور من تشبہ بقوم فہو منہم کا کیا مطلب ہے +

جواب +

انسان کو خدا تعالےٰ نے دو قسم کے اعضاء عطا کیے ہیں۔ ایک وہ جن میں ان کا دست تصرف و دخل ہے۔ جیسے ہاتھ پاؤں کا ہلانا کہ اسی کے

تصرف کے ماتحت ہے۔ چاہے تو ہاتھ میں تلوار لیکر میدان میں جائے اور چاہے تلوار ہاتھ سے پھینک کر گھر میں بیٹھ رہے۔ دوسرے وہ جو اس کے تصرف کی حدود سے باہر ہیں جیسے صندل کی خوشبو کو بینگ کی بدبو محسوس کرنا۔ یا مئی جون کے آفتاب کی تمازت کو برف کی برودت سمجھنا۔ انسان کے اختیار کی بات نہیں۔ اس کے لیے سب سے بہتر مثال زبان ہے۔ زبان کے دو کام ہیں۔ ایک بات چیت کرنا دوسرے چیزوں کا ذائقہ معلوم کرنا۔ پہلا کام انسان کے دخل و تصرف کے ماتحت ہے۔ جس کو چاہے گالیاں دے اور جس کی چاہے مدح و ثنا کرے۔ دوسرا کام انسان کے تصرف سے باہر ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ زبان پر مصری کی ڈلی رکھیں اور ہمارے کہنے سے زبان اس سے نمک کا مزا محسوس کرے یا کونین زبان پر رکھی جائے اور ہماری خواہش سے زبان کو اس سے شہد کا مزا حاصل ہو۔ مدعا اس تمہید سے یہ ہے کہ شرعیتیں ہمیشہ انہیں قوی پر حکومت کرتی ہیں جو انسان کے تحت و تصرف میں ہیں۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ پھر ان پہلی قسم کے قوانین بھی چند حصص اور مدارج ہوتے ہیں۔ شریعت کے قوانین اور احکامات زیادہ تر انہیں باتوں اور انہیں کاموں کے متعلق ہوتے ہیں جن کا تعلق تہذیب نفس تعظیم الٰہی شفقت علی خلق اللہ سے ہو جس کا لازمی نتیجہ راحت و حیات ہے جہان اور جس قدر افعال و قوی سے تعظیم الٰہی اور شفقت علی خلق اللہ کا تعلق کم اور ہلکا ہوتا ہے اور اسی قدر شریعت کی حکومت بھی ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ شریعت کی حکومت کے ان مدارج ہی کا نام فرض۔ واجب سنت۔ مستحب وغیرہ ہے۔ یہ بات کہ احکام شریعت اور راحت

روحانی وجاودانی کے حصول کی راہیں اور اس کے ضروری یا غیر ضروری ہونے کے متعلق صحیح واقفیت تنہا حواس ظاہری اور عقل انسانی سے نہیں ہو سکتی ۔ ایک مستقل اور دلچسپ مضمون ہے جس کی تفصیل کی نہ یہاں گنجائش ہے نہ ضرورت ۔ لباس کا معاملہ انہیں باتوں سے ہے جن پر شریعت نے کچھ بہت زیادہ زور نہیں دیا ۔ کیا معنے توحید ورسالت عبادت ۔ اخلاق فاضلہ اور دعا وغیرہ ایمانیات جیسی مہتم بالشان چیزوں کے ہم رتبہ نہیں ہے جب کسی قوم کی پستی اور تنزل کے ایام آجاتے ہیں تو اس کے افراد ضروری کاموں کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری بنا لیتے ہیں ۔ آج کل بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی یہ وبا پھیلی ہوئی ہے کہ ان کی ہمتیں زیادہ تر ادنیٰ باتوں میں صرف ہوتی ہے ۔ اور اہم ترین باتوں کی طرف سے بالکل بے توجہ نظر آتے ہیں ۔ کوئی شخص پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہو ۔ رمضان کے روزے رکھتا ہو ۔ زکوٰۃ دیتا ہو ۔ زنا چوری شراب خوری وغیرہ سے محترز رہتا ہو لیکن کوٹ پتلون پہنتا ۔ اور میز کرسی پر کھانا کھاتا ہو ۔ تو اس کو کافر اور کشتنی وگردن زدنی ٹھرا دیا جاتا ہے ۔ اور بڑے بڑے فساد برپا ہو جاتے ہیں ۔ لیکن دوسری طرف ایسے دوستوں اور رشتہ داروں کو جو نماز نہیں پڑھتے ۔ رشوتیں لیتے ہیں ۔ کبائر کے مرتکب ہوتے ہیں ۔ ذرا بھی ملامت نہیں کی جاتی ۔ اور نہایت محبت وخلوص کا برتاؤ برتا جاتا ہے ۔ مذکورہ بالا بیان سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ لباس کے متعلق تحقیق وتفتیش کرنیوالے کو برا سمجھا گیا ہے ۔ نہیں بلکہ ایک مناسب اور ضروری بات کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا ۔ بس سنئے

لباس ۔ چار قسم کے ہوتے ہیں ۔ اول لباس تقویٰ ۔ یہ سب

بہتر لباس ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ولباس التقویٰ ذالک خیر۔ یعنی جس لباس میں پرہیزگاری قایم رہے اور سردی و گرمی سے آدمی بچ سکے وہ لباس سب سے بہتر ہے یا وہ لباس مراد ہے۔ جو متقی لوگ قیامت کے دن پہنیں گے۔ یا یہ کہ اللہ تعالےٰ سے ڈر کر انسان اپنا ستر چھپائے یا لباس تقویٰ سے مراد ایمان اور عمل صالح اور خدا تعالےٰ سے ڈرنا ہے ۵

اذا انت لم تلبس ثیابا من التقی وعریت وان داری القمیص قمیص

۲ - وہ لباس جس سے جسم کی حفاظت مقصود ہو جیسے ترکستان اور سائبیریا کے رہنے والوں کے لیے سمور و پشمین ہمارے لیے بارش میں برساتی - چھتریاں - جاڑوں کے موسم میں کشمیرے اور روئی کے کپڑے ضروری ہیں یا میدان جنگ میں زرہ اور ہتھیار وغیرہ - قرآن شریف میں ایسے لباس کی نسبت فرمایا ہے

تقیکم بأسکم کا اطلاق ہر قسم کی تکلیف مضرت اور برائی پر ہوتا ہے۔ اس میں جاڑا گرمی - بیماری - لڑائی - وغیرہ سب شامل ہیں ۰

۳ - وہ لباس جس سے مقصود شرمگاہ کا ڈھانکنا ہو - کما قال تعالیٰ لباسا یواری سواٰتکم - مثلاً پاجامہ - تہ بند - کرتا - پگڑی ٹوپی وغیرہ -

۴ - وہ لباس جس سے مقصود زیب و زینت ہو - چنانچہ فرمایا - لباسا یواری سواٰتکم وریشا - مثلاً ٹوپی - کلاہ - لنگیاں - جوتے - کوٹ - صدریاں وغیرہ ۰

ان چاروں قسم کے لباسوں کی کوئی کتر بیونت ہماری شریعت نے بیان نہیں کی ملکوں کے اختلاف - آب و ہوا - اور حالات فقر و غنا - سردی - گرمی - بہار - برسات سے لباسوں کی تبدیلی کرنی ہوتی ہے - کھانے پینے کے متعلق شریعت نے چند چیزوں کے خاص طور پر نام لیکر بتا دیا کہ یہ چیزیں نہ کھاؤ - یہ بھی بتا دیا - کہ فلاں فلاں - اقسام کی چیزیں نہ کھاؤ - باقی تمام طیب چیزیں کھاؤ - اسی طرح لباس کے متعلق حکم دیا - کہ مرد اپنے لباس میں سونے اور ریشم کا استعمال ہرگز نہ کریں عورتیں مردوں کا سا لباس نہ پہنیں - مرد اپنے لباس میں عورتوں سے مشابہت نہ کریں یعنی عورتوں اور مردوں کے لباس میں مابہ الامتیاز ضرور ہو جس طرح کھانے پینے کے متعلق یہ نہیں بتایا - کہ پلاؤ میں گھی اس قدر ڈالا کرو اور کوفتے اس قسم کے بنایا کرو اسی طرح یہ بھی نہیں بتایا کہ کرتے کی آستین اتنی ڈھیلی اور انگرکھے کا اس قدر گھیر ہونے چاہئیں - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم - اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین - کا کوئی خاص لباس نہ تھا - ہاں شریعت نے ہمکو یہ حکم دیا کہ اسراف نہ کرو جیسا کہ فرمایا ولا تسرفوا - اور فرمایا ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین - جس لباس میں اسراف سے کام لیا گیا ہو وہ بیشک قابل اعتراض ہے - لیکن اسراف ایک اعتباری امر ہے - جو لباس ایک بادشاہ کے لیے نہایت کفایت شعاری سے طیار ہوتا ہے - وہی لباس اگر ایک چپڑاسی اپنے لیے بنا دے تو لاریب اسراف ہے اور جو لباس ایک مفلس دہقان نے اعلیٰ سے اعلیٰ اسراف کو کام میں لاکر بنایا ہے - وہی لباس ایک شہزادہ اپنے لیے بنوائے تو اس کو بخل

سے حسم کیا جائیگا۔

یا اگر کوئی شخص لباس زینت میں مبالغہ کرکے فخر و غرور کی حد تک پہنچ جائے۔ تو گنہگار ہوگا۔ ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔ ان اللہ لا یحب المستکبرین۔ ولا تمش فی الارض مرحا جو لوگ دن رات فیشن کی درستی میں مصروف رہتے ہیں وہ خود ہی غور کریں کہ ان کا بناؤ سنگار سے کیا مطلب ہوتا ہے مومن کو تو لغو سے بھی اعراض کرنا چاہیے۔

یا ایسا لباس جو پلید ہو یا کسی پلیدی کا موجب ہو اس سے بھی احتراز کرنا ضروری ہے۔ وثیابک فطہر والرجز فاھجر۔ جنٹلمینوں کی نکٹائیاں اور کفین یا پتلونیں اگر ان کو وضو اور استنجا پاک کرنے سے باز رکھتی ہیں تو بیشک وہ اس کے تحت میں آسکتی ہیں۔ لباس کے متعلق احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے کوئی خاص وردی مقرر نہیں فرمائی۔ بعض لوگ قلت تدبر یا کوتاہ نظری یا اور کسی سبب سے احادیث نبوی کے اصل منشاء و حقیقت سے دور مجبور رہکر غیر ضروری قیود میں مبتلا رہو جاتے ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ قال رجل وعلیہ ثوبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلم یرد علیہ رواہ ابوداؤد +

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ حضور نبی کریم نے سرخ چادر کی وجہ سے اس شخص کو اس قابل نہیں سمجھا۔ کہ اس کے سلام کا جواب دیا جاوے۔ پس سرخ چادر قطعی ناجائز ہوئی۔ حالانکہ دوسری حدیث

موجود ہے کہ عن ہلال بن عامر عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنیٰ یخطب علی بغلۃ و برد احمر و علی امامہ یعبر عنہ رواہ ابوداؤد۔

پس معلوم ہوا۔ کہ سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ کچھ اور تھی نہ چادر کا سرخ ہونا یا کہ اس شخص کی حالت مختصہ تھی جس سے کسی عام حکم کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مذکورہ بالا تمام بیان پر ابن عباس رضی کی اس حدیث سے خوب روشنی پڑتی ہے کہ قال کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاک اثنتان سرف و مخیلۃ رواہ البخاری۔

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جو چیز چاہے کھا اور جو چاہے پہن جب تک کہ اسراف اور تکبر کی سرحد تک نہ پہونچے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے۔ کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ فقال ابوبکر یا رسول اللہ ان ازاری یسترخی الا ان اتعاھدہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انک لست ممن یفعلہ خیلاء رواہ البخاری۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کوئی تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا دراز کرے۔ تو خدا تعالے قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہ کریگا۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر ہر وقت خبرگیری نکروں تو میری ازار تو لٹک جاتی ہے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں نہیں ہو۔ جو تکبر کے ساتھ لٹکاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل منشا تکبر سے بچنا تھا کہ کپڑے کا نیچے لٹکانا۔ یا اونچا کرنا۔

اگر کوئی شخص اپنے ملک یا موسم یا رواج وغیرہ کی وجہ سے کوئی خاص قسم کا
کپڑا پہنتا ہے اور اس مین بجبر ما اسراف ۔ بے پردگی وغیرہ کو دخل نہیں
تو پھر ہرگز وہ مورد اعتراض نہیں بن سکتا ۔ اب رہی حدیث ۔من تشبہ
بقوم فھو منھم ۔ اس حدیث کے متعلق لوگون مین ایسے دین میں بھی بڑی
بڑی طبع آزمائیاں ہوتی ہیں طالب صادق کو تو ہر جگہ آسانی کی راہیں میسر
آسکتی ہے اپنی سمجھ کے موافق بیان کیا جاتا ہے اس حدیث کی صحت پر اول
تو محدثین کو کلام ہے ۔ پھر اس حدیث میں کہیں لباس یا خوراک کا ذکر نہیں
غور کرنے سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہے ۔ اول ۔ ہر قوم میں کچھ نہ کچھ خصوصیت
ہوا کرتے ہیں تشبہ سے خصوصیات قومی یا خصوصیات مذہب مراد ہو سکتی ہے
مثلاً بت پرستون کی خصوصیت ہے کہ وہ بتون کی پوجا کرین ۔ اب اگر کوئی
مسلمان بھی بتون کی پوجا کرنے لگے تو وہ بھی بت پرستون مین شامل سمجھا
جائیگا جس طرح کے آجکل بدری نراین اور پارسناتھ کی اسقدر مشابہ بہت سی
قبرون کی پرستش مسلمانون نے شروع کردی ہے ۔ یا مثلاً
عیسائیون میں تثلیث اور کفارہ کا مسئلہ ما بہ الامتیاز ہو اگر کوئی بدنصیب
مسلمان تثلیث و کفارہ کا قائل ہو کر عیسائیون کے گرجے میں جا کر انہیں
کی طرح عبادت کرنے لگے تو وہ عیسائیون میں شمار کیا جائیگا ۔ پھر جو کوئی
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا معتقد ہو کر مسلمانون کی سی نماز پڑھیگا
ان کے محرمات کو محرم قرار دیگا وہ ضرور مسلمان سمجھا جائیگا ۔ دوم ۔ یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ لڑائی کے وقت کوئی مسلمان اپنی اسلامی فوج کی وردی کے خلاف فریق
مخالف کی سی وردی پہنے ہوئے ہو اور کوئی دوسرا مسلمان سپاہی اسکو دشمن
سمجھکر قتل کردے تو ایسی حالت میں قاتل سے قصاص نہیں لیا جائیگا ۔ یہ توجیہ

اس وقت ہے جبکہ تشبہ میں لباس کو ہی لیا جاوے۔ **سوم**۔ اللہ تعالےٰ
نے انسان کو متحرک اور آگے بڑھنے والی چیز بنایا ہے۔ جب کوئی شخص
کسی قوم سے کسی قسم کا بھی تشبہ اختیار کرتا ہے۔ تو دوسرے روز اسی تشبہ
میں ذرا اور آگے قدم بڑھاتا ہے اسی طرح ہر روز ترقی کرتا ہے کالج کے
طلباء اور اور تعلیم یافتہ لوگوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب یورپ کے تشبہ
کی طرف ان کی طبیعتیں جھکی ہیں۔ تو اول پتلون۔ نکٹائی وغیرہ ولیٹن ایسل وغیرہ
میں رہنا اختیار کیا۔ پھر جب دیکھا کہ وضو کرنے سے داڑھی کے بال بھیگ
کر نکٹائی کو خراب کرتے ہیں تو داڑھی کو کتروانا یا منڈانا شروع کر دیا۔ پھر
جب دیکھا کہ داڑھی کا صفایا کرا کر نکٹائی کی تو حفاظت ہو گئی۔ لیکن التحیات
میں پتلون پر شکن ہو کر وہ کواری کی ہو جاتی ہے۔ تو نماز سے ہی جی چرانے
لگے انہیں لوگوں میں سے سنا ہے بعض نے یہ تجویز کی ہے کہ التحیات والی
نماز نہ پڑھیں اور میز کے سامنے کرسی پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھا کریں۔ اور میز پر
ہی سجدہ کر لیا کریں۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ نماز سے ہاتھ اٹھایا۔ اسی طرح بتدریج
ترقی کرتے ہوئے انسان اپنی قومیت کو علیحدہ جاتے جاتے دوسری قوم
کا انسان بن جاتا ہے۔ پس من تشبہ کے معنی یہی ہوئے کہ رفتہ رفتہ ترقی کرتے
ہوئے انسان اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر دوسری قوم میں شامل ہو جائے
میرے نزدیک آپ کے استفسار کا کافی بلکہ مفصل جواب تحریر ہو چکا
سوائے اس کے اور کیا کہا جاوے ؎ کہ ۔

البس ذی حالة لبوسها + اما نعیمها و اما بؤسها

والسلام۔ ۔ ۔ ۔ رقم +

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی۔

آزادی

آزادی کے لفظ سے بچے سے لیکر بوڑھے تک واقف ہیں۔ اس لیے اس کے معنے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فی زمانہ آزادی کے لیے ہر ایک گروہ پورے زور شور سے کوشش کر رہا ہے۔ اور ہر ایک طرف سے یہی صدا آ رہی ہے۔ آزادی! آزادی!! آزادی!!! لیکن اگر تدبر کیا جاوے۔ تو معلوم ہوگا کہ اول تو کسی طرح وہ آزادی مل ہی نہیں سکتی جس کی خواہش کیجاتی ہے اور علی سبیل الفرض اگر یہ آزادی نصیب بھی ہو جائے تو بجائے مفید ہونے کے بہت ہی ضرر رساں ہوگی۔

ایک بچہ یہ خواہش کرتا ہے۔ کہ میں مادر پدر آزاد ہو جاؤں۔ لیکن اس کو کبھی یہ خیال نہیں گذرا ہوگا۔ کہ اگر میرے والدین مجھے کلیۃً آزاد کر دیں۔ میری دیکھ بھال کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر وہ بچہ نیک ہے۔ تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ والدین سے آزاد ہو کر اُستاد کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ دوسرے بچوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے لیے اصول معاشرت کی پابندی ضروری ہے۔ اور تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ کے قوانین کی پابندی ضروری ہے۔ ان سب سے بڑھکر گورنمنٹ کے قوانین کی پابندی مجبوراً کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ ان پابندیوں سے آزادی حاصل کرنے سے ایک بچے کو بہت سی تکالیف کا متحمل ہونا پڑتا ہے۔ جیسا کہ مختصر طور پر آگے ذکر

اٹھیگا۔ الغرض ایک بچہ ان پابندیونکو ذہن میں رکھکر نتیجہ نکالیگا۔ تو یہی ہوگا کہ کوئی آزاد نہیں ہے۔ کیونکہ والدین سے آزاد ہو جاویگا تو اس کے عزیزوں کی اطاعت تو ضروری کرنی پڑیگی۔ اس لیے بہتر ہے کہ والدین کی اطاعت کیجاوے اور اگر کوئی شریر لڑکا ہو۔ اور وہ کہے کہ ہم کسی کی اطاعت نہ کرینگے۔ خواہ کوئی ہو۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اصول معاشرت کی خلاف ورزی کر کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ ہر وقت لڑتا اور مار کہاتا رہیگا۔ اور پہر استاد کی نافرمانی کر کے اس کو ناراض کریگا۔ اور اسی طرح سکول کے قواعد کی خلاف ورزی کر کے علم سے محروم رہکر ہمیشہ کے لیے جاہل رہیگا۔ اور پہر گورنمنٹ کے قانون کی مخالفت کر کے جیلخانہ کی سیر کریگا۔ اس طرح پر آزادی سے بجائے فائدوں کے نقصانات اٹھائیگا۔ یہ آزادی کی ادنیٰ درجہ کی مثال تہی۔ اب ہم دنیاوی آزادی کی سب سے اعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں۔

دنیا میں ایک گروہ ہوتا ہے۔ جو اپنے آپ کو مدبران ملک یا پالٹیشن کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ مدبران ملک میں سے بعض تو واقعی ملک کی بہبودی کی تدبیروں میں غرق رہتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ اپنے نزدیک ملک کی ایک بہتری تصور کر کے اسپر زور دیتے ہیں اور دن رات اسی بات میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح ہماری خیالی تجویز عمل درآمد میں آجاوے۔ مثال کے طور پر ہم یہ بتا سکتے ہیں۔ کہ بعض مدبران اپنی زندگی کی غرض صرف یہ قرار دیتے ہیں۔ کہ ملک کو آزاد کیا جاوے۔ یہ لوگ دراصل ملک کے خیرخواہ نہیں ہوتے۔ بلکہ ملک کے بدخواہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا وجود ہمارے ملک ہندوستان

ہیں ہی ہے جو اگرچہ کہلم کہلا اس بات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ مگر مختلف طریقوں سے اس بات کے ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم تہوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لین۔ کہ ہمارا ملک آزاد ہو گیا۔ اور سیلف گورنمنٹ ہو گئی۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس سوال کے جواب کے لیے ہمین مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا پڑیگا۔

ا۔ سلطنت کس کے ہاتہہ میں ہوگی۔ آیا تمام ہندوستان کے ہاتھ میں یا کسی ایک قوم میں یا چند چیدہ چیدہ آدمی سلطنت کرینگے یہ تو موٹی بات ہے۔ کہ تمام ملک کبہی سلطنت نہین کیا کرتا سیلف گورنمنٹ کا اصول عام طور پر یہی ہوتا ہے۔ کہ ملک کے باشندے اپنے قایمقام تجویز کرتے ہیں۔ جو ملک پر حکومت کرتے ہیں۔ مگر ہندوستان کے باشندے سب کے سب ملکر ایک کام نہین کر سکتے۔

گورنمنٹ نے پراونشل اور ایمپیریل لیجسلیٹو کونسل کے لیے چند دیسی ممبران کا شامل کرنا منظور کیا تہا۔ اب اس پر اہالیان ہند کے جو جہگڑے ہو رہے ہیں۔ وہ اخبار بین دنیا کی نظر سے مخفی نہیں ہین مسلمان کہتے ہیں۔ کہ مسلمان ممبرون کے انتخاب کا حق صرف مسلمانون کو ہی دیا جاوے اور ہندو لوگ اس بات کے خواہشمند ہیں۔ کہ نہیں سب آبادی ملکر یہ فیصلہ کیا کرے جس سے ان کی منشا یہ ہے۔ کہ چونکہ کثرت ہماری ہے اس لیے مسلمانون میں سے بھی ہم وہ ممبر لیا کرین جو ہماری منشاء کے مطابق ہون۔

اس بحث کے پیش کرنے سے ہماری یہ غرض نہیں ہے کہ ہم یہ فیصلہ کرین۔ کہ آیا مسلمان حق پر ہیں۔ یا ہندو۔ کیونکہ یہ موٹی

بات ہو۔ کہ مسلمانوں میں سے انتخاب کا حق صرف مسلمانوں کو ہی ہونا چاہیے۔ بلکہ اس جگہ اس بات کے بیان سے میری غرض یہ ہے۔ کہ ہندو مسلمان ایک بات پر کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ الغرض اگر کبھی رعیتوں کو سلطنت مل جاوے۔ تو ان میں سب سے پہلے یہ جھگڑا ہوگا کہ کون سلطنت کرے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان اس بات پر زور دینگے۔ کہ ہم سلطنت کرینگے اس پر سب سے پہلے کشت و خون ہوگا اور بالآخر ایک قوم کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ ان کے جھگڑے کے وقت کوئی اور سلطنت اس ملک پر قبضہ کرے اور پھر ان کا حال پہلے سے بدتر ہو جاوے (۲) اب دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ آیا سلطنت کے مالک مسلمان ہونگے یا ہندو۔ ان میں جو کوئی بھی ہو نتیجہ ظاہر ہے۔ اگر ہندو ہوئے۔ تو مسلمانوں کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ان کا نتیجہ کیا ہوگا کون نہیں جانتا۔ کہ ہندو مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں۔ اگر ان کو طاقت مل جاوے تو سب مسلمانوں کو ایکدم قتل کر دیں۔ اب جبکہ غیر قوم کی سلطنت ہے اور سب غیر قوم کی رعایا ہیں۔ ہندوؤں کا سلوک جو وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ظاہر ہے۔ اگر ایک مستری ہے تو وہ یہی چاہتا ہے کہ کوئی مسلمان پاس نہ ہو۔ اگر کسی محکمہ کا افسر ہے۔ تو وہ یہی چاہتا ہو کہ اس محکمہ میں کوئی مسلمان ملازم نہ داخل ہو اور اگر کوئی مجسٹریٹ ہو۔ تو وہ یہی چاہتا ہو۔ کہ مسلمان کبھی فتحمند نہ ہو۔ الغرض یہ بات ظاہر ہے کہ ہندو قوم کہاں تک مسلمانوں سے محبت رکھتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر مسلمان کے ہاتھ سلطنت آجاوے اور وہ ہزار طرح سے انصاف سے کام لیں تو چونکہ ہندو صاحبان کے دل میں ایک دشمنی بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ یہی خیال کرینگے۔ کہ مسلمان کوئی چال چل رہے ہیں۔ گویا ان کا عندیہ کچھ اور ہے اور کسی خاص مطلب کے لیے ایسا کر رہے ہیں حالانکہ مسلمان ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ منافق کا کام ہے۔ نہ مسلمان کا۔

۳۔ تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس سے پبلک کو کیا فائدہ ہوگا۔ سو یہ بات میں پہلے بیان کرتا آیا ہوں۔ کہ تمام ملک حکومت نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اگر تمام ملک کے باشندے حکومت کرنا چاہیں۔ تو وہ کیسے حکومت کرینگے۔ غرض تمام ملک میں سے چیدہ چیدہ آدمی ہی حکومت کیا کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں تمام پبلک تو پھر غلام کی غلام رہے گی۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ان کو انصاف پسند قوم کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہو۔ اور اب کسی ایسی قوم کی فرمانبرداری کرنی پڑیگی جن کے متعلق یہ ممکن بلکہ یقینی ہے کہ ایک حصہ کو بخشش ہو۔ تو اس جگہ آزادی کے کیا معنے ہونگے؟

کیا سیلف گورنمنٹ کسانوں سے مالیہ وصول نہ کریگی؟

کیا سیلف گورنمنٹ مجرموں کو سزا نہ دیگی؟

کیا سیلف گورنمنٹ تمام پبلک کو اپنی اطاعت کے لیے مجبور نہ کریگی۔

یا کیا سیلف گورنمنٹ باغیوں کو سزا نہ دیگی۔

جب یہ سب باتیں دیسی حکومت کے لیے بھی لازمی ہیں۔ تو پھر اس سے کیا فائدہ کہ خواہ مخواہ امن کو دور کر کے بے اصلی سوال سے لیجاوے ہمارا پالیٹکس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہماری منشا ہے۔ کہ اس کے متعلق بحث کیجاوے۔ مگر چونکہ یہ بات ہماری راہ میں تھی۔ اس لیے مختصر طور پر اس کا ذکر کر دیا ہے۔ دراصل ہمارا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ جس کو عام لوگ آزادی کہتے ہیں۔ وہ آزادی نہیں ہو۔ بلکہ آزادی اور ہی چیز ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ایک ضروری تحریک

ہمارے آقا علیہ السلام ہمارے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرسل یزدانی نے ایک دفعہ یہ تحریک فرمائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ دسمبر کی تعطیلات میں قادیان آجایا کریں۔ تاکہ ملازمت پیشہ لوگوں کو بھی خاص طور پر ہمارے تقریروں کے سننے کا موقعہ ملجایا کرے۔ اس خاص جلسہ سے احمدیہ پبلک کو بڑے بڑے فائدے پہونچے چنانچہ انجمن تشحیذ الاذہان جیسی مفید انسٹیٹیوشن کا بنیادی پتھر بھی اسی سالانہ اجتماع کی برکت سے ہے۔ جو کہ ۱۹۰۶ء کے آخر پر ہوا۔ پھر انجمن تشحیذ الاذہان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی ان دنوں میں اپنے سالانہ جلسہ کا آغاز کیا۔ اور پھر اس انجمن کے دو جلسے آپ کی زندگی میں ہوئے اور دوسرے جلسہ کے بعد پانچ ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دار فانی سے کوچ کر کے دار البقا میں جا پہونچے۔ اللھم بارک علیہ وعلی آلہ واصحابہ کما بارکت علیٰ ابراہیم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ پھر آپ کے سات ماہ کے بعد انجمن تشحیذ الاذہان کا تیسرا سالانہ جلسہ بھی انہی ایام میں ہوا۔ اور صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ جلسہ بھی انہی ایام میں ہوا۔

اب وہ ایام بہت قریب آرہے ہیں۔ اور اس دفعہ انشاء اللہ تعالیٰ

انجمن تشحیذ الاذہان کا چوتھا سالانہ جلسہ ہوگا۔ میری یہ خواہش ہے۔ کہ اس دفعہ ایسی کوشش کیجاوے کہ تمام ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اپنی انجمن کے سالانہ جلسہ پر ضرور بضرور جمع ہوں۔ اس کے متعلق میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام ممبران انجمن کیخدمت میں ایک گشتی چٹھی بھی ارسال کرونگا اور انشاء اللہ اس میں پروگرام اور ضروری امور متعلقہ انجمن سے اطلاع دونگا۔ مگر چونکہ شاید وہ چٹھی جلدی ارسال نہ ہو سکے۔ اس لئے میں اس مختصر سے نوٹ کے ذریعہ تمام ممبران انجمن تشحیذ الاذہان کی توجہ کو اس امر کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اپنی پیاری انجمن کی سالگرہ پر ضرور تشریف لاویں ۔

(سکرٹری)

ریویوز

عشرہ کاملہ یہ کتاب مولوی شیخ الہ دین صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام لاہور نے آریوں کی تردید میں لکھی ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے۔

(۱)۔ رشیوں کو وید کیوں دیئے گئے۔ کیا انہوں نے وید سے پہلے ایسے نیک اعمال کئے تھے۔ یا ان کا کوئی سابقہ حق تھا۔ کہ ان کو وید دیئے گئے۔ اور کیا صرف چار رشی پیدا ہونے ضروری ہیں۔

(۲)۔ حدوثِ دنیا پر خوب بحث کی گئی ہے۔ اس میں پنڈت دیانند صاحب کے عقائد سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دنیا حادث

ہے۔ ازلی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں یہ بھی دکھایا گیا ہے۔ کہ پنڈت دیانند اُن لوگوں کو (جو آفرینش عالم کی ابتدا اور انجام نہیں مانتے) ناستک یعنی دہریہ کہتے تھے۔

(۳)۔ تناسخ کے مسئلہ کو دیانند کے اقوال سے غلط ثابت کیا گیا ہے۔

(۴)۔ مادہ اور روح کی قدامت پر بھی کافی بحث کی گئی ہے۔ اور مستند آریہ اور ان کے بانی پنڈت دیانند صاحب کے اقوال سے اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۵) اس کتاب میں ایک جگہ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے۔ کہ پنڈت دیانند مشرک تھا۔

(۶) - آرین نجات پر بھی بحث کی گئی ہے۔

(۷)۔ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آریوں کے بزرگ گائے وغیرہ کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ اور کہ آریوں کے دیوتاؤں نے گائے اور گھوڑے کی قربانی کو چھوڑ کر انسانی قربانی منظور کی اور اسی کا گوشت پسند کیا۔

علاوہ مندرجہ بالا امور کے اور سوالات پر بھی مختصر بحث ہے۔ جس کو یہاں طوالت کی وجہ سے درج نہیں کیا جاتا۔ بہر حال کتاب بہت مفید ہے۔ مذہبی ساتھیوں کو چاہئے کہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرماویں - یہ کتاب رسالہ ہذا کے سائز پر ۹۲ صفحے کی ہے - قیمت صرف ۳ر ہے۔

ملنے کا پتہ

محمد اصغر علی محمد قاسم مالکان قاسمی پریس لودیانہ

نور یہ ایک پندرہ روزہ اخبار ہے جو کہ آریہ مذہب کے ابطال اور سکھوں کو اُن کے گرو کے مذہب کی طرف واپس بلانے کے لئے مکرمی شیخ محمد یوسف صاحب نومسلم نے جاری کیا ہے۔ اس کے تین نمبر نکل چکے ہیں اور جہاں تک میں اُس کے مضامین سے اندازہ لگاتا ہوں یہ اخبار آجکل کے مذاق کے عین مطابق معلوم ہوتا ہے۔ اب تک اس میں کئی مضامین آریوں کے برخلاف نکل چکے ہیں اور دیانندی پارٹی کو اس کا نوجوان ایڈیٹر خوب زور سے للکارتا ہے کہ اگر کچھ زور بل ہے تو مقابل میں آئے آریہ سماج کے اخبارات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو بھی اس اخبار سے ایک گونہ خوف معلوم ہوتا ہے کیونکہ آریہ گزٹ اور پرکاش اس کے نکلنے پر بہت گھبرائے ہیں کاش دیانند اور اُن کے پیرو اس قدر منہپھٹ نہ ہوتے اور اسلام اور اس کے بانی پر اس قدر طعن و تشنیع کرکے اپنی گندہ دہانی کو دنیا پر ظاہر نہ کرتے۔ مگر جن کی فطرت میں جلن اور حسد اور حرف گیری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ چھپائے سے کب چھپتا ہے۔ جنہوں نے اپنے بڑوں کی پگڑی اُتارنی چاہی جنہوں نے رامچندر اور کرشن علیہما السلام جیسے بزرگوں اور باوا نانک صاحب جیسے مہاتما کو گالیاں دینے اور کوسنے سے اجتناب نہ کیا اُن سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ ایک عرب کے نبی کو برا کہنے سے باز رہیں ان کی تو وہی مثال ہے کہ "اماں اماں جب میں بڑا ہو کر تھانے دار ہونگا تو پہلے تیری ہی سرین پر بید لگواؤں گا ادھر ہوش آیا نہیں اور ادھر

لگے اپنے بڑوں کو گالیاں دینے۔ جیسا گندہ لٹریچر اس قوم نے ایجاد کیا ہے۔ اس سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔ ہندوستان کے پادریوں نے ایک حد تک اس میں کمال حاصل کیا تھا مگر یہ تو استاد سے بھی بڑھ گئے۔ ان کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لو۔ یا اپنوں کو یا غیروں کو گالیاں نکالی ہوئی ہونگی۔ جو خوبی ہو وہ اُن کو برائی نظر آتی ہے۔ یہ قوم گوبر کے کیڑے کی مثل ہے کہ جس کے آگے مشک رکھا جاتا ہے تو وہ فوراً بیزار ہو کر پیچھے ہٹتا رہتا ہے اور بعض اوقات مرجاتا ہے مگر سارا دن گو۔ کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے اور اُس میں اس کی غذا ہوتی ہے۔ ان کو نرمی سے تہذیب سے اُن کے بزرگوں کا ادب رکھتے ہوئے بارہا جواب دئے گئے۔ مگر بالکل بے سود۔ ہاں سچ ہے لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے بیشک ضرورت تھی کہ ان کے مقابلہ میں ایک نور کی طرز کا اخبار نکلتا جو ان کو انہیں کے ترازو اور بٹوں میں تول کر دیتا۔ اور خوشی کی بات ہے کہ اس ضرورت کو شیخ صاحب موصوف نے پورا کیا ہے۔ مگر میں پھر بھی ڈرتا ہوں کیونکہ شیخ صاحب کیسی بھی چالاکی سے ان کا مقابلہ کریں اور تلوار کے مقابلہ میں تلوار نکالیں مگر پھر بھی شرافت سے گرے ہوئے توہین آمیز کلمات اور گندی گالیاں استعمال کرنے کی نہ اُن کو شریعت اسلام اجازت دے گی نہ اُنکی فطرت برداشت کریگی۔ حالانکہ آریوں کا مبلغ علم یہی ہے۔

بہرحال میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس کام کو تن دہی اور شوق سے نباہیں گے اور راستہ کی تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے

اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے سیدھے بڑھتے چلے جاوینگے
اور چونکہ اس اخبار میں اسلام کے بیرونی دشمنوں کا ہی مقابلہ
کیا جائیگا۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ کیا احمدی اور کیا
غیر احمدی ایک اسلامی خدمت سمجھتے ہوئے اس اخبار کی مدد
میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھیں گے۔ اس کی سالانہ قیمت
صرف عہر ہے اور شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کو قادیان
ضلع گورداسپور کے پتہ پر لکھنے سے یہ اخبار منگوایا جاسکتا ہے۔

فلاحت یہ ایک رسالہ ہے جسے سردار اسد اللہ صاحب
جنہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ انگلستان کی
زمینداری کے امتحان بھی پاس کئے ہیں نکالنا چاہتے ہیں۔ اس
وقت ایک ایسا لائق آدمی جو زمینداری کے نئے اصولوں سے
بھی واقف ہو ملنا بہت ہی دشوار ہے۔ اور خاصکر ایسا کہ جو اپنی
عمر کو قوم کی بہتری کے لئے ایک حد تک وقف کر دینے کے لئے
تیار ہو۔ اس رسالہ میں زمینداری کے متعلق جو نئی تحقیقاتیں یورپ
اور امریکہ میں ہو رہی ہیں درج ہونگی اور بڑے بڑے لائق آدمی
جو اس فن کے خاص ماہر اور واقف ہیں اس میں زمینداری
کے متعلق مضامین لکھیں گے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ رسالہ
زمینداروں کی حالت کو درست کرنے میں بہت کچھ مفید ثابت
ہوگا۔ مسلمانوں کی تباہی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ زمینداری
کے اصولوں میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ پنجاب میں مسلمانوں کی
مردم شماری باون فیصدی ہے مگر حالت ایسی ردی ہے کہ ہر روز

قیامت کا سماں سامنے نظر آتا ہے اور اس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زیادہ تر زمینداری پیشہ ہیں مگر افلاس اور غربت کی وجہ سے دن بدن اپنی زمینوں کو ہاتھوں سے دے رہے ہیں - اور مجبور بھی ہیں کیونکہ زمینیں اتنا پیدا نہیں کرتیں اور اخراجات آجکل بڑھ رہے ہیں پس لازم تو یہ تھا کہ نئے علوم سے فائدہ اٹھا کر اپنی آمدنیوں کو بڑھاتے بگردہ اس پر قرضے کر اور بھی خراب ہوگئے - اب بھی وقت ہے کہ زمینداری کے علوم کو حاصل کریں اور اپنی زمینوں پر تجربہ کرکے فائدہ اٹھائیں میں نے ابھی ایک انگریزی رسالہ میں پڑھا ہے کہ ہندوستان میں جس زمین میں نو بشل گیہوں پیدا ہوتی ہے انگلستان میں خاص طریقوں سے ویسی ہی زمین میں تیس بشل پیدا ہوئی ہے - گویا کہ قریباً چار گنے زیادہ اور خرچ کوئی زیادہ نہیں صرف ایک ایکڑ پر ۱۲ روپے خرچ ہوتے ہیں - پس امید ہے کہ آپ سے ناظرین رسالہ خاصکر زمیندار اس رسالہ کو خرید کر خود بھی فائدہ اٹھائیں گے اور دوسروں کو بھی اس کے خریدنے کی ترغیب دیں گے - یہ رسالہ خریداری کی تعداد پانسو تک ہونے پر جاری ہوگا -

درخواستیں بنام

سردار **اسداللہ صاحب** زمیندار انعام آباد - ڈاکخانہ اجنیانوالہ - ضلع گجرانوالہ کے ہوں

رسیدات زر بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ ہجری

۲۸۱- منشی عبد الغنی صاحب	عہر	۳۲۹- سید مدثر شاہ صاحب	للعہ
۴۶۷- میاں عبد الوہاب صاحب	عہ/	۱۹۱- شیخ نور احمد صاحب	عگا/
۷۷۷- محمد خان صاحب ڈیلدار	عگا/	۳۴۹- منشی محبوب عالم صاحب	عگا/
۴۷۷- شیخ اتفاق صاحب	عہ/	۵۰۲- میاں نبی بخش صاحب	عگا/
۲۰۳- منشی قدرت اللہ صاحب	عگا/	۵۱۲- حکیم احمد الدین صاحب	عگا/
۱۲۲- منشی گلاب الدین صاحب	۳ر	۳۲۵- ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب	عگا/
۵۸۶- میاں علی شیر صاحب	عہر	۲۳۱- میاں نظام الدین صاحب	عگا/
۱۰۰- محمد اسمٰعیل صاحب	عگا/	۲۰۸- چودھری باغ دین صاحب	عگا/
۴۰۰- میاں محمد ابراہیم صاحب	عہ/	۹۳۹- چودھری شکر دین صاحب	عگا/
۱۲- منشی گلاب الدین صاحب	۲ر	۳۰۹- میاں احمد الدین صاحب	عگا/
۷- مرزا خدا بخش صاحب	عگا/	۳۸۳- میاں عبد العزیز صاحب	عگا/
۳۵۷- حاجی رحمت اللہ صاحب	عگا/	۳۹۹- میاں ابراہیم صاحب	عگا/
۴۸۱- منشی نظام الدین صاحب	عگا/	۲۴۶- میاں غلام حید صاحب	عگا/
۴۶- میاں مراد بخش صاحب	عگا/	رسیدات چندہ ممبری ماہ رمضان ۱۳۲۷ھ	
۶۰- بابو عبد اللہ صاحب	عگا/	قاضی عبد اللہ صاحب قادیان	عہ/
۵۹- میاں محمد الدین صاحب	عگا/	میاں احمد الدین صاحب زرگر	۸ر
۴۰- بابو فیض الرحمٰن صاحب	للعہ	چندہ لائبریری	
۲۲۷- حکیم محمد حسین صاحب	عگا/	میاں غلام نبی صاحب راولپنڈی	عہ/
۳۵۴- آرام اینڈ کو	عگا/	ڈاکٹر محمد حسین صاحب نوشہرہ	۹ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اشتہار دینے والے اصحاب کے لئے ایک

نادر موقعہ

ہمارا ارادہ ہے۔ کہ دسمبر ۱۹۰۹ء کا پرچہ پانچ ہزار کی تعداد میں شایع کیا جاوے۔ اور بہت سے لوگوں میں نمونہ کے طور پر مفت تقسیم کیا جاوے۔ اس لیے جو اصحاب اس رسالہ میں اپنے اشتہارات چھپوانا چاہیں۔ وہ بہت جلدی منیجر تشحیذ الاذہان کو اطلاع دیں۔

یاد رہے کہ یہ رسالہ چار لاکھ کی جماعت میں مذہبی آرگن ہونیکی وجہ سے اشتہارات کے لیے خاص طور پر مفید ہو سکتا ہے۔

شرح اشتہارات حسب ذیل ہے

پورے صفحہ کے لیے	سے
نصف صفحہ کے لیے	عہ ر
چوتھائی صفحہ کے لیے	صہ ر
فی سطر کے لیے	اعہ

تمام خط و کتابت بنام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان
قادیان

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں چھپا

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۱۱ — جلد ۴

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے دو روپیہ اور طلبا سے ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۷ ہجری — فہرست مضامین — مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب مینجر ۱۴ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۷ ہجری کو قادیان دار الامان سے شائع ہوا

باہتمام منشی ظفر الدین صاحب اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا

میں نہیں چاہتا کہ ایسے درد دل سے نکلے ہوئے الفاظ کہ ہوائی ہی میں اِدھر اُدھر منتشر ہوجائیں کیونکہ

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

لٰہذا میں اس مقولہ کی صداقت کو یقین کرتے ہوئے اس تقریر کو ناظرین تشحیذ کے واسطے درج ذیل کرکے خدا کے حضور صدق دل سے دعا کرتا ہوں کہ اے واحد و یگانہ اور اے شاکر و علیم خدا تو خوب جانتا ہے کہ تیرے پیارے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے سلیل اور لخت جگر کا دل دنیا میں تیرے دین پاک کلام اور معصوم رسول کی توہین اور ذلت کو دیکھکر کیسا درد مند ہوا ہوگا۔ اس کی سنسان تنہائی کی لمبی راتیں اس سرزمین میں کیونکر کروٹ بدلتے بسر ہوتی ہونگی اور اس کو اس درد دل کے آبلے نے کیسا کیسا ستایا ہوگا جو تشحیذ کے سہ ماہی اجلاس میں متعدی رنگ میں ظہور پذیر تھا کہ سامعین میں سے اس تری اثر نے ہر ایک کو اس رنگ میں رنگین کردیا!

اے خدا قدوس و غیور تیرا دین دشمنوں کے مظالم سے مظلوم اور انکے حملوں سے چور ہے وہ ایک بیکس بے بس اور یتیم کی طرح پاؤں کے نیچے روندا جا رہا ہے۔ تو اٹھ اور غیب سے اپنا دست قدرت اس کی تائید کیواسطے ظاہر فرما اور قوم کے دلوں میں اپنے دین کی حمایت کے واسطے غیرت اور حمیت پیدا کردے۔ آمین۔

اس دعا کے بعد میں ناظرین سے بعد ادب التماس کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کو بار بار توجہ سے پڑھیں۔ اور زمانہ کے پر آشوب اور پرفتن حالات خصوصاً شدھی کی حال پکار کے دلخراش الفاظ کو نصب العین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم اور ہمارے فرائض

عنوان بالا پر مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۰۹ء کو انجمن تشحیذ الاذہان کے سالانہ اجلاس میں حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے دردِ دل کا اظہار کرتے ہوئے ایک نہایت پرجوش تقریر فرمائی جس کا شیع رماخذ آپ نے ذیل کی آیات قرآنی اس لب ولہجہ اور درد بھرے دل اور غم بھرے جوش سے پڑھیں کہ گویا تمام مضمون کا خلاصہ اور لب لباب اس قرآن خوانی میں ہی آپ نے سامعین کے دلوں پر نقش کردیا؛

حاضرین پر اس دل سے نکلی ہوئی تقریر کا جو اثر اسوقت تھا خدا کرے کہ وہ دیرپا ہو اور اپنے ثمرات حسنہ بھی پیدا کرے تاکہ تقریر کی علت غائی اور اس دردمند دل کی سچی تڑپ کا مفید نتیجہ ہوکر موجب برکت اور رضا مندی الٰہیہ ہو۔ آمین؛

میں نہیں چاہتا کہ ایسے درد دل سے نکلے ہوئے الفاظ گرد ہوائی ہی میں اِدھر اُدھر منتشر ہو جائیں کیونکہ

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

لہٰذا میں اس مقولہ کی صداقت کو یقین کرتے ہوئے اس تقریر کو ناظرین تشحیذ کے واسطے درج ذیل کرکے خدا کے حضور صدق دل سے دعا کرتا ہوں کہ اے واحد و یگانہ اور اے شاکر و علیم خدا تو خوب جانتا ہے کہ تیرے پیارے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلیل اور لخت جگر کا دل دنیا میں تیرے دین پاک کلام اور معصوم رسول کی توہین اور ذلت کو دیکھکر کیسا دردمند ہوا ہوگا۔ اس کی سنسان تنہائی کی لمبی راتیں اس مذہبی بیکسی پر کیونکر کروٹ بدلتے بسر ہوتی ہونگی اور اس کو اس درد دل کے آپٹے نے کیسا کیسا ستایا ہوگا جو تشحیذ کے سہ ماہی اجلاس میں متعدی رنگ میں ظہور پذیر تھا کہ سامعین میں سے اس تری اثر نے ہر ایک کو اس رنگ میں رنگین کر دیا:

اے خدا قدوس و غیور تیرا دین دشمنوں کے مظالم سے مظلوم اور انکے حملوں سے پور ہے وہ ایک بیکس بے بس اور یتیم کی طرح پاؤں کے نیچے روندا جا رہا ہے۔ تو اٹھ اور غیب سے اپنا دست قدرت اس کی تائید کیواسطے ظاہر فرما اور قوم کے دلوں میں اپنے دین کی حمایت کے واسطے غیرت اور حمیت پیدا کر دے۔ آمین۔

اس دعا کے بعد میں ناظرین سے بصد ادب التماس کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کو بار بار توجہ سے پڑہیں۔ اور زمانہ کے پر آشوب اور پرفتن حالات خصوصاً شدھی کی حال پکار کے دلخراش الفاظ کو نصب العین

کہ کے دوسری طرف اس وقت کو یاد کریں کہ جب ابنائے اسلام میں کسی نام کے مسلمان کے ارتداد کی خبر سے بھی ایک سنسنی پیدا ہو جاتی تھی اور زمین و آسمان میں ایک سخت جنبش اور زلزلہ پیدا ہو جایا کرتا تھا. ایک یہ دن آ گئے ہیں کہ دشمنان دین کا دن اور ہم پر ایسی رات ہے کہ ہر طرف سے دلخراش آوازیں آ رہی ہیں ہر میدان میں مسلمان ذلیل ہر کام میں پیچھے اور ہر بات میں گرے ہوئے نظر آتے ہیں اے وہ قوم کہ تو نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار کیا اور اپنی جان کو اسی امر کے واسطے امام برحق اور پیر اس کے خلیفہ کے ہاتھ میں بیچ دیا. اب بھی تیری حمیت اور غیرت جوش میں نہیں آویگی؟ کب تک تو غفلت کے لحافوں میں سوئے گی اور کب تک رب کے بیٹھی ان مظالم کو دیکھے گی اب اُٹھ اور دشمن کا مقابلہ کر اب صبر کی کوئی حد نہیں رہی دشمن سر پر ہے اور قلعہ پر قلعہ اور شہر پر شہر اس کے ہاتھ میں ہے ہوش سنبھال اور خدا کے لیے کھڑی ہو اور جس رنگ میں دشمن آگے بڑھے اسی رنگ میں تو اسے نیچا دکھا وہ شیطان کی حمایت میں لڑتے ہیں پر تیرا حامی خدا ہوگا. وہ ظلمت کے حامی ہیں پر تیرے پاس ایک نور ہے اٹھ اور اس نور کے ذریعہ سے دنیا کو فتح کرلے۔

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے ، جو خبر دی تھی خدا نے اس کا اب ظہور ہے

اب ذیل میں وہ تقریر درج کیجاتی ہے۔ روسو بزا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ـ بسم اللہ الرحمن الرحیم ـ یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (آل عمران)

یہ بات صاف اور کھلی ہے کہ ایک بچہ بھی اسے سمجھ سکتا ہے ایک طرف

جاہل لوگوں کے رہنے والی عورت بھی اس سے واقف ہے اور جو انسان تندرست توانا اور ہوش وحواس والا ہے وہ بھی اسے بخوبی جانتا ہے۔ ایک ادھیڑ جو تجربہ کار ہے وہ بھی اس سے بے بہرہ نہیں اور ایک بوڑھا جو بہت ہی بوڑھا اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے نہایت کمزور ہو گیا ہے وہ بھی اچھی طرح سے سمجھتا ہے۔ کہ جب تک مریض کے مرض کی شناخت نہ ہو نہ ہی علاج ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ مریض شفا پا سکتا ہے:

ایک ہیضہ کے بیمار کو بخار روکنے کی ادویات اور بخار کے مریض کو ہیضہ کی ادویات خواہ کتنی ہی قیمتی دیں بالکل بیفائدہ اور بے سود ثابت ہونگی خواہ کیسے ہی بڑے بڑے حاذق اطبا اور مستند ڈاکٹروں کے مشوروں سے ہی ایسا کیوں نہ کیا گیا ہو کیونکہ ہیضہ اور بخار دونو باہم ضدین ہیں:

غرض جب تک مرض کی شناخت نہ ہو تمام علاج بے سود اور تمام اخراجات برباد ہیں۔ ہزاروں کی دوائی بھی فائدہ نہ دے گی اور لاکھوں کے خرچ سے تیار شدہ ادویات بھی بالکل بے سود ثابت ہونگی:

دوسرے پہلو پر کوئی مریض اس عذر سے کہ اسے اپنے مرض کا علم نہیں ہوا یا اسے اسبات کا خیال نہیں آیا کہ مجھے کوئی مرض لاحق ہو گیا ہے۔ یا مجھے کسی نے میرے مریض ہونے کی اطلاع نہیں دی یا میں نے اسے معمولی سمجھا تھا اس مرض کے نتائج بد بھگتنے سے بچ نہیں سکتا مرض اپنا کام کرے گی خواہ مریض کو لاعلمی ہو یا غفلت اور لہو دائی مرض گھن کی طرح لگی رہے گی اور آخر ایک دن اس پر اپنا قابو

پاک رہے ہمیشہ کیواسطے اس دنیا سے علیحدہ کردیگی:

غرض جسمانی حالت کے بالمقابل اخلاقی اور روحانی حالت کا بھی بعینہ یہی حال ہے ہمیں اپنے فرائض معلوم کرنیکے واسطے اوّل تشخیص مرض کرنا چاہیئے تا کہ ہم اپنے مقاصد کے حصول کیواسطے ان کے حصول کے پیچھے اور صحیح علاج دریافت کرکے نتائج صحیحہ حاصل کرسکیں ہمیں اگر اپنی مرض پر اطلاع نہیں یا ہم اپنی کمزوری سے بے علم اور اپنے نقائص کو بے خبر ہیں۔ تو ہم اپنے فرائض کو کیسے پورے کرسکیں گے ضرورت زمانہ اور حالات موجودہ کے مطابق کام کرنا حصول مقصد کے واسطے ازبس لازمی اور لابد ہوتا ہے:

دیکھو ہمارے نادان مسلمان بھائی ! ان نام کے جوشیلے سرحدی مسلمانوں نے زمانہ کو اور وقت کو نہ سمجھا۔ ضروریات زمانہ سے واقفیت حاصل نہ کی آئے دن ہتھیار باندھ کر جہاد فی سبیل اللہ اور حصول شہادت کیواسطے لڑتے مرتے ہیں اور بجائے فائدہ کے الٹا اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے اللہ اور رسول کو بدنام کرتے ہیں ہمارے ان بھائیوں کی ایسی حرکات ہی سے تو عیسائی اور آریہ ہم پر جبار کے الزام دیتے ہیں۔ اور اس بہانے سے کیا کچھ سناتے ہیں۔

اگر ہمارے بھائی ضرورت زمانہ کا خیال کرتے اور اپنے علم تقوٰی۔ طہارت کو اور اپنی قوت طاقت کو دیکھتے تو ہرگز ہرگز ایسے فتنے نہ دیکھتے سو پہلے مرض کا دریافت کرنا ضروری ہے علاج بعد میں ہوگا:

سو میں دیکھتا ہوں کہ ہر قوم کے تعلقات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اندرونی اور دوسرے بیرونی۔ سب سے پہلے نہایت ضروری امر یہ

کہ قوم کی اندرونی حالت اچھی ہو اگر افراد قوم میں ہی نقص ہوگا تو دشمن کے مقابلہ میں کوئی قوم فتح نہ پا سکے گی یہ ایک بالکل صاف مسئلہ ہے تجربہ اسکا شاہد ہے اور تاریخ اسکی گواہ ہے کہ قوم افراد سے بنا کرتی ہے افراد کے مجموعہ کا نام ہی قوم ہوتا ہے اگر افراد فرداً فرداً اپنی اہم ذمہ واری کو نہ سمجھیں تو کہاں کی قوم اور کیسی ترقی؛

اس زمانہ میں دنیا کی تمام اقوام اور تمام مختلف گروہ سکھ سناتنی آریہ عیسائی زرتشت۔ جین بدھ اور مسلمان سارے کے سارے اپنی اپنی جگہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں اور اسی آہ و بکا اور گریہ وزاری میں ہیں کہ کوئی ترقی نہیں کر سکتا؛

سو ہمیں اول اپنے افراد کو دیکھنا چاہئے جس کے لئے ہمارے افراد میں جو مرض سب سے پہلے ہے اسکا ذکر کرتا ہوں تاکہ اپنے فرائض معلوم ہوں کہ ہمیں کیا چھوڑنا چاہئے اور کیا لینا چاہئیے،

تکبر دنیا میں سب سے پہلا گناہ جو شروع میں شیطان نے کیا اور جسے خدا تعالےٰ نے نمونہ کیوا سطے اپنی پاک کلام قرآن مجید میں ذکر کر کے اس کے بد نتائج سے ہمیں ڈرایا وہ تکبر ہے اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ اپنے نفسوں میں غور تو کرو چھوٹے اور بڑے بچے اور بوڑھے مرد اور عورتیں خواہ وہ کسی مرتبہ کے ہوں کسی قوم اور کسی فرقہ کے ہوں اپنے گریبانوں میں تو جھانکیں اور غور و فکر کے بعد جواب دیں کہ کیا وہ تکبر سے پاک ہیں؛

میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص گویا دنیا کی تمام بڑائی کا خود ہی مالک بنا بیٹھا ہے۔ اور دوسرا کوئی اسکا شریک ہی نہیں؛

قرآن شریف میں جہاں شیطان کے "تکبر" کا ذکر آیا ہے۔ وہاں شیطان اپنے تکبر کرنے اور اطاعت نہ کرنے کی یہ دلیل بیان کرتا ہے کہ جب کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک مٹی سے پیدا کی ہوئی چیز کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں برخلاف اسکے انسان کیسا بدقسمت ہے کہ جب کوئی اسکا ہم جنس خدا کی طرف سے نبی یا مامور ہو کر آتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم ہی میں سے ایک انسان ہماری طرح کھاتا پیتا چلتا پھرتا نبی ہو کر آگیا بھلا اس کے سر پر کوئی سرخاب کا پر لگا ہے کہ ہم سے بڑا ہو گیا۔ خدا نے کیوں نہ ملائکہ کو یہ شرف بخشا؛

کیسے افسوس کی بات ہے کہ جو ایک ذلیل ترین مخلوق اور عاجز و بیکس ہستی ہے جسے کوئی امتیاز نہیں دیا گیا۔ اور جسے خدا نے خود اپنی قدرت کاملہ سے بنا کر دنیا میں اسکی زندگی بسر کرنے اور آخرت کے واسطے زادراہ مہیا کرنے کو بنایا وہ خدائے ذوالجلال کے کاموں پر اعتراض کرتا ہے دیکھو بڑے خوف کا مقام ہے اور نہایت ہی ڈر کی جگہ ہے کوئی موجد جب اپنی کسی ایجاد میں کوئی نقص پاتا ہے تو اسے توڑ پھوڑ کر ردی کی طرح پھینک دیتا ہے اور اسکی جگہ اس سے بہتر چیز تجویز کر لیتا ہے!

کیا خدا کو اس ایک بڑھئی اور سنگار کے برابر بھی نہیں سمجھا جاتا کہ وہ اسباب کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ ایسی گندی مخلوق کو ہلاک کر کے دنیا کے تختہ سے نیست و نابود ہی کر دے اور اس کی جگہ اور بہتر مخلوق پیدا کرے مگر خدا کی شان کہ تکبر انسان کو ان باتوں کے سوچنے کا موقعہ ہی نہیں دیتا؛

یہاں تو ہر کس اسی خیال میں ہے کہ جو کچھ ہوں میں ہی ہوں کسی دوسرے کا دخل ہی نہیں ؛

حسد اس کے بعد تکبر کا لازمہ حسد ہے یاد رکھو کہ جس شخص کے دل میں حسد کی آگ موجود ہوگی وہ بھی کوئی کام نہ کر سکے گا خواہ دین کا ہویا دنیا کا ایک کام جسکو دس آدمی ملکر بخوبی سرانجام دے سکتے ہوں اگر ان میں یہ بری خو موجود ہوگی تو ہرگز ہرگز اسے پورا نہ کر سکیں گے خواہ تعداد میں وہ گنتے گنتے ہی کیوں نہ ہو جاویں کیونکہ حاسد اس خیال سے کہ کوئی مجھ سے نہ بڑھ جاوے اپنے علم سے دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ اسے اپنے ہی دل کی چار دیواری کے اندر قبر میں لیجاتا ہے۔ دنیا میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں مجھے ایک شخص کا واقعہ یاد ہے جو قوم کا حجام تھا اسے کسی مرض کا ایک بڑا مفید اور مجرب نسخہ یاد تھا مگر وہ اس خیال سے کہ کوئی دوسرا اسکا شریک نہ پیدا ہو جاوے یا کوئی اور شخص یہ بات نہ کہہ سکے کہ مجھے بھی ایسا نسخہ یاد ہے کسی کو بتانا نہ چاہتا تھا آخر جب وہ مرنیکے قریب تھا تو اسکے بیٹے نے اس سے وہ نسخہ دریافت کرنا چاہا! مگر اس نے یہ کہکر ٹال دیا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں بتا دوں اور میری زندگی کچھ باقی ہو اسکا مطلب یہ تھا کہ میں اپنی زندگی میں کسی دوسرے کو اپنا ثانی و ہم رتبہ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ آخر نہ بتایا اور قبر میں ساتھ ہی اسے لیگیا ؛

حالانکہ اپنی اولاد کے لئے باپ سے بڑھکر کوئی خیر خواہ نہیں تو انسانی ترقیات میں حاسد ہوتے ہیں اور دنیا میں اکثر لوگ دوسرے کی ترقیات پر حسد کرتے ہیں مگر صرف ایک والد ہی ہے جو یہ چاہتا ہے

کہ میری اولاد مجھ سے بھی آگے بڑھ جاوے اور مجھ سے بھی لائق ترین ہو
مگر حسد کی عادت نے دنیا میں ایسے بھی نمونے دکھائے ہیں کہ باپ
اپنے حسد کی وجہ سے ایک مفید بات کو اپنی اولاد تک کو نہ بتا سکا اور آخر
اپنے وجود بے سود کی طرح اس مفید بات کو دنیا سے لے گیا؛

پس جب تک تکبر اور حسد جیسے اخلاق رذیلہ انسان میں سے نکل کر انکی
جگہ اخلاق فاضلہ تواضع انکساری حسن ظنی اور فراخدلی پیدا نہ ہوں۔ قوم قوم
کیسے بن سکتی ہے؟؛

جھوٹ اور بدظنی | حسد کا لازمہ جھوٹ اور بدظنی ہیں اور یہ بھی نہایت ہی
قبیح اور ذلیل حرکات ہیں حاسد کو حسد کی آگ تیز کرنیکے واسطے جھوٹ اور
بدظنی کا ایندھن لازماً جمع کرنا پڑتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں ان خصائل بد کا ایک
خطرناک طوفان دنیا میں اُمڈا چلا آرہا ہے لوگ کہتے ہیں کہ کوئی تجارت جھوٹ
کے بغیر چل نہیں سکتی کوئی ہنر بجز چھپانے کے مفید ثابت نہیں ہوتا گویا کہ تمام
ترقیات انسانی کا دارومدار ہی حسد اور جھوٹ وغیرہ پر ہے یہانتک کہ سلطنتوں
کو بھی قیام سلطنت کیواسطے جھوٹ بولنا لازمی بلکہ ایک اعلیٰ صفت ہے
وہاں کے اسلئے سفیر اور منسٹر کے عہدہ کے واسطے انتخاب ہی اسی شخص
کا کیا جاتا ہے جو ڈپلومیسی میں یا بالفاظ دیگر جھوٹ بولنے میں کمال مہارت
رکھتا ہو؛

غرض میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں تکبر، حسد بدظنی اور جھوٹ کا ایک دریا اُمڈا
چلا آرہا ہے۔ اور دنیا کے لاکھوں کروڑوں انسان اس میں ڈوبے جا رہے
ہیں؛

بزدلی | اسکے بعد بزدلی بھی ایک نہایت ہی کمینہ خصلت ہے اکثر ہیں

کہ اسکو بزدلی نے ایسا ادھورا کردیا ہے کہ وہ کسی کام ہی کے نہ رہے
وہ کوئی کام کرہی نہیں سکتے انکو یہی خیال ہر وقت دبائے رکھتا ہے کہیں
اس کام میں ہاتھ ڈالوں تو شاید میرے آفیسر یا حکام بالا مجھسے ناراض
ہوجاویں عقل سے کام نہیں لیتے موقعہ مناسب نہیں تلاش کرتے۔ یہ
سب ایمانی کمزوری کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ خدا سے پورا تعلق نہیں ہوتا جس
سے بزدلی پیدا ہوتی ہے اور حکام کا خوف دل میں پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ
قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی خدا کی فرمانبرداری نہیں کرتا خدائی احکام
کی پرواہ نہیں کرتا تو لازماً اسے دوسروں کا ڈر رکھنا پڑتا ہے اور دوسروں
کے احکام کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص سب کام
دیانتداری سے کرے تو پھر اسکو اپنے افسروں کا ڈر کیا ہو ڈر اسی کو ہوتا
ہے جس کے دل میں کھوٹ ہو۔

ریا پاور بزدلی کا لازمی نتیجہ ریا ہوتا ہے جب انسان بزدل ہوتا ہے
تو اسے اپنے احکام کے خوش کرنے کیواسطے ریا کرنا پڑتا ہے حکام کی
خوشی کے واسطے چاپلوسی اور نفاق کو اپنا شیوہ بنانا پڑتا ہے بعض اوقات
دل نہیں چاہتا مگر حاکم کے خوش کرنیکے واسطے بھی کچھ کرنا پڑتا ہے۔
اگر آفیسر کوئی مسلمان ہے تو نمازوں میں چستی کرنے لگیگا۔ روزے
بھی رکھ لیگا فرض کے علاوہ نفل بھی ادا کریگا مگر یہ سب کچھ آفیسر
کی تبدیلی کیساتھ ہی تبدیل ہوجاویگا کیونکہ دل سے نہیں کرتا تھا بلکہ صرف
حاکم کے خوش کرنے اور اس سے ترقی کے حاصل کرنیکے لیے یہ سب
کارروائی تھی اور اگر افسر کوئی ہندو ہو تو ہولی دسہرہ میں ان کے
رسوم میں شوق سے شامل ہوجاویگا۔

غرض یہ اخلاق رذیلہ جو تکبر سے شروع ہو کر ریاکاری اور خوشامد جیسی گندی اور کمینہ عادات پر ختم ہوتے ہیں سب باہم ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں اور آج کل بہت کم ہیں جن کو خدا نے ان آفات سے بچایا ہو ورنہ ایک طوفان بے تمیزی کی طرح اور ایک اژدہا کی طرح ہیں کہ جس نے لوگوں کے اخلاق اور ایمان کو . . . . بالکل نگل لیا ہے؛

نافرمانی اس کے بعد نافرمانی ہے چنانچہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ ہی دنیا سے مفقود ہے ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ ہی بنانی چاہتا ہے ہر کوئی یہی چاہتا ہے کہ میری بات کوئی نہ ٹالے اور میں کسی کا محکوم نہ بنوں ہر ایک دوسرے کا دشمن ہے اور یہی چاہتا ہے کہ تمام دنیا کو تباہ و برباد کر کے میں اکیلا ہی رہ جاؤں بیٹا باپ کی شاگرد استاد کی مرید مرشد کی اور چھوٹا بڑے کی پرواہ ہی نہیں کرتا ہر ایک اپنے ہی رنگ میں مست رہنا چاہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا فرمانبرداری کی دنیا کو اب ضرورت ہی نہیں رہی مگر جن کی پیروی کا تمہیں دعوے ہے اگر انکو دیکھو اور انکی تاریخ پر نظر ڈالو تو فرمانبرداری کے ایسے ایسے نمونے پاؤ گے کہ تم حیران رہ جاؤ گے؛

احمدی بہرحال بچے ہیں اور ہمیں یقین اور ثلج خاطر ہے اور ہم بڑے اطمینان قلب سے جانتے ہیں کہ ہم بچے ہیں اور ہم نے خدا کے سچے اور موعود مسیح کو پا لیا جسکی تیرہ سو سال سے انتظار ہوتی چلی آتی تھی جس کیواسطے ہزاروں انبیاء اور اولیاء کی دعائیں تھیں کہ خدا ہمیں اسکا زمانہ

نصیب کرے اور ہمیں اسکی فرمانبرداری کا شرف حاصل ہو خدا کے فضل سے اور محض اسی کے فضل سے ہم نے اسکا زمانہ پایا اسکی صحبت ہمیں نصیب ہوئی مگر کیا ہم نے اسکے رسول کی فرمانبرداری کی اور کیا جو وعدے اور اقرار اس کے ہاتھ پر کئے تھے۔ ان کی پابندی کی؟ کیا ہم نے اسکے بتائے ہوئے اصولوں کو پکڑا۔ اسکے جواب میں مجھے نہایت افسوس سے یہی کہنا پڑے گا۔ کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری فیصلہ اور آخری سرٹیفکیٹ جو قوم کو ملا تھا وہ یہی تھا کہ تیری جماعت میں سے تجھے کسی نے بھی نہیں پہچانا نہ انھوں نے جو تیرے مخالف ہیں اور نہ انھوں نے جو ایمان لائے!

مگر اس موقعہ پر یاد رہے کہ قلیل تعداد شمار نہیں کیجاتی شل مشہور ہے النادر کالمعدوم مگر دوسری طرف صحابہ کو دیکھو اور انکو جو سرٹیفکیٹ ملا اس کے الفاظ کو ذرا کان دھر کے سنو ان کے سرٹیفکیٹ میں سنہری حروف میں جلی قلم سے لکھا ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ دیکھو ان کیواسطے خدا کی شہادت ہے کہ انکا چلنا انکا پھرنا انکا کھانا ان کا پینا۔ انکا سونا انکا جاگنا انکے حرکات انکے سکنات ان کے قول انکے فعل سب میری رضا کے مطابق ہو گئے ہیں لہذا خدا انکو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیتا ہے!

اب جائے غور ہے اور سوچنے کا مقام ہے ہم نے بھی خدا کے ایک مامور و مرسل کا دامن پکڑا اور اسکے ہاتھ میں ہاتھ دیا اسکی پیروی کا دم بھرتے ہیں پھر وہ امام ہم میں ایک مدت دراز تک رہکر چلا بھی گیا۔ مگر کیا ہمیں بھی کوئی سرٹیفکیٹ دے گیا اگر دے گیا تو کیا؟ افسوس

کہ وہ اس قابل نہیں کہ اسکے دیکھنے سے ہم خود اپنی ذات میں خوش ہوں۔ یا کسی کو دکھا نہیں ہماری کسی کے دل میں عزت یا محبت پیدا ہو سکے!

دیکھو سکول سے طلباء پڑھکر جاتے ہیں تو انکو سکول ماسٹرے اور ملازمین کو انکے آفیسروں کی تبدیلی یا اختتام ملازمت کیوقت سرٹیفکیٹ ملا کرتے دوسرے سکول میں داخل ہونے یا اعلیٰ کلاس میں داخل ہونے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ ملازمت کو تبدیل کرتے وقت پچھلے سرٹیفکیٹ کی مانگ ہوتی ہے اور انسان کی آئندہ زندگی اور ترقیات کا دارومدار اس سرٹیفکیٹ پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ملازمین جب انکے افسر تبدیل ہوتے ہیں یا انکو انکے ماتحت کام کرتے ہوئے ایک عرصہ گزر جاتا ہے تو وہ سرٹیفکیٹ کیواسطے درخواست دیتے ہیں!

نسل انسانی کے ذمے بھی ایک کام لگایا گیا تھا وہ کیا عبادت الٰہی جیسا کہ خدا کے کلام سے ثابت ہوتا ہے ماخلقت الجن و الانس الا لیعبدون ○ چنانچہ اس فرض سے جیسی سبکدوشی صحابہؓ نے حاصل کی اور خوشنودی مزاج اور رضاء الٰہی کا جیسا عمدہ اور اعلیٰ سرٹیفکیٹ انکو ملا کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا!

اللہ تعالیٰ کے کلام میں اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں آخری زمانہ کی ایک جماعت کیواسطے بھی وہی وعدہ ہے کہ وہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے برابر برابر ہی ہوگی چنانچہ اس آیت کے مصداق ہم لوگ اپنے آپکو بتاتے ہیں بھلا ذرا غور تو کرو کہ کیا ہم میں بھی وہ ایثار نفسی ہے کیا ہم میں بھی وہ فرمانبرداری ہے؟ کیا ہم میں بھی وہ ایمان اور تقویٰ و طہارت اور خدا کے لیے سوز و گداز اور دین اسلام کیلئے

وہ جوش اور قربانی کرنیکی خواہش ہے ؟
کیا خوف کا مقام نہیں کہ ہماری بجائے کوئی دوسری قوم آجائے۔ اور وہ خدائی کاموں میں پوری دلدہی اور تن من دہن سے کام کریں !
کیا ہمارے اخلاق و عادات۔ ہمارے چال چلن ہمارے دینی یا دنیاوی معاملات اس قابل ہیں کہ پیش کئے جاویں اور ہم انعام کے مستحق ہوں ؟ اگر نہیں اور میں زور سے کہتا ہوں کہ نہیں تو پھر ہر وقت خوف کرنا چاہیئے کہ ہمارا تو وہ حال ہے کہ ع "نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اودھر کے رہے" ہم دنیا کے مغضوب تو ہوئے ہی تھے گر ہیاۃ ہو۔ کہ خدا کے بھی مغضوب ہو جاویں (نعوذ باللہ) اسکے مسیح کو پہچانتے ہوئے نہ پہچانا ہمیں کان شنوا دئے گئے مگر ہمنے حق کو نہ سنا ہمیں چشم بینا ملی مگر ہم نے حق کو نہ دیکھا ہمیں اعضا ہوئے گئے مگر ہم نے ان سے خدا کی رضا کے حصول کے کام نہ لئے ہمیں زبان ملی مگر خدا کی بات اور خدا کا دین اس زبان کے ذریعہ ہمنے کسی کو نہ پہنچایا ! **کیا اب بھی وقت نہیں کہ ہم تبدیلی کریں** ؛

دیکھو جب ایک نمبردار۔ تحصیلدار یا ڈپٹی کمشنر کو تم اس خیال سے خوش کرنیکی کوشش کرتے ہو کہ اسکا ناراض ہونا اور اسکی نافرمانی موجب عتاب اور دکھ ہوگی۔ اور اسکا خوش ہوجانا باعث راحت و آرام ہوگا تو پھر کیا وہ شہنشاہ ہونکا شہنشاہ جو فرماتا ہے ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون کیا تمہارے دلوں میں ایک معمولی کنسٹیبل کے برابر بھی اسکی عزت اور قدر ہے ؟ اور کیا تمکو اسکا اتنا بھی خوف ہے جتنا ایک معمولی چوکیدار کا ؟ اگر نہیں تو پھر تم خدا کے انعامات کے وارث ہونیکی کیونکر امید

رکھتے ہو؟

دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اسوقت اطاعت اور فرمانبرداری کی ضرورت ہے۔ اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ اپنے اندر پیدا کرو۔ تاتم قرب اور عزت پاؤ۔ اور اگر نہیں تو نہ کوئی قوم ہے اور نہ کوئی انعام۔ اسوقت یہاں تم سو پچاس آدمی بیٹھے ہو تو یہ ایک بھری مجلس اور شاندار جلسہ ہے اگر ابھی ایک ایک طرف کو دوسرا دوسری طرف کو جدھر جسکا جی چاہے اُٹھکر چلے تو پھر یہاں کوئی بھی جلسہ یا میٹنگ نہ دیکھا اور بجائے جلسہ کے وہ جماعت ایک پراگندہ گروہ کے نام سے موسوم ہوگی۔ پس پہلی صورت وحدت کی اور دوسری پھوٹ کی ہے اس میں غور کرو۔

اکیلی اور تنہا بھیڑ کو بڑی آسانی سے بھیڑیا لیجا دیگا اور کوئی محافظ اسکو بھیڑیے کے منہ سے چھڑا نہ سکے گا یہ روزمرہ کی مشہور و معروف اور مجرب مثالیں ہیں ایسے واقعات دنیا میں چشم دید ہیں ان سے فائدہ اٹھانا اور عبرت پکڑنی چاہیئے۔

ایک گلہ کی حفاظت آسان ہوتی ہے کیونکہ ان میں اتفاق اور وحدۃ کا ایک رنگ ہوتا ہے پھر اگر ان میں وحدت کیساتھ فرمانبرداری اور ایکدوسرے کی اعانت کا بھی مادہ ہو تو وہ بالکل محفوظ ہیں اور کوئی بھیڑیا انکو پھاڑ نہیں سکتا ایسی جماعت کا شیطان مرجاتا ہے مگر برخلاف اسکے اگر تم میں تکبر حسد پھوٹ اور دشمنی بغض اور کینہ ہے تو شیطان ایک ایک کو الگ کر کے ہلاک کر ڈالے گا۔ اور کوئی کسی کی مدد نہ کرسکیگا یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ خواب غفلت سے بیدار ہو اور اپنے فرض کو

سمجھو!

آپ لوگوں کو ایک امانت دیگئی ہے۔ اس امانت کو بچانے کی کوشش کرو اور کچھ پرواہ نہ کرو۔ گو تمہارا مال جان عزت آبرو بھی تمہیں اس راہ میں صرف کرنی پڑے اپنے فرض کو پوری طرح سے ادا کرو اور غفلت اور سستی کو چھوڑ دو!

ادب آجکل دنیا میں عام طور سے بے ادبی کا مرض بھی پھیل رہا ہے۔ ایک طالب علم اپنے استاد کا اور استاد اپنے افسروں کا ادب نہیں کرتا غرض ہر قوم میں اور ہر پیشہ میں بے ادبی کا بازار گرم ہے اور اسکی وجہ صرف بدبختی ہے اب دیکھو نہ اس طرح سے طالب علم اُستاد سے اور نہ اُستاد طالب علم سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے جب ایک اُستاد دیکھے گا۔ کہ لڑکے اسکی عزت اور ادب نہیں کرتے تو وہ کیونکر اور کس دل سے سبق پڑھا سکے گا۔ دوسری طرف جب ایک لڑکے کے دل میں اپنے استاد کی عزت اور عظمت ہی نہیں تو استاد کی بات اسکے دل پر کیا نقش بٹھا سکے گی غرض اس طرح ایک دوسرے کے فوائد سے محروم و بدنصیب رہیں گے!

کینہ کینہ بھی ایک نہایت خطرناک اور نسل انسانی کیواسطے زہر قاتل ثابت ہوا ہے ایک ذرہ سا اختلاف جو کینہ سے پاک ہو بعض اوقات بجائے شر کے خدا کی رحمت بھی ثابت ہوتا ہے۔ مگر جب اسکے ساتھ کینہ ہو تو وہ بڑھتے بڑھتے رائی کا پہاڑ اور پھر کی تلوار بلکہ ایک قوم کے لیے ہلاکت کا موجب ہوجاتا ہے۔ دیکھو ہم سے پہلے لوگوں میں ایک واقعہ ہوا ہے یعنے حضرت امام حسینؓ اور یزید کے درمیان ایک جنگ واقع

ہوئی تھی جسکا نتیجہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوا مگر کیا دونوں فریق مقابل
سزا سے بچار ہا یا بھگتنی پڑی یہ کوئی راز نہیں تمام دنیا جانتی ہے اور سب
اس بات سے واقف ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کا نام کس عزت سے لیا
جاتا ہے اور آپ کی اولاد اور جانشین کس عزت سے دیکھے جاتے ہیں
اور دوسری طرف یزید کا کیا حال ہوا آج کوئی بھی دنیا میں نہیں کہتا کہ
میں یزید کی اولاد سے ہوں گویا قطع نسل ہوگئی یا اس بدنامی کے خوف
سے اسکی طرف اپنے آپکو کوئی منسوب ہی نہیں کرتا تو کیا ابھی اس تفصیل
کی تلافی نہیں ہوئی وہ ایک وقتی بات تھی جو ہو گذری اور جس کے
فریق طرفین اپنی اپنی نیت کے مطابق پا چکے مگر کینہ کی بھسم کر
دینے والی آگ نے اس معاملہ کو کیا کھینچا ہے۔ اور کیا کیا رنگ بڑھایا وہ
بھی ہلاکو خاں کے بغداد کو تباہ کرنے کے جانکاہ واقعہ سے ظاہر ہے۔
خلیفہ بغداد کے وزیر اعظم نے جو شیعہ تھا ہلاکو خاں کو بغداد کی
فتح کیواسطے بلوایا اور اہل بغداد کو ایسا دھوکہ دیا کہ بغداد والوں کو اسوقت
خبر ہوئی جب لشکر سر پر آن پہنچا جبکہ وہ کچھ نہ بن سکتا تھا اور اس
جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ لاکھ مسلمان تہ تیغ بیدریغ کیا گیا۔ باقی
تتر بتر ہوگئے۔ نہایت عظیم الشان اور لاثانی کتب خانے جلائے گئے
یا دجلہ میں ڈالے گئے۔ اور ایسی خطرناک خونریزی ہوئی جس کے بیان سے
کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور جسکی تلافی آجتک نہیں ہوسکی۔

یہ سب کچھ ہوا۔ اور اسی طرح باہمی جنگ و فساد اور لڑائی جھگڑوں
میں مسلمان سلطنت بھی کھو بیٹھے عزت بھی دے بیٹھے مگر ابھی شیعہ
سنی کے کینہ اور جھگڑوں کا خاتمہ نہ ہوا پر نہ ہوا!

بیجا جوش بیجا جوش بھی ان اخلاق رذیلہ میں سے ہے جو انسان کو ذاتی اور
قومی فوائد سے دور پھینک دیتا ہے دیکھو خدا کی شان ہے مسلمان کہلاتے
ہیں مگر اسلام اور مسلمانی کی خبر نہیں جس کے نام پر جان قربان کرنے
کو مہیا ہیں اسکی کسی بات پر بلا ثبوت ذرا برداری نہیں دیتے آنحضرت
نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو غصہ آوے تو اسکو چاہیئے کہ اگر کھڑا ہے تو
بیٹھ جاوے بیٹھا ہے تو لیٹ جاوے اگر پھر بھی نہیں اترا تو پانی پی لے
آخر تو پڑھے بھلا کوئی ہے جو یہ کیے کریں اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور
غصہ کیوقت اسی پاک قانون کے مطابق عملدرآمد کرتا ہوں۔ اگر نہیں تو
پھر کیا یہ قوم بننے کے آثار ہیں ؟ دیکھو سب سے بڑا مرض ہم میں غفلت
ہے۔ باوجودیکہ تباہی ہے دین اور دنیا کے کاموں میں سب سے پیچھے
ہیں زراعت میں تجارت میں دوسری قوموں کے بالمقابل ذلیل ہیں
کوئی بات نہیں جس میں مسلمان بڑھے ہوئے ہوں کوئی میدان نہیں
جس میں مسلمان دوسروں پر سبقت لے گئے ہوں کوئی ہنر نہیں جسکا
تاج انکے سر پر رکھا گیا ہو کوئی تجارت یا پیشہ نہیں جسکا دارومدار مسلمانوں
پر ہو مگر ایسے ہم ہیں کہ کان پر جوں نہیں چلتی اور کچھ پرواہ بھی نہیں باوجودیکہ
ہم مر گئے مگر ہم نے اپنے آپکو زندہ جان رکھا ہے باوجودیکہ ہم مفلس اور
تہیدست ہیں ہم نے اپنے آپکو مالدار تصور کر رکھا ہے باوجودیکہ ہم ذلیل
ہوگئے ہیں ہم نے اپنے آپکو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور باوجودیکہ ہم سب
سے پیچھے ہیں ہم ہیں کہ اپنے آپکو سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں مگر سچ
تو یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو کسی بات میں سبقت ہے تو وہ جرائم کے کرنے
میں ۔ چنانچہ چیلخانے میری بات کی تائید کرتے ہیں میں نے کشمیر

کے مسلمانوں میں یک ذلت وادباری کا نقشہ عجیب رنگ میں دیکھا ہے کشمیر
میں اگر کسی شخص کو کسی حرکت ناشائستہ یا گناہ پر گرفتار کیا جائے اور ڈانٹا
جاوے تو وہ عذر کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اس کا یہ کہنے سے مقصد یہ
ہوتا ہے کہ میں چونکہ مسلمان ہوں اسواسطے ایسے گناہوں سے قابل
گرفت نہیں گویا اسلام نعوذ باللہ تمام گندوں اور گناہوں کا مجموعہ ہے اور کسی
کا مسلمان ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قسم کی بدی اور گناہ اس میں
موجود ہیں اور وہ جو چاہے کر گزرے وہ قابل مواخذہ اور گرفت نہیں۔ اب
میں انصاف تم پر ہی چھوڑتا ہوں ذلت کی اس سے آگے اور بھی کوئی حد
ہے۔ افسوس اگر اب بھی نہ سنبھلے اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور
ایک جماعت کے رنگ میں پوری ہوشیاری سے خالصۃً لوجہ اللہ
دین کی حمایت کیواسطے باہر نہ نکلے تو پھر یاد رکھو کہ خدا کا منشاء تو ہوت
پورا ہوگا اور ضرور ہوگا اور وہ اپنے دین کا اظہار اور دینوں پر کرے گا اور ضرور
کریگا مگر افسوس یہ ہوگا کہ تم اس منشاء کو پورا کرنیوالے نہ ہوگے! بلکہ اس
کام کیواسطے خدا کوئی اور جماعت تیار کریگا جو اس کے احکام کی بجا آوری میں
تمہاری طرح غافل اور سست نہ ہوگی!

مسئلہ تعلیم بھی قومی ترقی کیواسطے اس زمانہ میں اہم ترین سمجھا گیا ہو
مگر تعلیم میں بھی خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی مسلمانوں کی حالت کچھ پوشیدہ
نہیں اگر خدا کے حکم کے مطابق جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ولتکن منکم امۃ
یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک
ھم المفلحون تیار ہوتی اور کچھ کرکے دکھاتی تو انکی دیکھا دیکھی دوسرے
بھی ابھرتے انکی پیروی کرتے اور ان کے اسوۂ حسنہ پر چل کر

خدا کے منشا کو پورا کرتے اور ایسا مخلص گروہ ضرور کامیاب مظفر و منصور ہوگا کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ میں ایسے لوگوں کو کامیاب و بامراد کرونگا؛

مگر جب مسلمانوں نے خدا کے احکام کی پرواہ نہ کی اور انکو پس پشت ڈالدیا تو آخر خدا نے بھی انکو چھوڑ دیا اور قعر ذلت اور ادبار میں ایسا گرایا کہ اب سنبھلنا مشکل ہو رہا ہے چلاتے ہیں مگر نکلنا محال ہے وجہ یہی ہے کہ اصل مرض کی تشخیص کرتے نہیں مرض کا علم نہیں غفلت نے دبا رکھا ہے جب تک اصل مرض کا ازالہ نہ ہوگا جانبری مشکل بلکہ محال ہے بار اپنی ایثار کا مادہ بالکل نہیں آل انڈیا مسلم لیگ میں تو کھڑے ہو کر بڑی پر جوش تقریر کریں گے اور قوم قوم پکاریں گے قربانی بھی کرنے کو تیار ہونگے مگر یہ سب کچھ اس جلسہ کے حلقہ تک ہی محدود ہوگا گھر میں جا کر کچھ بھی نہیں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں تعلیم تعلیم قوم قوم کر کے خوب شور کرینگے اور قوم کو ابھارینگے چندوں کے واسطے اکسائیں گے خود ہر طرح کی آمادگی کا اظہار کریں گے مگر ان باتوں کا اثر صرف اس چار دیواری تک ہی محدود ہوگا گھر پر جا کر کوئی عملی کارروائی ہرگز ہرگز ظاہر نہ ہوگی۔ چین اسلامک سوسائٹی بیچ کر تی قوم کو اٹھانیکے واسطے اور ڈوبتی ناؤ کو کنارہ لگانیکے لیے بڑے بڑے پر زور الفاظ میں لیکچر دینگے مگر یہ زبانی لفاظی۔ عملاً کچھ بھی نہیں اصل میں وجہ ان سب باتوں کی صرف یہ ہے کہ بات نہ دل سے نکلتی ہے اور نہ دلوں پر اسکا اثر پڑتا ہے۔ قربانی نہ کسی نے کی اور نہ اسکا کبھی مزہ چکھا

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ہم نے احمدی ہو کر کیا کیا؟

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر ؛ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ دیکھو اسوقت تمام احمدی تو موجود نہیں لیکن میں تم ہی کو سناتا ہوں گویا وہ پیغام جناب تک خاکسار پہنچاتا ہے۔ یہ کوئی نیا پیغام نہیں یہ وہی بات ہے جو آپ بارہا حضرت اقدس کے دہن مبارک سے سنا کرتے تھے مگر افسوس اسپر کسی نے عمل نہ کیا اور وہ اپنے دل میں ہی یہ کہتا چلا گیا ؎

لیچلا خاک میں ہمراہ دل اپنا قائم ؛ شاید اس جنس کا یاں کوئی خریدار نہ تھا

بارہا اس عاجز کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ اسپر کچھ عرض کروں مگر میری کم علمی اسکی مانع ہوئی اب دو چار روز ہوا کہ اسی تشکر سے ایک چرخ دیا تو عاجز مجبوراً اپنی کم علمی کو بالائے طاق رکھکر ہمت کر کے میدان میں آ نکلا امید کرتا ہوں کہ میرے معزز بزرگ اس میری کم علمی کی وجہ سے جو غلطیاں ہیں نظر شفقت سے انکو غلطیاں نہ تصور کرینگے اور میں آپ کے لیے کوئی ناصح بنکر نہیں کھڑا ہوا ہوں بلکہ یہ اظہار درد دل ہے منوانصاف اسے چاہا! اسے کی مجھنا ؛ یہ تو پہلو خوب نکلا دامن پیدا و کا اور میں کچھ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہی پیغام جو حضرت اقدس کا ہے یا حضرت خلیفۃ المسیح کا۔

کان دھر کر سنو اور غور سے سمجھو تو سہی ؛ نوحہ کرتی ہے ہر اک آہ و فغاں الغرض

دل میں رکھنا اسکو کہنا نہ کسی سے رہنما رہے میں بتاتا ہوں تمہیں راز زمان الفت کا
ڈھونڈھنے والے سراغ اسکا عدم میں پاتے ہیں 'کار روان' کیسے بھولیں بروان الفت کا
اور وہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت خلیفۃ المسیح مسجد مبارک میں تشریف
فرما تھے اسوقت فرمانے لگے کہ میں اسوقت مسجد میں بیٹھا ہوں اور قسم
کھا کر کہتا ہوں اگر کسی کو یقین نہو تو میں قبلہ کی طرف منہ کر کے کہتا ہوں کہ
اگر تم نفسانیت نہ چھوڑو گے اور خوف پیدا نہ کرو گے اور تقویٰ پر پورا
عمل نہ کرو گے اور آپس میں پوری ہمدردی نہ کرو گے تو تم ہرگز کامیاب
نہ ہوسکو گے اور یہ تمہارا احمدی کہلانا کسی کام نہ آئے گا اور تمہاری بجائی
دوسری قوم پیدا ہو جائے گی اور وہ کام کرے گی اور تم محروم رہجاؤ گے
یہ کیوں کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ اور وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا زمین
آسمان کا ٹلجانا ممکن ہے مگر خدا کی باتوں کا ٹلنا ناممکن ہے اب میں کہتا ہوں
ہم نے احمدی ہو کر کیا کیا صحابہ کرام کی طرح کونسا کام کر کے دکھایا کوئی
خاص تبدیلی پیدا کی باوجود اسکے کہ اسوقت تار ریل انتظام ڈاک اور
امن آجکل کی طرح کچھ نہ تھا مگر انکی خدمات اور اپنے کاموں کا مقابلہ تو کرکے
دیکھو رسول اکرم کی ہسٹری کو پڑھو تو اول تا آخر عجیب و غریب ثابت ہوگی
انکو بڑی بڑی تکلیفوں کا سامنا تھا جسکو کہ تم بھی جانتے ہو اور اچھی
طرح جانتے ہو اگر اسقدر آرام آسایش اور امن و امان کا سامان
انکو مہیا ہوتا تو وہ وہ کچھ کر گزرتے کہ جہانتک ہمارے ناقص خیال
کی رسائی تک نہیں انکو تو چین نہ آتا تھا اور ہم آرام سے خواب
غفلت میں ضلالت کی چادر تانے ہوئے پڑے اور ساتھ ہی بڑی
بڑی امیدوں کو اپنے دل میں جگہ دئے ہوئے ہیں تصور کئے بیٹھے ہیں

کر وہ موعود وہ قوم ہم ہی ہیں میں کہتا ہوں کہ ابھی حضرت یہ کس برتے پہ تتا پانی
مطلوب طالب وغیرہ کس امید پہ ہیں ÷ کیا ان آنکھوں سے وہ تصویر نظر آئیگی
نہیں حضرت اس خیال خام کو آپ بالکل بھول جائیں بلکہ جب تک آپ
قال اللہ قال الرسول پر عمل نہ کرینگے ہرگز وہ پیارا پیارا نورانی کامیابی
کا چہرہ جو کہ در اصل آپ کی امیدوں کا مجموعہ ہوگا۔ نظر نہ آئیگا!

اب میں پھر بھی سوال پیش کرتا ہوں کہ ہم نے احمدی ہو کر کیا کیا؟
بعض نے تو اپنے خویش و اقارب کو بھی ترک کیا اور بعض کو یہانتک
مصائب کا سامنا پڑا۔ کہ سقہ اور خاکروب اور دھوبی اور حجام تک
انکے لیے بند کر دیے گئے انہوں نے ان تکالیف کی پرواہ بھی نہ کی بعض
نے اسقدر استقلال دکھلایا کہ اپنی جان کو جان نہ سمجھا اور قوم
نظیر پیدا کرنیکے واسطے اپنی جان اسلام پر فدا کر دی جیسے کہ کابل کے
شہید ثانی مولوی عبد اللطیف صاحب نے۔ اب اسکے ساتھ یہ ہونا چاہیئے تھا
کہ جسطرح دنیا کے کتوں نے ہمیں چھوڑا تھا اگر زیادہ نہیں تو اسی قدر ہم
خدائے تعالے سے تعلق پیدا کرتے اور مقرب بنجاتے مگر ہائے افسوس
ہنسا ہے دلکو کیونکر کیا کریں ہم بڑی مشکل میں جان اپنی پڑی ہے ہم نے اپنے
ان دیرینہ رفیقوں کا ساتھ نہ چھوڑا پھر احمدیت کا نتیجہ بقول شخصے ع
نہ خدا ہی ملا ..... نہ وصال صنم ÷ نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے
دیکھئے کہ ہمارے آقا حضرت جری اللہ ؑ
زبانپہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا ÷ کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لئے
جنکی الفت میں میری زبانپر یہ شعر رواں تھا۔
نسیم دل میں خیال کون ہوا ہو ہو کر ÷ نرگس چشم میں حسرت آئی جو آنسو ہو کر

جو کچھ رسالہ الوصیۃ میں فرماتے ہیں اصحاب لباب جناب کی خدمت میں پیش
کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ اسپر غور کرتے ہوئے توجہ فرماویں اور اسپر عمل کریں
نہ کہ تھوڑی دیر دل میں جوش رہے اور پھر خیر باد کہہ دیں ؎

مر گئے سینکڑوں جا بجا زیر قاف کے بیہودہ تمکو ایک کف افسوس ملتے نہ دیکھا۔

اور وہ یہ ہے انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعوے
کرتا ہے لیکن قدم صدق دل سے نہیں رکھتا دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ
آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کیساتھ کچھ بھی دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس
نفس سے جہنم بہت قریب ہے جسکے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں بلکہ
کچھ خدا کے لئے کچھ دنیا کے لئے ہیں پس اگر تم دنیا کی ایک ذرا بھی ملونی اپنے
اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں اس صورت میں تم
خدا کی پیروی نہیں کرتے ہو بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو تم ہرگز توقع نہ
کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے
کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے
ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں خدا ہلاک کرکے خوش
ہوگا لیکن تم اگر اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم میں خدا ظاہر
ہوگا اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا ۔ ہائے افسوس یہ اسکے الفاظ ہیں جو
ہم میں کچھ روز رہ کر ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوا!

یک نال تھا فرقت میں جدا مجھ سے ہوا۔ اب میں تنہا رہ گیا رنج و الم کیواسطے

اب سوچنے کا مقام ہے کہ ہمنے کسقدر تبدیلی کی ظاہر طور پر ہم بڑی
بڑی باتیں کرتے ہیں مگر کچھ کار نمایاں نہیں کیا۔ طوفان . . . .
اے چشم فائدہ رو، اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں ہم نے

تو اسقدر بھی تبدیلی نہ کی کہ ہم آپس میں کم از کم رشتہ داریاں کرتے ہیں بھائی
اسرار پر رحم فرماوے ایک اور بھائی سے یوں گویا ہوئے کہ اب ہم سے
لوگوں کی دشمنی اس حد تک پہنچ گئی کہ ہماری لڑکیاں اپنا ہی کفو سمجھتے ہیں سلیم
نے جواب دیا کہ میں اسبات کو سننا بھی اور پھر خصوصاً آپکے منہ سے ہرگز
پسند نہیں کرتا کیا آپ کو اپنے بھائی دستیاب نہیں ہوئے کیا احمدیوں سے
تمہیں نفرت ہے کہ تم ایک اپنی اولاد مرتد ہو جانا پسند کرتے ہو اسکو
تو اس قابل تم نے کیا ہی نہیں ہے کہ وہ غیر احمدی کو احمدی ہی جا کر کہے
میری بھابی تک واقفی ہے وہ تو یہ ہے کہ اسکے تمام فرزند ارجمند لخت جگر
اولاد نرینہ نماز تو در کنار اسلام کے اصول سے بھی بے بہرہ ہیں۔ تو لڑکیاں
تو یک طرف علیٰ ہذا القیاس کیا احمدیوں میں لائق نہیں کیا ہم میں ایسے
موجود نہیں کہ جنکو غیر احمدی اپنی لڑکی دینی معیوب اور خلاف شرع اور
لوگوں میں مطعون ہونا سمجھتے ہیں۔ کیا ان سے زیادہ بھروسہ والا انکو مل سکتا
ہے۔ رہا یہ کہ اگر تم ذات کا خیال کرتے ہو تو اسکے واسطے یہ ایک نظیر
کافی ہے کہ جنکو آپ سب سے بزرگ اور سب سے بڑا کر مانتے ہیں وہ
سید ہیں تو اب بتائے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی والدہ کون تھیں
اور اگر آپ روپیہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ابھی آپ کے دل
سے روپیہ کی محبت نہیں گئی۔ بیشک ہاتھ پاؤں ہلانیوالا آدمی اچھا ہوتا
ہے۔ مگر پھر بھی توکل ایک بڑی نعمت ہے۔ جو خدا کہ مرغی کے بچوں تک
کو روزی دیتا ہے وہ انکو روزی نہ دیگا آسان بات تو یہ ہے۔
حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھیے وہ جس طرح مناسب سمجھیں آپکا کام کر
دیں نیک آدمی کے کئے ہوئے کام بھی نیک ہوتے ہیں

پھر لڑکوں کے لیے اکثر وں کی اولاد مدرسوں میں انگریزی پڑھتی ہے مگر دین
سے کوئی تعلق نہیں ان باپ ایسے ہوشیار ہیں کہ زیادہ ہوا تو اتنا کہدیا
کہ نماز پڑھنی اچھی ہے نماز پڑھا کرو مگر وہ پڑھیں کیونکر انکو نماز کی
حقیقت تک تو معلوم نہیں بلکہ اکثر تو یہی کہدیتے ہیں کہ نماز پڑھو نہ پڑھو تمنے
ہماری قبر میں تو جانا ہی نہیں دنیاوی قانون پر بھی نظر نہیں ڈالتے کہ اگر ایک
مفرور یا چور کو اپنے گھر میں جگہ دو گے تو ضرور تم بھی اتنی ہی سزا پاؤ گے اصل
بات یہ ہے کہ لوگوں نے آجکل قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے اور یہی باعث
ذلت کا ہے۔ ایک فاضل انگریزی کا یہ قول ہے جو کہ سنہری حروف سے
کندہ کرنیکے قابل ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جب تک مسلمان اپنی کتاب (قرآن)
پر عمل کرتے رہے برابر انکو عروج ہوتا رہا اور شجاعت اقبال فتح نصرت
انکے ساتھ رہی اور بڑے بڑے حکما اور فلاسفر انمیں ہوتے رہے
اور جب انہوں نے اپنی کتاب کو خیرباد کہا تب سے افلاس اور تمام عیوب
انکے رفیق ہیں میرے دوستو میں کس طرح اور کن الفاظوں میں اپنا درد دل
تمہارے سامنے پیش کروں یہ قرآن شریف تو ھدی للمتقین ہے اگر اسکے
اوامر ونواہی پر چلتے تو تم آج ذلت کا نمونہ نہ دیکھتے جبکہ یقیناً نتیجہ یہ ہوتا کہ
تم صراط مستقیم پر ہی رہتے آج جس حسرت بھری نگاہ سے تم دوسری قوموں کی
ترقی کو دیکھتے ہو وہ لوگ تمکو دیکھتے اگر اب تک غافل رہے ہو تو اب تو کچھ
اصلاح کرنی چاہیے تھی کہ خدا کا ایک برگزیدہ تم میں پیدا ہو چکا ہے کما
ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب
والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ۔ یعنے جیسا ہم نے تم میں رسول جو
کہ تمکو نشانات دکھاتا ہے اور برائیوں سے تمکو پاک کرتا ہے اور قرآن سکھاتا

جو حق و حکمت سے پر ہے اور وہ علم تمکو سکھاتا ہے جو کہ تمہارے گمان میں
بھی نہیں آسکتے تھے تمکو چاہئے تھا کہ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی یعنی
تمکو چاہیے کہ میرا ذکر کرو تا میں تمہاری دعائیں قبول کروں اور میرا شکر کرو
اور کفر نہ کرو چونکہ انسانی فطرت میں داخل ہے کہ یہ کفران نعمت کا اسلیے
فرمایا واخشونی ولاتم نعمتی علیکم ولعلکم تہتدون یعنے محض مجھ سے
ڈرو تاکہ وہ انعامات مظفر و منصور ہونگے جنکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے
پورا کروں تاکہ تم ہدایت پکڑو و تہتدون اسواسطے فرمایا کہ انسان جو کچھ کام
کرتا ہے اسکا نتیجہ اسکو ملتا ہے یعنے جب کہ تم ہمارے فرمودہ اوامر و نواہی پر عمل
کروگے تو اسکے صلہ میں جو ہم نے انعامات مقرر کئے ہیں وہ ہم تمکو دینگے
جس سے تمکو تسلی ہوگی یہ ایک بڑا بھاری کامیابی کا راز ہے جو کہ ہمیشہ ہمارا
امام ہمیں تلقین کرتا رہا اور حضرت خلیفۃ المسیح کا تو وظیفہ ہی یہ ہے اور قرآن
شریف میں بار بار تکرار ہے اور تمام انبیاء و اولیاء و صادقین کا یہ ہی
کام رہا اور اسی سے وہ کامیاب ہوئے کثرت ہی استغفار سے
کام لو اور درود شریف بھی شکر میں ورد زبان کرو اور ورد دل سے نہ کر
اس طرح پڑھتے رہو کہ دو ہزار تسبیح پڑھی مگر حلق سے نیچے نہ اتری سورۃ نوح
غور سے پڑھو قرآن شریف پر عمل ہو تقوے پر ایسا بھر کر چنگل مارو کہ جس
سے ضرور کامیاب ہو جاؤ دیکھو ایک دوسرے موقعہ پر ہمارے محسن آقا پیر
مخبر صادق جری اللہ فی حلل الانبیاء رسالہ الوصیۃ میں کیا ارشاد فرماتے
ہیں تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے
پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکوگے
تو دیکھو میں خدا کے منشا کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم

برگزیدہ ہو جاؤ گے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اسکی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تاکہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر کرے کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کیساتھ پیش آؤ ہر ایک نیکی کی راہ اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانیکا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اسکی طرف توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں انکے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پائیں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اسکی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی باتوں پر ایمان رکھے یہ ہے تعلیم جو ہمارا امام پیش کر گیا ہے۔ اگر ہم صرف آپکی کتابیں ہی پڑھیں تو کافی ہیں مگر عمل ایمان کیساتھ لازم و ملزوم ہے سے اے درنغ تمہیں عمل کی توفیق نہ دی ہو۔ اور عمل کا زینہ تو بیان ہو نہیں سکتا اے میرے ہادی خدا تو ہم کو وہ طور گیا۔ ہم کو مظفر و منصور کر اور جو ہمارے لئے سہل ترین راہ ہے جسے چلنے کی وہ ہمارے دلوں میں ڈال اور ہمکو اپنا ہی بنالے۔ آمین

{ فرخ معلوی

آزادی

گذشتہ پرچے میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ جسے عام لوگ آزادی کہتے ہیں وہ آزادی نہیں ہے بلکہ آزادی کچھ اور ہی چیز ہے اور میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ انسان کے لیئے بڑی بڑی پابندیوں میں رہنا ضروری ہے اگر کسی انسان کا کسی دنیوی افسر کیساتھ تعلق ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں بڑا آزاد ہوں مثلاً ایک شخص کا کسی ڈپٹی کمشنر کے ساتھ تعلق ہو تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں اس ضلع میں آزاد ہوں یہ ضلع میرا ہے جو چاہوں کروں اسی طرح اگر کسی شخص کا بادشاہ سے تعلق ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ بس ملک ہندوستان میں جو چاہوں کروں میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔

پھر اگر کسی شخص کا خدا تعالےٰ سے تعلق ہو جو تمام دنیا کا مالک و خالق ہے تو وہ کیسا خوش اور آزاد رہ سکتا ہے ایک شخص نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا تھا کہ مجھے کوئی نیک عمل بتائیں جسکی بنا پر میں نجات پا سکوں آپ نے فرمایا خدا سے ڈر اور سب کچھ کر یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے جو اپنے اندر معرفت کا خزانہ رکھتا ہے اگر انسان اس فقرہ پر غور کرے تو وہ بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ ظاہر طور پر ہم آزادی کے حامیوں کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہتوں کی اطاعت کی بجائے صرف ایک ہی کی فرمانبرداری کافی ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر غور سے

دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ صرف خدا تعالیٰ کی اطاعت ہی انسان کو متقی صالح شہید اور نبی بنا سکتی ہے کیونکہ یہی ایک چیز ہے جو انسان کو نیک بنا سکتی ہے اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

جس انسان کو یہ علم ہے کہ خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ وہ کبھی کوئی برائی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا خدا حاضر و ناظر ہے جب میں کوئی برائی کرونگا وہ فوراً گرفت کریگا۔

قرآن کریم میں آیا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں یعنے دنیا بھی اسکے لئے جنت ہو جاتی ہے اور دوسرا جہان بھی جنت ہوگا ایک شخص کو اس سے بڑھکر کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ وہ اس دنیا میں ہی جنت حاصل کرے اور پھر ابدی نجات حاصل کرکے ابدی جنت کا حقدار بن جاوے غرض خدا تعالے کے ڈر سے انسان اس مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جو اسکی پیدائش کی اصل غرض ہے اب غور طلب امر یہ ہے کہ اس فقرہ پر کس طرح عمل ہو سکتا ہے۔ یا انسان کس طرح خدا تعالے کیساتھ تعلق پیدا کر سکتا ہے سو یاد رہے کہ اسکا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ مذہب ہے ہر شخص خدا تعالے سے محبت کرنا چاہتا ہے۔ اسکا فرض ہے کہ وہ کسی مذہب کی پیروی کرے یا ایسے طریقوں پر عمل کرے جس کے ذریعہ سے خدا حاصل ہو جاوے اور انہی طریقوں کو مذہب کہتے ہیں۔

ایک امر یہ بھی غور طلب ہے کہ آیا تمام مذاہب انسان کو خدا تعالے سے ملا سکتے ہیں یا ان میں سے خاص خاص مذاہب یہ راستہ بتا سکتے

ہیں اور یا کہ ایک ہی مذہب میں ایسی خاصیت ہے تمام انسان پہلی حالت کو غلط ثابت کرتے ہیں کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ جس مذہب کا میں پیرو ہوں اسی مذہب کی ترقی ہو اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ چونکہ ایک انسان یہ دیکھتا ہے کہ میں راہ راست پر ہوں اسلئے وہ کوشش کرتا ہے کہ اسکے دوسرے ہم جنس بھی راہ راست پر آجاویں اگر وہ سمجھتا کہ دوسرے بھی راہ راست پر ہیں تو انکو اپنے مذہب پر لانیکی اس قدر کوشش نہ کرتا غرض اس بات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مذہب والا یہی سمجھتا ہے کہ ایک ہی مذہب ہے جو نجات دلا سکتا ہے۔ اور وہ وہی ہے جسکا میں پیرو ہوں اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ نہ تو تمام مذاہب اور نہ چند خاص مذاہب منجات دہ ہو سکتے ہیں بلکہ صرف ایک ہی مذہب ہے جو انسان کو اپنے اصلی مقصد پر پہنچا سکتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا مذہب ہے جو خاص تاثیرات اپنے اندر رکھتا ہے اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ہم معلوم کرتے ہیں کہ ایک مذہب تو کہتا ہے میری سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش میں خدا نے میرے پیروؤں کیساتھ کلام کیا تھا اور پھر اسکے بعد خدا تعالےٰ نے کلام کرنا چھوڑ دیا ہے دوسرا مذہب کہتا ہے کہ یہ غلط ہے اسکے بعد بھی خدا نے باتیں کی ہیں لیکن سوائے ایک مذہب کے باقی سب مذہب یہی کہتے ہیں کہ ایک وقت تک خدا باتیں کرتا رہا پھر خاموش ہو گیا۔ بخلاف اس کے مذہب اسلام ہمیں یہ سکھلاتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے باتیں کرتا رہا ہے۔ اب بھی کرتا ہے۔ اور آیندہ بھی ہمیشہ تک وہ باتیں کرتا رہیگا اور اگر کوئی شخص اس بات کا انکاری ہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ میری اطاعت

کیے اور پھر دیکھے کہ خدا تعالیٰ اس سے باتیں کرتا ہے کہ نہیں۔

اب ایک عقلمند انسان نزرپ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ کونسا مذہب سچا ہے اور کونسا مذہب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور کونسا مذہب انسان کو اسکی زندگی کے اصلی مقصد تک پہنچا سکتا ہے!

ایک اور بات بھی قابل غور ہے اور وہ یہ کہ اسلام میں بہت سے فرقے ہیں اور ان میں سے ہر ایک یہی کہتا ہے کہ اصل اسلام کا پیرو میں ہوں سو وہ اصل جو میں نے ثبوت اسلام کی سچائی کا دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں پیش کیا تھا وہی اسلام کے اندرونی فرقوں کی پہچان کے لئے میں اسوقت پیش کرتا ہوں یعنے سوائے ایک فرقے کے باقی سب کا یہی دعوے ہے کہ خدا تعالےٰ نے اب کلام چھوڑ دی ہے اور صرف ایک ہی فرقہ ہے جو اسبات کا مدعی ہے کہ خدا تعالےٰ نے کلام کرتا ہے اور ابد تک کرتا رہیگا

پس نتیجہ ظاہر ہے جو فرقہ یہ دعوے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے وہی برحق ہے اور اسی کی ہی اطاعت کرنی چاہیئے خلاصہ یہ کہ جو شخص حقیقی آزادی چاہتا ہے اسکے لیے ضرورت ہے کہ سچے خدا کی اطاعت کرے جو ایک اکیلا ہی ہے اور ہر ایک چیز پر قادر ہے!

(اسسٹنٹ اڈیٹر)

ایک اپیل

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ رسالہ تشحیذ الاذہان کی چوتھی جلد کے دس پرچے قبل ازیں شائع ہو چکے ہیں اور یہ گیارھواں نمبر ہے اسکے بعد ایک پرچہ اور شائع ہونیکے بعد یہ جلد بھی ختم ہو جائیگی گویا کہ یہ رسالہ اپنی عمر کے چوتھے سال کے اختتام پر ہے اگرچہ چار سال کا عرصہ ایک بہت بڑا عرصہ ہے مگر اسوقت تک اسکے خریداروں کی تعداد ایکہزار تک بھی نہیں پہنچی بلکہ ایکہزار کے نصف سے کچھ زیادہ ہے یعنے سوا چھ سو کے قریب ہے ایسی حالت میں ناظرین رسالہ خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ رسالہ اپنے اخراجات کا کیونکر متکفل ہو سکتا ہے ایسی حالت میں اگر خریداران رسالہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاؤں تو بیجا نہ ہوگا لہذا میں اس مختصر سے نوٹ کے ذریعہ تمام خریداران کی خدمت میں خصوصیت سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی ضرور مدد فرما کر ممنون فرمائیں؛

میری اس عرض کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں مالی امداد چاہتا ہوں۔ بلکہ رسالہ کے خریداروں کی زیادتی چاہتا ہوں اور آپکو خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ جہانتک ہو سکے اسکی خریداری کے بڑہانے کی طرف ضرور توجہ فرمائیں یہاں پر میں ممبران تشحیذ الاذہان کی توجہ کو اسطرف خصوصیت سے مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مزید بالضرور اسطرف توجہ فرمائیں؛

میں اسجگہ ناظرین کی تسلی کیلئے یہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ انجمن تشحیذ الاذہان بھی بیفکر نہیں ہے بلکہ وہ خاص طور پر اس کوشش میں مصروف ہے کہ جہانتک ہو سکے اس رسالہ کو ترقی دیجاوے چنانچہ مزید انتظام کے لیے ایک نائب ایڈیٹر مقرر کیا گیا ہے تاکہ وقت پر رسالہ شائع ہوا کرے پھر آیندہ نمبر خرچ کثیر کرکے پانچہزار تعداد میں شائع کرنیکا ارادہ کیا گیا ہے تاکہ بہت سا نمونہ مفت تقسیم کیا جاوے اور خریداروں کے بڑھانے کی کوشش کیجاوے جبکہ انجمن تشحیذ الاذہان اس رسالہ کی ترقی کے لیے خاص طور پر کوشش کر رہی ہے تو میرا یہ فرض ہے کہ ناظرین رسالہ کو بھی اس طرف متوجہ کروں تاکہ ہر دو کے اتفاق سے زیادہ مفید صورت پیدا ہو جاوے

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

مبارک

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا کے ہاں ۱۵-۱۶- نومبر کی درمیانی شب کو لڑکا پیدا ہوا - اللہ تعالےٰ اس کی عمر لمبی کرے اور اسکو دین اسلام کی خدمت کیلئے خاص جوش عطا فرمائے میں اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت ام المومنین حضرت امیر المومنین اور تمام جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

اسسٹنٹ ایڈیٹر

انجمن تشحیذ الاذہان
کا
چوتھا سالانہ جلسہ

مین نے گذشتہ نمبر رسالہ تشحیذ الاذہان کے ذریعہ ممبران تشحیذ الاذہان کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ آیندہ سالانہ جلسہ پر پہنچنے کے لیئے وہ ضرور بالضرور کوشش کریں اس رسالہ کے بعد جو پرچہ شائع ہوگا وہ انشاء اللہ تعالیٰ عین سالانہ جلسہ پر شائع ہوگا اسلیئے اس پرچہ کے ذریعہ مین تمام احمدیہ پبلک کی خدمت میں آخری دفعہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک ایسے جلسہ کو جسکی بنیاد انکے آقا نے ڈال رکھی ہے ضرور بارونق و کامیاب بنانیکی کوشش کرے اور پھر میں خصوصیت کیساتھ انجمن تشحیذ الاذہان کے ممبروں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اس سالانہ جلسہ پر ضرور تشریف لائیں۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۲۲، ۲۳ و ۲۴ تاریخ کو ہوگا چونکہ ۲۵ دسمبر کے بعد واپسی شروع ہوجاتی ہے اس لیئے

انجمن تشحیذ الاذہان کا چوتھا سالانہ جلسہ ۱۱ ذی الحج ۱۳۲۷

مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کو ہوگا امید ہے کہ ناظرین اس جلسہ کو بارونق بنانیکی کوشش فرمائینگے۔

سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان

جَزَاءُ الاِحسَان

سنا گیا ہے کہ پچھلے دنوں میں احمد آباد و علاقہ بمبئی میں بعض غداروں نے حضور گورنر صاحب بہادر پر دو وار بم کے گولوں کے کئے مگر خدا تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ حضور ویسرائے اس حملے سے بالکل محفوظ و مامون ہو سخت افسوس کی بات ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے اس قدر احسانات کو دیکھتے ہوئے بھی شریر لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے جس امن اور چین سے ہندوستان کے باشندے رہتے ہیں اگر اس کا مقابلہ اپنے ہم قوم بادشاہوں کے زمانہ بادشاہت سے بھی کریں تو بے اختیار گورنمنٹ کی تحسین کرنی پڑتی ہے اگر اس قسم کا حملہ کرنے والوں میں شکر گزاری کا مادہ ہوتا اور عقل سلیم رکھتے ہوں اور محسن کے احسانات کو سمجھ سکتے ہوں اور انکے دل درندوں اور جنگلی جانوروں کی طرح سخت نہ ہو گئے ہوں اور انسانی قوٰے اور اخلاق کے صفات حسنہ مر نہ گئے ہوں اور چشم بینا اور گوش شنوا رکھتے ہوں تو کبھی بھی وہ ایسے فعل کے مرتکب نہیں ہو سکتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بیجا جوش اور بے سبب غضب نے ان لوگوں کی آنکھیں بند کر دی ہیں اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے افعال انسانی اخلاق کو کس قدر گرے ہوئے ہیں اور یہ انکی حرکتیں شرفاء کی نظر میں کس قدر مذموم ہیں ہمارے حضرت مسیح موعود و خلیفۃ المسیح نے اپنی جماعت کو منع کرتے رہے اور اپنی زندگی میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی کہ جس میں عام مسلمانوں کو عموماً اور اپنی جماعت کو خصوصاً گورنمنٹ کے خلاف آواز بلند کرنیوالی انجمنوں اور سوسائٹیوں کی شرکت سے باز رہنے کی تاکید نہ فرمائی ہو چنانچہ اس نصیحت کی قدر اب آپکے آپ ظاہر ہو رہی ہے. اور زمانہ پکار پکار کر شہادت دے رہا ہے

کہ اس خدا کے مامور کی زبان سے نکلا ہوا ہر ایک لفظ سچا اور درست ہے یہ تمام وارداتیں
جو بم کی یا ڈکیتیوں کی صورت میں ہو رہی ہیں یہ سب اس نصیحت پر عمل نہ کرنیکی وجہ سے ہی ہو رہی ہیں
اگر لوگ گورنمنٹ کی عزت اور وقعت کا خیال رکھتے اور ان ایجیٹیشنوں سے بچتے تو آج
ہندوستان میں ایسے غدار نہ ہوتے لیکن بدبختی جب آتی ہو تو پہلے انسان کی آنکھیں بند کر
دیتی ہے۔ اور باوجود دیکھنے کے وہ اندھا ہوتا ہے۔ یہی حال آجکل ہندوستان میں
بعض شریر لوگوں کا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انکے فعل مذموم ہیں۔ وہ محسن کشی کر رہے
ہیں۔ وہ تباہی کے گڑھے کی طرف جا رہے ہیں ہلاکت انکے لیے ہاتھ پھیلائے کھڑی
ہے اور بدبختی انکے انتظار میں ہے۔ مگر پھر بھی اپنی چال کو سست نہیں کرتے ایسے
لوگ جنگلی درندوں سے بھی زیادہ سخت دل ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے محسن کا احسان تو مانتے
ہیں چیتا اپنے رکھوالے کی رعایت کرتا ہے۔ اور کتا جب پاگل ہوتا ہے تو اپنے گھر
والوں کو نہیں کاٹتا مگر یہ لوگ کچھ ایسے اپنے آپے سے باہر ہوتے ہیں کہ ڈسنے میں بھی کس کو
ایسی محسن اور منعم گورنمنٹ سے کہ جس نے انکے عیش آرام کے لیے ہزاروں نہیں لاکھوں
اسباب مہیا کیے ہیں قرآن شریف فرماتا ہے کہ هل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی
جو شخص تجھ پر احسان کرے اسکا بدلہ احسان ہی ہے اور اس کو کبھی غداری نہ کرو
یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس ہمیشہ اپنی جماعت کو گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم دیتے رہے
اور میں بھی اس موقعہ پر اپنی جماعت کے کل احباب کو حضرت کے حکم کیطرف پھر توجہ دلانا ضروری
سمجھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ ہر جگہ اس قسم کے مفسدوں کی بیخکنی کی کوشش کرینگے اور
گورنمنٹ کا اس کام میں ہاتھ بٹائینگے کیونکہ یہی ایک راہ ہے جس سے وہ خدا اور رسول کو خوش
کرسکتے ہیں پس جو شخص بھی گورنمنٹ برطانیہ کے برخلاف کارروائی کرتا ہے وہ حضرت مسیح موعود
کی جماعت میں نہیں رہ سکتا اب میں اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں
کہ وہ ہمیں اس محسن گورنمنٹ کے وجود کی قدر پہچانے اور اسکی طاقت کو مضبوط کرے اور اسکے
دشمنوں کو نابود کرے آمین یا رب العالمین۔ خاکسار مرزا محمود احمد

رسیدات زر بابت ماہ شوال ۱۳۲۶ھ

قیمت سال	۷۰۸ میاں حسین علی صاحب عہ	[illegible] برکت علی صاحب سہ
۵۶۳ شیخ عطاء اللہ صاحب عہ	۶۶۶ حمید اینڈ کو عہ	لائبریری
۶۱۵ منشی خلیل الرحمن صاحب عہ	۴۰۲ میاں تفضل حسین صاحب عہ	سیٹھ [illegible] ابراہیم [illegible] بمبئی
۳۴۶ میاں محمود خان صاحب عہ	۶۱۲ شیخ عبد القادر [illegible] صاحب عہ	جماعت شملہ
۵۱۸ شیخ مولا بخش صاحب عہ	۵۰۴ [illegible] امام بخش صاحب عہ	سردار آغا بخش صاحب
۵۷۴ بابو حبیب الرحمن صاحب عہ	۶۲۳ بابو محمد [illegible] خان صاحب عہ	بابو نیاز محمد صاحب عہ
۶۲۸ میاں محمد سلیمان صاحب عہ	۵۵۰ مولوی محمد [illegible] صاحب عہ	میر محمد اسحق صاحب قادیان عہ
۴۰۹ منشی عبد الخالق صاحب عہ	۵۶۶ چودھری برکت علی صاحب عہ	چندہ ممبری
۵۱۵ نیاز احمد صاحب ۸	۳۰۲ منشی ذوالفقار علی صاحب عہ	شیخ محمد تیمور صاحب لاہور سے
۵۲۹ چودھری حاکم علی صاحب عہ	۲۰۳ سید بہادر علی شاہ صاحب	میاں محمد صادق صاحب
۴۴۹ منشی عزیز الرحمن صاحب عہ	۸۰ بابو فیروز الدین صاحب عہ	میر محمد اسحق صاحب
۱۴ حکیم فضل الدین صاحب عہ	۲۲۲ منشی غلام یٰسین صاحب	
۵۴۴ منشی کریم بخش صاحب عہ	[illegible] صاحب [illegible] عہ	
۵۶۱ میاں علم الدین صاحب عہ	۵۴۲ میاں تصدق حسین صاحب عہ	

سبب سے جو بیماریاں پیدا ہوتی رہیں وہ یہ ہیں۔ مالیخولیا۔ مراق۔ نسیان۔ کمی خون دل کا دھڑکنا۔ بدن کا دُبلا پن۔ استرخار۔ خصیتین۔ نقصان شہوت جماع۔ دردِ سر سر کا چکرانا۔ ہاتھ پاؤں کی سوزش۔ غمگینی۔ ناامیدی۔ کسل۔ خوف۔ وحشت بیخوابی۔ آواز میں ضعف۔ بینائی کا کم ہوجانا۔ کانوں میں آواز۔ قبض۔ ہضم کی خرابی وغیرہ۔

اس جانستان مرض کے لیئے ایک کشتہ بہت محنت و کوشش سے طیار کیا ہے جسکو بہت مریضوں پر آزمایا ہے خدا کے فضل سے مفید پایا ہے جو صاحب چاہیں ہم سے منگوا سکتے ہیں۔ علمی فوائد اور محنت کے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھا سکے قیمت فی تولہ عہ۔ جو آدمی غریب ہو خدا کو ذکر لکھے گا کہ میں غریب ہوں اسکے ساتھ انشاء اللہ رعایت کی جاوے گی محصول ڈاک بذمہ خریدار

الراقم عبد الرحمن کاغانی قادیان شفاخانہ خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین صاحب [illegible]

جلد ۴

نمبر ۱۲

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے (عمہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۷ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ دسمبر ۱۹۰۹ء

باہتمام شیخ عبدالرحیم صاحب منیجر ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۷ ہجری کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

فلاحت

رسالہ فلاحت جسکی نسبت میں پہلے بھی کچھ لکھ چکا ہوں امید ہے کہ انشاء اللہ جلدی میں شائع ہو جائیگا میں پھر ایک دفعہ ناظرین کی توجہ اس طرف مائل کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ہندوستان کا بار زیادہ تر جو علوم سے غفلت کی وجہ سے صنعت و حرفت اور زراعت کے فنون میں ہندوستانی علمی پہلو سے بالکل غافل ہیں ایسے وقت میں ایسے مفید اور قابل قدر رسالہ کا نکلنا خوش قسمتی سمجھنا چاہئے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس قسم کے علمی کاموں میں حصہ لیں اور مددین ہیں امید کرتا ہوں کہ ناظرین اس رسالہ کی خریداری سے اپنے بابت ایڈیٹر اور فن زراعت کی تقویت کرینگے مجھے ذاتی طور پر معلوم ہوا کہ سردار صاحب نے زراعت کے فن میں اپنے علم سے فائدہ اٹھا کر جو کہ ہندوستان اور انگلستان میں آپ نے حاصل کیا ہے بہت سے ایسے قواعد معلوم کئے ہیں جنکے ذریعہ سے ہزاروں کی آمدن ہو سکتی ہے زمیندار صاحبان کو خاص طور سے توجہ کرنی چاہئے رسالہ کے نمونہ سردار اسد اللہ صاحب زمیندار انعام آباد ڈاکخانہ جنیانوالہ ضلع گوجرانوالہ [illegible]

ریویو

ضرورت زمانہ

یہ کتاب ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی ایس سی کی تصنیف کردہ ہے اور واقعی بہت لطیف ہے میں نے اس کو پڑھا ہے اور میرے خیال میں ابتدائی تعلیمیت کے لئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے سوال و جواب کے رنگ میں چونکہ لکھی گئی ہے اسلئے طلباء کو سمجھنے میں بہت آسانی کی امید ہے اس کتاب میں بڑے بڑے سوالوں کو خوب ہی خوبی سے مختصر لفظوں میں حل کر کے لکھ دیا ہے امید ہے کہ طلباء اس سے ضرور فائدہ اٹھائینگے۔ اور چونکہ واقعی ضرورت زمانہ کے مطابق ہی یہ کتاب لکھی گئی ہے جیسے کہ سب جانتے ہیں کہ آجکل ضرورت کا کس قدر جوش ہے اس لئے اس کا پڑھنا اور پڑھانا بہت مفید ہو سکتا ہے ؞

مرزا بشیر الدین محمود احمد (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

التماس ضروری

جن احباب کی خدمت میں یہ پرچہ بطور نمونہ بھیجا گیا ہے اُن کی خدمت میں باادب التماس ہے کہ براہِ مہربانی وہ بہت جلد اس پرچہ کی خریداری کی اطلاع دفتر میں بھیجدیں۔ اور اگر کسی وجہ سے خریداری نامنظور ہو تو بہت جلد ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ سے اطلاع دیں تاکہ رسالہ کو زیر باری نہ اٹھانی پڑے۔ جن صاحبان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملے گی اُن کی خدمت میں جنوری کا پرچہ وی پی کیا جائے گا۔

نوٹ:۔ خریداران رسالہ کی خدمت میں بھی آیندہ پرچہ برائے وصول قیمت ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء بذریعہ وی پی ارسال ہوگا کیونکہ سال رواں اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ جو احباب وی پی کے لیئے تیار نہ ہوں وہ فی الفور خاکسار کو مطلع فرماکر ممنون فرمائیں۔ تاکہ کسی قسم کا حرج نہ ہو۔

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان دارالامان۔

سال آئندہ

خدا کا شکر ہے کہ یہ سال کامیابی کے ساتھ گذر گیا۔ آئندہ کے لیئے انتظام اور بھی پختہ کیا گیا ہے اور امید ہے کہ خدا کے فضل سے ناظرین کی تسلی کا باعث ہوگا۔ ہم مختصر طور سے ناظرین کی دلچسپی کے لیئے اس موقعہ پر یہ لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ آئندہ سال انشاء اللہ ہر ایک پرچہ میں ایک مضمون مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھکر انکے جواب میں ہوگا اور دیگر بہت لطیف مضامین جو امید ہے کہ عام طور سے مفید ثابت ہونگے۔ مثلاً ایک مضمون خلق مادہ پر ہوگا جس میں کہ خوب مفصل طور سے قرآن شریف کا اس بارہ میں دعویٰ اور پھر قرآن شریف سے ہی دعوے کے دلائل اور پھر وید کی اس معاملہ میں رائے بیان کی جائے گی اور انکے علاوہ جو اعتراض مادہ کو مخلوق ماننے کے عقیدہ پر کیئے جاتے ہیں انکا جواب دیا جائیگا اور سب کے آخر میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مادہ کو انادی ماننے کر کیا کیا نقائص پیش آتے ہیں اس مضمون کے علاوہ ایک مضمون انشاء اللہ حفاظت قرآن پر ہوگا جسمیں اُن اعتراضات کا جواب دیا جائیگا کہ جو اس سال آریہ مسافر جالندھر میں حفاظت قرآن پر کیئے گئے ہیں اور تیسرا مضمون زردتشتی مذہب پر ہوگا کہ جس سے ہندوستان کے اکثر لوگ ناواقف ہیں وغیرہ وغیرہ پہلا مضمون امید ہے کہ انشاء اللہ فروری یا مارچ کے پرچہ میں شروع ہو جائے گا اور باقی دو انکے بعد۔ وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم۔

(ایڈیٹر)

یادِ مسیحؑ

{ یہ وُہ یادداشتیں اور چند شعر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کاپی سے ناظرین کی دلچسپی کے لیے رسالہ میں درج کیے گئے ہیں خدائے تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاءاللہ کبھی کبھی آیندہ بھی درج کرتے رہیں گے۔ (ایڈیٹر) }

(۱) خدائے تعالیٰ کی حدود کو توڑنا سخت بے ایمان کا کام ہے۔ خدا ترس انسان کو اگر کوئی شخص گناہ کی طرف رغبت دے جیسا کہ زلیخا نے یوسف کو دی تو وہ بھی کہے گا۔ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اور وہ شخص خدا کے مخالف کیونکر بدی میں پڑ سکتا ہے کیونکر وہ جانتا ہے۔ کہ ایسے محسن کے احسانات کا لحاظ نہ رکھنا اور اسکو ناراض کرنا سخت بدذاتی ہے۔ علاوہ اسکے وہ قادر ہے۔ کہ ایک ہی رات میں اندھا کر دے یا مجذوم کر دے یا کوئی ایسی درد انگیز بیماری لگا دے کہ دن رات چلانا کام ہو اور زندگی جہنمی بن جائے۔

(۲) انسان کے اخلاص کی ایک یہ بھی نشانی ہے۔ کہ وہ حاضر اور غائب اور غضبناک اور حلیم ہونے کی حالت میں ادب سے باہر نہ جائے اور اپنے احباب کا اس طرح پر ذکر کرے۔ کہ جس طرح وہ ان کے حضور میں ذکر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ منافق اور منکر کی نشانی ہے۔ کہ دو رنگی اختیار کرے اور ایسا آدمی اُس پانی سے مشابہ ہے۔ جس کے نیچے بہت سا گوبر ہو۔ اور ادنےٰ تغیر سے وہ گوبر اوپر کی سطح میں آجاوے۔

اشعار

کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں ٭ ہمنے سوسو طرح سے سمجھایا
اس غرض سے کہ زندہ یہ ہوویں ٭ ہمنے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا
بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے ٭ آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

از طمع جستیم ہر چیزے کہ آں بیکار بود
خود فزو کردیم ورنہ اندکے آزار بود

تو خواہی طب یا خود مردہ می باشش ٭ کہ ہرمانیست خبر ہشیار کردن
فضولی باشد اندر وقت مستی ٭ حدیث مردم ہشیار کردن
فضولی ہست با گیسوے مشکیں ٭ حدیث از تبت و تاتار کردن
پس از مردن شود معلوم ہشیار ٭ خلاف رائے سلطاں کار کردن
کمر بستن برائے خدمت بت ٭ نشانش بریدن زنار کردن
نکوئی خوب اے نامہرباں یار ٭ پس از اقرار ہا انکار کردن
فضولی ہست پیش روئے آں یار ٭ حدیث از گلبن پر خار کردن
رہ نیکاں گرفتن ہیچ نیکاں ٭ زفکر باطل استغفار کردن
بالفاظ سخن پیچیدن از جہل ٭ ز فکر اندر تہ اسرار کردن
بخواب موت آں شخصے کہ خسپید ٭ نمی برخیزد از بیدار کردن
سر از فرمان آں حاکم مپیچ دار ٭ کہ دارد قدرت بردار کردن
بباید جست از مردان حق دین ٭ ز میل و طمع دیندار کردن
بگوی ہر چہ ماند غیر معلوم ٭ سوالش از اولی الابصار کردن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھو الناصر

نحمدہٗ و نصلی علٰے رسولہ الکریم

دینِ حق

اسوقت جو میں یہ مضمون لکھنے لگا ہوں اس سے میری یہ غرض نہیں کہ کسی مذہب کی بُرائی بیان کروں یا کسی فرقہ کے اصول پر نکتہ چینی کروں یا کسی گروہ کی عیب گیری کروں یا کسی جماعت کی کمزوری آشکار کروں یا کسی سلسلہ کے نقائص پر روشنی ڈالوں بلکہ اس مضمون سے میری غرض اور منشار اور ارادہ اور خواہش اور تمنا اور مدعا یہ ہے اور صرف یہی ہے کہ طالبانِ حق کے سامنے اُس سچائی اور حقیقت اور معرفت اور روشنی اور نور کو ظاہر کروں جو ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اندھے کو آنکھیں بخشتا ہے اور بہرے کو کان عنایت کرتا ہے اور بیمار کو شفا دیتا ہے اور جو بحر گناہ میں ڈوبنے والے کو قعر ضلالت سے نکالکر صداقت کے سورج کی تپش میں لا بٹھاتا ہے اور اندھے کوئیں میں گرے پڑے انسان کو معرفت الٰہی کے پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر لاکر کھڑا کر دیتا ہے۔ اور وہ اسلام ہے کہ جسکی بدولت ہزاروں نہیں لاکھوں وحشی درندوں سے انسان اور انسان سے باخدا انسان بن گئے۔ یہی وہ چشمہ ہے کہ جس سے بے انتہا مخلوقات نے نہ صرف اپنے گلوں کو تر کیا اور شدت پیاس کو بجھایا بلکہ اپنے عزیزوں اور کنبہ داروں اور

قریبیوں اور دوستوں اور آشناؤں اور واقفوں کو بھی سیر کیا اس پاک مذہب کے دسترخوان پر جو بیٹھا اُسنے انعامات آلٰہیہ کے لطیف اور لذیذ کھانوں کو چکھا ہی نہیں بلکہ اُن سے سیر ہوا۔ غرض لاکھوں نہیں کروڑوں نے اس مذہب میں داخل ہوکر اپنی زندگی کا اصل مدعا پالیا اور اُس خالق حقیقی کے بے انتہا فیض و برکات حصہ لیا کہ جنکو طالبان حق اپنے مال اپنی جان اپنی عزت اپنی آبرو اور اپنی بڑائی سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور جن کی خواہش میں لاکھوں باصفا انسان دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر دیوانہ وار پھرتے رہیں۔

یہ بات ظاہر ہے اور ایک شخص اسے سمجھ سکتا ہے کہ سچا مذہب وہی ہے جو خدائے تعالیٰ تک مخلوق کی رہنمائی کرے اور اُس درمیانی پردہ کو اٹھا دے جو عابد و معبود میں حجاب کا کام دیتا ہے۔ اور اپنے اندر ایک ایسی طاقت رکھتا ہو کہ اُن تمام رکاوٹوں کو جو انسان اور خدا کے درمیان حائل ہوں دُور کردے اور اپنے ماننے والے کو گناہوں سے نکالکر نیکی اور تقویٰ کے دریا میں غوطہ دے اور کمزور انسانوں کو ایسی طاقت عنایت کرے کہ وہ شیطان کے پنجہ سے نکل جائیں اور اُسکا اُنپر کوئی تسلط نہ رہے اور اُن کے دلوں میں رعب حق اسقدر بٹھاسے کہ وہ گناہوں کے پھندوں کو مکڑی کے جالوں کی طرح توڑ پھوڑ کر آزادی کی ہوا کھانے لگیں اور خدائے تعالیٰ کی محبت اور عشق کو اُنکے قلوب میں ایسا قائم کردے کہ گویا انسان ہر وقت خدائے تعالیٰ کی معرفت میں ڈوبا ہوا ہو اور نور ایمان کی روشنی سے اُسکی زیارت میں مشغول ہو اور صفائی باطن کی آنکھوں سے اُسکو دیکھ رہا ہو اور مخلوق کو خدائے تعالیٰ میں ہوکر مشاہدہ کرتا ہو اور پھر وہی بات ہر گھڑی اُس کے مد نظر ہو غرض کہ فنا فی اللہ ہو جائے اور وہ زندگی اُسکو نصیب ہو کہ وہ

ہر ایک چیز کو اپنی آنکھوں سے نہیں بلکہ خدا کی آنکھوں سے دیکھے۔

اور جو مذہب ایسا ذکر تا ہو اور اُس میں یہ طاقت ہی نہ ہو کہ وہ انسان کو جو ہر وقت محبت کی تلاش میں رہتا ہے خدا کی دائمی محبت کے چشمہ سے پانی پلوئے اور اُس سوزِ فراق کو جو محب کو اپنے محبوب کی جدائی میں ہوتا ہے وصل کی ٹھنڈک سے سرد کرے اور طالب کو مطلوب کا پتہ دے اور گمراہ کو ہدایت دے اور بھولے بھٹکوں کو راہ پر لائے اور طالبانِ دید کو معرفت تامہ کی آنکھوں سے خدائے تعالیٰ کا دیدار کرائے اور اُس کی سچی صفات کو بیان کرکے مخلوق کے دلوں میں اُس کی محبت کا ایک ولولہ پیدا کر دے اور ایک ایسی آگ لگا دے کہ جو دلوں کو پھونک دے اور سینوں کو جلا دے اور دنیا و مافیہا کو خاک کرکے خدا ہی خدا کا جلوہ انسان کی آنکھوں میں ظاہر کر دے اور دنیا کے سامنے وہ تجاویز پیش کرے کہ جن سے فساد دُور ہوں اور دشمنیاں جاتی رہیں اور کینہ اور بغض کی آگ بھسم ہو جائے۔ اور بنی نوع انسان کے لیے وہ امن کا دروازہ کھول دے کہ جس سے اُن پر انعامات و کرامات الٰہیہ کی ہوائیں خوشگوار رنگ میں محبت کی خوشبو کو ساتھ لیے ہوئے چلیں اور وہ اپنے کانوں سے اُس محبوب حقیقی کی شیریں آواز کو سُنیں کہ جس کی ملاقات کی تڑپ مخلوقات کے دلوں میں روزِ ازل سے لگی ہوئی ہے تو ایسا مذہب جھوٹا ہے اور وہ قطعاً خدا کی طرف سے نہیں کیونکہ اُس میں اُس یار یگانہ کی طرف سے کوئی نشان موجود نہیں۔ وہ مردہ ہے اُسکو اختیار کرکے کوئی کیا کرے کیونکہ وہ انسان کو خدا سے ملاتا نہیں بلکہ دُور کرتا ہے اور بنی نوع انسان کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ اُسکو مصیبت میں ڈالتا ہے اور خود اُس کے پیرووں کو اُسکی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔

پس اس کھلے اور صاف معیار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسلام کے سوا اور کوئی مذہب اسپر پورا نہیں اُترتا۔ کیونکہ اسلام قشر نہیں بلکہ ایک خوش ذائقہ مغز ہے اور مردہ نہیں بلکہ زندہ ہے اور نہ صرف خود زندہ ہے بلکہ دوسروں کو بھی زندہ کرتا ہے اور اسکا ثبوت اسکے اصولوں کو دیکھنے سے خوب مل سکتا ہے چنانچہ قرآن شریف اور احادیث کو دیکھنے سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں دلائل اس مذہب کی سچائی کے ملتے ہیں جو سورج سے زیادہ روشن ہیں اور ستاروں سے زیادہ چمکتے ہیں اور چاند سے زیادہ منور ہیں اور جنکے حُسن کو دیکھکر لاکھوں آدمی پروانہ کی طرح فدا ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے۔ مگر چونکہ اس مضمون پر مفصل لکھنا ایک بڑے وقت کو چاہتا ہے اور اُسکے علاوہ اس رسالہ میں اُسکی گنجائش بھی نہیں ہو سکتی کہ میں اس موقعہ پر سورۃ فاتحہ سے مختصر اکچھ باتیں اخذ کرکے یہاں لکھوں گا۔ ہاں امید کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا تو آیندہ اس سلسلہ میں اس قسم کے مضامین جو صرف اسلام کی صداقت ثابت کرنے والے ہوں دیتا رہوں گا۔

سورۃ فاتحہ جسپر میں اسوقت کچھ لکھنا چاہتا ہوں قرآن شریف کی سب سے پہلی سورۃ ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ یہ قرآن شریف کا خلاصہ ہے اور وہ تمام معارف جو کُل قرآن میں مفصل کرکے بیان کئے گئے ہیں اسمیں اجمالاً بیان ہیں۔ اور چونکہ خدائے تعالیٰ غیر محدود ہے اس لیئے اُسکے کلام میں بھی غیر محدود ہی معانی ہوتے ہیں چنانچہ اس سورۃ میں جو جو معانی ہیں اُنپر پورے طور سے احاطہ کرنا تو ایک انسان کی طاقت سے باہر اور محال ہے ہاں فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ جسقدر کسی کو نور قلب عطا ہوا ہو اور جسنے جسقدر تلاش

کی ہو اور اس کو پھر میں کوشش کی ہو وہ اسی قدر فائدہ حاصل کر لیتا ہے چنانچہ اس سورۃ میں خدائے تعالیٰ کے وجود اور پھر اُسکے کلام نازل کرنے اور اسلام کی سچائی کا بڑی وضاحت سے ذکر ہے مگر چونکہ اس موقعہ پر میرے مخاطب وہی لوگ ہیں جو کہ خدائے تعالیٰ کے وجود کے قائل مگر اسلام کے منکر ہیں اسلئے میں وہی ثبوت پیش کروں گا جن سے صداقت قرآن ثابت ہو۔ اور اسکے پہلے میں وہ آیات نقل کر دینی مناسب سمجھتا ہوں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

چنانچہ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ سچا دین وہی ہو سکتا ہے کہ جس میں خدائے تعالیٰ کے اور مخلوق کے تعلق کو مضبوط کیا جائے یعنی وہ مذہب اس پر محبت اور روحانیت سے بھری ہوئی باتیں بتائے کہ جس سے مخلوق کو خود بخود خدائے تعالیٰ سے محبت پیدا ہو اور علاوہ اسکے باقی مخلوقات پر رحم کرنے کا مادہ پیدا ہو۔ اور ایسا مذہب اپنے اندر کچھ نشانی بھی رکھتا ہو۔ اسلام نے ہر ایک پہلو کو خوب واضح کیا ہے چنانچہ اول ہی بات جو اس سورۃ میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو سکھایا گیا ہے کہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے وہ رب العالمین ہے اور اس قابل اور لائق ہے کہ اس کی حمد کیجائے۔ چنانچہ یہ بات ہر ایک عقلمند پر ثابت ہے کہ محبت کے دو ہی طریقے ہیں ایک حسن دوسرا احسان سو اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے دونوں پہلوؤں کو لیا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام کا خدا وہ ہے کہ جو ہر ایک چیز کا ربوبیت کرنیوالا ہے اور اُسے اپنے حدود کے اندر رہتے ہوئے ترقی دیتا اور بدرجۂ کمال تک پہنچاتا ہے چنانچہ ہم جب دنیا پر نظر کرتے ہیں تو ہر ایک چیز میں اس صفت کا جلوہ دیکھتے ہیں اور ایک رائی کے دانہ سے لیکر بڑی سے بڑی چیز تک یہی صفت اپنا کام کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے مثلاً انسان کو

ہی دیکھو ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ یہ ایک نطفہ کی طرح ہوتا ہے اور اسکو ننگی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے بلکہ بغیر مائکرسکوپ کی مدد کے اسکا دیکھا جانا بالکل ناممکن ہوتا ہے پھر اُس حالت سے نکل کر جب یہ رحم مادر میں داخل ہوتا ہے تو ایک وقت گذرنے کے بعد اُس نطفہ کی شکل ایک منجمد خون کی سی ہوجاتی ہے اور جب ایک مدت اور اسپر گذر جاتی ہے تو وہ ایک بوٹی کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اسکے بعد اُس میں ہڈی کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے اور اُسپر گوشت چڑھ جاتا ہے اور اسکے بعد اذنِ الٰہی کی ایسی ہوا اُسپر چلتی ہے کہ وہی بے جان چیز زندہ ہوجاتی ہے اور خدائے تعالیٰ کے عظیم اور بے پایان فیوض کو حاصل کرنیکے لیے تیار ہوجاتی ہے اور اسوقت اُس کی حالت میں پہلی حالت سے زمین و آسمان کا فرق پیدا ہوجاتا ہے چنانچہ اسی ربوبیت کی طرف اشارہ ہے عزّ شانہٗ کا کہ ولقد خلقنا الانسان من سللۃٍ من طین ۔ ثم جعلنٰہُ نطفۃً فی قرارٍ مکین ۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃً فخلقنا العلقۃ مضغۃً فخلقنا المضغۃ عظامًا فکسونا العظام لحمًا ثم انشأنٰہُ خلقًا اٰخر فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔ چنانچہ یہ آیت اسی صفت ربوبیت کی تشریح میں خدائے تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ ہم اس قسم کی ربوبیت کرنیوالے ہیں کہ ایک ذرا سی ناچیز چیز کو جو دیتے ہیں تو اپنی صفت ربوبیت کام میں لاکر کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتے ہیں چنانچہ وہ ابتداءً جو منی میں تھے ہم نے انکو نطفہ اور علقہ اور مضغہ اور پھر ہڈی اور گوشت کی شکلوں میں تبدیل کرتے ہوئے آخر اپنی صفتِ ربوبیت کو بہانتک وسیع کر دیا کہ وہ بیجان چیز جاندار ہوگئی اور ایک نئی ہی مخلوقات بنگئی پس اللہ تعالیٰ کی کیسی کیسی برکات ہیں کہ جن سے ایسی ایسی اعلیٰ اور کامل مخلوقات پیدا ہوتی ہے ۔ غرضکہ یہ تو انسان

کی ایک مثال ہے ہر ایک چیز دنیا کی اس صفت کے ماتحت ترقی کر رہی ہے اور غور کرنیوالے انسان کے لیے کثیر نفع کا باعث ہو سکتی ہے چنانچہ ہم ایک بڑ کو دیکھتے ہیں کہ اسکا بیج ایک رائی کے دانہ کے برابر ہوتا ہے مگر جب خدا تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے ماتحت آتا ہے اور بڑھنا شروع ہوتا ہے تو وہی رائی کے برابر دانہ ایک بڑے درخت کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ سیکڑوں آدمی اُسکے سایہ کے نیچے آرام کرتے ہیں غرضکہ کوئی چیز ہو بے جان ہو کہ جاندار بڑی ہو کر چھوٹی۔ ٹھوس ہو کہ سیال سخت ہو کہ نرم خدائے تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کے نیچے اپنا کام کر رہی ہے اور اگر ایک دم بھی وہ صفت اپنا کام چھوڑ دے تو یک لخت سب کارخانہ برباد ہو جائے۔ چنانچہ سورج سے لیکر شہاب ثاقب تک اور پہاڑ سے لیکر ذرہ تک اور ہاتھی سے لیکر ایک مچھر تک ہر ایک چیز اور مخلوقات کا ایک ایک جزو تیجزو اُسکی ربوبیت کے نیچے ہے اور ہر جگہ پر اور ہر مقام پر اُسکی یہ صفت اپنا کام کر رہی ہے تو پھر ایسا خدا جو اسقدر کامل ہے اور اپنی اس صفت کی وجہ سے نہ صرف حُسن بلکہ احسان میں بھی بے نظیر ہے کہ جسکا مقابلہ کوئی ہستی نہیں کر سکتی تو پھر اُس خدا کی حمد نہ کیجائے تو اور کس کی حمد کرنے پر انسان کا دل مائل ہو سکتا ہے۔ پس الحمد للہ رب العالمین میں خدائے تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ دنیا کی ہر ایک چیز پر نظر ڈالکر دیکھو کہ وہ میری صفتِ ربوبیت کے ماتحت چل رہی ہے اور کوئی چیز بغیر میری مدد کے قائم نہیں رہ سکتی اور کل حسنوں اور کل خوبیوں اور کل نیکیوں اور کل خوبصورتیوں اور کل احسانوں کا منبع میں ہی ہوں۔ اور میری ہی ذات سے یہ تمام کارخانہ چل رہا ہے اور میری صفتِ ربوبیت کے ماتحت ہر ایک چیز کو جو کہ ضروری ہے پیدا کر دیا ہے پس

باوجود اس خوبی اور حسن اور احسان کے کون ہے جو میری حمد سے دل نہ چرائے
پس جیسا کہ انسانی دل حسن و احسان کو دیکھکر بے اختیار محبت سے بھر جاتا ہے
اس آیت کی تلاوت کے ساتھ ہی انسان کا دل خدا کی طرف جھکتا ہے اور اسکی
محبت جوش مارتی ہے اور ایک خود رفتگی پیدا ہوجاتی ہے اور وفورِ عشق
سے ایک ایسا سرور پیدا ہوجاتا ہے کہ جس سے انسان خدائے تعالیٰ کے
احسانات کے ذریعہ خود اسکی ہی زیارت کرلیتا ہے اور دل منور ہوجاتا ہے
اور چونکہ ربوبیت ہر ایک چیز کو جو راستہ کی رکاوٹ ہوتی ہے دور کرتی ہے
اس لئے ایسے شخص کے دل پر ربوبیت اپنا خاص پرتو ڈالتی ہے اور
وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کا دل ایک سکینت محسوس کرنے
لگتا ہے تو ایسے وقت خدائے تعالیٰ کی صفتِ رحمٰنیت اپنا اثر شروع کرتی
ہے اور وہ شخص جو ربوبیت کے اسرار پر واقفیت حاصل کرلیتا ہے خدائے تعالیٰ
کی طرف جھکتا ہے اور اس کا عشق اسکے دل میں بیٹھ جاتا ہے اور تمام دنیا
کے تعلقات توڑ کر وہ بس اُسی کا ہی ہوجاتا ہے اور ہر وقت اُسی کے ذکر
میں مشغول رہتا ہے۔ پس جبکہ ایسی حالت اس کی ہوجاتی ہے تو خدائے
تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں الرحیم بھی ہوں یعنی جو میری راہ میں کوشش
کرتے ہیں اُنکی خاص طور سے مدد کرتا ہوں چنانچہ فرمایا ہے کہ بالمؤمنین
رؤف رحیم اور ایک دوسرے موقعہ پر اسکی اور بھی تشریح کی ہے
کہ حقًا علینا نصر المؤمنین یعنی جب صفتِ ربوبیت سے انسان کا
دل خدا ہی کی طرف جھک جاتا ہے اور اسکی رحمٰنیت کو دیکھکر وہ دنیا
سے قطع تعلق کرکے ہمارا ہی ہوجاتا ہے تو اُسوقت ہم اُسپر صفتِ رحیمیت
کا پرتو ڈالتے ہیں اور وہ ہمارے حضور میں محبوب ہوجاتا ہے اور اُسوقت

کے بعد اُسکی مدد اور دستگیری ہم پر فرض ہو جاتی ہے اور ہم اُسکو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہر میدان اور وادی میں اُس کو فتح دیتے ہیں اور اُس کے مخالفین کو ہلاک کرتے ہیں اور اُس کے دوستوں کو عزت اور اقبال دیتے ہیں اور جو کوئی اُسکا دشمن ہو وہ ہمارا دشمن ہو جاتا ہے اور ہماری غیرت اُس کے لیے بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور ہم اُسکے لیے آسمان سے برساتے ہیں اور زمین سے نکالتے ہیں اور گویا یہ زمین و آسمان ہی نہیں رہتا بلکہ ایک اور زمین اور نیا آسمان ہم اُس کے لیے پیدا کر دیتے ہیں اس کے بعد خدائے تعالیٰ نے مٰلکِ یوم الدین کی صفت بیان فرما کر بتایا ہے کہ جب وہ شخص ہمیں اسقدر پیارا ہو جاتا ہے تو پھر ہم اُسکی شان اور مرتبہ کے مطابق ایک فیصلہ کرتے ہیں کہ جس سے اُسکے مخالفین ہلاک ہو جاتے ہیں اور فتح و نصرت اُن لوگوں کے نام پر ہوتی ہے چنانچہ جیسا موقعہ ہو جسمانی طور سے خواہ روحانی طور سے اُنکو دنیا کا مالک بنا دیا جاتا ہے چنانچہ ایک اور جگہ پر فرمایا کہ الملك يومئذٍ لله يحكم بينهم فالذين اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لهم جنّٰت النعيم۔ والذين كفروا وكذّبوا باٰيٰتنا فاولٰئك لهم عذابٌ مهين یعنی جب انسان ترقی کرتا کرتا ہمارا پیارا ہو جاتا ہے تو ہم اُس کے اور اُسکے مخالفین کے لیے ایک فیصلہ کا دن بناتے ہیں جس میں کہ ہم خاص طور سے اپنا جلال ظاہر کرتے ہیں اور اُنکے درمیان فیصلہ کرتے ہیں چنانچہ جو ہمارے نیک بندے کے احباب ہوتے ہیں وہ تو اُس دن بڑے امن اور چین کی حالت میں ہوتے ہیں اور مخالفین خائب و خاسر ہو کر غم و غصہ اور ناکامی اور ذلت کی آگ میں جلتے ہیں اور یہ دنیا ہی اُنکے لیے دوزخ ہو جاتی ہے

اور مومن اسی دنیا میں جنت کا مزہ چکھ لیتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون یعنی انکو نہ کچھ خوف رہتا ہے اور نہ غم اور وہ خدائے تعالیٰ کی عنایات کا خوشگوار پھل کھاتے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے کہ بہشتی کہیں گے کہ ھٰذا الذی رزقنا من قبل یعنی یہ مزہ تو ہم دنیا میں بھی کامیابی کے رنگ میں چکھ چکے ہیں جو کہ اب کر مکمل طور سے اُٹھا رہے ہیں۔

غرضکہ ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے اوّل تو اپنی کل صفات کا مجملاً ذکر کیا ہے کیونکہ اللہ کا لفظ ہی اُن تمام صفات پر دلالت کرتا ہے جو کہ خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں اور جو ہر قسم کی نیکی پر مشتمل ہیں اور ہر قسم کی بدی سے مبرا ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں مختلف جگہ پر آتا ہے کہ اِنَّ اللہ توّابٌ حکیم اور اِنَّ اللہ رؤفٌ رحیم سورہ نور میں۔ اِنَّ اللہ سمیعٌ علیم انفال میں۔ اور اِنَّ اللہ سمیعٌ بصیر حج میں اِنَّ اللہ شدید العقاب بقرہ میں اِنَّ اللہ عَلّام الغیوب توبہ میں۔ اِنَّ اللہ غفور رحیم مائدہ میں۔ اِنَّ اللہ عفوٌ غفور مجادلہ میں۔ اِنَّ اللہ لھو الغنی الحمید۔ اِنَّ اللہ ھو الرّزّاق ذاریات میں۔ اِنَّ اللہ لقویٌّ عزیز حج میں۔ اللہ یحیی ویمیت آل عمران میں۔ اور پھر الملک القدّوس السّلٰم المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر اور ھو اللہ الخالق الباریٔ المصور له الاسماء الحسنیٰ حشر میں۔ غرضکہ اوّل تو لفظ اللہ میں مجملاً اور پھر ربّ العالمین الرّحمٰن الرّحیم مٰلک یوم الدّین ذرہ کھولکر وہ تمام خوبیاں بیان کردی گئی ہیں کہ جو اللہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں اور

کل بدیوں سے اُسے مبرا کر دیا ہے سو جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں سچے مذہب کی نشانی یہ ہے کہ وہ انسان کو خدائے تعالیٰ سے محبت پیدا کرائے ذکر نفرت سو الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین سے بڑھکر اور کوئی راہ نہیں کہ انسان کو خدا سے تعلق پیدا کروایا جائے۔ کیونکہ انسان فطری طور سے ایسا محبوب چاہتا ہے کہ جو خوبصورت اور خوب سیرت ہو اور کوئی مذہب نہیں جس نے خدا کو ایسا پاک اور پیارا اور حسن دکھایا ہو جیسا کہ اسلام نے بتایا ہے اور چونکہ وہ ہستی جس نے اس کارخانہ کو اس خوبی سے چلا ہوا ہے سب سے زیادہ کامل چاہیئے اور سب صفاتِ حسنہ اُس میں پائی جانی چاہئیں تاکہ وہ ناقص نہ رہ جائے اس لیئے سچے مذہب کا فرض ہے کہ وہ اُن تمام صفاتِ حسنہ کو پیش کرے اور خدائے تعالیٰ کو اصلی اور سچے رنگ میں لوگوں کو دکھائے نہ کہ ایسے رنگ میں کہ ایک معشوق نہایت خوبصورت ہو مگر اُسکی ناک کٹی ہوئی ہو یا اندھا ہو یا بہرا ہو یا کان نہ ارد یا ہاتھ پاؤں سے عاری ہو کیونکہ اگر کوئی مذہب خدائے تعالیٰ کو ایسے رنگ میں پیش کرے کہ اُس میں صفاتِ حسنہ کامل طور سے نہ پائی جائیں یا یہ کہ اُس میں کسیقدر کمزوری رہ جائے یا بدی پائی جائے تو ایسا مذہب بالکل جھوٹا ہے کیونکہ وہ نہ صرف خدا کو ناقص قرار دیتا ہے بلکہ نقص کو مانکر چونکہ خدا کا حادث ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اس لیئے قریباً خدا کا منکر ہی ہے۔ پس جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں خدائے جہان و جہانیان نے اسلام میں قرآن شریف میں اپنی صفاتِ حسنہ آپ ہی بتائی ہیں کیونکہ وہ غیر محدود ہے اور اُسکی صفات کی کنہ اور

اصلیت کو سوائے اُسکے کوئی اور ہستی نہیں پہنچ سکتی کیونکہ اُسکے سوا سب
چیزیں محدود ہیں اور جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں ان مذکورہ بالا
آیتوں میں اُنکا تھوڑا بیان فرمایا ہے اور کوئی نیک صفت نہیں جو کمال
کو چاہتی ہو اور خدائے تعالیٰ میں اسلام نے ثابت نہ کی ہو مگر اس کے
برخلاف دیگر مذاہب میں ایسا نہیں ہے اور اگر ہے تو یہ بارِ ثبوت
ہمارے مخالفین پر ہے کہ اُنکی الہامی کتب نے بھی خدائے رحیم کی صفات
پر ایسی روشنی ڈالی ہے اور اگر ایسا نہیں کیا اور میں دعویٰ سے کہتا
ہوں کہ قطعًا ایسا نہیں کیا تو پھر جبکہ اُنہوں نے خدائے تعالیٰ کی
اُن صفات کو جو انسان سے تعلق رکھتی ہیں بیان ہی نہیں کیا تو لوگ خدائے
تعالیٰ کو سمجھ ہی کیا سکتے ہیں یعنی جبکہ اُنکو بتایا ہی نہیں گیا کہ خدائے تعالیٰ
کون سی ہستی ہے اور اُس میں کونسی صفات پائی جاتی ہیں تو پھر انسان
کو اُس سے تعلق پیدا کرانا کس طرح ممکن ہے ایک چیز جسکا زید کو علم ہی
نہیں وہ اس سے محبت کیونکر کر سکتا ہے لیکن جو ایک چیز ہی نہ ہو اور وہمی
طور سے اُسکی ایک تعریف کرکے انسان اس سے محبت کرنے لگے جیسے
بعض لوگ کیمیا سے۔ لیکن نہیں ہو سکتا کہ ایک چیز کو انسان جانتا ہی
نہ ہو نہ وہمی طور سے نہ علمی طور سے اور نہ یقینی طور سے اور پھر اُس سے
محبت بھی کرے اور تعلق پیدا کرنیکی کوشش کرے۔ پس جبکہ غیر مذاہب خدا
کی صفات پر روشنی ڈالتے ہی نہیں اور اگر ڈالتے ہیں تو اُسکو کمشا
اندھا بہرا یا بے دست و پا بتاتے ہیں تو اسلام کے مقابلہ پر جو خدا کو
کُل صفاتِ حسنہ کا متصف اور برائیوں سے مبرّا قرار دیتا ہے کیونکر
ٹھہر سکتے ہیں۔ پس اصل اور سچی بات یہی ہے کہ سوائے اسلام کے اور

کوئی مذہب خدا کو اس رنگ میں پیش نہیں کرتا کہ اُس سے محبت ہو سکے بلکہ اُنکے پیش کردہ اصول کے مطابق خدا سے گھِن آتی اور نفرت پیدا ہوتی ہے پس اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔

اسکے علاوہ انہی آیات سے ایک اور بھی بات نکلتی ہے جو کہ اسلام کی سچائی اظہر من الشمس کر دیتی ہے اور وہ یہ کہ الحمد للہ رب العالمین میں خدا تعالیٰ نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ میں تمام عالموں کا رب ہوں یعنی خواہ کسی ملک کا باشندہ ہو یا کوئی زبان کا بولنے والا ہو یا کسی اخلاق سے ہی متصف ہو جیسے کہ سورج اور چاند اور دیگر ستارے اور پانی اور ہوا اور زمین اور آگ اور جمادات اور نباتات یہ سب ہر قسم کے لوگوں کی ربوبیت کیلئے پیدا کر دیئے ہیں کسی قوم سے بخل نہیں کیا کیونکہ میں رب العالمین ہوں سو اسی طرح صاف بات ہے کہ جب سب دنیا میری بنائی ہوئی ہے اور میں نے انکے لیے جسمانی آسائش اور آرام کے سامان مہیا کیے ہیں تو کیا انکی روح کے لیے کچھ فکر نہ کرونگا سو جیسا کہ میں جسمانی عالم کا پرورش کرنیوالا ہوں ایسا ہی روحانی عالم کا بھی ہوں جیسا کہ فرمایا کہ قل ارءیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین ۔ یعنی ان سے کہو کہ اگر تمھارا پانی سوکھ جائے تو کون ستھرا پانی عنایت کرے ہے یعنی جبکہ تمکو اس جسمانی زندگی کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو خدا نازل کرتا ہے تو کیا روحانی زندگی جو ابدی ہے اُنکے لیے الہام الٰہی یا پانی نازل نہ کریگا۔ پھر دوسری جگہ فرمایا کہ قل الروح من امر ربی یعنی کہدے کہ یہ الہام و وحی جو ہے یہ تو ربوبیت کی صفت کے ماتحت لازمی ہے اور ربوبیت سے ہی تعلق رکھتا ہے پس جسمانی ربوبیت کو دیکھتے ہوئے اُسکے کیوں منکر ہوتے ہو اور پھر قرآن شریف

نے فرمایا ہے کہ اِن مِّن اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ یعنی کوئی قوم نہیں جس میں ہم نے اپنا مامور نہ بھیجا ہو سو اس آیت میں خدا تعالیٰ نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ چونکہ ربوبیت عام ہے اس لیے جسمانی رنگ میں بھی عام ہو اور روحانی رنگ میں بھی یعنی ہر ایک قوم کے باشندوں کو جو الہام الٰہی پانے کے مستحق ہوں الہام کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ حنفیت حمیت کے مقتضیٰ کو پورا کرتے ہوئے یوم الدین میں پاس ہوجائیں تو انکے لیے الہام الٰہی کا دروازہ کھلا ہے اور چونکہ یہ ہدایت ہر زمانہ کیلئے ہے اسی لیے اسلام نے ہر زمانہ میں ایک مجدد بتلایا ہے تاکہ لوگ الہام کو ہر زمانہ میں دیکھتے اور آزماتے رہیں پس بتاؤ کہ کیا وہ مذہب جو یہ بتاتا ہے کہ پہلے کسی زمانہ میں اپنے پیروؤں کو خدا سے ملایا تھا سچا ہوگا؟ یا وہ جو کہتا ہو کہ میں ہر وقت دکھا سکتا ہوں اور کیا وہ مذہب جو خدا تعالیٰ کی سب صفتوں کو ہر زمانہ اور ہر مکان کے لیے عام کرتا ہے محبت کے قابل ہے یا وہ جو خدا کو اب معطل مانتا ہے گویا کہ اب وہ بہرہ ہے۔

پس اب میں گنجایش کے مطابق کافی طور سے لکھ چکا ہوں کہ اسلام ہی ہے جو انسان اور خدا کے تعلقات کو مضبوط کرتا ہے اور انسان کے دل میں اس خالق حقیقی کی محبت کا فوارہ جاری کردیتا ہے۔ اگر کسی اور مذہب کے پیرو کا اسکے برخلاف یقین ہو تو وہ اسکے مقابلہ میں اپنی کتاب میں سے دعویٰ اور دلائل پیش کرے ورنہ بے فائدہ جھگڑوں سے کیا فائدہ۔

واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین

خاکسار

میرزا محمود احمد

تناسخ

آریوں کے اعتقاد کے بموجب جب کوئی روح اپنے قالب کو چھوڑتی ہے تو اسی دنیا میں دوبارہ اپنے اعمال کی جزا سزا بھگتنے کیلئے کوئی دوسرا جسم پہلے سے ادنیٰ یا اعلیٰ جیسا کہ اُس کے اعمال کا تقاضا ہوتا ہے اختیار کرتی ہے اسکا نام یہ لوگ تناسخ یا آواگون رکھتے ہیں۔

یہ ایک دعویٰ ہے جس کے اثبات کے لئے ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ کوئی قوی دلیل انکے پاس نہیں بلکہ محض اٹکل بازی سے کام لے رہے ہیں جیسا کہ ہم آگے چلکر دکھا ئینگے قرآن شریف بھی ان لوگوں کا قول نقل کرکے آخر ان کی نسبت یہی فتویٰ دیتا ہے قالو ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون پ۲۵ س جاثیہ رکوع ۱۰۳ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے اس دنیا کے اور کوئی جگہ نہیں ہم اسی میں مرتے اور اسی میں زندہ رہتے ہیں۔ اور ہم کو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کو قطعاً اس بات کا علم نہیں بلکہ یہ محض اٹکل بازی سے کام لے رہے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم ان کی ان بے بنیاد اور لغو دلیلوں کو جن کو یہ لوگ بہ اثبات تناسخ پیش کیا کرتے ہیں توڑیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف سے بہ دلائل اس کی لغویت کو ثابت کیا جاوے اور دکھایا جاوے کہ اس مسئلہ کو مان کر کسقدر نقائص نعوذ باللہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اور اسکے افعال بیں جن کو ماننے پڑتے ہیں جن سے خدا کی ذات بالکل منزّہ اور پاک ہے۔ تاکہ ناظرین کو اچھی طرح سے اس بات کے موازنہ کرنیکا موقعہ ملجائے کہ قرآن شریف کیسا خدا پیش کرتا ہے اور وید کو کس پرمیشر پر ناز ہے۔

اس سے پہلے اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس عقیدہ کو ماننے پر آرین لوگ کیوں زور دے رہے ہیں اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے جب اپنے ویدوں کو روح اور مادہ کی حقیقت بیان کرنے سے عاجز پایا اور دیکھا کہ ان دونوں کی اصلیت بیان کرنے سے وید بالکل ساقط ہیں تو پھر مجبوراً ان لوگوں کو ماننا پڑا کہ روح اور مادہ دونوں بمعہ اپنے تمام خواص کے پرمیشر کی طرح خود بخود ہیں اور کوئی انکا خالق نہیں پرمیشر کو روحوں کے پیدا کرنے سے عاجز مان کر پھر لازمی طور پر یہ بھی ساتھ ہی ماننا پڑا۔ کہ نجات کوئی چیز نہیں بلکہ وہی روحیں بار بار جنم لیتی رہتی ہیں یعنی ایک قالب کو چھوڑ کر کوئی دوسرا قالب اختیار کرتی رہتی ہیں تاکہ یہ دنیا کا سلسلہ چلتا رہے بگڑنے نہ پائے کیونکہ اگر تناسخ نہ ہوتا اور نجات کوئی الگ شے ہوتی تو پھر کسی نہ کسی وقت پرمیشر کے پاس روحوں کا وہ ذخیرہ جو اس بیچارے نے خدا جانے کس قدر مشکلات سے اکٹھا کیا ہوگا۔ اور خدا جانے انکو کیا کیا لالچ اور فریب دیکر اپنے قبضہ میں لایا ہوگا۔ (کیونکہ آزاد اشیا کب چاہتی ہیں کہ وہ کسی کے ماتحت ہو کر رہیں) ختم ہو جاتا اور پرمیشر صاحب ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ جاتے روح اور مادہ کو غیر مخلوق ماننے میں جو مذکورہ بالا خطرناک اعتراض

ان لوگوں پر پڑتا تھا کہ اس کی تاب نہ لا کر انہوں نے تناسخ کا گورکھ دھندا پیش کرکے اپنا پیچھا چھڑایا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان ایک بات کو تسلیم کر بیٹھتا ہے تو وہ خواہ بعد میں کیسی ہی غلط اور لغو کیوں نہ ثابت ہو مگر پھر بھی وہ اپنی بات کی پچ کے لئے کوئی نہ کوئی عذر اور جواب تراشتا رہتا ہے۔ تاکہ اسکی مانی ہوئی بات کا کہیں خلاف نہ ہو جاوے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ طریق ان لوگوں کا ہرگز نہیں ہوتا جو حق کے طالب ہوتے ہیں بلکہ یہ ان خود غرض لوگوں کا طریق ہے۔ جنکو سوائے لڑائی جھگڑا اور فساد کے اور کوئی کام نہیں یہی حال آجتک تناسخ کے قائلین کا ہے۔ باوجودیکہ کئی کتابیں اور رسالے اس مسئلہ کے رد میں لکھے جا چکے ہیں اور ان دلائل کو جو وہ پیش کرتے ہیں ایسے براہین قاطعہ کیساتھ توڑا گیا ہے۔ مگر پھر بھی وہ باربار اس مسئلہ کو پیش کرکے عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہی رہتے ہیں خیر ہمیں اس بات سے غرض نہیں کہ کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو ما علینا ۱۷ البلاغ کو مدنظر رکھکر حق کو لوگوں تک پہنچاتے ہی رہیں گے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی سعید روح فائدہ بھی اٹھالے

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں ناظرین کی توجہ کو اسطرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جب ہم اس بات کو مان لیں کہ پرمیشر میں کسی روح کے پیدا کرنیکی طاقت ہی نہیں اور نہ ہی اس نے ہماری روحوں کو بنایا ہے تو پھر اور کونسی بات ہے جو ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم خدا کی عبادت کریں بلکہ عبادت کرنا تو درکنار ہم اسکے وجود کو ہی تسلیم کرلیں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ہم کو جوڑ جاڑ کر ایک عمدہ شکل میں بنا دیا ہے جسکے عوض میں ہم کو چاہیے کہ ہم اس کی عبادت کریں مگر میں کہتا ہوں

کہ یہ بات ہم کو ہرگز اسکی عبادت کرنیکی رغبت نہیں دلاتی کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایکدم سرے سے ہیولیٰ حاصل کر لینا یہ بھی روح کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے۔ ہاں عبادت کرنیکی کوئی چیز ترغیب دے سکتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ ہم اس بات پر ایمان رکھیں کہ ہمارا بنانیوالا ہمارے ذرہ ذرہ کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور کوئی نہیں چنانچہ قرآن شریف کی آیت یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمکو پیدا کیا اور صرف تم ہی کو نہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں تا کہ تم دکھوں رنجوں اور مصیبتوں سے نجات پا جاؤ

اس آیت میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کروانے کی وجہ بیان فرما دی ہے وہ کیا ہے وہ یہی ہے کہ میں نے تمکو پیدا کیا ہے اور پیدا بھی صرف عبادت کے لیئے ہی کیا ہے۔ جیسا کہ وہ ایک اور جگہ پر فرماتا ہے۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنے میں نے جن اور انس کو صرف عبادت کے لیئے ہی پیدا کیا ہے۔ اسلیئے تمپر ضروری ہے کہ تم ہر وقت میری عبادت میں لگے رہو لیکن جب ہم اس کی پیدائش ہی نہیں بلکہ ہم بھی خدا کی طرح نعوذ باللہ خود بخود ہیں تو پھر پرمیشر کو نہ ہم سے بڑھکر حق حاصل ہے کہ وہ ہم سے پرستش کرواتا ہے۔

اچھا اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ جوڑنا جاڑنا پرمیشر کا ہی کام ہے۔ روح کا خاصہ نہیں۔ تو پھر بھی ہم کو پرمیشر کا وجود بہت ہی نکما اور ضعیف سا ماننا پڑیگا۔ کیونکہ روح کے تمام دیگر اعلیٰ صفات کے مقابلہ

میں یہ کام بہت ہی اعلیٰ مناسب بات کی ان لینے کے بعد کہ خدا روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں پھر بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرمیشر کو روحوں کی کیفیت اور گنتی کا پورا پورا علم بھی ہے کہ نہیں اگر اسکو پورا پورا علم ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود پورا پورا علم ہونیکے پھر ایسی روح بنا نہیں سکتا سو اس سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں بلکہ ان کی نسبت پورا پورا علم بھی نہیں رکھتا کیونکہ پوری پوری حقیقت یا علم کسی شے کا تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب کہ وہ چیز اپنے ہاتھ سے نکلی ہو چنانچہ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آریوں کا پرمیشر انسان کی بعض خواہشوں اور فطری تقاضوں کو پورا کرنے میں قاصر رہتا ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کرینگے۔

مگر بالمقابل اس کے قرآن شریف ایسے لوگوں کی نسبت جو خدا تعالیٰ کی صفات میں کمی کرتے ہیں فرماتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں خدا ان نقائص سے پاک ہے پھر سورہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگوں کا یہ قول وقالوا ءَاذا کنا عظاماً ورفاتاً ءانا لمبعوثون خلقاً جدیداً یعنے کافر لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر ہم نئی پیدائش میں اٹھائے جائینگے نقل کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولم یروا ان اللّٰہ الذی خلق السمٰوٰت والارض قادر علیٰ ان یخلق مثلھم یعنے کیا یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جس خدا نے زمین و آسمان کو بنایا ہے کیا وہ اسبات پر قادر نہیں کہ انکی مثل اور پیدا کرے (بلیٰ و انا من الشاھدین) پھر سورہ یٰسٓ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اولیس الذی خلق السمٰوٰت والارض بقٰدرٍ علیٰ ان یخلق مثلھم بلیٰ وھو الخلّٰق العلیم یعنے کیا وہ

خدا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کر دیا اس بات پر قادر نہیں کہ اس کی شل بنا دیوے ہاں ہے اور وہ خلق کرنیوالا اور علم والا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوب اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ میں ہی خالق ہوں چونکہ میں علیم ہوں اور پھر جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں کہ وہ ہو وے تو وہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسی کے آگے فرماتا ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون یعنے اسکا کام یہ ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے کہتا ہے۔ پس وہ ہو جاتی ہے جبکہ ہم اسکو پیدا کر چکے ہیں۔ تو پھر تو ہم اسکی حقیقت اور کنہ سے پوری طرح واقف ہیں اسلئے ہم کو کسی چیز کے بنانے میں کوئی مشکل نہیں پھر ایک اور جگہ سورہ الملک میں فرمایا ہے۔

واسروا قولکم او اجھروا بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر یعنے تم بات کو ظاہر کرو یا پوشیدہ کرو اللہ تعالیٰ تو تمہارے سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ چنانچہ آگے اللہ تعالیٰ کے جاننے کی وجہ بیان کرتا ہے فرماتا ہے۔ کہ کیا وہ ذات جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے ذرہ ذرہ کو بنایا اور ان میں طرح طرح کی خاصیتیں رکھیں تمہاری باتوں سے بے خبر ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ سب سے زیادہ لطیف طور پر خبر رکھنے والی ہے۔

پھر سورہ فاطر میں اور بھی اس امر کو واضح کر دیا ہے فرمایا ہے یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید ان یشا یذھبکم ویات بخلق جدید وما ذلک علی اللہ بعزیز یعنے اے لوگو اللہ ہی غنی بے پروا ہے۔ اور اسی لئے صفت کے جانیکے لائق ہے تم کسی حقیقی صفت کے قابل نہیں اسواسطے کہ تم ہر بات میں اسی کے محتاج ہو اس آیت میں اللہ تعالیٰ

٭ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آریہ لوگ کیونکہ روح اور اسکی تمام خاصیتوں کو غیر مخلوق مانتے ہیں اسلئے ضروری ہو

آریوں کی اس بات کا بھی رد کر دیا ہے کہ روحیں اپنے قیام میں کسی کی محتاج
نہیں بلکہ خود بخود اپنی ذات میں قائم ہیں اور اسکا بڑا زبردست ثبوت یہ دیا ہے
کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو تباہ کر کے اور نئی خلق پیدا کر دے اور تم یقین
رکھو کہ اللہ تعالیٰ پر یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

کیا وہ ذات جس کو روحوں کی کنہ اور حقیقت کا علم ہی نہیں ایسا زبردست
دعوی کر سکتی ہے کیا آریوں کے پرمیشر میں یہ جرأت کبھی پیدا ہو سکتی ہے
کہ وہ اس طرح للکار کر روحوں کو متنبہ کر دے میرے خیال میں اتنا بڑا دعوی
تو کیا اس بیچارے کو تو ہر وقت روحوں کی طرف سے یہ خطرہ لگا رہتا ہو گا
کہ کہیں ابھی نہ ... ہو کر میرے مقابل نکل کھڑی ہوں اور مجھے اپنی خدائی
سے دست بردار ہونا پڑے کیا ایسا پرمیشر اس قابل ہے کہ اس کی پرستش
کیجاوے کیا اے آریو! اب بھی تم اس بودے اور کمزور اور جاہل پرمیشر
کو چھوڑ کر اس حقیقی خالق کی طرف رجوع نہیں کرو گے جس نے تمہارے ذرہ
ذرہ کو بنایا ہے

مذکورہ بالا بعض آیات کے غلط معنے کر کے بعض نادانوں نے تناسخ
کا ثبوت نکالا ہے عقلمند سمجھ سکتے ہیں کہ وہ بات جو اب تک قرآن کے جاننے
والوں اور تمام عمر اسی کو پڑھنے والوں کو نہیں معلوم ہوئی اسکو ایک عربی
زبان سے بالکل ناواقف اسلامی تعلیم سے بالکل بے خبر انسان نکالتا
ہے وہ کسقدر لغو اور بیہودہ ہو گی مگر تاہم اس جگہ ہم چند اور آیات پیش کرتے
ہیں جس سے بخوبی واضح ہو جاویگا کہ قرآن شریف اس سلسلہ کی بالکل نفی
کرتا ہے فرماتا ہے اولم یروا کم اهلکنا قبلهم من القرون انهم الیهم لا
یرجعون و ان کل لما جمیع لدینا محضرون (سورۂ یٰسین) یعنے یہ جو بار بار

کہتے ہیں کہ ہم اسی دنیا میں جنم لینگے اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ ہم نے پہلے کسقدر بستیاں ہلاک کی ہیں اور انمیں سے ایک بھی ان کے پاس لوٹ کر نہیں آئی بلکہ وہ تو سب کی سب ہمارے ہی حضور حاضر ہونگی۔

پھر ایک اور جگہ قوم عاد کی نسبت فرماتا ہے۔ واتبعوا فی ھذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیامۃ یعنے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت ہی لگائی گئی۔ اور قیامت کو بھی لعنت ہوگی یہاں صاف طور پر فرما دیا ہے کہ بد اعمالیوں کی سزا کا مقام قیامت ہے نہ کہ یہ دنیا پھر اسی کی طرف سورہ بنی اسرائیل میں اشارہ کیا ہے وکل انسان الزمنٰہ طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتٰبا یلقٰہ منشورا پھر اس پارہ میں اسکو اور بھی واضح کر دیا ہے لعلھم یرجعون یعنے مردے کبھی لوٹ کر نہیں آتے پھر فرمایا متاعا الی حین یعنے تھوڑا سا وقت ہے جو کہ دنیا میں گزرتا ہے۔ پھر سورہ فاطر میں اور بھی واضح کر دیا ہے۔ فرمایا ہے والذین کفروا لھم نار جھنم لا یقضی علیھم فیموتوا ولا یخفف عنھم من عذابھا کذٰلک نجزی کل کفور۔ وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر دیکھو اس آیت میں صاف بتا دیا ہے کہ کفار لوگ جب اپنی بداعمالیوں کی سزا کو بھگتینگے۔ تو کہہ اٹھیں گے اے ہمارے رب ہمکو نکال اس سے ہم پھر دنیا میں جاویں اور پھر نیک عمل کریں پھر انکو یہی جواب دیا جائیگا کہ کیا پہلے تم کو عمر نہیں دیگی تھی اور پھر تمہارے پاس کیا ہمارے تیرر نہیں آئے تھے اب تم کسی طرح بھی خلاصی نہیں پا سکتے اب عذاب کو چکھو ظالموں کا اب کوئی مددگار نہیں۔

اس جگہ اسبات کا کھول دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ نجات پانیکے

اس بات کی تشریح بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اگر یہ بات کو تسلیم کر لیا جاوے کہ پرمیشر کسی کا ایک ذرہ بھر بھی گناہ نہیں بخشتا اور اسکے بغیر سزا دینے کے رہا نہیں جاتا تو پھر اتنی طور پر یہ بھی ساتھ ہی ماننا پڑیگا کہ پرمیشر کا روح کی حقیقت اور کنہ سے واقف ہونا تو درکنار وہ انکے فطری تقاضوں سے بھی محض ناآشنا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ گناہ سرزد ہونے پر معافی چاہنا اور سزا سے بچنے کے لیے کوشش کرنا یہ ایک انسانی فطرت کا تقاضا ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایک نوکر اگر اپنے آقا کا کوئی قصور کرے تو وہ اپنے آقا سے بھی درخواست کرتا ہے کہ اب کی دفعہ مجھے معاف کر دیا جاوے آیندہ پھر کبھی ایسا نہیں کرونگا۔ اور پھر آقا بھی اسپر رحم کھا کر معاف ہی کر دیتا ہے انسان تو انسان حیوانات میں بھی یہی دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی بہت دفعہ اپنے ستانیوالے پر درگزر سے ہی کام لیتے ہیں گو جب ستانیوالا باز نہ آوے تو پھر تنگ آمد بجنگ آمد پر عمل کرکے بھی طرح سے خبر لیتے ہیں لیکن یہاں آریوں کے پرمیشر کا یہ حال ہے کہ ایک ذرہ سا بھی قصور انسان سے سرزد ہوا تو فوراً گرفت کی اور گرفت بھی ایسی کہ وہ پھر کبھی بھی رہائی نہ پا سکے خواہ وہ بیچارہ کتنا ہی رونے پیٹنے منتیں کرے زاری کرے مگر پرمیشر کو اسکے حال پر ذرا رحم نہیں آتا کہ اسکو ایکدفعہ تو معاف کرے بلکہ معاف کرنا تو درکنار وہ تو ہمیشہ اسی تاڑ میں لگا رہتا ہو گا کہ جلدی بندہ سے گناہ سرزد ہو تو مجھے موقعہ ملے کہ میں اسکو ہمیشہ جنم مرن کے پھندے میں رکھوں کیونکہ اگر وہ بھی انسانوں کی طرح رحم کرنا شروع کر دے تو پھر تو اسکی خدائی کی خیر نہیں کیونکہ اس طرح آہستہ آہستہ تمام روحیں خلاصی پاکر آخر نجات پا جائینگی تو پھر وہ دنیا کا سلسلہ چلانے کے لئے اور روحیں کہاں سے لائیگا کیونکہ نئی روحیں پیدا کرنا تو اسکی طاقت میں ہی نہیں لیکن بھلا جو فطرت کا خالق ہے وہ کبھی ایسا ظالم ہو سکتا ہے کہ ایک فطری تقاضے کو جو اسنے خود انسان کو ودیعت کیا ہے پورا نہ کرے ہاں اگر تم یہ کہو کہ چونکہ پرمیشر تو روحوں کا خالق

ہی نہیں اسلئے وہ انکی فطری تقاضا کو کیا جانے تو پھر روحوں کے لئے اس سے بڑھکر اور کونسا ادنیٰ اور ادنیٰ پہونچانیکا مقام ہو سکتا ہے کہ انکی فطرت میں ایک بات پائی جاوے اور ان سے پورا کرنیکی

لیے بہت سے جنم کسی صورت میں بھی کافی نہیں ہو سکتے جیسا کہ آریہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ بہت سے جنم اسواسطے ہیں کہ جیو آہستہ آہستہ پاک ہو کر نجات حاصل کرے کیونکہ بہت سے جنموں میں ساتھ ہی یہ بھی لگا ہوا ہے کہ پہلے جنم کی بداعمالیاں جنکی سزا وہ بھگت رہا ہے۔ انکا علم انسان کو بالکل نہیں دیاجاتا کہ وہ آیندہ اس گناہ سے بچ سکے پھر یہ کسقدر ظلم ہے۔ کہ اس بیچارہ کو علم تو نہ ہو لیکن وہ ایک ذرہ سے گناہ کے بدلے میں لاکھوں اور کروڑوں جونوں میں مبتلا ہوتا ہے یہ عجیب قسم کا طریق پرمیشر صاحب کو پاک کرنیکا ہاتھ آیا ہے کہ ایک گناہ سے پاک کرنیکے لئے اور طرح طرح کے گناہوں میں اسکو مبتلا کر دیتا ہے۔ جسکی وجہ سے پھر وہ کبھی بھی نجات کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔

یاد رہے کہ یہ بھی محض دھوکہ دہی اور اپنی تعلیم پر پردہ ڈالنا ہے جو یہ کہا جاتا ہے کہ جیو بھی پاک ہو کر کئی کھرب برس تک نجات حاصل کرکے آنند (سکھ) میں رہتا ہے کیونکہ جب ایکدفعہ جیو جسم میں مقید ہو گیا تو پھر اسکا گناہوں سے چھوٹنا ہی بہت مشکل ہے خصوصاً اس حالت میں جب کہ پرمیشر میں یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ کسی کا گناہ بخش سکے خواہ وہ گناہ علم سے ہو یا لاعلمی سے اگر ہم اور کوئی گناہ بھی نہ مانیں تو کم از کم اتنا تو ضرور ہی ماننا پڑیگا کہ ویدوں کے احکام سے پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے پہلے جسقدر خلاف ورزیاں ان احکام کی ہم سے ہو جاوینگی کیونکہ احکام کی خلاف ورزی ہی گناہ ہے۔ وہ تو کبھی بھی معاف نہیں ہونگی اب ناظرین خود ہی سمجھ لیں کہ پھر کس طرح جیو نجات کا منہ دیکھ سکتا ہے جب کہ ایک گناہ کے بدلے کئی کئی جونیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نجات

تمہید چار دسمبر ۱۹۰۸ء کو پادری میکلین صاحب نے مشن کالج لاہور کے کمپونڈ میں ایک لیکچر اس بات پر دیا تھا کہ نجات کیا ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ پادری صاحب نے گو وہی پرانی دہرائی ہیں جو ایک مدت سے مسیحی صاحبان دہرا رہے ہیں اور جنکا جواب سالہا سال دیا جا رہا ہے مگر اس خیال سے کہ مسیحی لیکچر کو سننے کے بعد اگر لوگوں کو ساتھ ہی سچی نجات کی اصل حقیقت بھی معلوم ہو جائے تو شاید کسی نیک فطرت کو فائدہ پہنچے۔ میں چاہتا ہوں آپکے لیکچر کے جواب میں ایک مختصر سا مضمون لکھکر ظاہر کروں کہ وہ نجات جو پادری صاحب نے بیان فرمائی ہے وہ اصل میں نجات ہے یا نہیں۔ پہلے اسکے کہ میں مسیحی نجات پر کچھ لکھوں گناہ کی تعریف جو کچھ اسکی نسبت قرآن شریف بلکہ توریت بھی بتاتا ہے مختصراً بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں

گناہ کی اصلیت یاد رہے کہ نجات کا سب اور مدار تقویٰ اور طہارت پر ہی ہے اگر کوئی شخص گناہوں سے بالکل پاک ہو جائے تو وہ نجات پا گیا اور جو گناہوں کے پھندے میں پھنس گیا اور شیطانی تصرف میں آ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ گناہ کیا ہے یاد رہے کہ گناہ نام ہے اُن طاقتوں کے غیر محل استعمال کرنیکا جو کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو عنایت فرمائی ہیں مثلاً انسان کو بہادری عنایت ہوئی ہے اگر کوئی شخص اسکو اُسکے محل پر استعمال کرے اور غیر محل اور ناجائز استعمال شروع کرے تو اسکا نام ظلم ہو جائیگا اور وہ گناہ کہلائیگا۔ یا ایک شخص کو دولت دی گئی ہے اور وہ اسکو ناجائز طور پر استعمال کرتا ہے تو وہ مسرف کہلا کر گنہگار ٹھہریگا اور جسکو عقل اور دانائی دی گئی ہو وہ اسے غیر محل استعمال کرکے فریبی و مکار و دغاباز کہلائیگا۔ اسی طرح اعضائے انسانی میں زبان کو آنکھ کو کان کو ناک کو ہاتھوں کو پاؤں کو غرضکہ ہر ایک عضو کو غیر محل استعمال کرنیوالا گنہگار ہے اور خدا کے حضور میں قصوروار اور وہ جو

میانہ روی سے اور صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہیں ہٹا وہ متقی اور پرہیزگار ہے۔

پس گناہ اسی کا نام ہے کہ انسان اعتدال کو چھوڑ دے اور اپنی قوائے طبعی میں کمی کرنے لگ جائے یا زیادتی شروع کر دے۔ مثلاً انسان کی شہوانی قوتیں عنایت کی گئی ہیں کوئی شخص انہیں اعتدال رکھتا ہے اور عمل پر قائم نہیں رہتا اور ان قوتوں کو اپنے موقعہ اور محل پر استعمال نہیں کرتا اور بیوی کو چھوڑ کر غیر عورت پر استعمال کرتا ہے تو ایسا شخص چونکہ اعتدال کو ہاتھ سے دے بیٹھا اس لیے گنہگار کہلائیگا۔ اور خدا کے حضور میں مجرم سمجھا جائیگا۔ لیکن جو اپنی عورت کو برمحل اور باقاعدہ استعمال میں لاتا ہے وہ متقی ہے اور والذین ہم لفروجہم حافظون کے گروہ میں شامل ہو جائیگا اسی طرح کل گناہوں کو دیکھ لو کہ نیک صفات کے اعتدال کے استعمال نہ کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں ورنہ اصل میں گناہوں کا وجود نہیں۔

قرآن شریف میں گناہ کی تعریف

پس مشاہدہ ہم کو یہ بات بتاتا ہے کہ گناہ صرف صراط مستقیم کو چھوڑنے کا نام ہے چنانچہ سورۃ فاتحہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ یعنی متقیوں کی راہ وہ ہے جو بیچ کی اور اعتدال کی ہے اور وہ لوگ جو کہ تقویٰ سیکھنا چاہیں انہیں چاہیئے کہ دعا مانگیں کہ انہیں ہم ان لوگوں کی پیروی کی توفیق ملے اور ایسا نہ ہو کہ وہ یہودیوں کی طرح ہو جائیں کہ جنہوں نے مسیح اور آنحضرت کے خلاف سو نیا اشتعال ظاہر کی اور سبت میں اعتدال کیا اور اسی طرح مسیح کی پیروی نہ اختیار کی کیونکہ آنحضرت اور ان کی شریعت کو نہ مانکر تفریط سے کام لیا اور مسیح کی محبت میں حد سے زیادہ غلو کیا اور دعا کرو بتایا کہ ایسا نہ ہو کہ تم کسی سے بیجا عداوت کر بیٹھو یا شریعت اور علم الٰہی کی جو تم کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ملا ہے خلاف ورزی کرو اور مغضوب بن جاؤ یا کسی کی زیادہ اور بیجا محبت کر کے اور علوم الٰہیہ کے خلاف جو تمکو انبیاء لائے ہیں چلکے اس سے محروم رہ جاؤ اور ضلال میں پڑ جاؤ۔

پس اس سورۃ میں خدا تعالیٰ نے گناہ کی کیفیت کھولکر بیان فرما دی ہے کہ وہ اصل چیز کیا ہے

غرضکہ نیکی میں اور صراط مستقیم ہوتی ہے اور بدی صراط مستقیم کو ادھر ادھر ہو نیکو کہتے ہیں چنانچہ
انسان میں اصل چیز پیدا کی گئی ہے وہ حسن ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ لقد خلقنا الانسان
فی احسن تقویم (سورۃ تین) اور پھر اس طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قل اننی ھدانی ربی
الی صراط مستقیم دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفا (سورۃ انعام ع) یعنی اے نبی
کہہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھکو صراط مستقیم کی ہدایت کی ہے جو کہ استوار اور ابراہیم کی ہے جو ابراہیم وہ تھے
جو اعتدال پر قائم رہنے والا انسان تھا۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآنا عربیا غیر ذی
عوج لعلھم یتقون (الزمر ع) الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ
عوجا (سورۃ کہف ع) اور پھر سورۃ فرقان میں فرماتا ہے وعباد الرحمن الذین
یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما (رکوع ۶) یعنی
ہمارے پاک بندے وہی ہیں جو اپنے ایام زندگی کو جو کہ انکو دکھ مستقر و متاع الی حین
کے حکم کے مطابق اس زمین پر گذارنے پڑتے ہیں اعتدال کیساتھ گذارتے ہیں اور انکی زندگی
سکینت اور وقار کے ساتھ ہوتی ہے نہ تو تیزی سے کام لیتے ہیں نہ کمال سستی کو برتتے ہیں بلکہ
تمام ہم فتنوں اور فسادوں سے بچتے رہتے ہیں اور اگر کوئی شریر جاہل آ کر بات کرتے ہیں اور
جھگڑا برپا کرنا چاہتے ہیں تو وہ درگذر کر جاتے ہیں۔

قرآن شریف نے گناہ کیلئے کونسے الفاظ استعمال کئے ہیں

غرضکہ اول تو ہم نے عقلاً ثابت کیا ہے کہ گناہ اصل میں راہ راست سے ادھر
ادھر ہو جانیکا نام ہے۔ اب قرآن شریف کا مذہب بیان کیا ہے کہ
قرآن شریف نے اس مسئلہ کو خوب حل کیا ہے چنانچہ اس کا یا اسکے علاوہ جو ہیں اوپر درج کر آیا ہوں ایک
بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن شریف نے جسقدر الفاظ گناہ کیلئے استعمال کئے ہیں وہ لغت عرب میں
یا تو زیادتی کے یا کمی کے معنے دیتے ہیں چنانچہ اثم کے معنوں میں کمی مفہوم ہے جیسا کہ اثمت ابل
میں اس اونٹنی کو کہتے ہیں کہ جو سست چلتی ہو۔ اور پھر جناح بھی جھک جانے اور اعتدال کو
چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اسی طرح ذنب زیادتی کے معنے دیتا ہے اور پھر اعتدا اور عصیان

اور اخراج وغیرہ سب اللہ زیادتی اور شدت کرنے سے ہوتے ہیں پس صاف معلوم ہوتا ہے
کہ جیسا کہ عقل انسانی چاہتی ہے قرآن شریف بھی گناہ کو راہ راست سے پھر جانا یا پیچھے ہٹ جانے
سے تعبیر کیا ہے اور اصل پیدائش انسان کی نیکی اور تقوی پر رکھی ہے پس اب ہم پر کوئی
اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ خدا نے گناہ کیوں پیدا کیا کیونکہ خدا تعالی نے انسان کو چند
صفات حسنہ ودیعت کر کے کسی ایک حد تک [illegible] دی کہ پھر عمل کے ذریعہ ترقی حاصل کرے
اب یا اسکا اپنا قصور ہے کہ آگے بڑھنے میں کوتاہی کرے یا اعتدا کرے۔

دلیل عقلی | غور کر کے دیکھو تو چونکہ انسان میں اصل میں نیکی کا مادہ ہے اسلئے زیادہ تر
کام اسکو نیکی کے ہی ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص جسکو جھوٹا کہا جاتا ہو وہ دن بھر میں سیکڑوں سچ
سچ بولتا ہے ہاں ایک آدھ جھوٹ بھی بول لیتا ہے اور ان ایک آدھ جھوٹوں کی وجہ سے وہ جھوٹا کہلاتا ہے
اسلئے کہ اس نے قانون فطرت کو توڑ دیا اور اصل راہ سے پھر گیا اسی لئے جب انسان سچ بولتا ہے تو
لوگ حیران نہیں ہوتے اور وہ ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے مگر جب کوئی جھوٹ بولے تو
سب کے سب اسکی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا کیوں اس نے کہا ہے۔

چنانچہ ہمارے آنحضرت نے اس مسئلہ کو کیا خوب ادا کیا ہے اللھم نقنی من خطایای کما
ینقی الثوب الابیض من الدنس جس سے معلوم ہوا کہ اصل میں انسانی دل سفید
کپڑے کی طرح ہے اور پھر قرآن شریف میں بھی خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس
علیھا یعنی انسان کے خصائل اور شمائل خدا تعالی کے اخلاق پر پیدا کیے گئے ہیں اور یہ بات
بدیہی ہے جیسا کہ میں پچھلی مثال میں ثابت کر آیا ہوں کہ اصل نیکی ہے بدی صرف اعتدا کا نام
ہے جیسے آنکھ دیکھنے کیلئے دی گئی ہے اور دیگر قوی مدد کیلئے عنایت کیے گئے ہیں اسکو بنظر بد کام میں لانا
یا کانوں کو غیبت کے سننے پر لگانا یا زبان سے بدگوئی کرنا پس میں نے پوری طرح سے ثابت کر دیا کہ
کہ بدی اعتدا ہے۔

صراط مستقیم کیا ہے | اب یہ ضرورت پڑیگی کہ یہ بات کسطرح معلوم ہو گی کہ صراط مستقیم کیا ہے

اور کوئی نساہو سے اول تو خود فطرت انسانی انسان کو اُسکا پتہ دیتی ہے اور دوسرے اُسکی بیچ بونے کے لیے یہ سب سے عمدہ معیار ہے کہ جسقدر باتیں انسان کے دل میں تعظیم الٰہی پیدا کریں اور اُس کو مخلوق کی شفقت پر مائل کریں اور فساد ہو اُسکا دل سے دور کریں وہ تو صراط مستقیم میں آئیں جو اسکے برخلاف ہوں وہ سب گناہ اور بدیاں ہیں اور انہی احکام کے اظہار کیلئے شریعتیں آتی ہیں تاکہ خدا تعالیٰ انسان کو اپنی رضا کے تمام احکام بتادے اور وہ باخبر ہو جاوے اور کن راہوں کی کمی کی اور کونسی زیادتی کی ہیں اور کونسی کمال ہیں ذٰلک تو اعمال کی راہیں ہیں

پس معلوم ہوا کہ انسانی اعمال کو ٹھیک کر نیوالی شریعت ہی ہے کیونکہ وہ انسان کو اُن راہوں سے واقف کرتی ہے کہ جو مستقیم ہوتی ہیں کیونکہ انسان کو معرفت ہی ایک کام کرنے پر تیار کرتی ہے اور وہی دوسرے کام سے روکتی ہے مثلاً ایک شخص کو جب علم کی معرفت حاصل ہو اور وہ اسکو فوائد پر آگاہ ہو جاوے تو خود بخود اُسکے پڑھنے کی طرف مائل ہو جاتا ہے چنانچہ جسقدر کوئی کسی نیک چیز کا عرفان حاصل کرے اُسیقدر اُسکی طرف زیادہ جھکتا ہے اور جسقدر کسی بد چیز کا عرفان حاصل ہو اُسیقدر بچتا ہے چنانچہ جسکو اچھی طرح سے زہر کے خواص پر واقفیت ہو وہ زہر کا پیالہ کبھی نہ پیئے گا اور جو آگ کی طاقت سے واقف ہو وہ کبھی اُس میں ہاتھ نہیں ڈالیگا اور جب یہ جانتا ہو کہ اس بل میں سانپ ہے اور سانپ کے کاٹنے سے کیا نقصان ہوتا ہے تو کوئی اُس بل میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کریگا پس اصل چیز جو گناہوں سے انسان کو روک سکتی ہے وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو فضل کا جاذب ایمان ہے اور جیسے ایمان بڑھیگا ویسے ہی اعمال ہونگے اور ایمان شریعت کو چاہتا ہے۔ بے علم انسان کیلئے کوئی لاکھ اپنا سر پھوڑے یا کسی اور کو زہر دیدے لیکن اگر وہ آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ جلیگا اور اگر پہاڑ سے بے سامان کودتا ہے تو ہڈی پسلی تڑوا دیگا۔

پس چونکہ گناہ سے نجات ہی اصل نجات ہے جیسا کہ خود پادری ہیکلین صاحب نے اپنے لیکچر میں بیان کیا ہے اسلئے معلوم ہوا کہ اصل ذریعہ نجات کا فضل ہے اور اُس کو

جاذب ایمان اور اعمال تو ایمان کے ثمرات ہونگے۔ اور شریعت کا علم ہی ہو اور شریعت کا علم بغیر
کوئی چیز نجات کے لیے کافی نہیں ہو سکتی کیونکہ علم تام ہی سے انسان نیکی کرتا اور گناہ سے بچتا ہے
یعنی راہ راست سے ادھر ادھر نہیں ہٹتا۔ پس جب فضل کیساتھ علم تام ہو اور صراط مستقیم
سے کامل واقفیت ہو تو ایسا انسان گناہ سے بچ گیا اور ناجی ہوا کیونکہ عرفان کامل کے
بعد گناہ سرزد نہیں ہو سکتا اور اس بات کو ہمارے حضور نے بھی لیا ہے جبکہ فرمایا کہ اگر تمکو وہ علم
ہو جو کہ مجھکو حاصل ہے تو تم ہنسو کم اور روو زیادہ یعنی علم تام کے بعد انسان گناہ سے
بچ جاتا ہے۔

دنیا میں ہمیشہ نیک لوگ ہوتے رہتے ہیں

چنانچہ برخلاف پادری ہیکلین کے جو کہتے ہیں کوئی آدمی دنیا میں
نیک نہیں ہوا اور نہ کسی نے دعویٰ کیا۔ ہمارا ہادی فرماتا ہے
قل انی ھدنی ربی الی صراط مستقیم بلکہ آپ کے اتباع کرام کی نسبت ارشاد ہے۔
السابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان
رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ پھر بدری صحابیوں کی نسبت آیا ہے کہ اعملوا ما شئتم
یعنی اب تم اسقدر عرفان حاصل کر چکے ہو کہ اب تمہارا ہر ایک کام نیکی ہی ہوگا اور بدی تم
بالکل مفقود ہو گئی ہے اور تمہارے ذرہ ذرہ میں صراط مستقیم کی شناخت سرایت کر گئی ہے پس
تمہارے ہر ایک کام میں اب نیکی ہی نیکی ہوگی۔ اسی طرح مذہب اسلام کا دعویٰ ہے کہ کل انبیاء
بالکل پاک اور نیک تھے چنانچہ ہمارے آنحضرت تو عام دنیا کو للکار کر فرماتے ہیں کہ قد لبثت
فیکم عمرا یعنی میں تم میں ایک عمر بسر کر چکا ہوں کیا تم نے مجھ میں کچھ گناہ دیکھا
ہے کہ اب مجھکو جھوٹا سمجھتے ہو چنانچہ کسی سے جواب نہ بن آیا۔ اسی طرح امت محمدیہ میں سیکڑوں
نہیں ہزاروں اس قسم کے لوگ پیدا ہوگئے ہیں اور اسوقت بھی ہیں چنانچہ ابھی ایک
شخص خدا کی طرف سے مامور ہو کر ساری دنیا کو پکارا کہ قد لبثت فیکم عمرا لیکن کوئی
مقابلہ نہ کر سکا۔ غرضکہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ میں نہ صرف پاک اور ناجی لوگ ہی

پیدا کیا ہوں بلکہ ایسے لوگ بھی بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں جو انبیاء کا درجہ رکھتے ہیں اور اسلام سے مشرف ہوتے ہیں پس باوجود اس خوبی کے پادری صاحب کا یہ حق ہے کہ وہ کہیں کہ کوئی شخص اپنا کچھ شریعت پر چلا کر ہو ہی پاک قرار دیتا ہو حالانکہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہو گذرے ہیں اور ہر زمانہ میں آتے ہیں۔

قرآن شریف انسان کو پاک قرار دیتا ہے

ا۔ پھر پادری صاحب کا یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آدم کی نسبت بھول کا لفظ استعمال کیا ہے انہیں کیا حق ہے کاش کہ آپ اتنا سمجھتے کہ گناہ اور نسیان میں بڑا فرق ہے پھر آپنے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ انسان کچھ عزم نہیں ہے افسوس کہ آپ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کو دیکھتے تو آپکو معلوم ہوتا کہ وہ ہر دو کی نسبت ہے نیک لوگ بڑے عزم کے ہوتے ہیں پھر یہ کہنا بھی غلط ہے کہ انسان بے صبر پیدا کیا گیا ہے کیونکہ دوسری طرف بشر الصابرین بھی تو قرآن شریف میں ہے کہ جس سے پیروؤں میں ایک گروہ صابرین کا ہے پھر سورۃ اعراف میں ہے کہ وتمت کلمت ربک الحسنیٰ علی بنی اسرائیل بما صبروا مومنین میں ہے کہ جزیتھم الیوم بما صبروا فرقان میں ہے کہ اولئک یجزون الغرفۃ بما صبروا قصص میں ہے کہ یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا پھر باوجود اسقدر شہادتوں کے پھر کہنا کہ انسان بے صبر پیدا کیا گیا ہے ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے یہاں بھی نیکوں اور بدوں کی ہی تفریق ہے پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں انسان کو ظلم پیشہ اور جاہل قرار دیا ہے مگر آپکی نظر وہاں نہ پڑی جہاں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ انسان ٹوٹے میں ہے مگر ساتھ ہی آپنے یہ نہ دیکھا کہ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ عورت کا دل وسوسہ پیدا کرتا ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ شیطان

کہ الیوم یئس الذین کفروا من دینکم۔ اور پھر ایک جماعت کے لیے جو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ بھی قرآن شریف میں ہے اور پھر شیطان کی نسبت فرماتا ہے کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان وکفی بربک وکیلا یعنی نفسانیہ وسواس انہی لوگوں کے دلوں میں اثر کرتے ہیں جو گندہ ہوا اور حق سے دور رہیں نیک لوگ اس سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ پس اسلام نے ہرگز انسان کو گناہ کا پتلا قرار نہیں دیا بلکہ ایک پاک مخلوق جو کہ جب راہ راست سے پھر جاتی ہے تو ناپاک ہو جاتی ہے اسطرح مسیحی صاحبان کا وہ اعتقاد بھی برباد ہو جاتا ہے کہ گناہ انسان کو ورثہ میں ملا ہے:

گناہ کی سزا | پھر پادری صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ چونکہ گناہ سے نفرت ہے اس لیے اسکی سزا ضرور ملنی چاہیے اور چونکہ سزا نہ دینے سے عدل میں فرق آتا ہے اسلیے گناہ کی سزا ضرور دینی چاہیے۔ یاد رہے کہ انسانی فطرت بخشش کو زیادہ چاہتی ہے جیسے کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے کے قصور دل کھول کر بخشش دیتے ہیں اور انکی خطاؤں پر چشم پوشی کر دیتے ہیں پس اگر خدا تعالی ہر ایک ذرہ ذرہ سے گناہ کو پکڑے تو بڑا اعتراض آئیگا کہ بڑا سخت اور ظالم ہے کیونکہ دنیا میں بھی گناہوں پر چشم پوشی نہ کرنیوالے لوگ ظالم ہی سمجھے جاتے ہیں ورنہ کسی کو حد سے زیادہ تکلیف دینے والے لوگ تو کم ہی ہوتے ہیں اور خدا تعالی پر یہ بھی اعتراض آئیگا کہ کیسا سخت گیر ہے کہ عدل کی صفت پر تو چلتا ہے کہ جیسے بندوں میں ہے تو مجھ میں کیوں نہ ہو مگر جو رحم اور بخشش کی صفت ہے اس سے بکلی محروم ہے تو ایسا خدا گویا اپنی پیدا کردہ مخلوق تباہ کر کے خوش ہوتا ہے اسلام اس کے برخلاف بتاتا ہے کہ او یوبقہن بما کسبوا ویعف عن کثیر یعنی خدا تعالی چاہے تو گنہگاروں کو ہلاک کر دے مگر وہ اکثر معاف کر دیتا ہے:

عدل کو ماننے پر مسیحیت کا خاتمہ | علاوہ ازیں اگر عدل صفت مانا جائیگا تو

تو پھر مسیحیوں کا مذہب برباد ہو جائیگا کیونکہ یسوع عدل کی بیخ کنی کرتا ہے۔ متی باب ۵ آیت ۳۸
میں ہے کہ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت پر میں تمہیں کہتا
ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکے آگے پھیر دے
اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کر کے تیری قبا لے تو کرتہ بھی اسے لینے دے اور جو تجھے ایک کوس
بیگار لیجاوے اسکے ساتھ دو کوس چلا جا۔ اب فرمائیے کہ عدل کہاں رہا توریت نے تو عدل
کی تعلیم دی تھی مگر یسوع نے اسکا ایسا تباہ کیا کہ عدل کا نام و نشان ہی نہ چھوڑا اب جانتو
کہ اگر یہ تعلیم اچھی ہے تو بقول آپکے کیا وہ نیکی جو انسان میں ہے وہ خدا میں نہیں اور
اگر بری ہے تو مسیحی مذہب کا تب بھی خاتمہ ہے۔ پس سچی بات وہی ہے کہ جو اسلام

اسلام اصلاح چاہتا ہے

نے بتائی ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح
فاجره على الله انه لا يحب الظالمين یعنے تکلیف کا بدلہ اتنی ہی تکلیف ہے
مگر جو بخش دے اور ایسی بخشش کرے کہ اس سے اصلاح ہو تو اسکو خدا تعالے اعلیٰ
اجر دیگا مگر یہ بھی یاد رہے کہ خدا تعالے ظالمین کو پسند نہیں کرتا یعنے اسکو جس نے ظلم کیا
نہ اسکو جس نے ایسے کہ جسمیں اصلاح ہوتی تھی رحم نہ کیا اور نہ اسکو کہ جس نے ایسے طور پر رحم
کیا کہ وہ بیجا طور سے فساد پیدا کرنیوالا تھا پھر خدا تعالی فرماتا ہے۔ ولمن صبر و غفر ان
ذلك لمن عزم الامور یعنے جو اصلاح کے لیے صبر کرے اور چشم پوشی سے کام
لے اسنے بڑا عظیم الشان کام کیا اس سے پادری صاحب کا پہلا اعتراض بھی اٹھ گیا ہے
کہ مخلوق میں عزم نہیں خدا تعالے نے تو عزم پیدا کرنیکی ترکیب بھی بتا دی کہ صبر اور چشم پوشی
سے کام لو تو عزم کی صفت تم میں پیدا ہو جائیگی غرض کہ انسان میں عدل ادنی درجہ کی صفت
ہے اور رحم اسکے اعلی قرآن شریف میں خدا تعالی مالک قرار دیا گیا ہے پس مالک حقدار ہے کہ جسکو
چاہے چھوڑ دے اور بیگناہ کو وہ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ ما انا بظلام للعبید یعنے

کیا گورنمنٹ رحم نہیں کرتی

میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور یہ کہنا کہ گورنمنٹ رحم نہیں کرتی

اسلئے خدا بھی نہیں کریگا ایسا نہیں کیونکہ کسی گورنمنٹ کا کام حجت نہیں ہو سکتا ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی فطرت ایسا چاہتی ہے اور بقول آپکے جو نیک صفت ہم میں ہو وہ خدا تعالیٰ میں بدرجہ کمال ہونی چاہئیے علاوہ اسکے یہ بات ہے کہ گورنمنٹ کے کام کا اثر ایک ملک پر پڑتا ہے ممکن ہے کہ ذرہ سی غلطی میں کوئی تباہی آجاوے اور دوسرے گورنمنٹ دلوں کی واقف نہیں کہ شخص سچی توبہ کرتا ہے کہ نہیں تیسرے گورنمنٹ انسانی اجسام اور روح کی مالک نہیں ہوتی کہ سب گناہ بخشنے کی اسکو طاقت ہو جیسے کہ اسلام میں ایک قاتل کو گورنمنٹ معاف نہیں کر سکتی ہاں مقتول کے وارث کر سکتے ہیں آخر میں یہ بات عرض کرونگا کہ یہ بھی جھوٹ ہے کہ گورنمنٹ معاف نہیں کرتی گورنمنٹ کرتی ہے اور سینکڑوں کو کرتی ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ ایسے صدہا واقعات ہوئے ہیں کہ اگر ججوں تک معاف نہیں کیا تو صوبہ کے گورنر اور خود وائسرائے نے سزا معاف کر دی ہو پھر آپ وہ بات کیوں کہتے ہیں کہ جو اصل میں غلط ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ مسیح نے جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں ہم ہی کو تعلیم دی ہے۔ عدل کو برباد کر دیا ہے پس باب میں ثابت کر چکا ہوں کہ گناہ معاف ہونے ضروری ہیں اور انسانی فطرت اسکو چاہتی ہے۔ اور جو مذہب اسکے برخلاف کہتا ہے وہ درحقیقت سخت بیجا ہے غرض گناہوں کا معاف ہونا ضروری ہے۔ اور عقل اسی کو چاہتی ہے۔ اسلام نے اسے ایک اعلیٰ پیرایہ میں بیان فرمایا ہے خود مسیح نے بھی بیان کیا ہے مگر ایک بیہودہ اور خطرناک رنگ میں

انسان گناہ سے بچ سکتا ہے

جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے اور گناہ معاف ہو سکتے ہیں اور آئندہ کے لئے جیسے کہ میں لکھ آیا ہوں کامل شریعت کے ذریعہ کامل معرفت حاصل کرکے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے۔ اور جو شریعت انسان کو گناہ سے بچاتی نہیں وہ ناقص ہے۔ وہ کسی کام کی نہیں کیونکہ ہر ایک سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں شریعت میں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی بس یہی بات ہی ہے کہ گناہوں سے انسان کامل شریعت کی معرفت سے بچ سکتا ہے۔ اور وہ مذہب جو اسکے برخلاف کہتا ہے۔ وہ الزام سے

بچنے کیلئے کہ میری غلطی نہ نکلجاوے ایسا کرتا ہے اور انسان ضرور الزام دیتا ہے کہ تم ہی گندے ہو ورنہ میں تو پاک ہوں کیا ایک شخص پولیس مین کے سامنے چوری کرتا ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مجھ کو نقصان پہنچیگا۔ اسلئے کہ اسکے لیئے کوئی شخص پھانسی پر چڑھ چکا ہے کیا ایک فوج کی موجودگی میں ڈاکو ڈاکہ مارینگے کبھی نہیں۔ کسی کفارہ کی وجہ سے بلکہ اسلئے کہ ان سے بڑی طاقت وہاں موجود ہے جو انکو سزا دیگی اسی طرح شریعت علاوہ اعمال منع کے بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت اسقدر انسان پر روشن کر دیتی ہے کہ وہ گناہ پر قادر ہی نہیں رہتا۔ پس کیا پولیس مین کی آنکھ سے تو چور چوری کر چھوڑ سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی آنکھ کا کامل علم رکھتے ہوئے وہ ایسا نہیں کر سکتا پس اصل بات یہی ہے کہ کامل معرفت اس انسان کو گناہ سے بچاتی ہے ورنہ تجسم کا سبب نمونہ کا سہارا ہے اور وہ اسلئے کہ شریعت کے

انسان انسانی نمونہ کا محتاج ہے

عیب نہ دکھلاویں۔ باقی یہ بات کہ انسان کیلئے نمونہ چاہیئے بالکل درست ہے مگر وہ آدمی چاہیئے نہ کہ خدا کیا ہمیں معلوم نہیں کہ خدا پاک ہے پھر خدا ہم کو نمونہ کیا دکھائیگا۔ اور کیا جو کام خدا کر سکے وہ بندہ بھی کر سکتا ہے اگر خدا نے ایک نمونہ دکھایا تو کیا نہ ایک شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ وہ خدا تھا اسنے وہ کام کر لئے میں بندہ ہوں مجھ سے وہ نہیں ہو سکتے انسان پر بہت انسانی نمونہ کی ہو سکتی ہے نہ کہ خدا کے نمونہ کی خدا کو تو ہم پہلے ہی پاک مانتے ہیں اور اگر کہا جاوے کہ خدا انسانی قالب میں آیا تھا اور انہیں طاقتوں کے ساتھ تو پھر یہ اعتراض ہوگا کہ جب اس میں وہی طاقتیں تھیں جو انسان میں ہوتی ہیں تو پھر اس میں اور انسان میں فرق کیا رہا بجائے اسکے کہ آپ عرش کو تشریف دیتے ہیں سے کوئی بندہ چن لیا جاتا اور اس صورت میں یہودیوں کو اس بات پر فخر کرنیکا موقعہ بھی نہ رہتا کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے خدا کو مار پیٹا اور سولی پر کھینچ دیا غرض کہ مسیحی جو نجات کیلئے

مسیحیوں سے چار سوال

خدا کے تجسم اور کفارہ کے قائل ہیں یہ ایک لغو بات ہے چنانچہ میں اس مضمون پر کچھ اور لکھنے سے پہلے مسیحیوں سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ

اوّل۔ سب سے پہلے ثابت کیا جائے کہ خدا تین ہیں کیونکہ جب تک خدا تین ثابت نہ ہوجائیں تو نہ کفارہ رہتا ہے نہ نجات توریت میں تو ہے کہ ہمارے خدا کا شریک کوئی نہیں خروج باب ۲۰ آیت ۳۔ یہودی بیشک اسی پر عمل کرتے ہیں الفاظ ان کی تائید کرتے ہیں۔ دوم۔ اگر تین خدا ہیں تو یسوع ہی وہ تیسرا خدا ہے کیونکہ بیٹے کا لفظ بہتوں پر بولا گیا ہے آدم کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے اور اسکا کوئی باپ بیان نہیں کیا بلکہ ملک صدق کو سارے جہان اور مسیح سے زیادہ بزرگ کہا یسوع اپنے آپکو کہتا ہے کہ اپنے ساتھ حواریوں کو بھی خدا کا بیٹا قرار دیتا ہے بلکہ اپنے آپکو تو ابن آدم ہی کہتا ہے پس یا تو حواری بھی خدائی میں ساتھ شریک ہیں یا مسیح بھی نہیں اور پھر ایک مشکل ہے کہ متی میں یسوع یوسف کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ جو اور بھی مشکل میں ڈالتا ہے اور زیادہ ہی کیفیت بہت کچھ اعتراض کرتے ہیں گر کچھ بھی ہو۔ انجیل سے یسوع کی خواہ کتنی عظمت ہی بیان کیجاوے ملک صدق کے برابر تو وہ ہرگز نہیں پہنچ سکتا کیونکہ جو صفات ملک صدق میں بیان کئے جاتے ہیں وہ ایسے یسوع پر بہت کچھ فضیلت دیتے ہیں اور نہ صرف توریت میں بلکہ زبور میں اور پھر اعمال میں بھی اسکا ذکر کیا ہے چنانچہ پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۸ میں ہے کہ ملک صدق کا بادشاہ روٹی اور شراب لایا اور وہ خدا تعالیٰ کا کاہن تھا پھر ابراہیم نے اسے دہ یکی دی پھر زبور میں داؤد کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ خداوند نے قسم کھائی ہے اور وہ کبھی نہ پچھتائیگا تو ملک صدق سلم کی طرح ابد تک کاہن ہے پھر عبرانیوں میں پولس رسول یسوع کی نسبت کہتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ملک صدق کی مانند سردار کاہن کہلایا پھر اسی جگہ اسکی نسبت کہا ہے کہ وہ پہلے اپنے نام کے موافق راستی کا بادشاہ ہے اور پھر شاہ سالیم یعنے سلامتی کا بادشاہ یہ بے باپ بے ماں بے نسبنامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا اخیر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کا کاہن رہتا ہے۔ ان عبارات سے تو ملک صدق سالیم کی شان زیادہ معلوم ہوتی

وہ ازلی ابدی ہے۔ لو بے ماں باپ کے ہے حالانکہ یسوع کا باپ اگر یوسف نہیں تو ماں مریم تو ضرور تھی مگر وہ بن باپ بن ماں کے رہے پھر ازلی ہمارے خیال میں تو وہ الوہیت کا زیادہ مستحق ہے۔ سوم یہ کہ مسیح خوشی سے مرنا نہ چاہتا تھا کیونکہ انجیل میں ہے کہ تو اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گزر جائے تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو۔ متی باب ۲۶ آیت ۳۹۔ اب اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ یسوع کی اپنی مرضی نہ تھی کہ وہ صلیبی موت مرے جس سے معلوم ہوا کہ اس نے کسی کے بدلے میں اپنی جان نہیں دی بلکہ قہر درویش بر جان درویش پر عمل کرتے ہوئے مرا۔ دوسرے یہ کہ خدا نے زبردستی اسکو دار پر کھینچوایا کیونکہ وہ کہتا ہے۔ کہ تیری خواہش کے مطابق ہو۔ پس عجیب طرح خدا ان کا ٹھہرا کہ اس طرح بیدردی سے ایک بیگناہ کو اور پھر اپنے بیٹے کو جو اسکی بادشاہت میں اور خدائی میں بھی شریک تھا یوں مروا دیا۔ شاید اس خیال سے کہ ایک تو رستے ہے۔ چہارم۔ سوال یہ کہ جب کہ ہی مانا مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ مسیح واقعی صلیب پر مر گیا تھا۔ کیونکہ انجیل اسکے برخلاف کہتی ہے جیسا کہ پہلے لکھا ہے پہلے جو وقت چاہتا تھا کہ وہ بچ جائے پھانسی دینے والا اسکا اپنا مرید تھا۔ قبر سے نکلنے کے بعد وہ مریدوں پاس گیا وہ ڈرے کہ کہیں بھوت نہ ہو مگر اس نے اپنے زخم انکو دکھائے پھر انکا شک دور کرنے کیلئے انکے ساتھ روٹی کھائی وہ تو اس سے پہلے بھی اگر وہ جی اٹھا تھا اور اب پھر خدا ہو گیا تھا تو لوگوں سے اسقدر ڈر کیوں تھا۔

غرض جب تک کہ یہ سوال حل نہ ہو جائیں مسیحی صاحبان کا کوئی حق نہیں کہ وہ نجات کو ثابت کرنے بیٹھیں خیر اب میں اس مضمون پر مسیحی صاحبوں کے جواب دینے کے بغیر ہی کچھ روشنی ڈالتا ہوں۔

مسیح نے کوئی دعویٰ نہیں کیا یاد رہے کہ ہر ایک بات کو ثابت کرنیکے لئے پہلے دعویٰ ہوتا ہے پھر دلیل پس لازم تھا کہ یسوع کی الوہیت اور کفارہ کے مسئلہ کو پہلے تو انجیل سے ثابت

کی جاتے مگر پادری صاحب انجیل کی ایک آیت بھی اس بارہ میں نہیں لکھی حالانکہ ان کا
فرض تھا کہ وہ پہلے یہ بتاتے کہ انجیل میں مسیح نے یہ دعوے کیا ہے اور انہیں معنوں
میں کیا ہے کہ جن میں مسیحی صاحبان کرتے ہیں ہم تو انجیل میں کہیں یہ دعوے نہیں دیکھتے
یسوع بیچارہ تو آپ لوگوں سے ڈرتا ہوا ہمیشہ اپنے آپکو ابن آدم کے لفظ سے پکارتا
ہے تاکہ احمق میری پیدائش کو عجیب خیال کر کے کہیں مجھکو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیں مگر مسیحی
صاحبان پھر بھی باز نہ آئے پس جب تک ابنیت کا دعوے اور دلائل انجیل سے ہی نہ
بتلائے جائیں تب تک تو مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے۔ یسوع تو اپنے
آپکو ابن آدم قرار دیتا ہے۔ اور مسیحی صاحبان زبردستی اُسے خدا کی ولایت کا خلعت
عطا فرماتے ہیں گویا کہ خدا کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ایک متبنّٰی بنائے۔ اسی طرح کفارہ
مصلوب ہونے سے پہلی رات | کا حال ہے کہ اس کا بھی کوئی ذکر انجیل میں نہیں۔ مگر
مسیحیوں نے اپنے عیش اڑانے کیلئے اس مسئلہ کو گھڑ لیا ہے کیونکہ جب خواہی کسی کا
بوجھ اپنے سر پر اٹھا لے تو پھر اُسے کیا پرواہ ادھر مسیحی اس منہ سے کفارہ کا اعلان
کرتے ہیں اور مسیح کو بڑی خوشی سے بنی نوع انسان پر قربان ہونیوالا خیال کرتے ہیں
ادھر یسوع کو دیکھیں تو وہ صلیب پر چڑھنے سے پہلے دردناک الفاظ میں خدا تعالیٰ
سے اپیل کرتا ہے کہ اے خدا اگر کوئی صورت بچا لینے کی ہو تو اس پر عمل کیجئے کیونکہ یہ گھڑی مجھ پر بہت
سخت ہے حالانکہ اگر کفارہ کا مسئلہ سچا تھا تو یسوع کو چاہئے تھا کہ اس دن عید مناتا اور
ساری رات خوشی اور خرمی میں گزارتا کہ آج وہ مبارک دن آیا ہے کہ جس کے فراق
میں گھڑیاں گننی مشکل ہو گئیں تھیں مگر اسکے برخلاف وہ روتا ہے وہ چلاتا ہے۔ وہ
آنے والی مصیبت کے خوف میں کبھی بیٹھتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی زمین پر گر کر عجیب
حالت بنا کر خدا کے حضور میں گڑگڑاتا ہے کہ اے باپ جیسے لے میں نے جس سے دُکھ اٹھائے
ہیبتناک کر مجھ پر کسی جگہ پر ٹھہرنا بھی مشکل ہو گیا یہ مصیبت مجھسے برداشت نہیں ہو سکتی

گر ہو سکے تو اسکو ٹالدے تو بھی گھبراہٹ میں پڑے ہوئے ہیں آخر آپ کراہتے ہوتے ہیں بھی دعاؤں میں
مشغول ہو رہے ہو گر معلوم کہ خدا کسی منزوہ میں مصیبت کے بیچ جاوے گا جیسا کہ چھتی لیٹو وہ شب بے بار بار گڑگڑا کے
بلکہ میں جا کر بیٹھا رہا کہ کسی طرح یہ وقت گزر جائے پس کیا اس کی یہ امید وہ کے ظاہر کرتی ہوئی ایلی ایلی کہ چلاتی
ہے کہ وہ خوشی سے تمام دنیا کے گناہ چونکہ چپ اٹھا کر پھانسی پر لٹک گیا پھر یہ نہیں ہو سکتا
کبھی ہو سکتا ہے کہ ایک کے سر میں درد ہو تو دوسرا اپنے سر پر پتھر مارے کبھی نہیں ہو گا جو گناہ کرتا ہے
وہی پکڑا جاتا ہے جو کفارہ کو تو معلوم تھا کہ خدا کو سزا دینے سے مراد کیا ہے نہ ہی ہو سکی گنہگار
نہ کوئی ہونا چاہئے کہ جس کو وہ سزا دے ہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اگر شیطان کا سر کچلا گیا اور مسیح تختہ
ہوئے تو خود شیطان اور قاتل جو کیوں کفارہ سے مستفید ہوں۔ علاوہ اسکے یسوع کے نزول سے پہلے
انبیاء بائبل کفارہ سے ناواقف تھے اگر ان کا یہ سوال ہو گا وہ جا بجا تو سب جہنمی ہیں جنہیں کہ
موسیٰ اور داؤد بھی شامل ہیں پھر کیا خدا پر الزام نہ آیا کہ اگر بیٹے کو پھانسی دینی ہی تھی تو شروع
میں دیتا نہ کہ دنیا کے خاتمہ پر اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ کفارہ پر ایمان لاتے تھے کیونکہ اول تو
توریت میں اس کا کوئی ذکر نہیں دوسرے حضرت یوسف کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کفارہ پر
نہ صرف ایمان ہی نہ تھا بلکہ اسکو ظلم قرار دیتے تھے جب بنیامین کے بورے میں پیالہ نکلا تو یہودا نے کہا کہ
ہم بھی اپنے آپکو اسکے گناہ میں غلام بناتے ہیں مگر یوسف نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں اور جب
استغفار کی سب جگہ تو وہ یوسف کہ یسوع کے کفارہ کی یہ دلیل کیا کر سکتے تھے کہ تم میں سے
ایک اسکے بدلے میں چھوڑ جائیں بنیامین کو لیجائیں علاوہ اسکے کفارہ پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ
یسوع جہنم میں تین دن کیوں رہا کہ خدا کو گو خواہ گناہ چھوڑ جائیں ابد الاباد کی سزا دی اور اپنے
بیٹے کو صرف تین دن سزا دی کہ جہنم میں رہا کہ اسکے سر پر دنیا کے گناہ تھے اسکے لئے تو کوئی اور بھی
سخت دوزخ بنانی چاہئے تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ نہیں کیونکہ وہ خدا تھا اور غیر محدود تھا اسلئے تین دن کی
سزا کافی تھی تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ غیر محدود کی نسبت محدود سے ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ چونکہ وہ غیر محدود تھا
تو سزا تو ایک منٹ کی بلکہ ایک پل چھوٹے وقت میں ہونی چاہئے تھی کہ وہ گناہ بھی نہ جاتا اور نہ گر

تین دن کی سزا مقرر ہوگی تو بندوں میں اور خدا میں ایک نسبت ہو جائیگی اور اس طرح غیر محدود نہ رہیگی بلکہ محدود ہو جائیگا اور اگر کہا جائے کہ تین دن کی سزا علی الحساب ہو گئی ہے تو خدا اس طرح ظالم ٹھہرتا ہے۔ کفارہ پر ایک اور بھی اعتراض ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ایک تین اور تین ایک ہیں تو جب یسوع تین دن مرا تو ضرور ہے کہ باقی دونوں خدا بھی مرے رہے ہوں کیونکہ ایک تین ہے اور اگر وہ نہ مرے ہوں تو دو خدا باقی رہ گئے ہونگے اور اس طرح خداؤں میں جدائی لازمی آئیگی پھر کہ تین ایک اور ایک تین کے مسئلہ کے برخلاف ہوگا اور اگر کہا جائے کہ نہیں اصل میں خدا تینوں ہی نہ مرے تھے وہ ایک اور ہی کی مروائی تھی تو پھر بھی کفارہ باطل ہو جاتا ہے اور خدا نعوذ باللہ بہانے باز ٹھہرتا ہے علاوہ ازیں کفارہ کے مسئلہ سے

یسوع عادل نہیں

یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تو عادل ہو اور یسوع عادل نہیں پس یا خدا جس ہوا یا یسوع علاوہ ازیں ان کی تین الگ صفات اگر وہ وجود الگ الگ ماننے پڑتے ہیں کہ یہ خدا ہے جو عادل ہے اور یہ یسوع ہے جو محبت ہے سو اسطرح ایک تین اور تین ایک نہیں رہتا اور خداؤں میں فرق لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں کفارہ پر یہ بھی ایک اعتراض ہے کہ اگر کفارہ پر ایمان و نیک اعمال وجود بھی عمل کی ضرورت ہے تو وہ کفارہ کفارہ ہی نہ رہا کیونکہ اس صورت میں مسیح کی موت سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اور اگر عمل کرنیکی ضرورت نہیں تو کفارہ سے گناہ پھیلینگے نہ کہ رکینگے۔ اور اسطرح کفارہ گناہ پھیلانے والا ثابت ہوگا اور اگر یہ کہا جائے کہ کفارہ پر ایمان لانے سے گناہ ہوتے ہی نہیں تو یہ بھی غلط کیونکہ جسقدر گناہ یورپ میں ہو رہا ہے اسقدر شاید پہلے ہوا نہ اب غیر قوموں میں ہے کہا جاتا ہے کہ ساٹھ فیصدی حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں پھر کفارہ کا کیا اثر۔ پھر یسوع

یسوع کامل نمونہ نہ تھا

کے کفارہ پر لیاقت کر دنیا نے گناہ چھوڑ کیا پہنچتا ہے جو کچھ انجیل میں کی ہیں اسے تو خود یسوع پر بھی سو سو اعتراض وارد ہوتے ہیں اور وہ قابل تقلید کیا قابل نفرت ٹھہرتا ہے اور اس طرح یہ بھی ٹھیک نہیں کہ دنیا کو نمونہ کی ضرورت ہے اور یسوع نمونہ بنکر آیا غلط ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے نمونہ کو دیکھکر تو وہی شکوک شروع ہو جاتے ہیں کہ جب خدا خود

گناہ ہو سکتا نہیں مسیح ہو سکتا تھا جیسے کہ پہلے کہہ چکا ہوں تو بھی بار بار کہتا ہے کہ مجھے شکایت [illegible]
[illegible] گنہگار [illegible] تو [illegible] نہیں [illegible] مسلمان بھی کہتے ہیں کہ چونکہ آدم کے ورثہ میں ہیں [illegible]
ہے مسیح کا باپ تمہارے مسلم [illegible] وہ گنہگار نہیں ہو سکتا تھا تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ مسیح
کی [illegible] ذاتی ہے [illegible] سوال یہ ہے کہ آدم میں گناہ کہاں سے آگیا اگر آدم میں پیدا ہو سکتا تھا
تو [illegible] پیدا ہو سکتا ہے [illegible] کہ اس سے مسیح کی اصلیت نہیں نکلتی [illegible] نقص
نکلتا ہے کیونکہ توریت کو [illegible] سے گناہ ہوتے [illegible] چنانچہ پیدائش باب [illegible]
[illegible] اور [illegible] پایا [illegible] معلوم ہو
[illegible] کے [illegible] پیدائش سے تو وہ بھی نقص لازم آتا ہے [illegible]
[illegible] اگر وہ پاک [illegible] دیا اور [illegible] کا
وارث [illegible] تو پھر مسیح [illegible]
[illegible]

[illegible]

ختم ہوا [illegible] الحمد للہ رب العالمین۔

میرزا محمود احمد

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۰۰

سنت ماميرا (ممیرا) سنت

اشتہار نور الابصار

[illegible]

[illegible]

نوٹ [illegible]

[illegible]

المشتہر حکیم محمد حسین احمدی مقام [illegible]

کشتہ

[illegible]

بریان کی شناخت [illegible]

[illegible]

زکام [illegible]

[illegible]

کان و دانت کی بیماریاں۔

[illegible]

المشتہر

عبدالرحمن کاغانی احمدی شفاخانہ حکیم نور الدین قادیان ضلع گورداسپور

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام [illegible] صاحب چھپا گیا

[illegible]